

جلد دوم

# ارشاد ائمتین

دعا کامل فقہ الحنفی اعظم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اقدس

محترم مولانا  
مفتی ابی  
حمید اللہ خان  
نور اللہ مدظلہ  
بہار عالمیہ لاہور

مکتبۃ الحسنیہ

33 - منٹو مارٹ، اردو بازار لاہور 042-37241355

”فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ“..... (التوبة)  
 ”قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ“..... (الحديث)

# ارشاد المفتین

(جلد دوم)

(بقیہ کتاب العقائد، کتاب الطہارت)

فقیہ العصر، مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والنفیس حضرت اقدس

مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ

بانی و مہتمم جامعۃ الحمید لاہور

مکتبہ الحسن

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

## ﴿جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں﴾

نام کتاب:	ارشاد المفتین (جلد دوم)
مجموعہ فتاویٰ جات:	حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ
با اہتمام:	مفتی عارف اللہ خان صاحب، قاری سیف اللہ ناصر صاحب
تصحیح و تخریج:	مفتیان و متخصصین جامعۃ الحمید لاہور
کمپوزنگ ترتیب و تبویب:	مفتی محمد حامد علی نفیسی
اشاعت اول:	ستمبر 2016ء
قیمت:	
ناشر:	ملکتہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

ملنے کے پتے:

جامعۃ الحمید عظیم آباد راینیوڈ روڈ لاہور 042.35971895

دارالعلوم الاسلامیہ کی مروت

جامع مسجد محمد ﷺ گلشن معمار کراچی

## ضروری وضاحت:

اگرچہ انسانی وسعت کے مطابق کوشش کی گئی ہے کہ فتاویٰ ارشاد المفتین کی تصحیح و تخریج و کمپوزنگ میں کسی قسم کی لفظی غلطی نہ رہے، لیکن کبھی سہواً کوئی غلطی رہ جاتی ہے اگر کسی صاحب کو ایسی غلطی کا علم ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے، ادارہ آپ کے تعاون کا شکر گزار ہوگا۔ از مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم ط  
**ارشاد المفتين (جلد دوم)**  
**اجمالی فہرست**

☆ **بقیہ کتاب العقائد (مسائل شتی)**

## کتاب الطہارۃ

☆ (۱)	الباب الاول:	فی احکام الوضوء
☆ (۲)	الباب الثانی:	فی احکام الغسل
☆ (۳)	الباب الثالث:	فی احکام المیاء
☆ (۴)	الباب الرابع:	فی احکام التیمم
☆ (۵)	الباب الخامس:	فی احکام المسح علی الخفین
☆ (۶)	الباب السادس:	فی احکام الحيض والنفاس، والدماء
		المختصة بالنساء
☆ (۷)	الباب السابع:	فی النجاسة واحکامها

## تفصیلی فہرست فتاویٰ ارشاد المفتین (جلد دوم)

23	عرض مرتب
----	----------

### بقیہ کتاب العقائد (مسائل شتی)

صفحہ نمبر	عنوان مسئلہ	مسئلہ نمبر
25	عقائد اسلامی کے منکر شخص کا حکم؟	مسئلہ نمبر (۱)
30	مختلف نظریات رکھنے والے شخص کا حکم؟	مسئلہ نمبر (۲)
38	ڈاکٹر مسعود الدین اور جماعت المسلمین کے عقائد و نظریات کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳)
40	بیک آواز اجتماعی ذکر بالجہر کرنے کا حکم؟	مسئلہ نمبر (۴)
43	جاوید احمد غامدی کے عقائد و نظریات اور اس کا حکم: (۱)	مسئلہ نمبر (۵)
50	جاوید احمد غامدی کے عقائد و نظریات اور اس کا حکم: (۲)	مسئلہ نمبر (۶)
92	رسول اکرم ﷺ کے والدین کا مذہب کیا تھا؟	مسئلہ نمبر (۷)
92	”ان الله خلق آدم علی صورته“ کا مفہوم:	مسئلہ نمبر (۸)
94	کسی عامل کا قرآن کریم کو الٹا لکھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۹)
95	قرآن مجید کے رسم الخط میں خط عثمانی کی اتباع واجب ہے:	مسئلہ نمبر (۱۰)
98	وفات کے دوسرے، تیسرے روز مجلس منعقد کرنے کا شرعی حکم:	مسئلہ نمبر (۱۱)
101	مذاق میں کلمہ کفر کہنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۲)
102	سنی لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کرنا کیسا ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۳)
104	چکڑ الوی اور پرویزی فرقہ کے نظریات کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۴)
105	اسلام بالجہر اور نکاح بالجہر کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۵)

107	قرآن مجید، مقدس اوراق اور کلمہ طیبہ کی توہین کرنے والے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۶)
108	حضور ﷺ کو حاضر و ناظر اور مختار کل ماننے والے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۷)
109	فاطمہ اور اویس نام رکھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۸)
110	کیا رزق کا تعلق ہماری عبادت سے ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۹)
113	قرآن مجید کو آگ لگا دوں گا کہنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۰)
114	جنت میں صرف مسلمان ہی کیوں جائیں گے؟	مسئلہ نمبر (۲۱)
116	ڈاڑھی کی توہین کرنے والے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۲)
117	اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والے کے ایمان کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۳)
119	سماع موتی اور صلوة وسلام کے سماع کے منکر کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۴)
120	انبیاء اور اولیاء کے بارے میں مشکل کشا اور مختار کل کا عقیدہ رکھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۵)
121	مسجد میں کسی کی تعظیم کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیے؟	مسئلہ نمبر (۲۶)
124	قرآن مجید کے شہید اوراق کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۷)
125	جان بوجھ کر مرزائی کا جنازہ پڑھنے والے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۸)
126	نماز کا ثبوت قرآن پاک سے نہیں ہے، یہ کہنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۹)
127	”هذا الكتاب“ کی جگہ ”ذلك الكتاب“ کیوں کہا گیا؟	مسئلہ نمبر (۳۰)
128	تنظیم فکر شاہ ولی اللہی کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۱)
130	”کافر کا فر شیعہ کافر“ کا نعرہ لگانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲)
132	درواد براہمی میں لفظ سلام کیوں نہیں ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۳)
133	نوری علم کے ذریعے کوئی کام کرنے اور کروانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۴)
135	اہل سنت لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۵)
137	شرکیہ الفاظ سے عملیات اور دم تعویذ کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶)
138	توہین رسالت کے مرتکب کو قتل کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۷)

140	کیا سورج گرہن اور چاند گرہن کا اثر حمل پر ہوتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۸)
140	لا علمی میں قادیانی سے نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۹)
141	مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ عیسائی ہو جانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۰)
143	زیارتوں پر جانا اور منت ماننے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۱)
143	علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا صحیح استعمال:	مسئلہ نمبر (۴۲)
144	کیا آپ ﷺ کا کسی کو بددعا دینا رحمۃ اللعالمین ہونے کے منافی ہے؟	مسئلہ نمبر (۴۳)
146	شیعہ کا نکاح پڑھنے اور پڑھانے والے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۴)
147	مرزائیوں سے نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۵)
149	فرقہ گوہر شاہی کے عقائد و نظریات کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۶)
150	قادیانی عورت کے جنازہ میں شریک ہونے والوں کے ایمان اور نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۷)
151	سنی لڑکے کا شیعہ لڑکی سے نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۸)
152	سنی لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۹)
153	جب سب کچھ تقدیر میں لکھا ہوا ہے تو پھر خود کشی حرام کیوں ہے؟	مسئلہ نمبر (۵۰)
154	کسی مسلمان کا اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱)
155	پیغمبر کے قتل کا واقعہ نقل کرنے سے کفر لازم نہیں آتا:	مسئلہ نمبر (۵۲)
156	قادیانی کمپنی کی وساطت سے کیے ہوئے حج کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۳)
158	کیا قبروں میں مردوں کو عذاب ہوتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۵۴)
161	مروجہ قتل خوانی اور قرآن خوانی کا شرعی حکم:	مسئلہ نمبر (۵۵)
165	قادیانی کے شریک ہونے سے قربانی کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۶)
166	نماز میں خشوع و خضوع کے بارے میں کہے ہوئے چند کلمات کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۷)
168	قرآن کریم کی بے حرمتی کے جھوٹے الزام کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۸)
170	جادو کرنے اور کروانے کا شرعی حکم:	مسئلہ نمبر (۵۹)

171	نمازیوں کے قریب تعلیم کروانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۰)
172	قرآنی آیات کے الٹ بات کہنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۱)
174	قبر پر میلہ لگانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۲)
175	اسلام کے مسلمات قطعہ کے انکار کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۳)
177	انبیاء علیہم السلام پر قلم بنانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۴)
178	قادیانیوں کے جنازہ میں شرکت اور ان سے شادی کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۵)
181	محمد نام رکھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۶)
182	قبر والے سے یہ کہنے کا حکم کہ ہماری ضروریات پوری کر دیں:	مسئلہ نمبر (۶۷)
183	ڈاڑھی کی تحقیر کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۸)
183	قبر کے عذاب و راحت کے انکار کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۹)
184	منکرین حدیث کا حکم:	مسئلہ نمبر (۷۰)
187	محرم میں شادی بیاہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۷۱)
188	علی مشکل کشا کہنے والے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۷۲)
188	غیر نبی اور غیر صحابی کے لیے علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا استعمال:	مسئلہ نمبر (۷۳)
190	ڈاڑھی نوچنے والے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۷۴)
191	ایصال ثواب کا حکم اور افضل مصرف؟	مسئلہ نمبر (۷۵)
191	”او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح“ سے کون مراد ہے؟	مسئلہ نمبر (۷۶)
192	نبی کریم ﷺ کی حیات کے منکر امام کی اقتداء کا حکم:	مسئلہ نمبر (۷۷)
194	کفریہ الفاظ کہنے والے کے نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۷۸)
195	عیسائیت اختیار کرنے والے میاں بیوی کے نکاح، جنازہ اور ان کی جائیداد کا حکم:	مسئلہ نمبر (۷۹)
198	قرآن میں یا جوج ما جوج کا ذکر:	مسئلہ نمبر (۸۰)
198	کفریہ عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ صحیح العقیدہ لڑکی کے نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۸۱)

200	ایصال ثواب کا مسنون طریقہ:	مسئلہ نمبر (۸۲)
200	ایصال ثواب کے لیے ایام کی تعیین درست نہیں:	مسئلہ نمبر (۸۳)
201	سنی عورت کا شیعہ مرد سے نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۸۴)
202	قادیانیوں کے ساتھ تعلقات کا حکم:	مسئلہ نمبر (۸۵)
205	شیعہ میت کا جنازہ پڑھنے اور پڑھانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۸۶)
206	کفریہ عقائد رکھنے والے آدمی سے نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۸۷)
207	قرآن کریم پر حلف لینے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۸۸)
209	کیا تسبیح تراویح بدعت ہے؟	مسئلہ نمبر (۸۹)
209	قادیانیوں کا مسجد کے لیے زمین وقف کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۹۰)
210	کیا انبیاء علیہم السلام قبل الذبوة و بعد الذبوة معصوم ہوتے ہیں؟	مسئلہ نمبر (۹۱)
212	حضور ﷺ پر پہلی وحی کے وقت کی حالت کی وضاحت:	مسئلہ نمبر (۹۲)
214	اللہ تعالیٰ کی طرف شرکی نسبت کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۹۳)
215	عقیدہ حیات النبی ﷺ کی وضاحت:	مسئلہ نمبر (۹۴)
216	عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور صلوٰۃ و سلام کی وضاحت:	مسئلہ نمبر (۹۵)
217	کسی چیز کا نام ”غنی“ رکھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۹۶)
218	انگوٹھے چومنے اور اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام کا حکم:	مسئلہ نمبر (۹۷)
219	عقیدہ حیات اور سماع کی وضاحت:	مسئلہ نمبر (۹۸)
223	عقیدہ حیات النبی ﷺ اور صلوٰۃ و سلام کے انکار کا حکم:	مسئلہ نمبر (۹۹)
227	نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے والے کی امامت کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۰۰)
227	غیر اللہ کی نذر ماننے والے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۰۱)
229	تعویذات پر اجرت لینے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۰۲)
230	جسم کے کسی حصے کے پھڑکنے کے بارے میں اچھایا برا شگون لینے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۰۳)

231	گناہ سے توبہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۰۴)
232	سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۰۵)
232	تلاوت قرآن ایصال ثواب کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۰۶)
233	کیا کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے؟	مسئلہ نمبر (۱۰۷)
234	اپنے پیرومرشد کے لیے لفظ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا استعمال:	مسئلہ نمبر (۱۰۸)
236	عذاب قبر کتاب وسنت سے ثابت ہے:	مسئلہ نمبر (۱۰۹)
240	یا جوج ماجوج اور قیامت کی بڑی بڑی علامات کا ثبوت قرآن وحدیث سے:	مسئلہ نمبر (۱۱۰)
243	مخصوص ایام میں ایصال ثواب کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۱۱)
246	شیعہ کا جنازہ پڑھنے والے مسلمانوں کے نکاح اور ایمان کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۱۲)
248	خلاف شرع کام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۱۳)
250	درس قرآن کو بند کروانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۱۴)
251	سکول ٹیچر سے متعلق شریعت کے اوامرو نواہی:	مسئلہ نمبر (۱۱۵)
252	برکت کی نیت سے گھر میں قرآن خوانی، حمد ونعت اور بیان کروانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۱۶)
255	ادعیہ ماثورہ میں الفاظ کا اضافہ کرنا:	مسئلہ نمبر (۱۱۷)
256	استشارہ اور استخارہ میں مقدم کیا ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۱۸)
258	سرور کائنات <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں:	مسئلہ نمبر (۱۱۹)
259	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریہ کرنا:	مسئلہ نمبر (۱۲۰)
259	عید میلاد النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی شرعی حیثیت:	مسئلہ نمبر (۱۲۱)
262	جادو اور جنات کے توڑ کے لیے ایک تعویذ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۲۲)
263	واحد الرحمن نام رکھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۲۳)
264	کیا قضاء عمری کی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟	مسئلہ نمبر (۱۲۴)
265	غیر مسلم ممالک میں سکونت اختیار کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۲۵)

267	مجالس ذکر کا انعقاد اور ذکر بالجہر کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۲۶)
269	توبہ سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:	مسئلہ نمبر (۱۲۷)
270	نماز جمعہ و عیدین سے قبل بیان کی شرعی حیثیت:	مسئلہ نمبر (۱۲۸)
271	وتروں کے بعد ایک خاص عمل کا حدیث سے ثبوت:	مسئلہ نمبر (۱۲۹)
272	کلمات کفر کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے:	مسئلہ نمبر (۱۳۰)
272	ڈاڑھی اور پگڑی کی توہین کرنے والوں کے ایمان اور نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳۱)
274	رحمان اللہ نام رکھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳۲)
275	عیسائی کو قرآن پاک کی تعلیم دینے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳۳)
276	معراج جسمانی کے منکر کی امامت کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳۴)
279	سرور کائنات ﷺ روضہ اطہر میں درود و سلام سنتے ہیں:	مسئلہ نمبر (۱۳۵)
281	عید کے دن گلے ملنا اور عید مبارک کہنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳۶)
283	قرآن و سنت سے ایصال ثواب کا ثبوت:	مسئلہ نمبر (۱۳۷)
283	محرم الحرام اور صفر المظفر کے مہینے میں شادی کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳۸)
285	شیعہ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳۹)
287	ایک غلط رسم کو ختم کرنے کے لیے امر بالمعروف کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۴۰)
288	مرغے کی اذان کو منحوس کہنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۴۱)
290	علماء دیوبند ”ما انا علیہ واصحابی“ کے صحیح مصداق ہیں:	مسئلہ نمبر (۱۴۲)
291	اللہ پاک کے پاس عاجزی نہیں، کہنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۴۳)
292	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا تھا؟	مسئلہ نمبر (۱۴۴)
293	صبح اور شام کی تعریف نیز صبح اور شام کے اذکار کس وقت کرنے چاہئیں:	مسئلہ نمبر (۱۴۵)
298	کلمہ کفر کہنے سے اسلام اور نکاح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۴۶)
298	کیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے تھے؟	مسئلہ نمبر (۱۴۷)

# کتاب الطہارۃ

## الباب الاول فی احکام الوضوء:

300	بیہوشی ناقض وضو ہے:	مسئلہ نمبر (۱۴۸)
301	جسم کے گودے ہوئے حصہ کی وجہ سے وضو اور غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۴۹)
302	سر پر مہندی لگی ہو تو مسح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۵۰)
303	وضو سے پہلے تسمیہ پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۱۵۱)
303	معذور شخص نماز اور حج کیسے ادا کرے؟:	مسئلہ نمبر (۱۵۲)
304	لیکچر یا ناقض وضو ہے یا نہیں؟:	مسئلہ نمبر (۱۵۳)
305	ویسلین سے وضو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۵۴)
305	آپاشی والے نالے کے پانی سے وضو کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۵۵)
306	غسل کرنے سے وضو بھی ہو جاتا ہے:	مسئلہ نمبر (۱۵۶)
307	شرعی معذور کی نماز، وضو اور طہارت کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۵۷)
308	شرعی معذور:	مسئلہ نمبر (۱۵۸)
309	احلیل میں ٹشو پیپر رکھنا اور امساک الریح:	مسئلہ نمبر (۱۵۹)
310	پیشاب کا قطرہ آنے کا شبہ:	مسئلہ نمبر (۱۶۰)
311	ادعیہ وضو:	مسئلہ نمبر (۱۶۱)
313	ستر کھولنا ناقض وضو نہیں:	مسئلہ نمبر (۱۶۲)
314	ناخن پالش مانع وضو ہے:	مسئلہ نمبر (۱۶۳)
315	وضو کے بعد سورت القدر پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۶۴)
315	قے ناقض وضو ہے یا نہیں؟:	مسئلہ نمبر (۱۶۵)
316	سرخی مانع وضو ہے یا نہیں؟:	مسئلہ نمبر (۱۶۶)

317	دوران نماز وضو ٹوٹنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۶۷)
317	وضو کے بعد اعضاء کو خشک کرنا:	مسئلہ نمبر (۱۶۸)
318	اعضاء وضو کئے ہوں تو وضو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۶۹)
318	رگ میں انجکشن لگوانا قضا وضو ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۷۰)
319	کیا بچے کو دودھ پلانا قضا وضو ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۷۱)
320	زخم کی پٹی پر مسح کرنا:	مسئلہ نمبر (۱۷۲)
321	سر کے مسح کا مستحب طریقہ:	مسئلہ نمبر (۱۷۳)
321	عریاناً وضو کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۷۴)
322	پٹی پر مسح کرنا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۷۵)
323	گردن پر مسح کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۱۷۶)
324	ایک ہاتھ سے سر پر مسح کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۷۷)
325	مہندی یا خضاب پر مسح کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۷۸)
325	پٹی کے ارد گرد جگہ دھونے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۷۹)
326	وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۸۰)
327	کیا وضو کے بعد سورۃ القدر پڑھنا ثابت ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۸۱)
328	منہ بھر کر کڑوا پانی آنا:	مسئلہ نمبر (۱۸۲)
329	تمسح بالمندیل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۸۳)
329	لیکور یا کے پانی سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟	مسئلہ نمبر (۱۸۴)
330	بار بار وضو ٹوٹے تو کیا کرے؟	مسئلہ نمبر (۱۸۵)
331	آنکھوں سے پانی نکلنے سے وضو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۸۶)
332	رتج کی وجہ سے معذور شخص کی طہارت کے احکام:	مسئلہ نمبر (۱۸۷)
335	سر پر مہندی لگی ہو تو مسح کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۸۸)

336	وضو کرنے سے کون کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں؟	مسئلہ نمبر (۱۸۹)
336	کیا واش روم میں بیسن پر وضو کرتے وقت دعائیں پڑھی جائیں گی؟	مسئلہ نمبر (۱۹۰)
337	بغیر وضو کے درود اور تسبیحات پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۹۱)
338	جس کا وضو قائم نہ رہ سکتا ہو وہ کیا کرے؟	مسئلہ نمبر (۱۹۲)
339	کیا سرخی لگانے سے وضو اور نماز ہو جائے گی؟	مسئلہ نمبر (۱۹۳)
340	وضو کے شروع میں تسمیہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۹۴)
342	کیا برف کو اعضاء پر پھیرنے سے وضو ہو جائے گا؟	مسئلہ نمبر (۱۹۵)
342	کیا قطروں کے شک کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا؟	مسئلہ نمبر (۱۹۶)
343	گردن کے اگلے حصے کا مسح کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۹۷)
344	خروج رتج کے مریض کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۹۸)
344	کیا گانے کی آواز سننا ناقض وضو ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۹۹)
345	بغیر وضو کے قرآن پاک کو ہاتھ لگانے کا حکم؟	مسئلہ نمبر (۲۰۰)
347	مسواک کس درخت کی ہونی چاہیے؟	مسئلہ نمبر (۲۰۱)
347	کیا مذی کا خارج ہونا مفسد صوم ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۰۲)
348	قطرے آنے سے کب وضو ٹوٹتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا؟	مسئلہ نمبر (۲۰۳)
349	وضو کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۰۴)
350	کیا شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۰۵)
351	اختلاج کس کو کہتے ہیں؟	مسئلہ نمبر (۲۰۶)
352	مسواک کرنے اور سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ:	مسئلہ نمبر (۲۰۷)
354	سر پر لگائے ہوئے بالوں پر مسح اور غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۰۸)
354	پیشاب کے تھوڑی دیر بعد آنے والے قطرے ناقض وضو ہیں:	مسئلہ نمبر (۲۰۹)
356	کیا لیکوریا کے قطرے ناقض وضو ہیں؟	مسئلہ نمبر (۲۱۰)

357	جس شخص کا وضو بار بار ٹوٹتا ہو کیا وہ معذور ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۱۱)
358	نسوار رکھنے سے وضو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۱۲)
359	قطرات گرنے والے شخص کے لیے شرعی رعایت؟	مسئلہ نمبر (۲۱۳)
360	کیا بغیر وضو قرآن مجید کو مس کر سکتے ہیں؟	مسئلہ نمبر (۲۱۴)

### الباب الثانی فی احکام الغسل

362	مذی، منی اور ودی سے غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۱۵)
363	وہمی شخص کا طریقہ غسل:	مسئلہ نمبر (۲۱۶)
363	جنبی کے لیے کھانے پینے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۱۷)
364	وضو اور غسل میں بدن کو پانی پہنچانا ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۱۸)
365	جریان موجب غسل ہے یا نہیں:	مسئلہ نمبر (۲۱۹)
366	انزال قبل الدخول موجب غسل ہے:	مسئلہ نمبر (۲۲۰)
366	حالت جنابت میں کھانا پینا:	مسئلہ نمبر (۲۲۱)
367	غسل کرنا فوراً واجب نہیں:	مسئلہ نمبر (۲۲۲)
367	غسل کرنے کے بعد دوبارہ منی کا قطرہ نکلے تو کیا دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے:	مسئلہ نمبر (۲۲۳)
368	کیا احتیاطاً غسل کرنا واجب ہوتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۲۴)
368	مذی کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۲۵)
369	دوران غسل عورت کے لیے مینڈیاں کھولنا ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۲۶)
370	جنابت اور اس کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۲۷)
370	حالت جنابت میں یا بغیر طہارت کے قرآن اور مسنون دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں:	مسئلہ نمبر (۲۲۸)
372	مہندی اور خضاب لگایا ہو تو مسح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۲۹)
372	بیماری کی وجہ سے عورت سر کے بال نہیں دھو سکتی تو کیا بالوں کو کاٹ سکتی ہے؟:	مسئلہ نمبر (۲۳۰)
374	جنبی سے مباشرت کے بعد غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۳۱)

375	مجامعت سے غسل کرنے کے بعد عورت کے فرج سے شوہر کی منی خارج ہونا:	مسئلہ نمبر (۲۳۲)
375	حالت احتلام میں قبل غسل کھانا پینا:	مسئلہ نمبر (۲۳۳)
376	ناپاکی کی حالت میں قرآن زبانی پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۳۴)
376	جنابت کی حالت میں کھانا پینا:	مسئلہ نمبر (۲۳۵)
376	عورتوں کے لیے غسل کے وقت بال گیلے کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۳۶)
377	دانتوں میں روٹی کے ٹکڑے پھنسے ہوں تو غسل ہوگا یا نہیں؟	مسئلہ نمبر (۲۳۷)
378	منی مذی اور ودی میں کس حالت میں غسل واجب ہوتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۳۸)
379	میاں بیوی ہمبستری کے وقت کب جنبی ہوتے ہیں؟	مسئلہ نمبر (۲۳۹)
380	حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۴۰)
380	غیر ضروری بال کاٹنے سے غسل کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۴۱)
381	جنابت کی حالت میں قرآن کمپوزنگ کرنا:	مسئلہ نمبر (۲۴۲)
382	کیا ٹانگوں پر پیشاب لگنے سے غسل کرنا ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۴۳)
382	کیا فکس دانتوں کو وضو اور غسل میں اتارنا ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۴۴)
383	کیا غسل میں آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۴۵)
384	دوران غسل ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۴۶)
385	چاندی کے لگائے ہوئے دانت میں وضو اور غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۴۷)
386	حدث کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا:	مسئلہ نمبر (۲۴۸)
387	پیشاب کے بعد آنے والے قطروں سے غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۴۹)
389	کیا احتلام کے بعد سارے کپڑے کو دھونا ضروری ہے یا متعلقہ جگہ کو؟	مسئلہ نمبر (۲۵۰)
390	مصنوعی بال لگوانے سے غسل اور وضو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۵۱)
391	جب نہ دخول ہو اور نہ انزال ہو تو کیا غسل لازم ہوگا؟	مسئلہ نمبر (۲۵۲)
392	کیا غسل میں آنکھوں کے لینز اتارنا ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۵۳)

393	غسل کا پانی اگر ٹپ میں گر جائے تو کیا وہ ناپاک ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۵۴)
393	اگر غسل کی سنتیں پوری نہ کی ہوں تو غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۵۵)
394	بیوی سے بوس و کنار کرتے وقت اگر پانی خارج ہو جائے تو غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۵۶)
395	غسل جنابت سے پہلے وضو کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۵۷)
395	غسل جنابت میں کتنی تاخیر جائز ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۵۸)
396	صحبت میں جب دخول نہ ہو تو غسل لازم نہیں:	مسئلہ نمبر (۲۵۹)
397	استنجاء اور غسل کرنے کا شرعی طریقہ؟	مسئلہ نمبر (۲۶۰)
398	غسل میں اگر ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہ پہنچا ہو تو پڑھی ہوئی نمازوں کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۶۱)
400	زوجہ بیمار ہو اور پانی نقصان دہ ہو تو جماعت اور غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۶۲)
401	غسل کے بعد منی نکلنے سے دوبارہ غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۶۳)
402	کیا صحبت کے فوراً بعد غسل واجب ہے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۶۴)
403	دوران غسل مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ نہ کرنے سے غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۶۵)
404	کیا غسل میں عورت کے لیے بالوں کا کھولنا ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۶۶)
405	غسل کے فرائض نہ جاننے والے کی نماز اور حج کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۶۷)
407	محض بیوی کے ساتھ لیٹنے سے غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۶۸)
408	مذی اور منی کا فرق اور ان کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۶۹)
408	پیشاب کے ساتھ اگر منی کے قطرات آئیں تو غسل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۷۰)
409	کیا مذی کا نکلنا بھی موجب غسل ہے یا نہیں؟	مسئلہ نمبر (۲۷۱)
410	غسل جنابت کے بعد نکلنے والے قطروں کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۷۲)
411	ٹب میں غسل کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۷۳)

### الباب الثالث فی احکام المیاء

413	گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۷۴)
-----	------------------------	------------------

413	بارش کے پانی کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۷۵)
414	ٹینکی میں چھپکلی گر کر مر جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۲۷۶)
416	ناپاک حوض میں مزید پانی جمع شدہ پانی کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۷۷)
416	جس ندی میں گٹر کے پائپ گرتے ہوں اس کے پانی کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۷۸)
417	ناپاک حوض کے پانی کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۷۹)
418	گول تالاب کا قطر شرعی کیا ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۸۰)
419	اس چھوٹے تالاب کا حکم جس کا پانی نیچے سے جاری ہو:	مسئلہ نمبر (۲۸۱)

### الباب الرابع فی احکام التیمم

420	کیا بیمار اور کمزور وضو کی جگہ تیمم کر سکتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۸۲)
420	سیمینٹ پر تیمم کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۸۳)
421	مریض کے لیے تیمم کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۸۴)
423	نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف سے پانی پر قدرت کے باوجود تیمم کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۸۵)
423	نماز جنازہ کے لیے تیمم کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۸۶)
424	تیمم کب جائز ہوتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۲۸۷)
424	مریض کو تیمم کروانا:	مسئلہ نمبر (۲۸۸)
425	تنگی وقت کی وجہ سے تیمم کرنا:	مسئلہ نمبر (۲۸۹)

### الباب الخامس فی المسح علی الخفین

427	چمڑے یا ریکیسین کے بنے ہوئے جوتے پر مسح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۹۰)
428	جراہوں پر مسح کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۹۱)
429	موزوں پر مسح کی مدت:	مسئلہ نمبر (۲۹۲)
431	موزوں پر مسح کی مدت:	مسئلہ نمبر (۲۹۳)

## الباب السادس في الحيض والنفاس والدماء المختصة بالنساء

432	حالت استحاضہ میں نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۹۴)
432	ایام حیض میں قضاء نمازوں کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۹۵)
433	ایام حیض میں استعمال شدہ کپڑوں وغیرہ حکم:	مسئلہ نمبر (۲۹۶)
434	حائضہ عورت کا سجدہ تلاوت کرنا اور دعائیں پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۲۹۷)
435	حائضہ عورت تلاوت قرآن مجید نہیں کر سکتی:	مسئلہ نمبر (۲۹۸)
435	ایام حیض میں درس و تدریس:	مسئلہ نمبر (۲۹۹)
436	ایام حیض میں حفظ کرنا اور دینی تعلیم حاصل کرنا:	مسئلہ نمبر (۳۰۰)
437	ایام حیض و نفاس میں اذان کا جواب دینا:	مسئلہ نمبر (۳۰۱)
437	حالت حیض میں عمرہ ادا کرنے کی ایک صورت:	مسئلہ نمبر (۳۰۲)
439	ایام نفاس کتنے دن ہیں؟:	مسئلہ نمبر (۳۰۳)
440	حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت:	مسئلہ نمبر (۳۰۴)
441	حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۰۵)
442	حالت نفاس میں نکاح کرنا:	مسئلہ نمبر (۳۰۶)
442	ایام ماہواری میں صرف نماز معاف ہے:	مسئلہ نمبر (۳۰۷)
443	ایام حیض میں تلاوت کے علاوہ دیگر اذکار کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۰۸)
444	ایام حیض میں عورت کا قرآن کو چھونے اور پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۰۹)
445	حالت حیض میں جماع کرنا:	مسئلہ نمبر (۳۱۰)
446	حالت حیض میں قرآن کی تلاوت کرنا:	مسئلہ نمبر (۳۱۱)
447	لڑکی کی عمر بلوغت:	مسئلہ نمبر (۳۱۲)
447	حائضہ عورت کا بغیر وضو کے روٹی کھانا:	مسئلہ نمبر (۳۱۳)
448	حالت حیض میں جماع کرنے سے غسل کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۱۴)

449	ایام مخصوصہ کے بعد ہر چیز کی صفائی:	مسئلہ نمبر (۳۱۵)
449	جنبی اور حائضہ تعویذ باندھ سکتے ہیں:	مسئلہ نمبر (۳۱۶)
450	کیا ایام حیض میں دستانے پہن کر قرآن پاک پڑھا جاسکتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۱۷)
451	ایام ماہواری میں قضاء شدہ نمازوں اور روزوں کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۱۸)
451	دوران حفظ حائضہ طالبات کے لیے قرآن مجید پڑھنے کی صورت:	مسئلہ نمبر (۳۱۹)
452	اگر ہمبستری کے دوران عورت کو حیض آجائے تو وہ غسل کب کرے گی؟	مسئلہ نمبر (۳۲۰)
453	حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت خاکی یا زرد رنگ کا پانی دیکھے تو کیا حکم ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۲۱)
455	حج کے دوران اگر عورت کو حیض آجائے تو کیا کرے؟	مسئلہ نمبر (۳۲۲)
456	نذر کے روزوں کے دوران اگر حیض آجائے تو قضاء کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲۳)
456	دوران اعتکاف اگر عورت کو حیض آجائے تو اعتکاف کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲۴)
457	حفظ کرنے والی طالبات کو اگر ماہواری آجائے تو کیا حکم ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۲۵)
458	حالت حیض میں جماع کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲۶)
459	حائضہ کے لیے قرآن کو چھونے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲۷)
459	دوران ماہواری بیوی سے جماع کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲۸)
460	طہر متخلل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲۹)
461	مبتدئہ کو اگر ایک مہینہ خون آیا تو حیض کتنے دن شمار ہوگا؟	مسئلہ نمبر (۳۳۰)
462	حالت حیض اور نفاس میں بیوی سے مشیت زنی کروانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۱)
463	حائضہ کی مستعمل چیزوں کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۲)

### الباب السابع فی النجاسة واحكامها

464	ذبح شدہ جانور کے خون کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۳)
464	لیدر کی جیکٹ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۴)
465	اگر مسافر کے پاس پاک کپڑے نہ ہوں تو کیا کرے؟:	مسئلہ نمبر (۳۳۵)

466	زمین پاک کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۳۳۶)
467	ناپاک قالین کو پاک کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۳۳۷)
468	دوران استنجاء چھٹیں لگنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۸)
469	ڈھیلے سے استنجا کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۹)
470	بازار سے خریدے ہوئے استعمال شدہ کپڑوں کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۴۰)
470	معذور کے کپڑے پاک کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۴۱)
471	ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۳۴۲)
473	کپڑوں پر پرفیوم کا استعمال:	مسئلہ نمبر (۳۴۳)
474	نجس کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۴۴)
475	دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۴۵)
476	طہارت مسجد:	مسئلہ نمبر (۳۴۶)
477	استبراء کرنا:	مسئلہ نمبر (۳۴۷)
478	واشنگ مشین میں پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھونا:	مسئلہ نمبر (۳۴۸)
479	ناپاک شے کو پاک کرنے کے بعد اس سے نکلنے والے قطروں کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۴۹)
481	خروج ریح سے استنجاء کرنا ضروری ہے یا نہیں؟:	مسئلہ نمبر (۳۵۰)
481	گندگی کی جگہ پر مسجد بنانے اور اس جگہ میں نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۵۱)
482	ناک، منہ سے نکلنے والے خون کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۵۲)
483	اہلّتی دیگ میں زندہ چڑیا گر جائے:	مسئلہ نمبر (۳۵۳)
485	مٹی کے تیل کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۵۴)
486	رال کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۵۵)
486	ندی سے کپڑے ناپاک ہوتے ہیں یا نہیں؟:	مسئلہ نمبر (۳۵۶)
487	ذبح شدہ جانور کے خون کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۵۷)

487	نجس قالین کو پاک کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۳۵۸)
488	ٹینکی کی طہارت کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۳۵۹)
490	بچے کے پیشاب کو صاف کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۳۶۰)
490	استدبار قبلہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶۱)
493	دودھ پیتے بچے کے پیشاب کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶۲)
494	برفباری والے علاقوں میں طہارت کس طرح حاصل کی جائے؟	مسئلہ نمبر (۳۶۳)
495	ذی جرم چیز جسم پر لگ جانے سے وضو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶۴)
496	پیشاب کرنے کے بعد استبراء کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶۵)
497	استنجاء کے بعد ہاتھ دھونے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶۶)
498	خروج ریح کی صورت میں استنجاء کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶۷)
499	پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھونے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶۸)
500	پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶۹)
501	واشنگ مشین میں ناپاک اور پاک کپڑے اکٹھے دھونے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۷۰)
503	اگر پاک اور ناپاک صفوں کا علم نہ ہو تو کیا کیا جائے؟	مسئلہ نمبر (۳۷۱)
504	ناپاک چھری کو پاک کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۳۷۲)
505	لیٹرین کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۷۳)
505	فرش اگر ناپاک ہو جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۳۷۴)
506	جو کپڑا کتے نے منہ میں ڈالا ہو اس کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۷۵)
507	ٹینکی میں اگر چڑیا یا جو تاجر جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۳۷۶)
508	قضائے حاجت کرتے وقت رخ کس طرف ہونا چاہیے؟	مسئلہ نمبر (۳۷۷)
508	جس شخص کا پیشاب نہ رکتا ہو کیا وہ معذور کے حکم ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۷۸)
509	پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۷۹)

511	پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کے احکام:	مسئلہ نمبر (۳۸۱)
513	پیشاب کے بعد اگر قطرہ آنے کا شبہ ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟	مسئلہ نمبر (۳۸۱)
515	نجس قالین پر گیلے پاؤں رکھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸۲)
517	ذبح شدہ بھینس کے دودھ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸۳)
517	ناپاک زمین کو پاک کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۳۸۴)
518	بہشتی زیور کے ایک مسئلہ کی وضاحت:	مسئلہ نمبر (۳۸۵)
519	احتلام کے بعد کتنے کپڑے کو دھونا ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۸۶)
519	ایک سال کے بچے کے پیشاب کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸۷)

## عرض مرتب!

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے اپنے اور بندوں کے درمیان واسطہ انبیاء علیہم السلام کی ذات کو بنایا، اور انبیاء علیہم السلام نے وحی کے ذریعے انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی بتلائے، نبی کی ذات تمام صفات کی جامع ہوتی ہے، تمام صفات کاملہ اس میں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں، وہ بیک وقت صدق، عدالت، سخاوت، شجاعت، شرافت، امانت، دیانت وغیرہ صفات کے ساتھ متصف ہوتا ہے، اور تمام اخلاق حمیدہ اس کی ذات کا خاصہ ہوتے ہیں، اور یہ تمام صفات اس نبی کے ذریعے اس کے امتیوں میں منتقل ہوتی ہیں، لیکن امتی میں بیک وقت تمام صفات کا ہونا ضروری نہیں ہے، کوئی کسی وصف کے ساتھ موصوف ہوتا ہے تو کوئی کسی وصف کے ساتھ، اور بعض میں کوئی خاص وصف نمایاں ہو جاتا ہے۔

اسی طرح سرور کائنات ﷺ بیک وقت قاریء بھی تھے، معلم کتاب و حکمت بھی تھے، اور مزیکی بھی تھے، اور یہی وہ فرائض نبوت ہیں جن کی طرف قرآن پاک کی آیات میں اشارہ کیا گیا ہے ”هو الذي بعث في الامم رسولاً منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة“ (سورة الحجۃ) اسی طرح سورة البقرة اور سورة آل عمران میں بھی انہی فرائض نبوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور چونکہ بتقاضائے حدیث مبارکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی وراثت علم ہوتی ہے اس لیے یہ تمام صفات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اور ان کے بعد امت کے تمام علماء میں منتقل ہوئیں، کوئی قاری ہے، کوئی معلم کتاب و حکمت ہے، کوئی مزیکی ہے، اور یہی علماء اس امت کا اثنا ہے۔

انہی علماء ربانین میں سے فقیہ العصر، مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والفسیر حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان حفظہ اللہ تعالیٰ ہیں، جو کہ شیخ الحدیث والفسیر ہونے کے ساتھ ساتھ افتاء کے اہم منصب پر فائز ہیں، آپ کی فقہی رائے اور تحقیقی فتاویٰ جات فتاویٰ کے میدان میں حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ کے دیے ہوئے فتاویٰ جات ملک پاکستان کے کونے کونے اور بیرون ممالک بھی پہنچ رہے ہیں، اور آپ کو اس منصب پر فائز ہوئے نصف صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، آپ نے دارالعلوم مکی مروت، دارالعلوم سرحد پشاور، دارالعلوم حنفیہ چکوال، جامعہ مخزن العلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالافتاء والا ارشاد لاہور، جامعۃ الحمید لاہور کے دارالافتاؤں کو بحیثیت صدر مفتی زینت بخشی ہے، ملک پاکستان کے کئی بڑے مدارس میں افتاء کے منصب پر آپ کے تلامذہ جلوہ افروز ہیں، آپ نے فتاویٰ کے معاملہ میں حکم شرعی بتاتے ہوئے بلا خوف و لومۃ لائم فتاویٰ جاری فرمائے ہیں۔

ان تمام دارالافتاؤں میں آپ کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ جات جاری ہوئے، ایک مدت سے ان فتاویٰ کی تصحیح و تخریج اور کمپوزنگ کا کام جاری ہے، جو کہ کچھ حوادث کا شکار بھی رہا، لیکن محض اللہ کے فضل و کرم سے وہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا جس کا شائقین کو انتظار تھا، اور آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ موسوم ”ارشاد المفتین“ جلد اول جو کہ کتاب العقائد پر مشتمل ہے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے اور عوام و خواص میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے، اب بھی محض اللہ کے فضل و کرم سے ”ارشاد المفتین“ جلد دوم جس میں بقیہ کتاب العقائد اور کتاب الطہارۃ کے مسائل ہیں کمپوزنگ، تصحیح و تخریج کے مراحل سے گزر کر چھپنے کے لیے تیار ہے، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ استاذ محترم کا سایہ عاطفت تادیر صحت و عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے، اور ہمیں بھی ان کے فقہی فیض سے حظ وافر نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے جلد از جلد اس فتاویٰ کو پایہ تکمیل تک پہنچائے (آمین)

آخر میں ”من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ“ کے تحت شکر گزار ہوں ان تمام حضرات کا جنہوں نے کسی بھی درجہ میں اس فتاویٰ میں تعاون فرمایا، خصوصاً میرے اساتذہ کرام مفتی عارف اللہ خان صاحب جنہوں نے اس کام میں بھرپور سرپرستی فرمائی اور ہر موقع پر ہر ممکن تعاون فرمایا نیز مفتی رئیس احمد سر وہی صاحب، مفتی حبیب نواز سعدی صاحب، مفتی محمد فہیم صاحب، مفتی محمد حنیف جوہر آبادی صاحب، قاری سیف اللہ ناصر صاحب، جنہوں نے اس فتاویٰ کو مرتب کرنے میں انتھک محنت اور کوشش کی، اور ان کی کی ہوئی محنت ہی میرے لیے مشعل راہ بنی، اور وہ بنیاد بنی جس پر آج یہ عمارت کھڑی ہے، اور مولانا زاہد اقبال صاحب اور مفتی دین محمد صاحب جنہوں نے اس فتاویٰ کی پروف ریڈنگ کی، یہ تمام حضرات بھی اس کار خیر میں برابر کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائے، اور ان تمام حضرات کی محنت کو اپنی بارگاہ الہی میں قبول فرما کر دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے، اور ہم سب کو اخلاص کی دولت نصیب فرما کر تادم آخر دین متین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے (آمین بجاہ النبی الکریم)

والسلام

دعاؤں کا طلب گار

محمد حامد علی نفیسی

یکے از تلامذہ و خادین حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ

خادم و مدرس جامعۃ الحمید عظیم آباد رابوٹروڈ لاہور

## بقیہ کتاب العقائد (مسائل شتی)

### عقائد اسلامی کے منکر شخص کا حکم؟

مسئلہ نمبر (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مندرجہ ذیل عقائد کا حامل ہے۔

(۱) حدیث سے جو علم ہوتا ہے وہ کبھی درجہ یقین کو نہیں پہنچتا اس لیے دین میں ان سے کسی عقیدہ و عمل کا اضافہ بھی نہیں ہوتا۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول کا بھی منکر ہے۔

(۳) قیامت کے دن شفاعت بلا لذن کے وقوع کا بھی انکاری ہے۔

(۴) معراج جسمانی کا بھی منکر ہے۔

(۵) تقدیر الہی کا بھی منکر ہے۔

(۶) قرآن مجید کی ایک قراءت کا قائل ہے باقی قراءت متواترہ کا بھی منکر ہے۔

(۷) تین طلاوتوں کے وجود کا بھی منکر ہے، صرف دو طلاوتوں کے وجود کا قائل ہے۔

(۸) عورتوں کے پردے کا بھی منکر ہے۔

مذکورہ بالا نظریات کا حامل شخص آٹھ دس سال سے تقریر و تدلیس کے ذریعے اپنے عقائد کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہے، ایک معتد بہ جماعت اس کی ہمنوا ہو چکی ہے، لہذا از روئے شرع بتائیں کہ مذکورہ بالا عقائد کے حامل وداعی اور اس کے متبعین کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کے ساتھ سلام کرنا اور ان سے نکاح کرنا اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنا اور ان کے درس میں شریک ہونا اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اور ان کی میت پر نماز جنازہ پڑھنا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز کچھ لوگ ایسے ہیں جو مذکورہ بالا عقائد کے حاملین کے ساتھ ہر غمی و خوشی میں شریک ہوتے ہیں اور آٹھ دس سال سے ان کے درس و بیان میں شریک ہوتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز اداء کرتے ہیں جب کہ قریب میں اہل حق کی مسجد بھی موجود ہے لیکن ہمیں کہتے ہیں کہ ہم مذکورہ بالا عقائد کے حامل وداعی کے ہمنوا اور ہم مذہب نہیں ہیں، جب ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ تم پھر اس کی اقتداء میں نماز اور اس کے درس میں کیوں شریک ہوتے ہو تو جواباً کہتے ہیں کہ ہماری بیٹی اس کے نکاح میں ہے ہم اس کے درس اور اس کے پیچھے نماز اس لیے پڑھتے ہیں تاکہ

ہماری بیٹی کو تکلیف یا طلاق نہ دے دے اور یہ نکاح مذکورہ بالا عقائد کے اظہار سے پہلے ہوا تھا، لہذا از روئے شرع تفصیل کے ساتھ بتائیں کہ اس ثانی قسم کے لوگوں کے ساتھ کیا رویہ رکھنا چاہیے، اس ثانی قسم کے لوگوں سے رشتہ لینا اور دینا محض اس بناء پر رکا ہوا ہے کہ ہمارے لیے لڑکی ان کے نکاح میں دینا اور ان کی لڑکی اپنے نکاح میں لینا جائز ہے یا نہیں؟ لہذا حق بات کی طرف ہماری رہنمائی فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مسئلہ میں اگر ان الفاظ سے اس کی مراد انکار حدیث ہے تو وہ کافر ہے اور اگر اس سے مقصد تاویل میں کرنا ہے تو پھر وہ تاویل مسلمات دینیہ میں ہوگی یا مسلمات دینیہ میں نہیں ہوگی، اگر مسلمات دینیہ میں کرے تو بھی کافر ہے اور اگر مسلمات دینیہ میں نہیں تو کافر نہیں ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ“..... (النساء: ۵۹)

”وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَنْهَكُمُ عَنْهُ فَأَنْتَهُوا“..... (الحشر: ۷)

”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ“..... (النساء: ۸۱)

”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“..... (النجم: ۳)

”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي

أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ وفي هذه الآية دلالة على ان من

رد شيئا من او امر الله تعالى او او امر رسول الله ﷺ فهو خارج من الاسلام

سواء رده من جهة الشك فيه او من جهة ترك القبول والامتناع من التسليم

وذلك يوجب صحة ما ذهب اليه الصحابة في حكمهم بارتداد من امتنع من

اداء الزكاة وقتلهم وسبى ذرايرهم لان الله تعالى حكم بان من لم يسلم للنبي

ﷺ قضاءه وحكمه فليس من اهل الايمان“..... (احكام القرآن

للجصاص: ۲/۳۰۲)

(۵۲) حیات عیسیٰ علیہ السلام اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا منکر اور تقدیر الہی کا منکر

کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

”عن جابر بن عبد الله رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من انكر خروج

المهدى فقد كفر بما انزل على محمد ﷺ ومن انكر نزول عيسى ابن مريم

علیہ السلام فقد كفر ومن انكر خروج الدجال فقد كفر ومن لم يؤمن بالقدر خيره وشره من الله عز وجل فقد كفر فان جبريل اخبرني بان الله تعالى يقول من لم يؤمن بالقدر خيره وشره من الله فليتخذ ربا غيري.....”(مجموعه رسائل الكشميري: ۲۴۲/۳)

”عن كعب الاحبار رحمه الله قال لما رأى عيسى عليه السلام قلة من اتبعه وكثره من كذبه شكاً ذلك الى تعالى فاوحى الله اليه انى متوفيك ورافعك الى وليس من رفعته عندى ميتا وانى سابعثك على الاعور الدجال فتقتله ثم تعيش بعد ذلك اربعاً وعشرين سنة ثم اميتك ميتة الحى قال كعب وذلك يصدق حديث رسول الله ﷺ حيث قال كيف تهلك امة انا فى اولها وعيسى فى آخرها“.....”(مجموعه رسائل الكشميري: ۲۴۶/۳)

(۳) قیامت کے دن شفاعت بالاذن کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جن کا قدر مشترک تو اتر کو پہنچتا ہے لہذا اس کا منکر کافر ہے۔

”وشفاعه الانبياء عليهم الصلوة والسلام حق اى عموماً فى المقصود وشفاعة نبينا ﷺ اى خصوصاً فى المقام المحمود واللواء الممدود والحوض المورود للمؤمنين المذنبين اى من اهل الصغائر المستحقين للعقاب ولاهل الكبائر منهم المستوجبين للعقاب حق ثابت فقد ورد شفاعتى لاهل الكبائر فى امتى، رواه احمد وابوداؤد والترمذى وابن حبان والحاكم عن انس والترمذى وابن ماجه وابن حبان والحاكم عن جابر والطبرانى عن ابن عباس والخطيب عن ابن عمر وعن كعب بن عجرة رضى الله فهو حديث مشهور فى المبنى بل الاحاديث فى باب الشفاعه متواترة المعنى ومن الادلة على تحقيق الشفاعه قوله تعالى وَاسْتَغْفِرْ لَذُنُوبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ومنه قوله سبحانه وتعالى فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ اذ مفهومه انها تنفع المؤمنين.....”(شرح فقه الاكبر: ۹۴)

(۴) معراج جسمانی سے انکار کرنے والا اگر مکہ سے بیت المقدس تک کا انکار کرنے والا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر وہ بیت المقدس سے آسمان تک کی معراج کا منکر ہے تو وہ مبتدع اور گمراہ ہے۔

”وخبر المعراج ای بجسد المصطفی ﷺ يقظة الى السماء ثم الى ماشاء الله تعالى من المقامات العلی حق ای حدیثہ ثابت بطرق متعددة فمن رده ای ذلك الخبر ولم يؤمن بمقتضى ذلك الاثر فهو ضال مبتدع ای جامع بین الضلالة والبدعة وفى كتاب الخلاصة من انكر المعراج ينظر ان انكر الاسراء من مكة الى بيت المقدس فهو كافر ولو انكر المعراج من بيت المقدس لا يكفر وذلك لان الاسراء من الحرم الى الحرم ثابتة بالآية وهى قطعية الدلالة والمعراج من بيت المقدس الى السماء ثبت بالسنة وهى ظنية الرواية والدراية“..... (شرح فقه الاكبر: ۱۱۱)

(۶) قرآن مجید کی جو قراءتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں تو ان میں سے کسی ایک کا یا سب کا انکار کرنا کفر ہے۔

”من انكر المتواتر فقد كفر ومن انكر المشهور يكفر عند البعض“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۲/۲۶۵)

”تتمة القرآن الذى تجوز به الصلاة بالاتفاق هو المضبوط فى مصاحف الائمة التى بعث بها عثمان رضى الله عنه الى الامصار وهو الذى اجمع عليه الائمة العشرة وهذا هو المتواتر جملة وتفصيلا فما فوق السبعة الى العشرة غير شاذ وانما الشاذ ما وراء العشرة وهو الصحيح وتمام تحقيق ذلك فى فتاوى العلامة قاسم“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۵۹)

(۷) جو آدمی تین طلاق کا علی الاطلاق منکر ہو کہ طلاق صرف دو ہی ہیں یعنی تیسری کے وجود کا ہی منکر ہے تو یہ آدمی قرآن کی نص قطعی کا منکر ہے اور قرآن کی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے اور اگر دفعۃً تین طلاق کو ایک ہی قرار دیتا ہے تو یہ گمراہ ہے کافر نہیں ہے۔

”اذا انكر آية من القرآن او سخر بآية من القرآن وفى الخزانة او عاب فقد كفر“..... (فتاویٰ التاتارخانیہ: ۵/۳۳۳)

”الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ اِشَارَةٌ اِلَى الطَّلَاقِ الْمَفْهُومِ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى وَبَعُولَتُهُنَّ اِحْقَ بَرْدَهُنَّ وَهُوَ الرَّجْعِيُّ وَهُوَ بِمَعْنَى التَّطْلِيقِ الَّذِیْ هُوَ فِعْلُ الرَّجُلِ کَالسَّلَامِ بِمَعْنَى التَّسْلِيمِ لِاَنَّهُ الْمَوْصُوفُ بِالْوَحْدَةِ وَالتَّعَدُّدِ دُونَ مَا هُوَ وَصِفُ الْمَرْءَةِ وَيُؤَيِّدُ ذَلِكَ مَا ذَكَرْ مَا هُوَ مِنْ فِعْلِ الرَّجُلِ اَيْضًا بِقَوْلِهِ تَعَالَى فَامْسَاكِ بِمَعْرُوفِ اِی بِالرَّجْعَةِ وَحَسَنِ الْمَعَاشِرَةِ اَوْ تَسْرِیْحِ بِاِحْسَانِ اِی اِطْلَاقِ مَصَاحِبِ لَهُ مِنْ جَبْرِ الْخَاطِرِ وَاِداءِ الْحَقُوقِ وَذَلِكَ اَمَّا بَانَ لَا یُرَاجِعُهَا حَتَّى تَبْیِّنَ اَوْ یَطْلُقُهَا الثَّلَاثَةُ وَهُوَ الْمَأْثُورُ فَقَدْ اَخْرَجَ ابُو دَاوُدَ وَجَمَاعَةٌ عَنْ اَبِی رَزِیْنِ الْاَسَدِیِّ اَنْ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِیْ اَسْمَعُ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ الطَّلَاقَ مَرَّتَانِ فَاِیْنَ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ التَّسْرِیْحُ بِاِحْسَانٍ هُوَ الثَّلَاثَةُ“..... (روح المعانی: ۲/۱۳۵)

(۸) اگر عورتوں کے مطلق پر دے کا منکر ہے تو کافر ہے اور اگر صرف چہرے کے پر دے کا منکر ہے تو فاسق اور گمراہ ہے۔

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ“، (يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ) خرج نساء من الانصار كان على رؤسهن الغربان من اكسية سود يلبسنها قال ابو بكر في هذه الآية دلالة على ان المرأة الشابة مأمورة بستروجهها عن الاجنبيين واطهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع اهل الريب فيهن“..... (احكام القرآن: ۳/۵۴۶)

(۹) مذکورہ عقائد کا حامل شخص ان عقائد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا ہے اس لیے اسے سلام کرنا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کے درس میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔

”قال المرغيناني تجوز الصلوة خلف صاحب هوى وبدعة ولا تجوز خلف الرافضي والجهمي والقدرى والمشبهة ومن يقول بخلق القرآن وحاصله ان كان هوى لا يكفر به صاحبه تجوز الصلوة خلفه مع الكراهة والا فلا هكذا في التبيين والخلاصة وهو الصحيح هكذا في البدائع“..... (فتاوى الهندية: ۱/۸۴)

(۱۰) ایسے عقائد رکھنے والوں کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے اور ان کے ساتھ میل جول رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

”واما شرائط الزکاة فانواع ومنها ان یکون مسلما او کتابیا فلا تؤکل ذبیحة اهل الشرك والمرتد“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۵/۲۸۵)

(۱۱) ایسے عقائد رکھنے والوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

”فنقول لا یصلی علی الکافر..... لان الصلوة علی المیت دعاء واستغفار له والاستغفار للکافر حرام“..... (المحیط البرہانی: ۳/۸۲)

(۱۲) جن لوگوں نے مذکورہ عقائد کے حامل شخص کو اپنی لڑکی نکاح میں دی ہوئی ہے تو ان عقائد کی وجہ سے اس لڑکی سے نکاح خود بخود ختم ہو گیا اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازیں ان عقائد کے اظہار کے بعد وہ بھی دہرائیں گے۔

”وحرم نکاح الوثنية..... ویدخل فی عبد الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسوها والمعطلة والزناقة والباطنية والاباحية فی شرح الوجیز وکل مذهب یکفر به معتقده“..... (فتاویٰ شامی: ۲/۳۱۳)

(۱۳) مذکورہ عقائد کے حامل شخص سے میل جول رکھنا اور ان کی خوشی و غمی میں شریک ہونا اس کی اعانت کرنا ہے جو کہ جائز نہیں ہے اور ثانی قسم کے لوگ اگر مذکورہ عقائد کی تردید کرتے ہیں اور ان کے عقائد مسلمانوں والے ہیں تو ان سے نکاح میں لڑکی لینا اور دینا دونوں جائز ہیں۔

”الاعانة علی مالایجوز وکل مادی الی مالایجوز لایجوز“..... (درمع الرد: ۵/۲۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مختلف نظریات رکھنے والے شخص کا حکم؟

مسئلہ نمبر (۲) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ

(۱) اللہ کی سچی کتاب قرآن پاک کی سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم کھا کر انسان کو گھائے سے بچنے کے لیے چار شرطیں بیان فرماتا ہے۔

☆ صبر کی تاکید

☆ حق کی تلقین

☆ اعمال صالح

☆ ایمان

(۲) سورة النساء کی آیت ۵۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

”اے ایمان لانے والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور جو تم میں سے صاحب امر ہوں اور اگر کسی شئی میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔

گویا ان چاروں شرطوں کی وہ تشریح سب سے زیادہ قابل ترجیح ہے جو اللہ کے نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے صحیح حدیث میں ملے۔

(۳) قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، لہذا اس کی بات اٹل ہے۔

(۴) احادیث چونکہ انسانوں سے انسانوں تک پہنچی ہیں اس لیے ان میں تحقیق کا حق ہے جو مسلمان جس حدیث کو بشرط اہلیت اپنی تحقیق یا کسی دوسرے محقق کی تحقیق کے مطابق صحیح سمجھے اس پر عمل کرے، کسی حدیث کو صحیح مان کر اس کے خلاف عمل کرنے کا حق کسی فرد، طبقہ، گروہ، علماء اور ائمہ تو کیا صحابہ کرام کو بھی حاصل نہیں۔

(۵) جو چیز نہ قرآن میں ملتی ہو اور نہ حدیث میں ملتی ہو اس کے لیے اجتہاد کیا جاتا ہے، اجتہاد چونکہ انسانی عقل کے تابع ہے اس لیے کسی بھی مجتہد سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، اس میں رواداری برتنی چاہیے، جو جس کے اجتہاد کو بہتر سمجھے اس پر عمل کرے تو انسان دین و دنیا کے گھائے سے بچ سکتا ہے۔

کیا زید کی یہ سب باتیں درست ہیں؟ یا کون سی باتیں درست اور کون سی باتیں غلط ہیں؟ جو باتیں غلط ہیں ان کے بجائے درست بات قرآن وحدیث کے حوالے سے تحریر فرمائیں۔

انتہائی مشکور رہوں گا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے (آمین)

## الجواب باسم الملك الوهاب

زید نے جو باتیں کی ہیں ان میں سے پہلی بات درست ہے اور دوسری بات بھی درست ہے لیکن اس میں قدرے تفصیل ہے، ایک تو یہ کہ اللہ اور رسول اللہ اور صاحب امر کی اطاعت صرف ان چار امور میں نہیں ہوگی بلکہ تمام دین اور دینی مسائل میں ان کی اطاعت لازم ہے، نیز اولی الامر سے صرف صحابہ کرام مراد نہیں بلکہ مجتہدین، فقہاء، حاکم، لشکروں کے امیر وغیرہ، افراد بھی اس میں داخل ہیں اور اس میں اور بھی کچھ احتمالات ہیں، تو فقہاء مجتہدین کی تشریحات جو انہوں نے تمام دین کے متعلق فرمائی ہیں وہ بھی معتبر ہیں، اور زید کی تیسری بات بالکل صحیح ہے اور یہ

اعتقاد رکھنا مومن ہونے کے لیے ضروری ہے اور زید کی چوتھی بات کہ احادیث چونکہ انسانوں سے انسانوں تک پہنچی ہیں اس لیے ان میں تحقیق کا حق ہے یہ درست نہیں ہے اور اس بنیاد پر کسی حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

صحابہ کرام سب انسان تھے اس کے باوجود پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن قطعی ہے اس کا منکر کافر، حالانکہ حدیث کی طرح قرآن بھی انسانوں سے انسانوں تک پہنچا ہے اسی طرح حدیث بھی قطعی ہے مطلق حدیث کا منکر کافر ہے، ہاں البتہ حدیث کے آگے مختلف درجات ہیں خبر مشہور، خبر متواتر، خبر واحد وغیرہ اور تحقیق کا یہ حق ہر شخص اور ہر فرد کو حاصل نہیں ہے کہ وہ احادیث کی اور محدثین کی چھان بین کرتا پھرے بلکہ یہ حق صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جو ماہرین فن اور مجتہد ہیں، راویوں کے حالات سے واقفیت رکھتے ہیں، علم شغف رکھتے ہیں، یعنی جرح و تعدیل کے فن کے ماہر ہیں، ہر شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے، جیسا کہ زید کہتا ہے کہ جو مسلمان جس حدیث کو بشرط اہلیت اپنی تحقیق یا کسی دوسرے محقق کی تحقیق کے مطابق صحیح سمجھے اور اس پر عمل کرے۔

واضح رہے کہ زید کی مراد اگر اہلیت سے اجتہاد ہو تو اجتہاد کی شرائط اس دور میں کسی شخص میں پایا جانا تکوینی طور پر مفقود ہیں اور اگر اجتہاد مراد نہ ہو تو مجتہدین کے طے شدہ مسائل میں عام اہلیت قابل اعتماد نہیں، اور خصوصاً ان فقہاء کرام کی رائے کا زیادہ اعتبار ہے جو خیر القرون میں رہے ہیں، اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل عملی شکل میں دیکھ چکے ہیں۔

اور زید کی پانچویں بات کہ جو چیز نہ قرآن میں ملتی ہو اور نہ حدیث میں ملتی ہو اس کے لیے اجتہاد کیا جاتا ہے، اس میں کچھ تفصیل کی ضرورت ہے کہ جو مسئلہ یا جو حکم قرآن و حدیث میں صراحتاً مذکور نہ ہو تو قرآن و حدیث کے اصول اور قواعد و ضوابط کی روشنی میں اس کے لیے اجتہاد کیا جاتا ہے، اور زید کا یہ قول کہ اجتہاد چونکہ انسانی عقل کے تابع ہے زید کی یہ بات سراسر غلط ہے، اس لیے کہ اجتہاد کا مدار عقل پر نہیں ہے بلکہ قرآن و سنت میں مہارت پر ہے، عقل صرف آلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہے صرف قرآن و سنت کے پڑھنے پر نہ اجتہاد کا حق حاصل ہے اور نہ ہی تحقیق کا حق حاصل ہے لیکن اس بناء پر کسی بھی مجتہد سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا، دوسرا مجتہد تو دلائل کی روشنی میں اختلاف کر سکتا ہے لیکن ایک عامی آدمی اس طرح نہیں کر سکتا، اسی طرح جو جس کے اجتہاد کو بہتر سمجھے اس پر عمل کرے یعنی پھر تمام مسائل میں وہ اس کے اجتہاد کا پابند ہوگا، ایک مسئلہ ایک مجتہد کا اور دوسرا مسئلہ دوسرے مجتہد کا لینا اور پہلے کو چھوڑ دینا جائز نہیں ہے، یہ تلفیق ہے جو بالا جماع باطل ہے۔

”إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ اى خسران فى متاجرهم ومسايعهم و صرف اعمارهم فى مباغيهم التى لا ينتفعون بها فى الآخرة بل ربما تضر بهم اذا حلفوا الساهرة والتعريف للاستغراق بقريئة الاستثناء والتكثير قيل للتعظيم اى فى خسر عظيم ويجوز ان يكون للتنويع اى نوع من الخسر غير ما يعرفه الانسان (أَلَا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ) فانهم فى تجارة لن تبور حيث باعوا الفانى الخسيس واشتروا الباقي النفيس واستبدلوا الباقيات الصالحات بالغاديات الرئحات فيالها من صفقة مأربحها ومنفعة جامعة للخير ما اوضحها والمراد بالموصول كل من اتصف بعنوان الصلة لا على كرم الله تعالى وجهه وسلمان الفارسي رضى الله تعالى عنه فقط كمايتوهم مثل ذلك اقتصاره ابن عباس رضى الله عنهما فى الذكر عليهما بل هما داخلان فى ذلك دخولا اوليا ومثل اقتضاره فى الانسان الخاسر على ابي جهل وهو ظاهر وهذا بيان لتكميلهم لانفسهم وقوله تعالى وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ بيان لتكميلهم لغيرهم اى وصى بعضهم بعضا بالامر الثابت الذى لا سبيل الى انكاره ولا زوال فى الدارين لمحاسن آثاره وهو الخير كله من الايمان بالله عز وجل واتباع كتبه ورسله عليهم السلام فى كل عقد وعمل وتواصوا بالصبر عن المعاصى التى تشتاق اليها النفس بحكم الجبلية البشرية وعلى الطاعات التى يشق عليها اداؤها وعلى ما يتلى الله تعالى به عباده من المصائب والصبر المذكور داخل فى الحق وذكر بعده مع اعادة الجار والفعل المتعلق هو به لا براز كمال العناية به ويجوز ان يكون الاول عبارة رتبة العبادة التى هى فعل ما يرضى الله تعالى والثانى عبارة رتبة العبودية التى هى الرضا بما فعل الله تعالى فان المراد بالصبر ليس مجرد حبس النفس عما تتوق اليه من فعل او ترك بل هو تلقى ما ورد منه عز وجل بالجمل والرضا به باطناً وظاهراً“.....(تفسير روح المعانى : ٢٢٩/ ٣٠)

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بعد ما امر سبحانه ولاة الامور بالعموم اولخصوص باداء الامانة والعدل فى الحكومة امر الناس باطاعتهم فى ضمن اطاعته عز وجل واطاعة رسوله ﷺ حيث قال عز من قائل (أَطِيعُوا اللَّهَ) اى الزموا طاعته فيما امركم به ونهاكم عنه (وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ) المبعوث لتبليغ احكامه اليكم فى كل ما امركم به ونهاكم عنه ايضا وعن الكلبي ان المعنى (أَطِيعُوا اللَّهَ) فى الفرائض (وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ) فى السنن والاول اولى واعاد الفعل وان كانت طاعة الرسول مقترنة بطاعة الله تعالى اعتنا بما بشانه عليه الصلوة والسلام وقطعنا لتوهم انه لا يجب امتثال ما ليس فى القرآن وايدانا بان له ﷺ استقلالاً بالطاعة لم يثبت لغيره ومن ثم لم يعد فى قوله سبحانه (واولى الامر منكم) ايدانا بانهم لا استقلال لهم فيها استقلال الرسول ﷺ واختلف فى المراد بهم ..... وقيل المراد بهم اهل العلم وروى ذلك غير واحد عن ابن عباس وجابر بن عبد الله ومجاهد والحسن وعطاء وجماعة واستدل عليه ابو العالية بقوله تعالى (وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأُمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ) فان العلماء هم المستنبطون المستخرجون للاحكام وحمله كثير وليس ببعيد على ما يعم الجميع لتناول الاسم لهم لان للامراء تدبير امر الجيش والقتال وللعلماء حفظ الشريعة وما يجوز مما لا يجوز واستشكل ارادة العلماء بقوله تعالى (فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ) فان الخطاب فيه عام للمؤمنين مطلقا والشئ خاص بامر الدين بدليل ما بعده والمعنى فان تنازعتم ايها المؤمنون انتم واؤلوا الامر منكم فى امر من امور الدين (فَرُدُّوهُ) فراجعوا فيه (إِلَى اللَّهِ) اى الى كتابه (وَالرَّسُولِ) اى الى سنته ولا شك ان هذا انما يلائم حمل اولى الامر على الامراء دون العلماء لان للناس والعامة منازعة الامراء فى بعض الامور وليس لهم منازعة العلماء اذا المراد بهم المجتهدون والناس ممن سواهم لا ينازعونهم فى احكامهم“..... (روح المعاني: ٢٦/٥)

”باب فی طاعة أولى الامر قال الله تعالى (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال ابو بكر اختلف في تاويل أولى الامر فروى عن جابر بن عبد الله وابن عباس رواية والحسن وعطاء ومجاهد انهم أولو الفقه والعلم وعن ابن عباس رواية وابى هريرة انهم امراء السرايا ويجوز ان يكونوا جميعا مرادين بالآية لان الاسم يتناولهم جميعا لان الامراء يلون امر تدبير الجيوش والسرايا وقاتل العدو والعلماء يلون حفظ الشريعة وما يجوز ومما لا يجوز فامرا للناس بطاعتهم والقبول منهم ما عدل الامراء والحكام وكان العلماء عدولا مرضيين موثوقا بدينهم وأمانتهم فيما يؤدّون“..... (احكام القرآن للجصاص: ٢/٢٩٨)

”باب وجوب طاعة الرسول ﷺ قال الله تعالى (أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ) وقال تعالى (وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ) وقال تعالى (وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ) وقال تعالى (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) فاكد جل وعلا بهذه الآيات وجوب طاعة رسول الله ﷺ وابان ان طاعته طاعة الله ..... وفي هذه الآية دلالة على ان من رد شيئا من اوامر الله تعالى او اوامر رسوله ﷺ فهو خارج من الاسلام سواء رده من جهة الشك فيه او من جهة ترك القبول والامتناع من التسليم وذلك يوجب صحة ما ذهب اليه الصحابة في حكمهم بارتداد من امتنع من اداء الزكاة وقتلهم وسبى ذراريهم لان الله تعالى حكم بان من لم يسلم للنبي ﷺ قضاؤه وحكمه فليس من اهل الايمان“..... (احكام القرآن للجصاص: ٢/٣٠٢)

”انا نحن نزلنا الذكر عن لانكارهم واستهزاءهم ولذلك اكده بوجوه وانا له لحفظون من التحريف والزيادة والنقصان ولا يتطرق اليه الخلل ابداً وهذا دليل على كونه منزلاً من الله دون غيره اذ لو كان من عند غير الله لتطرق اليه الزيادة والنقصان وقدر الاعداد على لطن فيه ويل للرافضة حيث قالوا

قد تطرق الخلل الى القرآن وقالوا ان عثمان وغيره حرقوه القوه منه عشرة اجزاء وقيل الضمير في له صلی اللہ علیہ وسلم یعنی انا لمحمد حافظون ممن اراده بسوء نظيره قوله تعالى (والله يعصمك من الناس)..... (تفسير مظهرى : ٥٦ / ٥) ”انا نحن نزلنا الذكر رد لانكارهم واستهزائهم في قولهم يا ايها الذى نزل عليه الذكر (الحجر) ولذلك قال انا نحن فاكد عليهم انه هو المنزل على القطع والبتات وانه هو الذى بعث به جبرئيل الى محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبين يديه ومن خلفه رصد حتى نزل وبلغ محفوظا من الشياطين وهو حافظه في كل وقت من كل زيادة ونقصان وتحريف وتبديل بخلاف الكتب المتقدمة فانه لم يتول حفظها وانما استحفظها الربانين والاحبار فاختلفوا فيما بينهم بغيا فكان التحريف ولم يكل القرآن الى غير حفظه فان قلت فحين كان قوله ”انا نحن نزلنا الذكر (ردا لانكارهم واستهزائهم فكيف اتصل به قوله وانا له لحفظون قلت قد جعل ذلك دليلا على انه منزل من عنده آية لانه لو كان من قول البشر او غير آية لتطرق عليه الزيادة والنقصان كما يتطرق على كل كلام سواه وقيل الضمير في له لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كقوله تعالى والله يعصمك“..... (تفسير الكشاف : ٥٣٥، ٥٣٦ / ٢)

”فلا وربك معناه فوربك كقوله تعالى فوربك لنسألنهم، ولا مزيدة لتأكيد معنى القسم كما زيدت في لئلا يعلم، لتأكيد وجود العلم ولا يؤمنون جواب القسم فان قلت هلازعت انها زيدت لتظاهر لا في لا يؤمنون؟ قلت يابى ذلك استواء النفي والاثبات فيه وذلك قوله فلا أقسم بما تبصرون وما لا تبصرون انه لقول رسول كريم فيما شجر بينهم فيما اختلف بينهم واختلط ومنه الشجر لتداخل اغصانه حرجا ضيقا اى لاتضيق صدورهم من حكمك وقيل شك لان الشاك فى ضيق من امره حتى يلوح له اليقين ويسلموا وينقادوا ويزعنوا لما تاتى به من قضائك لا يعارضوه بشئ من

قولک سلم الامر واسلم له وحقیقة سلم نفسه له واسلمها اذا جعلها سالمة له خالصة وتسليما تاكيد للفعل بمنزلة تكريره كأنه قيل وينقاد لحكمة انقيادا لاشبهة فيه بظاهرهم وباطنهم“.....(تفسير كشاف: ١/٥٦٠)

”فلا وربك اي فوربك ولا مزيدة لتاكيد معنى القسم لا لتاكيد النفي في جوابه اعنى قوله تعالى لا يؤمنون لانها تزداد في الاثبات ايضا كقوله تعالى فلا أقسم بمواقع النجوم وهذا ما اختاره الزمخشري ومتابعوه في لا التي تذكر قبل القسم وقيل انها رد لمقدراى لا يكون الامر كما زعمتم واختاره الطبرسي وقيل مزيدة لتاكيد النفي في الجواب ولتاكيد القسم ان لم يكن نفي وقال ابن المنير الظاهر عندي انها ههنا لتوطئة النفي المقسم عليه والزمخشري لم يذكر مانعا من ذلك سوى مجيئها لغير هذا المعنى في الاثبات وهو لا يابى مجيئها في النفي على الوجه الآخر من التوطئة على انها لم ترد في القرآن الامع صريح فعل القسم ومع القسم بغير الله تعالى مثل لا أقسم بهذا البلد ، لا أقسم بيوم القيامة“.....(تفسير روح المعاني: ٥/٤٠)

”وان الحكم الملق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقا وهو المختار في المذهب“.....(فتاوى شامى: ١/٤٥)

”قوله وان الرجوع الخ صرح بذلك المحقق ابن الهمام في تحريره ومثله في اصول الآمدى وابن الحاجب وجمع الجوامع وهو محمول كما قال ابن حجر والرملى في شرحها على المنهاج وابن قاسم في حاشيته على ما اذا بقى من آثار الفعل السابق اثر يودى الى تلفيق العمل بشئ لا يقول به من المذهبين“.....(درمع الرد: ١/٤٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ڈاکٹر مسعود الدین اور جماعت المسلمین کے عقائد و نظریات کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی اور اس کے جماعتی لٹریچر سے نیز جماعت المسلمین کے لٹریچر سے مندرجہ ذیل عقائد و نظریات ثابت ہیں۔

(۱) نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، اب وہ دوبارہ نہیں آئیں گے، ان کے نزول کا عقیدہ رکھنا قرآن کے خلاف ہے۔

(۲) امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا صاف انکار کرتے ہیں۔

(۳) دجال کے خروج کا انکار کرتے ہیں۔

(۴) زمینی قبر کا انکار کرتے ہیں۔

(۵) عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں۔

(۶) شہداء کی قبر کی حیات کا انکار کرتے ہیں۔

(۷) حیات انبیاء علیہم السلام کا انکار ہی نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کے محفوظ ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں۔

(۸) اعادہ روح کا انکار کرتے ہیں۔

(۹) قبر کی وسعت اور تنگی کا انکار کرتے ہیں۔

(۱۰) خواب میں آپ علیہ السلام کی زیارت کا انکار کرتے ہیں۔

(۱۱) کرامات کا انکار کرتے ہیں۔

(۱۲) ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں۔

(۱۳) ہر قسم کے تعویذات کو شرک کہتے ہیں۔

(۱۴) وسیلہ کو شرک کہتے ہیں۔

(۱۵) باقی انبیاء علیہم السلام پر آپ ﷺ کی افضلیت کا انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ کسی نبی کو کسی نبی پر فضیلت نہیں دینی چاہئے۔

(۱۶) تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

(۱۷) موجودہ جو دین دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث کے پاس ہے اس کا اصل دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

- (۱۸) تقلید کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس کو شرک قرار دیکر تمام مقلدین (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کو مشرک قرار دیتے ہیں۔
- (۱۹) اجماع اور قیاس کا انکار کرتے ہیں۔
- (۲۰) آیات و احادیث کی تفسیر و تشریح محض رائے سے کرتے ہیں۔
- (۲۱) علماء ربانین مثلاً امام احمد بن حنبلؒ، ابراہیم بن ادہمؒ، شاہ ولی اللہؒ، بختیار کاکیؒ، جنید بغدادیؒ، اشرف علی تھانویؒ کی تکفیر کرتے ہیں۔
- (۲۲) جوان کے عقائد و نظریات کو نہ مانے اس کو کافر اور مشرک جانتے ہیں۔
- (۲۳) مطلقاً امور شرعیہ پر اجرت کو حرام قرار دیتے ہیں۔
- (۲۴) اللہ کے علاوہ کسی کو مولا کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں۔
- (۲۵) مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام سمجھتے ہیں۔
- (۲۶) مسلمانوں کے جنازوں میں شرکت کو حرام سمجھتے ہیں۔
- اہم بات یہ ہے کہ یہ ان چیزوں کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے ماننے کو شرک کہتے ہیں۔
- سوال یہ ہے کہ مندرجہ بالا عقائد و نظریات کے حامل لوگ مسلمان ہیں یا کافر؟ نیز جو مسلمان ان عقائد و نظریات کو مان لے تو کیا وہ مرتد سمجھا جائے گا یا نہیں؟
- نیز ایسے لوگوں سے کس حد تک تعلقات کی گنجائش ہے، برائے مہربانی جواب بے غبار دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ سوالات میں غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان میں سے کچھ ایسے عقائد ہیں جن کی وجہ سے ان عقائد کی حامل جماعت دائرہ اسلام سے خارج اور زندیق ہے، اور ان سے تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے، نیز جو شخص ان کے عقائد کو مان لے اور ان کو اچھا سمجھے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

”والثانی انه قد تواتر و انعقد الاجماع علی نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فتاویل هذه وتحریفه كفر ایضاً وقد قال فی روح المعانی وهو من محقق المتأخرین ان من لم یقل بنزوله فقد كفره العلماء و علی القاعدة فی انکار ماتواتر فی الشرح“..... (اکفار الملحدین : ۱۱)

”قال التفتازانى فى قصد الطالبين فى اصول الدين الكافران اظهر الايمان  
 خص باسم المنافق وان كفر بعد الاسلام فبالمرتد وان قال بتعدد الالهة  
 فبالمشرك وان تدين ببعض الاديان فبالكتابي وان اسند الحوادث الى  
 الزمان واعتقده قدمه فبالدهرى وان نفى الصانع فبالمعطل وان ابطن عقائد  
 هى كفر بالاتفاق فبالزنديق ..... وقال فى شرحه وان كان مع اعترافه بنبو  
 النبى ﷺ واظهار شعائر الاسلام ببطن عقائد هى كفر بالاتفاق خص باسم  
 الزنديق وهوفى الاصل منسوب الى الزند اسم كتاب اظهر مزدك فى ايام  
 قباد وزعم انه تاويل كتاب المجوسى الذى به زرادشت الذى يزعمون انه  
 نبىهم ..... قوله المعروف فان الزنديق يموه يكفره ويروج عقيدته الفاسدة  
 ويخرجها فى الصورة الصحيحة وهذا معنى ابطان الكفر فلا ينافى اظهاره  
 الدعوى الى الضلال وكونه معروفاً بالاضلال اه“..... (اكفار الملحدين : فى  
 ضروريات الدين : ١٢)

”وذكر شيخ الاسلام فى شرح السير ان الرضا بكفر الغير انما يكون كفرا  
 اذا كان يستجيز الكفر ويستحسنه“..... (فتاوى التاتارخانية : ١٣/٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### بیک آواز اجتماعی ذکر بالجہر کرنے کا حکم؟

مسئلہ نمبر (۴) کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خانقاہی نظام میں ذکر اللہ کی  
 جو مجالس صدیوں سے رائج ہیں جو کبھی اجتماعی، کبھی انفرادی، کبھی ایک آواز سے اور کبھی اپنے شیخ کی متابعت میں آواز  
 ملا کر ذکر کیا جاتا ہے، زید کا کہنا ہے کہ ترتیبات سنت سے ثابت نہیں ہیں، بالخصوص بیک آواز اجتماعی ذکر کسی صورت  
 جائز نہیں بلکہ بدعت ہے، خالد کا کہنا ہے کہ یہ ساری ترتیبیں تعلیم و علاج کے لیے ہیں سنت سمجھ کر نہیں کی جاتیں،  
 بزرگوں کے تجربات سے محبت الہی اور حصول تقویٰ کے لیے مفید ثابت ہوئی ہیں، جیسا کہ علوم ظاہرہ کے لیے مدارس  
 میں درجات کی ترتیب، نصاب کا تعین اور اوقات کی تقسیم کسی حدیث سے ثابت نہیں بلکہ علماء کے تجربے سے یہ ترتیب  
 مفید معلوم ہوئی، لہذا جس طرح تعلیمی ترتیبات بدعت نہیں ہیں اسی طرح حصول تزکیہ و تقویٰ کے لیے صدیوں سے

اولیاء اللہ کے ہاں جاری شدہ ترتیبات بھی بدعت نہیں ہو سکتیں، بالخصوص ہمارے اکابر دیوبند کے ہاں بھی یہ ترتیبات رہی ہیں، مثلاً حضرت لاہوریؒ، حضرت زاہد الحسینیؒ، حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت بہلولیؒ، وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے سلاسل آج تک جاری و ساری ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بات میں فیصلہ صادر فرمائیں کہ ان دونوں دوستوں میں سے کس کی بات اقرب الی الصواب ہے تاکہ ہم سب کے لیے تشفی و اطمینان کا ذریعہ بن سکے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں ذکر بالجہر کرنا جائز ہے بشرطیکہ جہر مفرط نہ ہو اور نماز پڑھنے والوں کی نماز میں اور کسی کے آرام میں خلل انداز نہ ہو۔

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ یطوفون فی الطرق یلتمسون اهل الذکر فاذا وجدوا قوما یدکرون اللہ تنادوا اهلماوا الی حاجتکم فیحفون باجنحتہم الی السماء الدنیا قال فیسئلہم ربہم وهو اعلم منہم ما یقول عبادی قال یقول یسبحونک ویکبرونک ویحمدونک ویمجدونک قال فیقول هل رأونی قال فیقولون لا واللہ مارأوک قال فیقول کیف لو رأونی قال یقولون لورأوک کانوا اشد لک عبادۃ و اشد لک تمجیداً و اکثر لک تسبیحاً قال یقول فما یسئلون قالوا یسئلونک الجنة قال یقول و هل رأوها قال یقولون لا واللہ یارب مارأوها قال یقول فکیف لو انہم رأوها قال یقولون لو انہم رأوها کانوا اشد علیہا حرصاً و اشد لہا طلباً و اعظم فیہا رغبۃ قال فمم یتعذون قال یقولون من النار قال یقول و هل رأوها قال یقولون لا واللہ یارب مارأوها قال یقول فکیف لو رأوها قال یقولون لورأوها کانوا اشد منها فراراً و اشد لہا مخافۃ قال فیقول فانی اشہدکم انی قد غفرت لہم قال یقول ملک من الملائکۃ فیہم فلان لیس منہم انما جاء لحاجة قال هم الجلساء لا یسقی جلسہم“..... (صحیح البخاری: ۲/۹۴۸)

”وفی شرف اصحاب الاذکار واهل التصوف الذين يلازمونها ويواظبون عليها“.....(حاشية على صحيح البخارى : ٢/٩٣٨)

”وفى الحديث فضل مجالس الذكر والذاكرين وفضل الاجتماع على ذلك“.....(فتح البارى : ١١/٢٥٥)

”وفى هذا الحديث فضيلة الذكر وفضيلة مجالسه والجلوس مع اهله وان لم يشاركهم وفضل مجالسة الصالحين وبركتهم“.....(شرح النووى على المسلم : ٢/٣٣٢)

مسلم شریف کے حاشیہ پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب یوں لکھا ہے۔

”باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر“.....(صحيح مسلم : ٢/٣٣٥)

”عن ابى هريرة وابى سعيد الخدرى أنهما شهدا على النبى صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لا يقعد قوم يذكرون الله عز وجل الا حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده“.....(صحيح مسلم : ٢/٣٣٥)

”واما رفع الصوت بالذكر فجائز“.....(حاشية الحموى على الاشباه : ٣/١٩١)

”وقد ذكر الشيخ عبدالوهاب الشعرانى فى كتابه المسمى ببيان ذكر الذاكر للمذكور والشاكر للمشكور مانصه واجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله جماعة فى المساجد وغيرها من غير نكير الا ان يشوش جهرهم بالذكر على نائم او مصل او قارى كما هو مقرر فى كتب الفقه وقد شبه الغزالي ذكر الانسان وحده وذكر الجماعة باذان المفرد واذان الجماعة قال فكما ان اصوات المؤذنين جماعة تقطع جرم الهوى اكثر من صوت مؤذن واحد كذا لك ذكر الجماعة على قلب واحد اكثر تأثيرا فى رفع الحجب الكثيفة من ذكر شخص واحد“.....(حاشية الحموى على الاشباه : ٣/١٩١)

”اقول وبالله التوفیق ومنه الوصول الى التحقيق هذه عبارات اصحابنا فانظر كيف اضطربت آراءهم واختلفت اقوالهم فمن تجوز ومن عدم ومن قائل انه بدعة ومن قائل انه مکروه والاصح هو الجواز مالم يجاوز الحد کما اختاره خیر الرملی“.....(سباحة الفکر فی الجهر بالذکر، رسائل اللکهنوی: ۳/۴۷۱)

”وفی تعلیق الانوار حاشیة الدر المختار قوله ورفع الصوت بذكر الله لما روی عن عبد الله بن مسعود انه رأى قوماً يهللون برفع الصوت فی المسجد فقال ما اراکم الا مبتدعین وامر باخراجهم لكن قال العلامة الحضنی فی رسالة فضل التسبیح والتهلیل ما نقل عن ابن مسعود غیر ثابت بدلیل ما فی کتاب الزهد بالسند الی ابی وائل وانه قال هؤلاء یزعمون ان عبد الله بن مسعود کان ینهی عن الذکر ما جلسته مجلساً الا ذکر الله ای جهرًا“.....(سباحة الفکر فی الجهر بالذکر، رسائل اللکهنوی: ۳/۴۶۷)

”ونص الشعرانی فی ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور ما لفظه واجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الله تعالی جماعة فی المساجد وغیرها من غیر تکبیر الا ان یشوش جهرهم بالذکر علی نائم او مصلي او قاری القرآن کما هو مقرر فی کتب الفقه“.....(حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح: ۳۱۸)

ان اکابر کی تصریحات و تشریحات کے بعد موجودہ دور کے بے ہودہ لوگوں کی طرف بالکل توجہ نہیں دینی

چاہیے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



جاوید احمد غامدی کے عقائد و نظریات اور اس کا حکم: (۱)

مسئلہ نمبر (۵) مکرم و محترم جناب حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب رئیس دارالافتاء جامعۃ الحمید لاہور مدظلہ العالی

### السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

دین اسلام کامل و مکمل دین اور ربانی ضابطہ حیات ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ بزرگ و برتر نے اپنے ذمہ لی ہے، اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں بہت سے فتنوں نے جنم لیا اور اسلامی عمارت کو ڈھانے کی بھرپور کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے علمائے امت کے ہاتھوں ان فتنوں کے تار و پود بکھیر دیے اور حق کو بالکل واضح کر دیا، اسی طرح کا ایک فتنہ گزشتہ ڈیڑھ سو برس سے مغرب سے مرعوبیت کے زیر اثر جدت پسند الحادی فکر کا پیدا ہوا ہے، جس کی کوکھ سے بے شمار فتنے معرض وجود میں آرہے ہیں، اور اگر فی زمانہ اس فتنے کو ”ام الفتن“ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، ٹی وی کے ایک اسکالر جناب جاوید احمد غامدی صاحب آج کل اسی تجدید پسندی الحادی فکر کے علم بردار ہیں، موصوف کی آراء و افکار نے ایک مستقل مکتب فکر یا نئے مذہب کی شکل اختیار کر لی ہے، جس کا بنیادی مقصد امت مسلمہ کو اس کے قابل فخر، قابل رشک اور مضبوط ماضی سے کاٹنا اور اسے دین اسلام کی چودہ سو سالہ متفقہ اور متواتر تعبیر سے محروم کرنا ہے، یہ فتنہ شاید اس قدر پروان نہ چڑھتا اگر بعض علماء بھی جدت پسندی کی اس پرفریب وادی میں نہ اترتے، اب چونکہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اس طرز فکر کی بے جا پذیرائی کے سبب یہ فتنہ ہمارے دروازہ پر آکھڑا ہوا ہے، بلکہ سادہ لوح عوام پے درپے اس کا شکار ہوتے جا رہے ہیں، اس لیے آپ حضرات کے سامنے غامدی صاحب کے چند بنیادی افکار و آراء باحوالہ پیش خدمت ہیں، براہ کرم ہمیں یہ بتایا جائے کہ یہ باتیں اسلام یا اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہیں یا مخالف؟

(۱) قرآن کی صرف ایک ہی قراءت ہے، باقی قراءتیں قرآن نہیں، بلکہ فتنہ عجم کی باقیات ہیں۔

”قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں امت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے، یہ تلاوت جس قراءت کے مطابق کی جاتی ہے اس کے سوا کوئی دوسری قراءت نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے“ (میزان، ص 27، ناشر المورود طبع پنجم فروری 2010ء طابع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

یہ بات بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے جو ہمارے مصحف میں ثبت ہے اس کے علاوہ اس کی جو قراءتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی یا پڑھائی جاتی ہے یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں وہ سب انہیں فتنوں کی باقیات ہیں جن کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ افسوس ہے کہ محفوظ نہیں رہ سکا“ (میزان، ص 32 بحوالہ بالا)

(۲) حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص کا مسئلہ محض سوء فہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔

”حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص کا مسئلہ محض سوء فہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے، اس طرح کا کوئی نسخ یا تحدید و تخصیص سرے سے واقع ہی نہیں ہوئی کہ اس سے قرآن کی یہ حیثیت کہ وہ میزان اور فرقان ہے کسی لحاظ سے مشتبہ قرار پائے، (میزان، ص: 35، حوالہ بالا)

(۳) جانوروں کی حلت اور حرمت کا معیار انسانی عقل و فطرت ہے۔

”خدا کی شریعت نے بھی ان جانوروں کی حلت و حرمت کو اپنا موضوع نہیں بنایا، بلکہ صرف یہ بتا کر کہ تمام طیبات حلال اور تمام خبائث حرام ہیں انسان کو اس کی فطرت ہی کی رہنمائی پر چھوڑ دیا ہے، چنانچہ شریعت کا موضوع اس باب میں صرف وہ جانور اور ان کے متعلقات ہیں جن کی حلت و حرمت کا فیصلہ تنہا عقل و فطرت کی رہنمائی میں کر لینا انسان کے لیے ممکن نہ تھا..... لوگوں کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اسے بیان فطرت کی بجائے بیان شریعت سمجھا“ (میزان، ص: 36، 37، حوالہ بالا)

(۴) سنت خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتی اس کا ماخذ امت کا اجماع ہے:

جس طرح قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح سنت بھی اس سے ثابت نہیں ہوتی، لہذا قرآن ہی کی طرح سنت کا ماخذ بھی امت کا اجماع ہے“ (میزان، ص: 60، حوالہ بالا)

(۵) اخبار آحاد سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا:

”نبی ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اخبار آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا“ (میزان، ص: 61، حوالہ بالا)

(۶) معروف و منکر کا معیار انسانی فطرت ہے:

”قرآن کی دعوت اس کے پیش نظر جن مقدمات سے شروع ہوتی ہے وہ یہ ہیں (۱) فطرت کے حقائق (۲) دین ابراہیمی کی روایت (۳) نبیوں کے صحائف، پہلی چیز کا تعلق ایمان اور اخلاق کے بنیادی حقائق سے ہے اور اس کے ایک بڑے حصے کو وہ اپنی اصطلاح میں معروف و منکر سے تعبیر کرتا ہے، یعنی وہ باتیں جو انسانی فطرت میں خیر و شر کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہیں اور وہ جن سے فطرت ابا کرتی ہے اور انہیں برا سمجھتی ہے“ (میزان، ص: 45، حوالہ بالا)

(۷) کسی کو کافر قرار دینا پیغمبر کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں:

”کسی کو کا فر قرار دینا ایک قانونی معاملہ ہے، پیغمبر اپنے الہامی علم کی بنیاد پر کسی گروہ کی تکفیر کرتا ہے، یہ حیثیت اب کسی کو حاصل نہیں“ (ماہنامہ اشراق، ص: 54، 55، دسمبر 2000ء)

(۸) کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دینے یا زکوٰۃ کا کوئی بھی نصاب مقرر کرنے کا ریاست کو اختیار ہے:

”ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے اور جن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے، ان کے لیے دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کر سکتی ہے“ (میزان، ص: 351، حوالہ بالا)

(۹) ارباب حل و عقد اگر چاہیں تو دیت کو نئے سرے سے مرتب کر سکتے ہیں۔

”قرآن کا حکم یہی ہے کہ دیت معاشرے کے دستور اور رواج کے مطابق ادا کی جائے..... چنانچہ اس نے اس معاملے میں معروف کی پیروی کا حکم دیا ہے، قرآن کے اس حکم کے مطابق ہر معاشرہ اپنے ہی معروف کا پابند ہے..... کسی معاشرے کے ارباب حل و عقد اگر چاہیں تو اپنے اجتماعی مصالح کے لحاظ سے انہیں نئے سرے سے مرتب کر سکتے ہیں“ (میزان، ص: 620، 621، حوالہ بالا)

(۱۰) مرتد کے قتل کی سزا زمانہ رسالت کے مشرکین کے لیے خاص ہے:

”یہی وہ ارتداد ہے جس کے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا ”من بدل دینا فاقتلوه“ نبی ﷺ کے اس حکم میں ”من“ اسی طرح زمانہ رسالت کے مشرکین کے لیے خاص ہے، جس طرح اوپر ”امرت ان اقاتل الناس“ میں ”الناس“ ان کے لیے خاص ہے..... ہمارے فقہاء کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے ”الناس“ کی طرح اسے قرآن میں اس کی اصل سے متعلق کرنے اور قرآن و سنت کے باہمی ربط سے اس حدیث کا مدعا سمجھنے کی بجائے اسے عام ٹھہرا کر ہر مرتد کی سزا موت قرار دیا اور اس طرح اسلام کے حدود و تعزیرات میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا جس کا وجود ہی اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے“ (البرہان، ص: 142، 143، ناشر: المورد، طبع ششم، فروری 2009ء طابع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

(۱۱) کنوارے زانیوں کی طرح شادی شدہ زانیوں کی اصل سزا بھی سو کوڑے ہی ہے:

”امام حمید الدین فراہی کی اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ زانی کنوارا ہو یا شادی شدہ، اس کی اصل سزا تو سورۃ نور میں قرآن کے صریح حکم کی بناء پر سو کوڑے ہی ہے، لیکن اگر مجرم زنا بالجبر کا ارتکاب کرے یا بدکاری کو پیشہ بنالے یا کھلم کھلا اوباشی پر اتر آئے یا اپنی آوارہ منشی، بد معاشی اور جنسی بے راہ روی کی بناء پر شریفیوں کی عزت و ناموس کے لیے خطرہ بن جائے یا مردہ عورتوں کی نعش قبروں سے نکال کر ان سے بدکاری کا مرتکب ہو یا اپنی دولت اور اقتدار کے نشے میں غرباء کی بہو بیٹیوں کو سر بازار برہنہ کرے یا کم سن بچیاں بھی اس کی درندگی سے محفوظ نہ رہیں تو ماندہ کی اس آیت

محاربہ کی رو سے اسے رجم کی سزا بھی دی جاسکتی ہے..... زنا کی سزا کے بارے میں اپنا جو نقطہ نظر ہم نے اوپر بیان کیا ہے، اس سے یہ حقیقت بالکل مبرہن ہو جاتی ہے کہ کنوارے زانیوں کی طرح شادی شدہ زانیوں کی سزا بھی قرآن مجید کی رو سے ضرب تازیانہ ہی ہے“ (البرہان، ص: 91، 92، حوالہ بالا)

(۱۲) اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں تو سارا ترکہ انہیں دیا جائے گا:

”اولاد میں صرف لڑکے یا لڑکیاں ہوں تو سارا ترکہ دونوں میں سے جو موجود ہوگا اسے دیا جائے گا“ (میزان، ص: 517، حوالہ بالا)

(۱۳) والد کو حصہ دینے کے بعد اولاد میں اگر تنہا لڑکیاں ہی ہوں، تو بچے ہوئے ترکے ہی کا دو تہائی یا آدھا دیا جائے گا:

”اس وجہ سے یہ ضروری ہے کہ ابا کا حصہ پہلے دیا جائے اور باقی جو کچھ بچے وہ اس کے بعد بچوں میں تقسیم کیا جائے..... اسی طرح میت کی اولاد میں اگر تنہا لڑکیاں ہی ہوں تو انہیں بھی اس بچے ہوئے ترکے ہی کا دو تہائی یا آدھا دیا جائے گا، ان کے پورے ترکے میں سے کسی حال میں ادا نہ ہوں گے“ (میزان، ص: 520، حوالہ بالا)

(۱۴) ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کا آسمان سے نزول محل نظر ہے:

”ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کو بھی قیامت کی علامات میں شمار کیا جاتا ہے، ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہور مہدی کی روایتیں محدثانہ تنقید کے معیار پر پوری نہیں اترتیں، ان میں کچھ ضعیف ہیں اور کچھ موضوع ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ بعض روایتوں میں جو سند کے لحاظ سے قابل قبول ہیں ایک فیاض خلیفہ کے آنے کی خبر دی گئی ہے، لیکن دقت نظر سے غور کیا جائے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا مصداق سیدنا عمر بن عبدالعزیز تھے جو خیر القرون کے آخری خلیفہ بنے..... نزول مسیح کی روایتوں کو اگرچہ محدثین نے بالعموم قبول کیا ہے، لیکن قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیے تو وہ بھی محل نظر ہیں“ (میزان، ص: 177، 178، حوالہ بالا)

(۱۵) منکرین حق کے خلاف جنگ اور مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم بنانا اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے:

”یہ بالکل قطعی ہے کہ منکرین حق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم اور زیر دست بنا کر رکھنے کا حق اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے، قیامت تک کوئی شخص اب دنیا کی کسی قوم پر اس مقصد سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ کسی مفتوح کو محکوم بنا کر اس پر جزیہ عائد کرنے کی جسارت کر سکتا ہے، مسلمانوں کے لیے قتال کی ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے اور وہ ظلم وعدوان کے خلاف جنگ ہے، اللہ کی راہ میں قتال اب یہی ہے“ (میزان، ص: 599، حوالہ بالا)

(۱۶) خدا، آخرت پر یقین اور اچھے اعمال کرنے والا کسی بھی مذہب کو ماننے والا ہو وہ جنت کا حق دار ہے:

”جنت میں جانے کا معیار قرآن میں بیان ہے، خدا اور آخرت پر یقین، اچھے اعمال کرنا اور جرائم سے دور رہنا، خواہ اب وہ مسلمان ہو، یہودی ہو، یا کسی بھی مذہب کو ماننے والا جنت کا حق دار ہے“ (سالانہ مجلہ مصعمی، سال 2008ء 2009ء ص: 15، لاہور)

(۱۷) ڈاڑھی رکھنا دین کا کوئی حکم نہیں ہے:

”اُسے باعث سعادت سمجھنا چاہیے لیکن یہ دین کا کوئی حکم نہیں ہے، لہذا اگر کوئی شخص ڈاڑھی نہیں رکھتا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی فرض یا واجب کا تارک ہے، یا اس نے کسی حرام یا ممنوع فعل کا ارتکاب کیا ہے“ (مقامات، ص: 138، 139 ناشر: المورد طبع اول، نومبر 2008ء طابع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

یہ جناب غامدی صاحب کے مشتبہ نمونہ از خوارے چند بنیادی نظریات و افکار کی نشاندہی ہے، جو انہوں نے جدید دین کی تعبیر میں ذکر کیے ہیں اور ان کے شاگرد و فیض یافتہ تو اس معاملہ میں ان سے دس قدم آگے ہیں، لہذا اب سوال یہ ہے کہ:

- (۱) آیا یہ افکار و نظریات قرآن و سنت کی روشنی میں درست ہیں؟
- (۲) جو ان نظریات کا حامل ہو اس کا کیا حکم ہے؟
- (۳) مذکورہ بالا نظریات کے حاملین اور غامدی صاحب کے پیروکاروں سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟
- (۴) ان لوگوں سے نکاح کرنا، ان کی خوشی و غمی میں شریک ہونا درست فعل ہے؟
- (۵) اس قسم کے نظریات کے حامل شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟
- (۶) غامدی صاحب اور ان سے متاثر نام نہاد تحقیق والے اسکالرز کے لٹریچر کی نشر و اشاعت کرنا جائز ہے؟

- (۷) عوام کے لیے ان لوگوں کی تحریر و تقریر کا پڑھنا سننا کیسا ہے؟
  - (۸) غامدی فتنہ کی تردید کے لیے علماء کرام پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟
- مذکورہ بالا باتوں یا دیگر ان کے فاسد عقائد و باطل نظریات سے متعلق اگر مواد کی تفصیل مطلوب ہو تو درج ذیل ویب سائٹس کو دیکھا جاسکتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com

www.ghajidi.net

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال یہ شخص زندیق ہے اور اس کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ناجائز ہے۔

”الثانی انه قد تواتر وانعقد الاجماع علی نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فتاویل هذه وتحریفه کفر ایضاً وقد قال فی روح المعانی وهو من محققى المتأخرین ..... ان من لم یقل بنزوله فقد اکفره العلماء وهو علی القاعدة فی انکاره ماتواتر فی الشرع“..... (اکفار الملحدین فی ضروریات الدین: ۱۱)

”قال التفتازانی فی مقاصد الطالبین فی اصول الدین الکافر ان اظهر الایمان خصّ باسم المنافق وان کفر وان تدين ببعض الاديان فبالکتابی وان اسند الحوادث الى الزمان واعتقد قدمه فبالدهری وان نفى الصانع فبالمعطل وان ابطن عقائد هی بالاتفاق فبالزندیق ..... وقال فی شرحه قد ظهر أنّ الکافر اسم لمن لا ایمان له فان اظهر الایمان خصّ باسم المنافق وان طرء کفره بعد الاسلام خصّ باسم المرتد لرجوعه عن الاسلام وان قال بالهین او اکثر خصّ باسم المشرک لاثباته الشریک فی الالهیة وان کان متدیناً ببعض الاديان والکتب المنسوخة خصّ باسم الکتابی کالیهودی والنصرانی وان کان یقول بقدوم الدهر واسناد الحوادث الیه خصّ باسم الدهری وان کان لا یشیت الباری تعالیٰ خصّ باسم المعطل وان کان مع اعترافه بنبوۃ النبی ﷺ و اظهار شعائر الاسلام یبطن عقائدهی کفر بالاتفاق خصّ باسم الزندیق وهو فی الاصل منسوبٌ الی الزند اسم کتاب اظهر مزدک فی ایام قباد وزعم انه تاویل کتاب المجوس الذی جاء به زرادشت الذی یزعمون انه نبیهم قوله المعروف اه فانّ الزندیق یموه کفره ویروج عقیدته الفاسدة ویخرجها فی الصورة الصحیحة وهذا معنی ابطان الکفر فلا ینافی اظهاره الدعوی الی

الضلال وكونه معروفاً بالاضلال اه.....(اكفار الملحدين في ضروريات

الدين: ۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جاوید احمد غامدی کے عقائد و نظریات اور اس کا حکم: (۲)

مسئلہ نمبر (۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین جاوید احمد غامدی کے بارے میں، جس کے مذکورہ ذیل عقائد و خیالات ہیں اور ان کی دعوت و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہے، شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟

(۱) حیات و نزول عیسیٰ کا منکر ہے، کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ (میزان، علامات قیامت، ص: ۱۷۸، طبع مئی ۲۰۱۲)

(۲) ظہور مہدی کا بھی منکر ہے، کہتا ہے کہ قیامت کے قریب کوئی مہدی نہیں آئے گا، اگر کوئی مہدی تھا تو وہ عمر بن عبدالعزیز تھے جو گزر گئے۔ (میزان، علامات قیامت، ص: ۱۷۷، طبع مئی ۲۰۱۲)

(۳) مرزا غلام احمد قادیانی، غلام احمد پرویز سمیت کسی کو بھی کافر تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ کسی بھی امتی کو کسی کی تکفیر کا حق نہیں ہے۔ (اشراق، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۷، جنوری ۲۰۱۰ء، ص: ۶۳)

(۴) حجیت حدیث کا منکر ہے، اس کا کہنا ہے کہ حدیث سے دین میں کسی عمل یا عقیدے کا اضافہ بالکل نہیں ہو سکتا حدیث شریف اور سنت رسول سے قرآن پاک کی تخصیص و تحدید کا بھی منکر ہے، کہتا ہے کہ حدیث مبارکہ میں جو چیز (اس کے) علم و عقل کے مسلمات کے خلاف ہو وہ ناقابل قبول ہے۔ (میزان، ص: ۱۵، ۶۱، ۶۲، طبع مئی ۲۰۱۲ء)

(۵) سنت کے قبول کے لیے بھی قرآن پاک کی طرح توازن کی شرط لگاتا ہے، اس کے نزدیک سنتوں کی کل تعداد صرف ۲۷ ہے، باقی تمام سنتوں کا منکر ہے، مثلاً آپ ﷺ کے مختلف اعمال، نفلی عبادات، مرغوب طعام، لباس وغیرہ کی سنیت کا منکر ہے۔ (میزان، ص: ۱۲، ۲۵، ۵۷، ۵۸، ۶۰)

(۶) ڈاڑھی کو سنت اور دین کا حصہ نہیں مانتا (مقامات، ص: ۱۳۸، طبع نومبر ۲۰۰۸)

(۷) اجماع کا منکر ہے اور اسے ”دین میں بدعت کے اضافے“ سے تعبیر کرتا ہے (اشراق، اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص: ۲)

(۸) مرتد کی شرعی سزا کا بھی منکر ہے، کہتا ہے وہ صرف نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی (اشراق، اگست ۲۰۰۸ء، ص: ۵۹)

- (۹) محسن زانی کے لیے رجم کو، شراب نوشی کی شرعی سزا کو حد تسلیم نہیں کرتا (برہان، ص: ۳۵ تا ۱۴۶، طبع فروری ۲۰۰۹ء)
- (۱۰) کہتا ہے کہ اسلام میں فساد فی الارض اور قتل نفس کے علاوہ کسی بھی جرم کی سزا قتل نہیں ہو سکتی (برہان، ص: ۱۴۶، طبع فروری ۲۰۰۹ء)
- (۱۱) قرآن پاک کی صرف ایک قرأت مانتا ہے، باقی قراءتوں کو عجم کا فتنہ قرار دیتا ہے (میزان، ص: ۳۲، طبع اپریل ۲۰۰۲ء..... بحوالہ تحفہ غامدی از مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم)
- (۱۲) تمام فقہاء کرام کی آراء کو اپنے علم و عقل کی روشنی میں پرکھنے کا قائل ہے (سوال و جواب، ہٹس، ۷۲، ۱۹، جون ۲۰۰۹ء)
- (۱۳) ہر آدمی کو اجتہاد کا حق دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اجتہاد کی اہلیت کی کوئی شرائط متعین نہیں ہیں جو سمجھے کہ اسے تفقہ فی الدین حاصل ہے وہ اجتہاد کر سکتا ہے (سوال و جواب، ہٹس، ۶۱۲، تاریخ اشاعت: ۱۰ مارچ ۲۰۰۹ء)
- (۱۴) غلبہ دین کے لیے اقدامی جہاد کا منکر ہے، کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے بعد غلبہ دین کی خاطر جہاد ہمیشہ کے لیے ختم ہے (اشراق، اپریل ۲۰۱۱ء، ص: ۲)
- (۱۵) تصوف کو عالمگیر ضلالت قرار دیتا ہے اور اسے اسلام سے متوازن ایک الگ دین کہتا ہے (برہان، ص: ۱۸۱ تا ۲۱۰، طبع ششم فروری، ۲۰۰۰ء)
- (۱۶) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور یزید کو بہت متحمل مزاج اور عادل بادشاہ کہتا ہے، نیز واقعہ کربلا کو سو فیصد افسانہ قرار دیتا ہے۔ (بحوالہ غامدیت کیا ہے؟ از مولانا عبدالرحیم چاریاری)
- (۱۷) مسلم و غیر مسلم اور مرد و عورت کی گواہی میں فرق کا قائل نہیں ہے، سب کی گواہی کو یکساں کہتا ہے (برہان، ص: ۲۵ تا ۳۴، طبع ششم، فروری ۲۰۰۹ء)
- (۱۸) کہتا ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب میں ریاست کو تبدیلی کا حق حاصل ہے (اشراق، جون ۲۰۰۸ء، ص: ۷۰)
- (۱۹) یہود و نصاریٰ کے لیے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کو ضروری قرار نہیں دیتا کہ اس کے بغیر بھی ان کی بخشش ہو جائے گی (ایضاً)
- (۲۰) موسیقی کو فی نفسہ جائز کہتا ہے (اشراق، فروری ۲۰۰۸ء، ص: ۶۹..... جولائی، ۲۰۰۸ء، ص: ۶۷..... مارچ، ۲۰۰۹ء، ص: ۶۹)

(۲۱) بت پرستی کے لیے بنائی جانے والی تصویر یا مجسمے کے علاوہ ہر قسم کی تصویروں کو جائز کہتا ہے (اشراق، مارچ، ۲۰۰۹ء، ص: ۶۹)

(۲۲) بیمہ کو جائز قرار دیتا ہے (اشراق، جون ۲۰۱۰ء، ص: ۲)

(۲۳) یتیم پوتے کو دادے کی وراثت کا حقدار کہتا ہے، مرنے والی کی وصیت کو ایک ثلث تک محدود نہیں مانتا، نیز وارثوں کے حق میں بھی وصیت کو درست مانتا ہے (اشراق، مارچ ۲۰۰۸ء، ص: ۶۳..... جون، ۲۰۱۱ء، ص: ۲..... مقامات، ص: ۱۴۰، طبع نومبر ۲۰۰۸)

(۲۴) سور کی نجاست کو صرف گوشت تک محدود کرتا ہے اس کے بال، ہڈیوں، کھال وغیرہ سے دیگر فوائد اٹھانے کو جائز کہتا ہے (اشراق، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص: ۷۹..... بحوالہ: غامدیت کیا ہے؟)

(۲۵) غامدی کا یہ بھی نظریہ ہے کہ سنت صرف دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جن کو نبی کریم ﷺ نے دین کی حیثیت سے جاری فرمایا، اور یہ قرآن سے مقدم ہے (لہذا اگر کہیں قرآن کا ٹکراؤ دین ابراہیمی کی اس روایت سے ہو جائے تو قرآن کی بجائے اسی کو ترجیح ہوگی، اور دین ابراہیمی کی روایت سے غامدی کی مراد یہود و نصاریٰ کا متواتر فکر و عمل ہے (ناقل، میزان، ص: ۱۴، ۴۷، طبع مئی ۲۰۱۴ء)

(۱) جاوید غامدی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ مسلمان ہے یا کافر..... اگر مسلمان ہے تو اہل سنت میں سے ہے یا ضال و مضل؟

(۲) اس کو مذہبی و دینی پیشوا بنانا اور اس سے شرعی احکام کے متعلق سوالات کرنا کیسا ہے؟

(۳) اس کے نظریات و خیالات کی تائید یا تردید و اشاعت کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

(۴) اس کے گروہ میں شمولیت اور اس کے ادارے کی رکنیت حاصل کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۵) عوام الناس کے لیے اس کے بیانات سننا یا اس کی اور اس کے تلامذہ و متبعین کی تحریریں پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی..... حافظ محمد عدیل عمران، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاوید احمد غامدی جو اپنے مخصوص خیالات و افکار اور معتقدات کے داعی ہیں، جن کی ترجمانی ان کا ادارہ ”المورد“ اور اس کے تحت پرنٹڈ و الیکٹرانک میڈیا کے مختلف شعبے ”اشراق“ اور ”ربنی رساں“ نامی اردو و انگریزی رسالے، ویب سائٹ، ان کی کتب (میزان، برہان، مقامات اور الاسلام وغیرہ) اور بعض ٹی وی چینل مسلسل کر رہے ہیں، ان کے تلامذہ اور ادارے کے اراکین اپنی تحریرات و تقریرات میں ہر فورم پر ماحول و صورتحال کے پیش نظر مختلف

ناموں سے ان کے افکار کی اشاعت کر رہے ہیں، مختلف قومی روزناموں، ویب سائٹس، فیس بک اکاؤنٹس اور ٹی وی چینلوں سے لے کر، ماہانہ رسالوں، مختصر کتابچوں اور ضخیم کتابوں تک ہر صورت میں ان کے خیالات کو مختلف انداز و تعبیرات میں پھیلا یا جا رہا ہے، حالات سے واقفیت رکھنے والے علماء تو ان کے الحاد و زندقہ سے واقف ہیں، لیکن عوام الناس بلکہ بعض ضعیف الفکر خواص بھی آئے دن ان کے خیالات سے متاثر اور ان کے افکار کے گرویدہ ہوتے جا رہے ہیں، اس لیے عوام و خواص سب کی آگاہی کے لیے حضرات علماء کرام سے مندرجہ ذیل استفتاء کیا جاتا ہے۔

ملفوظ رہے کہ غامدی صاحب اپنی تحریروں کی مختلف اشاعتوں (ایڈیشن) میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں، کسی قابل اعتراض بات پر کوئی اہل علم گرفت کرتا ہے تو اگلے ایڈیشن میں اسی مفہوم کو دوسرے الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں، اور ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ ان کا مفہوم بھی ادا ہو جائے اور کسی قسم کا کوئی شرعی حکم بھی ان کے اوپر نہ لگ سکے، اور اکثر ایسا کرتے ہیں کہ بغیر رجوع و توبہ اور اعتراف غلطی کے بالکل خاموشی سے کسی بات کو حذف کر دیتے ہیں، اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک کتاب پر گرفت ہوئی تو پوری کی پوری کتاب فوراً مارکیٹ سے اٹھوالی اور پھر نئے انداز سے شائع کر کے اسی پر ”طبع اول“ لکھ دیا، اس قسم کے طرز عمل کے نمونے ملاحظہ کرنے کے لیے ماہنامہ ”بینات“ میں مطبوعہ جناب خالد جمعی صاحب کا مضمون ”جناب جاوید غامدی صاحب کی دین منہی..... اور ان کے خود ساختہ اصول دیکھا جاسکتا ہے۔“

آئندہ اوراق میں درج ذیل مسائل سے متعلق غامدی صاحب کے موقف کے حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں۔

- (۱)..... حیات عیسیٰ علیہ السلام (۲)..... ظہوری مہدی علیہ الرضوان (۳)..... مسئلہ تکفیر (۴)..... حجیت حدیث (۵)..... تصور سنت (۶)..... ڈاڑھی (۷)..... اجماع (۸)..... مرتد کی شرعی سزا (۹)..... رجم اور شراب نوشی کی شرعی سزا (۱۰)..... سزائے قتل (۱۱)..... قرأت قرآن (۱۲)..... فقہاء کرام کی آراء (۱۳)..... اجتہاد (۱۴)..... اقدامی جہاد (۱۵)..... تصوف (۱۶)..... حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین (۱۷)..... مسلم و غیر مسلم اور مرد و عورت کی گواہی (۱۸)..... زکوٰۃ کے نصاب میں تبدیلی کا حق (۱۹)..... نبی کریم ﷺ پر ایمان (۲۰)..... موسیقی (۲۱)..... تصویر (۲۲)..... یمہ (۲۳)..... یتیم پوتے کی وراثت اور وصیت کی تعلیم (۲۴)..... سور کی نجاست (۲۵)..... سنت۔

حوالہ جات

استفتاء میں جاوید احمد غامدی صاحب کے جو نظریات و خیالات ذکر کیے گئے ہیں ان کی پوری تفصیل تو غامدی

صاحب کی کتب و رسائل ہی میں مل سکتی ہے، قدرے تفصیل کے ساتھ مختلف حوالہ جات ہم نے جمع کر کے یہاں غامدی صاحب یا ان کے تلامذہ کے اصل الفاظ نقل کر دیے ہیں، تاکہ مفتیان کرام ان کے موقف سے پوری طرح آگاہ ہو سکیں، ان حوالہ جات میں غامدی صاحب کی کتب میزان، برہان، مقامات، ان کے رسالہ ”اشراق“ اور ان کی ویب سائٹ ”المورد“ سے اکثر حوالہ جات بندہ نے بذات خود نقل کیے ہیں، بعض حوالہ جات مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب کی کتاب ”غامدیت کیا ہے؟“ سے اور بعض مفتی عبدالواحد مدظلہم کے رسالہ ”تحفہ غامدی“ سے لیے ہیں، جہاں جہاں ان دو سے حوالہ لیا ہے وہاں ان کا حوالہ دیدیا ہے، باقی سب بندہ ناچیز نے اپنی گناہ گار آنکھوں سے دیکھ کر خود لکھے ہیں۔

(عدیل عمران، لاہور)

(۱)..... حیات عیسیٰ علیہ السلام:

(۱) سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ قرآن مجید سے میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کی روح قبض کی گئی..... اور اس کے فوراً بعد ان کا جسد مبارک اٹھالیا گیا تاکہ یہود اس کی بے حرمتی نہ کریں، یہ میرے نزدیک ان کے منصب رسالت کا ناگزیر تقاضا تھا چنانچہ قرآن مجید نے اسے اسی طرح بیان کیا ہے، اس میں دیکھ لیں ”توفی“ وفات کے لیے اور ”رفع“ اس کے بعد جسم کے لیے بالکل صریح ہے (ماہنامہ اشراق، اپریل ۱۹۹۵ء صفحہ ۴۵،..... بحوالہ تحفہ غامدی از مفتی عبدالواحد مدظلہم،

(۲) حضرت مسیح کو یہود نے صلیب چڑھانے کا فیصلہ کر لیا تو فرشتوں نے ان کی روح ہی قبض نہیں کی ان کا جسم بھی اٹھا کر لے گئے کہ مبادا یہ سر پھری قوم اس کی توہین کرے (اشراق جولائی ۱۹۹۴ء صفحہ ۳۲..... بحوالہ ”تحفہ غامدی“ از مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم ص ۵۸)

(۳) ان کے علاوہ ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کو بھی علامات قیامت میں شمار کیا جاتا ہے ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نزول مسیح کی روایتوں کو اگرچہ محدثین نے بالعموم قبول کیا ہے لیکن قرآن کی روشنی میں دیکھیے تو وہ بھی محل نظر ہیں۔

اولاً اس لیے کہ مسیح علیہ السلام کی شخصیت قرآن مجید میں کئی پہلوؤں سے زیر بحث آئی ہے، ان کی دعوت اور شخصیت پر قرآن نے جگہ جگہ تبصرہ کیا ہے، روز قیامت کی پہلچل بھی قرآن کا خاص موضوع ہے، ایک جلیل القدر پیغمبر کا زندہ آسمان سے نازل ہو جانے کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے، لیکن موقع بیان کے باوجود اس واقعے کی طرف کوئی ادنیٰ اشارہ بھی قرآن کے بین الدنئین کسی جگہ مذکور نہیں ہے، علم و عقل اس خاموشی پر مطمئن ہو سکتے ہیں؟ اسے باور کرنا آسان نہیں ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ سورۃ مائدہ میں قرآن کریم نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک مکالمہ نقل کیا ہے جو قیامت کے دن ہوگا، اس میں اللہ تعالیٰ ان سے نصاریٰ کی اصل گمراہی کے بارے میں پوچھیں گے کہ کیا تم نے یہ تعلیم انہیں دی تھی کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود بناؤ، اس سوال کے جواب میں دوسری باتوں کے ساتھ یہ بھی کہیں گے کہ میں نے تو ان سے وہی بات کہی تھی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا اور جب تک میں ان کے اندر موجود رہا، اس وقت تک دیکھتا رہا کہ وہ کیا کر رہے ہیں، لیکن آپ نے مجھے اٹھالیا تو میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا بنایا اور کیا بگاڑا ہے، اس کے بعد تو آپ ہی ان کے نگران رہے ہیں، اس میں دیکھ لیجئے، مسیح علیہ السلام اگر ایک مرتبہ پھر دنیا میں آچکے ہیں تو یہ آخری جملہ کسی طرح موزوں نہیں ہے، اس کے بعد تو انہیں کہنا چاہیے کہ میں ان کی گمراہی کو اچھی طرح جانتا ہوں اور ابھی کچھ دیر پہلے انہیں اس پر متنبہ کر کے آیا ہوں۔ فرمایا ہے

”مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرَنِي بِهِ أَنْ عَبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۖ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ“..... (المائدة: ۱۱۷)

ترجمہ: میں نے تو ان سے وہی بات کہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی، اور میں ان پر گواہ رہا، جب تک میں ان کے اندر موجود رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران رہا ہے اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

ثالثاً، اس لیے کہ سورۃ آل عمران کی ایک آیت میں قرآن نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں قیامت تک کا لائحہ عمل بیان فرمایا ہے، یہ موقع تھا کہ قیامت تک کے الفاظ کی صراحت کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ وہ چیزیں بیان کر رہے تھے جو ان کے اور پیروں کے ساتھ ہونے والی ہیں تو یہ بھی بیان کر دیتے کہ قیامت سے پہلے میں ایک مرتبہ پھر تجھے دنیا میں بھیجنے والا ہوں، مگر اللہ نے ایسا نہیں کیا، سیدنا مسیح کو آنا ہے تو یہ خاموشی کیوں ہے؟ اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، آیت یہ ہے:

”إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ“..... (آل عمران: ۵۵)

ترجمہ: میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور (تیرے) ان منکروں سے تجھے پاک کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن تک ان منکروں پر غالب رکھوں گا پھر تم سب کو بالآخر

میرے پاس آنا ہے، سو اس وقت میں تمہارے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ (میزان، علامات قیامت، ص: ۱۷۸/طبع مئی ۲۰۱۴ء)

(۴) عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا قرآن مجید میں دو مقامات پر ذکر موجود ہے..... ان دونوں آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے ہرگز قتل نہیں کیا تھا، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، البتہ اللہ نے انہیں وفات دی تھی اور پھر اللہ نے ان کے بے جان جسم کو یہود کے ہاتھوں سے بچانے کے لیے اپنے پاس اٹھالیا تھا، چنانچہ یہی بات صحیح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں (اشراق، مئی ۲۰۰۸ء، ص: ۶۷..... محمد رفیع مفتی)

(۲)..... ظہور مہدی:

(۱) ان کے علاوہ ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کو بھی علامات قیامت میں شمار کیا جاتا ہے، ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہور مہدی کی روایتیں محدثانہ تنقید کے معیار پر پوری نہیں اترتیں، ان میں کچھ ضعیف اور کچھ موضوع ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ بعض روایتوں میں جو سند کے لحاظ سے قابل قبول ہیں ایک فیاض خلیفہ کے آنے کی خبر دی گئی ہے، لیکن دقت نظر سے غور کیا جائے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا مصداق سیدنا عمر بن عبدالعزیز تھے جو خیر القرون کے آخر میں خلیفہ بنے، رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی ان کے حق میں حرف بہ حرف پوری ہو چکی ہے اس لیے کسی مہدی موعود کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے (میزان، ص: ۱۷۷، طبع ۲۰۱۴ء)

(۲) سوال: قرآن وحدیث میں کیا کہیں امام مہدی کے نزول کا ذکر ملتا ہے؟

جواب: قرآن مجید میں نزول مہدی کے بارے میں اشارہ بھی کوئی ذکر نہیں ہے، اسی طرح صحیح حدیثیں بھی اس طرح کے تذکرے سے یکسر خالی ہیں، البتہ بعض دوسرے درجے کی ایسی روایات ملتی ہیں جن میں قیامت کے قریب اس طرح کی ایک شخصیت کے پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے، لیکن ان میں بھی ایسی باتیں کہی گئی ہیں کہ جو نہ علمی لحاظ سے درست ہیں اور نہ عقلی لحاظ سے، میرا رجحان اس معاملے میں یہ ہے کہ یہ روایتیں درحقیقت اگر کچھ تھیں بھی تو سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں تھیں، ان کے زمانے کے لوگوں نے اس کا مصداق پالیا اور وہ تاریخ میں اپنا کام مکمل کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اس موضوع پر بعض محققین نے بہت اچھی چیزیں اس زمانے میں لکھ دی ہیں، ان کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ محض ایک افسانہ ہے جو مسلمانوں کے مابین، افسوس ہے کہ بہت رائج کر دیا گیا ہے اور اب امت مسلمہ اسی انتظار میں بیٹھی ہے کہ کوئی امام مہدی آئے گا، اور ایک مرتبہ پھر ان کی خلافت دنیا میں قائم کر دے گا۔ (جون ۲۰۰۴ء) (سوال وجواب، ہٹس ۸۸۸، تاریخ اشاعت ۲۸ فروری ۲۰۱۰ء..... جاوید احمد غامدی)

(۳) قیامت کے قریب کوئی امام مہدی نہیں آئے گا۔ (ماہنامہ اشراق، ص ۶۰، جنوری ۱۹۹۶ء..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۳)..... پرویز پرکفر کا فتویٰ درست نہیں ہے:

سوال: جاوید احمد غامدی علامہ پرویز صاحب کی قرآن فہمی سے کس حد تک متفق ہیں؟ علمائے کرام نے پرویز صاحب پر کفر کے بہت فتوے لگائے تھے، غامدی صاحب کی پرویز صاحب کے بارے میں کیا رائے ہے؟ کیا وہ صحیح تھے یا غلط؟ (صفدر اقبال)

جواب: معاملہ یہ ہے کہ غامدی صاحب اور پرویز صاحب کی قرآن فہمی میں کوئی اتفاق نہیں ہے، ان دونوں حضرات کے قرآن فہمی کے اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے..... غامدی صاحب کے نزدیک قرآن فہمی کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کے الفاظ کے وہی معنی لیے جائیں جو نزول قرآن کے زمانے میں عربوں کے مستعمل تھے، جب کہ پرویز صاحب کے نزدیک کسی لفظ کے معنی اس کے مادے سے طے کیے جائیں گے۔

ہمارے نزدیک کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا درست نہیں ہے، ہم دوسرے کی آراء سے اختلاف کر سکتے ہیں، اس کے خیالات کو غلط قرار دے سکتے ہیں لیکن کسی کو کافر کہنے کا حق ہمیں حاصل نہیں (اشراق، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۷..... محمد رفیع مفتی)

..... کسی کو کافر قرار دینا:

(۱) کسی کو کافر قرار دینا ایک قانونی معاملہ ہے، پیغمبر اپنے الہامی علم کی بنیاد پر کسی گروہ کی تکفیر کرتا ہے یہ حیثیت اب کسی کو حاصل نہیں ہے (ماہنامہ، اشراق، ص ۵۲، ۵۵، دسمبر ۲۰۰۰ء..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۲) سوال: کیا اسلامی شریعت کے مطابق ہم کسی کو کافر قرار دے سکتے ہیں؟

جواب: اسلامی شریعت کے مطابق کسی شخص کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا حتیٰ کہ کوئی اسلامی ریاست بھی کسی کی تکفیر کا حق نہیں رکھتی، وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتی ہے کہ اسلام سے واضح انحراف کی صورت میں کسی شخص یا گروہ کو غیر مسلم قرار دیدے، کافر قرار دینے کا حق اس کو بھی نہیں ہے۔

دین کی اصطلاح میں کافر قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص پر اللہ کی حجت پوری ہو گئی ہے اور یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اس نے ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر دین کا انکار کیا ہے، دین کی کامل وضاحت جس میں غلطی کا کوئی شائبہ نہ ہو صرف اللہ کا پیغمبر اور ان کے تربیت یافتہ صحابہ ہی کر سکتے تھے، اس وجہ سے اتمام حجت کے بعد تکفیر کا حق دین نے انہی کو دیا ہے، ان کے بعد دین کی کامل وضاحت چونکہ کسی فرد یا اجتماع کے بس کی بات نہیں ہے، اس لیے

اب تکفیر کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے، ہم لوگوں کو اب اس کی جسارت بھی نہیں کرنی چاہیے، اگر ہم کسی عقیدے کو باطل یا کفر سمجھتے ہیں تو ہمیں پوری درمندی کے ساتھ اسے نصیحت کرنی چاہیے اور دلائل اور حکمت کے ساتھ اس غلطی کو واضح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس سے زیادہ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے، (سوال و جواب، نس، ۹۰۱، تاریخ اشاعت ۲۵ ستمبر ۲۰۰۹ء..... جاوید احمد غامدی)

..... کافر اور غیر مسلم میں فرق:

کافر سے مراد وہ شخص ہے جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرتا ہے یعنی جس کے سامنے اسلام پیش کیا گیا یا اس نے خود اسے پڑھا اور قرآن وغیرہ کا مطالعہ کیا اور اسے بات کی سمجھ آ گئی کہ یہ حق ہے اور اسے قبول کرنا اس کے لیے ضروری ہے لیکن اس نے جان بوجھ کر اس حق کو جھٹلایا اور اسے نہیں مانا تو یہ شخص خدا کے نزدیک کافر شمار ہوگا، لیکن ہم چونکہ اس کے دل میں جھانک کر یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ اس نے جان بوجھ کر جھٹلایا ہے یا وہ معذور تھا اس لیے ہم کافر نہیں کہہ سکتے جبکہ غیر مسلم سے وہ شخص مراد ہے جو مسلمان نہیں ہے، اس نے جان بوجھ کر کسی حق کا انکار کیا ہے یا نہیں؟ یہ ہم نہیں جانتے، چنانچہ قیامت کے دن خدا اس کا فیصلہ کرے گا (اشراق، جنوری ۲۰۱۰ء ص: ۶۳..... محمد رفیع مفتی)

(۴)..... حجیت حدیث:

نبی ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کی روایتیں جو زیادہ تر اخبار آحاد کے طریقہ پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے ان کے بارے میں یہ دو باتیں ایسی واضح ہیں کہ کوئی صاحب علم انہیں ماننے سے انکار نہیں کر سکتا، ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کے لیے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا، دوسری بات یہ ہے کہ ان سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ کبھی علم یقین کے درجے تک نہیں پہنچتا۔ (میزان، حصہ دوم، ص ۶۸، طبع اپریل ۲۰۰۲ء لاہور..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

دین لاریب انہی دو صورتوں میں ہے، ان کے علاوہ کوئی چیز دین ہے نہ اسے دین قرار دیا جاسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کے اخبار آحاد جنہیں بالعموم ”حدیث“ کہا جاتا ہے ان کے بارے میں یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ ان کی تبلیغ و حفاظت کے لیے آپ ﷺ نے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا بلکہ سننے اور دیکھنے والوں کے لیے چھوڑ دیا ہے کہ چاہیں تو انہیں آگے پہنچائیں اور چاہیں تو نہ پہنچائیں، اس لیے دین میں ان سے کسی عقیدہ و عمل کا اضافہ بھی نہیں ہوتا۔ (میزان، ص: ۱۵، طبع ۲۰۱۳ء)

حدیث کے تدبر کے اصول:

نبی کریم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اخبار آحاد کے طریقہ پر نقل ہوئی ہیں

اور جنہیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا اضافہ نہیں ہوتا۔ (ص: ۶۱)

ہر انسانی کام کی طرح حدیث کی روایت میں بھی جو فطری خلا اس کے باوجود باقی رہ گئے ہیں ان کے پیش نظر یہ دو باتیں اس کے متن میں بھی لازم دیکھنی چاہئیں (۱) ایک یہ کہ اس میں کوئی چیز قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو (۲) دوسری یہ کہ علم و عقل کے مسلمات کے خلاف نہ ہو (ص: ۶۲)

(۵)..... سنت:

سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید و اصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے، اس ذریعے سے جو دین ہمیں ملا ہے وہ یہ ہے۔

(۱) نماز (۲) زکوٰۃ اور صدقہ فطر (۳) روزہ اور اعتکاف (۴) حج و عمرہ (۵) قربانی  
”عبادات“  
اور ایام تشریق کی تکبیریں۔  
(۱) نکاح و طلاق اور ان کے متعلقات (۲) حیض و نفاس میں زن و شوہر کے تعلق سے  
”معاشرت“  
اجتناب۔

”خور و نوش“ (۱) سور، خون، مردار اور خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کی حرمت (۲) اللہ کا نام لے کر جانوروں کا تذکیہ۔

”رسوم و آداب“ (۱) اللہ کا نام لے کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا پینا (۲) ملاقات کے موقع پر السلام علیکم اور اس کا جواب (۳) چھینک آنے پر الحمد للہ اور اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا (۴) مونچھیں پست رکھنا (۵) زیر ناف بال کاٹنا (۶) بغل کے بال صاف کرنا (۷) بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا (۸) لڑکوں کا ختنہ کرنا (۹) ناک، منہ اور دانتوں کی صفائی (۱۰) استنجاء (۱۱) حیض و نفاس کے بعد غسل (۱۲) غسل جنابت (۱۳) میت کا غسل (۱۴) تجنیز و تکفین (۱۵) تدفین (۱۶) عید الفطر (۱۷) عید الاضحیٰ۔ (میزان، ص: ۱۴، طبع ۲۰۱۴ء)

سنت یہی ہے اور اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے، وہ جس طرح صحابہ کے اجماع اور قولی تواتر سے ملا ہے، یہ اسی طرح ان کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے اور قرآن ہی کی طرح ہر دور میں مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہوتی ہے، لہذا اس کے بارے میں کسی بحث و نزاع کی گنجائش نہیں ہے (ایضاً)

تدبر قرآن کے اصول..... میزان اور فرقان:

قرآن مجید اس زمین پر حق و باطل کے لیے ”میزان“ اور ”فرقان“ اور تمام سلسلہ وحی پر ایک ”مہمیں“ کی حیثیت سے نازل ہوا ہے۔

..... جو باتیں قرآن کے بارے میں بطور اصول ماننی چاہئیں، وہ یہ ہیں۔

پہلی یہ ہے کہ قرآن سے باہر کوئی وحی خفی یا جلی، یہاں تک کہ خدا کا وہ پیغمبر بھی جس پر یہ نازل ہوا، اس کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص یا اس میں کوئی ترمیم و تغیر نہیں کر سکتا، دین میں ہر چیز کے رد و قبول کا فیصلہ اس کی آیات بینات کی روشنی میں ہوگا، ایمان و عقیدہ کی ہر بحث اس سے شروع ہوگی اور اسی پر ختم کر دی جائے گی۔

دوسری یہ کہ اس کے الفاظ کی دلالت اس کے مفہوم پر بالکل قطعی ہے، یہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے پوری قطعیت کے ساتھ کہتا ہے اور کسی معاملے میں بھی اپنا مدعا بیان کرنے سے ہرگز قاصر نہیں رہتا، اس کا مفہوم وہی ہے جو اس کے الفاظ قبول کر لیتے ہیں وہ نہ اس سے مختلف ہے نہ متباہن، اس کے شہرستان معانی تک پہنچنے کا ایک ہی دروازہ ہے اور وہ اس کے الفاظ ہیں۔

یہ دونوں باتیں قرآن کے میزان اور فرقان ہونے کا لازمی تقاضا ہیں، ان کے بارے میں دورائیں نہیں ہو سکتیں۔ (میزان، ص: ۲۵، طبع ۲۰۱۲ء)

..... حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص کا یہ مسئلہ محض سوء فہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ (ص: ۳۵)

یہ دور حاضر میں امام حمید الدین فراہی کے بعد قرآن کے سب سے بڑے عارف (امین احسن اصلاحی) کا بیان اور زندگی بھر کا تجربہ ہے۔ (ص: ۴۳)

تدبر سنت کا پہلا اصول:

سنت صرف وہی چیز ہو سکتی ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے دین ہو، چنانچہ یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ میں تیر، تلوار، اور اس طرح کے دوسرے اسلحے استعمال کیے ہیں، اونٹوں پر سفر کیا ہے، مسجد بنائی ہے تو اس کی چھت کھجور کے تنوں سے پائی ہے، اپنے تمدن کے لحاظ سے بعض کھانے کھائے ہیں اور ان میں سے کسی کو پسند اور کسی کو ناپسند کیا ہے، ایک خاص وضع قطع کا لباس پہنا ہے جو عرب میں اس وقت پہنا جاتا تھا اور جس کے انتخاب میں آپ ﷺ کے شخصی ذوق کو بھی دخل تھا، لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی سنت نہیں ہے اور نہ کوئی صاحب علم اسے سنت کہنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے (ص: ۵۷)

دوسرا اصول:

سنت کا تعلق تمام تر عملی زندگی سے ہے یعنی وہ چیزیں جو کرنے کی ہیں، علم و عقیدہ، تاریخ، شان نزول اور اس طرح کی دوسری چیزوں کا سنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے (ص: ۵۸)

تیسرا اصول:

عملی نوعیت کی وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہو سکتیں جن کی ابتداء پیغمبر کی بجائے قرآن سے ہوئی ہے نبی ﷺ کے بارے میں معلوم ہے کہ آپ نے چوروں کے ہاتھ کاٹے ہیں، زانیوں کو کوڑے مارے ہیں، اوباشوں کو سنگسار کیا ہے، منکرین حق کے خلاف تلوار اٹھائی ہے، لیکن ان میں سے کسی چیز کو بھی سنت نہیں کہا جاتا (ص: ۵۸) چوتھا اصول:

سنت پر بطور تطوع عمل کرنے سے بھی وہ کوئی سنت نہیں بن جاتی، ہم جانتے ہیں کہ نبی ﷺ نے شب و روز کی پانچ نمازوں کے ساتھ نفل نمازیں بھی پڑھی ہیں، رمضان کے روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی رکھے ہیں، نفل قربانی بھی کی ہے، لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی اپنی اس حیثیت میں سنت نہیں ہے۔ (ص: ۵۹) پانچواں اصول:

وہ چیزیں جو محض بیان فطرت کے طور پر آئی ہیں وہ بھی سنت نہیں ہیں، پالتو گدھے کا گوشت کھانے کی ممانعت سے متعلق نبی ﷺ کے ارشادات اسی قبیل سے ہیں (ص: ۵۹) چھٹا اصول:

وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہو سکتیں جو نبی ﷺ نے لوگوں کی رہنمائی کے لیے انہیں بتائیں تو ہیں لیکن اس رہنمائی کی نوعیت ہی پوری قطعیت کے ساتھ واضح کر دیتی ہے کہ انہیں سنت کے طور پر جاری کرنا آپ کے پیش نظر ہی نہیں ہے، اس کی ایک مثال نماز میں قعدے کے اذکار ہیں (ص: ۶۰) ساتواں اصول:

جس طرح قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا اسی طرح سنت بھی اس سے ثابت نہیں ہوتی (ایضاً)

(۶)..... ڈاڑھی:

(۱) ڈاڑھی مرد رکھتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ڈاڑھی رکھی ہوئی تھی، آپ کے ماننے والوں میں کوئی شخص اگر آپ کے ساتھ تعلق خاطر اظہار کے لیے یا آپ کی اتباع کے شوق میں ڈاڑھی رکھتا ہے تو اسے باعث سعادت سمجھنا چاہیئے لیکن یہ دین کا کوئی حکم نہیں ہے، لہذا کوئی شخص اگر ڈاڑھی نہیں رکھتا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی فرض و واجب کا تارک

ہے یا اس نے کسی حرام یا ممنوع فعل کا ارتکاب کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے تطہیر اخلاق کے مقصد سے فرمایا ہے، ڈاڑھی سے متعلق آپ کی نصیحت کا صحیح محمل یہی تھا مگر لوگوں نے اسے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم سمجھا اور اس طرح سے ایک ایسی چیز دین میں داخل کر دی جو اس سے کسی طرح متعلق نہیں ہو سکتی۔

یہی معاملہ ٹخنوں سے نیچی ازار کا ہے، تہ بند کے بارے میں یہ بات البتہ کہی جاسکتی ہے کہ اسے ٹخنوں سے نیچے لٹکتا چھوڑ دیا جائے تو متکبرین کی اس وضع سے ایک نوعیت کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے لٹکانے کی وجہ تکبر نہ بھی ہو تو احتیاط کرنی چاہیے، یہ بات کہی جاسکتی ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ مشابہت تہ بند ہی میں ہوتی ہے، ہماری شلوار، پاجامے اور پتلون سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے (۲۰۰۸) (مقامات، ص ۱۳۸، طبع اول نومبر ۲۰۰۸) (۲) دین میں ڈاڑھی کے بارے میں استاذ گرامی جناب جاوید احمد غامدی کے دو قول ہیں، قول جدید کے مطابق یہ ان کے نزدیک کوئی دینی نوعیت رکھنے والی چیز نہیں (اشراق، جنوری ۲۰۱۱ء ص ۴۵) (۷) اجماع:

دین کا تنہا ماخذ رسالت مآب ﷺ کی ذات والا صفات ہے، آپ سے دین آپ کے صحابہ کے اجماع اور قولی و عملی تواتر سے منتقل ہوا اور دو صورتوں میں، ہم تک پہنچا ہے، ایک قرآن، دوسری سنت، آپ ﷺ کے بعد اب یہ انہی دو چیزوں سے اخذ کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ تبعاً اگر کوئی چیز خدا کے منشا تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے تو وہ اجتہاد ہے، آپ ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ و تابعین نے یہ روایت قائم رکھی لیکن فقہاء کا دور شروع ہوا تو اس کے ساتھ ایک چوتھی چیز کا اضافہ کر دیا گیا، یہ مسلمانوں کا اجماع ہے، اس کے بعد سے اب تک بالعموم مانا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت کا ایک مصدر یہ اجماع بھی ہے، دین کے ماخذ میں یہ اضافہ یقیناً ایک بدعت ہے، قرآن و سنت کے نصوص میں اس کے لیے کوئی بنیاد تلاش نہیں کی جاسکتی۔ (اشراق، اکتوبر ۲۰۱۱ء ص ۳، جاوید احمد غامدی) (۸)..... اسلام میں ارتداد کی سزا:

(۱) سوال: اسلام میں ارتداد کی سزا قتل کیوں ہے؟ جب کہ دوسرے کسی مذہب میں ایسا نہیں ہے (عائشہ خان)

جواب: کسی قوم میں جب کوئی رسول اتمام حجت کر دیتا ہے تو پھر اس کے لیے ایمان لانا لازم ہو جاتا ہے، اگر وہ ایمان نہیں لاتی تو پھر اس پر خدا کا عذاب آ جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچتے ہیں جو ایمان لائے ہوتے ہیں جیسا کہ قوم نوح، قوم لوط، قوم صالح، اور قوم ہود پر عذاب آئے تھے، اور ان میں صرف صالح مسلمان ہی بچے تھے، یہ خدا کی سنت ہے ان قوموں میں سے اگر کوئی ایمان لانے کے بعد دوبارہ کفر کو اختیار کر لے تو وہ پھر خدا کے

عذاب کا شکار ہو جاتا ہے، نبی ﷺ کی قوم میں عذاب کی شکل یہ تھی کہ اسے قتل کر دیا جائے گا، چنانچہ ہمارے خیال میں مرتد کے لیے قتل کی سزا صرف رسول کے براہ راست مخاطبین تک ہی محدود تھی، آج اس کا اطلاق کرنا غلط ہوگا (اشراق، اگست ۲۰۰۸ء، ص: ۵۹..... محمد رفیع مفتی)

(۲) لیکن فقہاء کی یہ رائے (کہ ہر مرتد کی سزا قتل ہے) محل نظر ہے، رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم (کہ جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو) تو بے شک ثابت ہے مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا بلکہ صرف انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن میں آپ کی بعثت ہوئی اور جن کے لیے قرآن مجید میں ”امیین یا مشرکین“ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے (برہان، ص: ۱۴۰، طبع چہارم، جون ۲۰۰۶ء..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟) (۱۰/۹)..... حدود و تعزیرات، سزائے قتل:

..... رجم کی سزا:

زنا کی سزا کے بارے میں جو قطعی حکم قرآن مجید کی سورہ نور میں بیان ہوا ہے اس میں بالصرحت فرمایا گیا ہے کہ زانی مرد ہو یا عورت ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارے جائیں گے، اس میں شبہ نہیں کہ قرآن مجید کا یہ حکم اپنے اسلوب کے اعتبار سے بہت کچھ شرح و وضاحت کا متقاضی ہے، لیکن ہمارے فقہاء نے اس کے ساتھ جو طرفہ معاملہ کیا ہے اس کی رو سے احناف کے نزدیک یہ سزا صرف کنوارے زانیوں کے لیے ہے، شادی شدہ زانیوں کی سزا سنت نے مقرر کی ہے اور وہ رجم یعنی سنگ ساری ہے، شادی شدہ زانیوں کی سزا کے بارے میں یہی رائے شوافع اور مالکیہ کی ہے، رہے غیر شادی شدہ زانی تو امام شافعی، امام احمد، امام داؤد، اسحاق بن راہویہ، سفیان ثوری، حسن بن صالح اور ابن ابی لیلیٰ ان کی سزا بھی سنت ہی سے اخذ کرتے ہیں اور ان کی رائے کے مطابق مرد و عورت ہر دو کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے، امام مالک اور امام اوزاعی بھی کنوارے مرد کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی کے قائل ہیں، امام احمد، اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری شادی شدہ زانیوں کے معاملے میں بھی ان حضرات سے متفق نہیں ہیں، ان کی تحقیق کے مطابق شادی شدہ زانیوں کو قرآن مجید کی رو سے سو کوڑے مارنے کے بعد سنت کی پیروی میں سنگ ساری کی سزا دی جائے گی۔

زنا کی سزا کے بارے میں ہمارے فقہاء کے ان مسالک پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان حضرات نے قرآن مجید کی بیان کردہ سزا میں سنت کے ذریعے سے اضافہ کر دیا ہے یا اسے کنوارے یا کنواری کے ساتھ خاص قرار دے دیا ہے، فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک یہ تخصیص ہے اور دوسرا اسے نسخ سے تعبیر کرتا ہے۔

بہر حال اسے نسخ کہیے یا تخصیص، اس کی دلیل چونکہ سنت سے دی جاتی ہے اس وجہ سے یہ سوال فطری طور پر پیدا ہوتا ہے کہ سنت کیا قرآن کریم کے کسی حکم میں اس نوعیت کا تغیر تبدیل کر سکتی ہے؟ اصطلاحات کے فرق سے قطع نظر کر لیا جائے تو یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ہمارے فقہاء نے اس سوال کا جواب مطلق اثبات میں دیا ہے، برسوں کے مطالعہ اور فکر و تدبر کے بعد ہم اس عقیدت و احترام کے باوجود ان حضرات کے علمی خدمات کے لیے ہمارے دل میں ہے، یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اپنے اس موقف کی تائید میں جتنے دلائل انہوں نے پیش فرمائے ہیں، وہ سب منطقی مغالطیوں پر مبنی اور بے حد کمزور ہیں، اس وجہ سے ہمارے نزدیک یہ اصول کہ سنت قرآن مجید کے احکام میں کسی نوعیت کا تغیر و تبدل کر سکتی ہے عقل و نقل دونوں اعتبار سے صحیح نہیں ہے (برہان، ص: ۳۵ تا ۱۳۶، طبع ششم فروری ۲۰۰۹ء جاوید احمد غامدی)

شراب نوشی اور ارتداد کی سزا:

اسلامی شریعت میں جرائم کی سزاؤں سے متعلق اپنا جو نقطہ نظر ہم نے اپنی کتاب ”میزان“ میں بیان کیا ہے، اس سے واضح ہے کہ یہ صرف پانچ جرائم (زنا، قذف، قتل و جراحت، محاربه اور چوری) ہیں جن کی سزا شریعت میں مقرر کی گئی ہے، ان کے علاوہ باقی سب جرائم کا معاملہ اسلامی ریاست کے ارباب حل و عقد سے متعلق ہے حدود و تعزیرات کے باب میں شریعت اتنی ہی ہے جتنی ہم نے وہاں بیان کر دی ہے، اس کے علاوہ کوئی چیز شریعت نہیں ہے، لیکن اس معاملے میں رائج تصورات کی رو سے یہ چار سوالات پیدا ہو سکتے ہیں:

ایک یہ کہ شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے کی شریعت کی رو سے مقرر نہیں ہے؟  
دوسرا یہ کہ کیا ارتداد کی سزا بھی شریعت میں قتل بیان نہیں ہوئی؟

تیسرا یہ کہ شریعت کے علاوہ باقی جرائم میں ارباب حل و عقد کیا موت کی سزا بھی کسی مجرم کو دے سکتے ہیں؟  
پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ سزا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسلمانوں کے حکمران کی حیثیت سے ان کے ارباب حل و عقد کے ساتھ مشورے سے مقرر کی ہے، اس سے واضح ہے کہ یہ شریعت ہرگز نہیں ہو سکتی، اس زمین پر قیامت تک کے لیے یہ حق صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے کہ وہ کسی چیز کو شریعت قرار دیں، اور جب ان کی طرف سے کوئی چیز شریعت قرار پاجائے تو پھر صدیق و فاروق بھی اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکتے، لہذا یہ بالکل قطععی ہے کہ حضور ﷺ نے اگر شراب نوشی کے مجرموں کو پٹوایا تو شارع کی حیثیت سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے حکمران کی حیثیت سے پٹوایا، چنانچہ ہم پورے اطمینان کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی حد نہیں، بلکہ محض تعزیر ہے جسے مسلمانوں کا نظم اجتماعی اگر چاہے تو برقرار رکھ سکتا ہے اور چاہے تو اپنے حالات کے لحاظ سے اس میں تغیر و تبدل کر سکتا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ارتداد کی سزا کا یہ مسئلہ محض ایک حدیث کا مدعا نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، ہمارے فقہاء اسے بالعموم ایک حکم عام قرار دیتے ہیں جس کا اطلاق ان سب لوگوں پر ہوتا ہے جو زمانہ رسالت سے لے کر قیامت تک اس زمین پر کہیں بھی اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کریں گے، ان کی رائے کے مطابق ہر وہ مسلمان جو اپنی آزادانہ مرضی سے کفر اختیار کرے گا اسے اس حدیث کی رو سے لازماً قتل کر دیا جائے گا۔

لیکن فقہاء کی یہ رائے محل نظر ہے، رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم تو بے شک ثابت ہے، مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا بلکہ صرف انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن پر آپ نے براہ راست اتمام حجت کیا اور جن کے لیے قرآن مجید میں ”مشرکین“ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

ہمارے فقہاء کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے ”الناس“ کی طرح اسے قرآن میں اس کی اصل سے متعلق کرنے اور قرآن و سنت کے باہمی ربط سے اس حدیث کا مدعا سمجھنے کی بجائے اسے عام ٹھہرا کر ہر مرتد کی سزا موت قرار دی اور اس طرح اسلام کے حدود و تعزیرات میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا جس کا وجود ہی اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ موت کی سزا قرآن مجید کی رو سے قتل نفس اور فساد فی الارض کے سوا کسی جرم میں بھی نہیں دی جاسکتی (برہان، ص: ۱۳۷ تا ۱۴۶، طبع ششم فروری ۲۰۰۹ء، جاوید احمد غامدی)

سورہ نور میں زنا کے عام مرتکبین کے لیے ایک متعین سزا ہمیشہ کے لیے مقرر کر دی گئی ہے، زانی مرد ہو یا عورت اس کا جرم اگر ثابت ہو جائے تو اس کی پاداش میں اسے سو کوڑے مارے جائیں گے (میزان، ص ۲۹۹، ۳۰۰، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۱)..... قرء آت قرآن:

(۱) قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں امت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے، یہ تلاوت جس قرات کے مطابق کی جاتی ہے اس کے سوا کوئی دوسری قرات نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ (میزان، ص ۲۵۲ تا ۲۵۳، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء لاہور..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟ از مولانا عبدالرحیم چاریاری)

(۲) یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے، اس کے علاوہ سب قراتیں فتنہ عجم کی باقیات ہیں۔ (میزان، ص ۳۲، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟ از مولانا عبدالرحیم چاریاری و تحفہ غامدی، از مفتی عبدالواحد صاحب)

(۳) سوال: کیا یہ بات درست ہے کہ جاوید احمد غامدی صاحب قرآن مجید کی صرف ایک ہی قرأت کے قائل ہیں حالانکہ ساری امت قرآن مجید کی سات یا دس بلکہ اس سے بھی زیادہ قرأت کی قائل ہے؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو انہوں نے امت سے ہٹ کر یہ نقطہ نظر کیوں اختیار کیا ہے؟ کیا امت سے ہٹ کر نقطہ نظر اختیار کرنا گمراہی نہیں ہے؟ (رشید احمد)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری امت میں یہ نقطہ نظر بھی پایا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی قرأتیں نبی ﷺ سے ثابت ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ امت میں بس ایک یہی نقطہ نظر موجود ہے، صحیح بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی قرأت کے حوالے سے ہماری امت میں دو نقطہ ہائے نظر موجود ہیں، ایک یہ کہ قرآن مجید کی مختلف قرأت ہیں، بہر حال مختلف قرأتوں کے اس تصور کو قبول کرنے کے بعد یہ خیال غلط قرار پاتا ہے کہ خدا کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے الفاظ میں ایک زیر، زبر اور ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ہے، اور مزید یہ کہ بعض قرأتوں سے معنی و مفہوم میں فرق واقع ہو جاتا ہے، بلکہ بعض جگہ شریعت کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔

اس سلسلے میں دوسری رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک قرأت ہے، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اسی کے مطابق تلاوت فرماتے تھے، غامدی صاحب ان آراء میں سے دوسری رائے کے قائل ہیں (اشراق، اکتوبر ۲۰۰۹ء، ص: ۶۱..... محمد رفیع مفتی)

(۱۲)..... فقہاء کی آراء کو اپنے ”علم و عقل“ کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا:

سوال: آپ کے مکتبہ فکر کے بارے میں مجھے کچھ شکوک اور شبہات پیش آرہے ہیں، کیونکہ آپ لوگ ان بہت سی چیزوں کا انکار کرتے ہیں یا انہیں غیر دینی قرار دیتے ہیں جو صدیوں سے چلی آرہی ہیں، ٹی وی پر آنے والے پروگرامز میں آپ کے حلقے کے اسکالرز کو سننے کے بعد جب میں دوسری اسلامی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں تو وہ مجھے مشکوک لگتی ہیں کیونکہ آپ لوگ بہت سی مستند اور قدیم باتوں سے اختلاف و انکار کرتے ہیں، مجھے اس سلسلے میں وضاحت مطلوب ہے (حسیب احمد)

جواب: اسلام کے نام پر ہمارے معاشرے میں دو طرح کی چیزیں رائج ہیں، ایک وہ دین جو اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ نے دنیا کو دیا تھا، اس میں وہ تمام عقائد، عبادات، اخلاقیات اور قوانین شامل ہیں جو قرآن و سنت میں پائے جاتے ہیں، معاشرے میں رائج دوسری چیز بعد میں آنے والے اہل علم اور فقہاء کے اجتہادات اور ان کا فہم دین ہے۔

ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ دین تو بس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دی ہوئی ہدایات کا نام ہے، اس کے بعد ہر رائے کو ہم توجہ اور غور سے سنیں گے، وہ ہمیں دین کے تقاضوں کے مطابق ایک معقول بات محسوس ہوئی تو اسے سر آنکھوں پر رکھیں گے، اور اگر ایسا نہ ہو تو احترام کے ساتھ قبول کرنے سے انکار کر دیں گے۔

ہمارا نقطہ نظر بالکل واضح ہے کہ اختلاف صرف اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ نہیں ہو سکتا، باقی ہر رائے کو دین، علم اور عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھا جائے گا (سوال و جواب، ہٹس ۷۲، ۱۹ جون ۲۰۰۹ء..... ریحان احمد یوسفی)

(۱۳)..... ہر کسی کو اجتہاد کا حق حاصل ہے:

سوال: کیا آج اجتہاد کا دروازہ بند ہے؟ اگر اجتہاد بند نہیں تو کیا شرائط پر پورا اترنے والا ہر مجتہد از خود اجتہاد کرنے کا مجاز ہوگا؟ اگر ہر مجتہد از خود اجتہاد کرنے کا مجاز نہیں تو کس دلیل سے؟ اگر مجاز ہے تو کیا ایک ملک میں بیک وقت کئی مجتہد ہو سکتے ہیں؟ اگر ایک سے زیادہ مجتہد نہیں ہو سکتے تو واجدین شرائط میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دینے کا جواز کیا ہوگا؟ اگر کئی مجتہد ہو سکتے ہیں تو ایک ہی مسئلہ کے کئی حل ہو سکتے ہیں جو باہم متضاد بھی ہو سکتے ہیں اس صورت میں امت کئی فقہی مسالک میں بٹ کر پارہ پارہ ہو جائے گی۔

جواب: اجتہاد کا مطلب ہے کہ کسی مسئلہ میں اللہ کی منشاء کو معلوم کرنا، یہ کام ہر مسلمان کی شب و روز کی ضرورت ہے، یہ کسی صورت میں بند نہیں ہو سکتا، وہ لوگ بھی اجتہاد کرتے ہیں جو اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا قائل ہیں۔

ہمارے دین میں اجتہاد کی اجازت دینے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا گیا، مجتہد کے لیے شرائط کا معاملہ بھی عقل پر مبنی ہے، ظاہر ہے کسی معاملے میں کلام کرنے کا مجاز وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس معاملے سے واقف ہو، تمام علوم و فنون میں یہ اصول جاری ہے، دین کا علم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، جو آدمی بھی دین میں تفقہ کی اہلیت پیدا کر لیتا ہے وہ اجتہاد کرنے کا بھی مجاز ہوتا ہے۔

دین میں بصیرت رکھنے والا دینی علوم سے بہرہ مند آدمی ہمارے نزدیک اجتہاد کا مجاز ہے، اگر ایک ملک میں کئی افراد نے یہ اہلیت پیدا کر لی ہے تو سب اجتہاد کے مجاز ہوں گے، جب ایک سے زیادہ لوگ کسی ایک متن یا کلام پر غور کرتے ہیں تو مختلف اسباب کے تحت ان میں اتفاق یا اختلاف بھی ہوتا ہے، علمی اختلاف تفرقے کا باعث نہیں ہے، باقی رہا اجتماعی زندگی کا معاملہ تو اس میں اگر اکثریت کی رائے کے قانون بننے کا طریقہ اختیار کر لیا جائے تو وہاں بھی انتشار کی راہ رو کی جاسکتی ہے (سوال و جواب، ہٹس ۶۱۲، تاریخ اشاعت ۱۰ مارچ ۲۰۰۹ء..... طالب محسن)

(۱۴).....اقدامی جہاد:

(۱) رسولوں کی طرف سے اتمام حجت کے بعد اگر ان کو اور ان کے ساتھیوں کو کسی خطہٴ ارض میں اقتدار حاصل ہو جائے تو خدا کا فیصلہ ہے کہ ان کے منکرین کے لیے دو ہی صورتیں ہیں، ان میں مشرکین ہوں گے تو قتل کر دیے جائیں گے اور کسی نہ کسی درجے میں توحید کے ماننے والے ہوں گے تو محکوم بنا لیے جائیں گے، بقرہ، انفال اور توبہ میں اللہ تعالیٰ نے جس قتل کی ہدایت فرمائی اور مشرکین عرب کے جس قتل کا حکم دیا ہے وہ اسی فیصلے کا نفاذ ہے، اس کا شریعت اور اس کے احکام سے کوئی تعلق نہیں ہے چنانچہ اپنی کتاب ”میزان“ میں ہم نے لکھا ہے۔

”یہ محض قتال نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جو اتمام حجت کے بعد سنتِ الہی کے عین مطابق اور فیصلہٴ خداوندی کی حیثیت سے پہلے عرب کے مشرکین اور یہود و نصاریٰ پر اور اس کے بعد عرب سے باہر قوموں پر نازل کیا گیا، لہذا یہ بالکل قطعی ہے کہ منکرین حق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم بنا کر رکھنے کا حق اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے، قیامت تک کوئی شخص اب نہ دنیا کی کسی قوم پر اس مقصد سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ کسی مفتوح کو محکوم بنا کر اس پر جزیہ عائد کرنے کی جسارت کر سکتا ہے، مسلمانوں کے لیے قتال کی ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے اور وہ ظلم و عدوان کے خلاف جنگ ہے، اللہ کی راہ میں قتال اب یہی ہے، اس کے سو کسی مقصد کے لیے بھی دین کے نام پر جنگ نہیں کی جاسکتی“ (۵۹۹) (اشراق، اپریل ۲۰۱۱ء، ص: ۲..... جاوید احمد غامدی)

(۲) انہیں (نبی اور آپ کے صحابہ کو) قتال کا جو حکم دیا گیا اس کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے قانون اتمام حجت سے ہے (میزان، ص ۲۶۴، طبع اپریل، ۲۰۰۲ء لاہور..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟ (۱۵)..... اسلام اور تصوف:

ہمارے خانقاہی نظام کی بنیاد جس دین پر رکھی گئی ہے اس کے لیے ہمارے ہاں تصوف کی اصطلاح رائج ہے، یہ اس دین کے اصول و مبادی سے بالکل مختلف ایک متوازی دین ہے جس کی دعوت قرآن مجید نے بنی آدم کو دی ہے۔

اس باب میں قرآن مجید کی اس صراطِ مستقیم سے انحراف کے بعد جس میں نہ ممکن کے لیے وجود کا اثبات کوئی شرک ہے اور موجود یا مشہود صرف اللہ ہی کو قرار دینا تو حید کا کوئی مرتبہ ہے، اہل تصوف نے جو راہ اختیار کی ہے یہ سب اسی کے احوال و مقامات ہیں۔

توحید کے باب میں یہی نقطہ نظر اپنشدوں کے شارح شری شکر اچاریہ، شری رام نوج اچاریہ، حکیم فلوطین اور اسپنوزا کا ہے، مغرب کے حکماء میں سے لائبنز، فحتمے، ہیگل، شوپن ہاور اور بریڈ لے بھی اسی سے متاثر ہیں، ان میں سے شری شکر، فلوطین اور اسپنوزا، وجودی، اور رام نوج اچاریہ ”شہودی“ ہیں، گیتا میں شری کریشن نے بھی یہی تعلیم دی ہے، اپنشد، برہم سوتر، گیتا اور فصوص الحکم کو اس دین میں وہی حیثیت حاصل ہے جو نبیوں کے دین میں تورات، زبور، انجیل اور قرآن کو حاصل ہے، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اللہ کی ہدایت، یعنی اسلام کے مقابلے میں تصوف وہ عالم گیر ضلالت ہے جس نے دنیا کے ذہین ترین لوگوں کو متاثر کیا ہے۔

قرآن کریم کی رو سے نبوت محمد عربی ﷺ پر ختم ہو گئی ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اب نہ کسی کے لیے وحی والہام اور مشاہدہ غیب کا کوئی امکان ہے اور نہ اس بناء پر کوئی عصمت و حفاظت اب کسی کو حاصل ہو سکتی ہے۔

اہل تصوف کے دین میں یہ سب چیزیں اب بھی حاصل ہو سکتی ہیں، ان کے نزدیک وحی اب بھی آتی ہے فرشتے اب بھی اترتے ہیں، عالم الغیب کا مشاہدہ اب بھی ہوتا ہے اور ان کے اکابر اللہ کی ہدایت اب بھی وہیں سے پاتے ہیں جہاں سے جبریل امین اسے پاتے اور جہاں سے یہ کبھی اللہ کے نبیوں نے پائی تھی، (ص: ۱۹۳)

اس کے بعد وہ آگے بڑھتے ہیں اور حریم نبوت میں یہ نقب لگانے کے بعد یزداں بہ کمند آورائے ہمت مردانہ، کانعرہ مستانہ لگاتے ہوئے لامکاں کی پنہائیوں میں داخل ہو جاتے ہیں (ص: ۱۹۹)

چنانچہ خدا کی بادشاہی میں وہ اس شان سے اس کے شریک ہو جاتے ہیں کہ خامہ تقدیر کو لوح محفوظ پر لکھتے ہوئے ہر لحظہ دیکھتے، دل کے خیالات کو جانتے، اس عالم کو صبح و شام تھامتے، سنبھالتے اور عالم امر میں ذات خداوندی کا آلہ بن جاتے ہیں (ص: ۲۰۱)

یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچنے کے بعد پھر وہ کہتے ہیں، اے جماعت انبیاء تمہیں صرف نبی کا لقب دیا گیا اور ہمیں وہ کچھ دیا گیا جس سے تم محروم ہی رہے، (ص: ۲۰۳)

اہل تصوف کے دین میں اللہ تعالیٰ کی یہ ساری ہدایت جو قرآن و سنت میں بیان ہوئی ہے، درحقیقت لوگوں کی اصلاح کے لیے ایک عمومی ضابطہ ہے جس سے زیادہ سے زیادہ اگر کوئی چیز حاصل کی جاسکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ظلم اور آخرت کے عذاب سے نجات پالیں، رہا اس سے آگے خواص اور انخاص الخواص کے مراتب فناء و بقاء اور تمکین تام تک پہنچنے کا طریقہ تو یہ ہدایت نہ اس کے لیے آئی ہے، اور نہ اس طرح کی کوئی چیز اس میں کسی شخص کو کبھی تلاش کرنی چاہیے (ص: ۲۰۶)

چنانچہ اس تصور کے تحت اوراد و اشغال اور چلوں اور مراقبوں کی ایک پوری شریعت ہے جو خدا کی شریعت سے آگے اور قرآن و سنت سے باہر، بلکہ ان کے مقاصد کے بالکل خلاف ان اہل تصوف نے طریقت کے نام سے رائج کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس کے بارے میں وہ برملا کہتے ہیں کہ اس کا علم جس طرح ہمارے مشائخ سے تعلق پیدا کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے، اس طرح کسی دوسرے طریقے سے اس کا حصول اب لوگوں کے لیے آسان نہیں رہا (ص: ۲۰۹)

یہ چند بنیادی نکات ہیں، ہماری یہ تحریر اس موضوع پر کسی مفصل بحث کے لیے نہیں ہے تاہم ان چند نکات ہی سے پوری طرح واضح ہے کہ تصوف فی الواقع ایک متوازی دین ہے جسے دین خداوندی کی روح اور حقیقت کے نام سے اس امت میں رائج کرنے کی کوشش کی گئی ہے (ص: ۲۱۰، طبع ۱۹۹۳)

(برہان، ص: ۱۸۱ تا ۲۱۰، طبع ششم فروری ۲۰۰۹ء جاوید احمد غامدی)

(۱۶)..... حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین

نواسہ رسول ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام خروج کے متعلق سوال کے جواب میں غامدی صاحب فرماتے ہیں (یزیدی) حکومت نے ایسے غفود و گزر سے کام لیا جس کی مثال نہیں ملتی (بحوالہ ماہنامہ ”ساحل“ کراچی، ص ۶۲، ۶۳، مئی ۲۰۰۷ء..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ان کے ساتھ کے لوگوں نے حملہ کر دیا تھا (ایضاً..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ اب تک سنا کہا گیا ہے وہ لوگوں کا مکروہ پروپیگنڈہ ہے جو تحقیق کے کسی معیار پر پورا نہیں اترتا، جس میں افسانہ تراشی کی گئی ہے (ایضاً..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بغاوت کر کے آئے تھے (ایضاً..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

شہداء کربلا اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ سو فیصد افسانہ تراشی ہے (ایضاً..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۱۷) مرد و عورت کی گواہی:

(۱) ثبوت جرم کے لیے قرآن مجید نے کسی خاص طریقے کی پابندی لازم نہیں ٹھہرائی، اس لیے یہ بالکل قطعی ہے کہ اسلامی قانون میں جرم ان سب طریقوں سے ثابت ہوتا ہے جنہیں اخلاقیات قانون میں مسلمہ طور پر ثبوت جرم کے طریقوں کی حیثیت سے قبول کیا جاتا ہے، اور جن کے بارے میں عقل تقاضا کرتی ہے کہ ان سے اسے ثابت ہونا چاہیے، چنانچہ حالات، قرائن، طبی معائنہ، پوسٹ مارٹم، انگلیوں کے نشانات، گواہوں کی شہادت، مجرم کے اقرار، قسم، قسامہ اور اس طرح کے دوسرے تمام شواہد سے جس طرح جرم دنیا میں ثابت ہوتے ہیں، اسلامی شریعت کے جرائم بھی ان سے بالکل اسی طرح ثابت قرار پاتے ہیں۔

اس سے مستثنیٰ صرف دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ کوئی شخص کسی ایسے شریف اور پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے جس کی حیثیت عرفی بالکل مسلم ہو، اس صورت میں قرآن کا اصرار ہے کہ اسے ہر حال میں چار عینی گواہ پیش کرنا ہوں گے۔

دوم یہ کہ کسی معاشرے میں اگر فتنہ عورتیں ہوں تو ان سے نمٹنے کے لیے قرآن مجید کی رو سے یہی کافی ہے کہ چار مسلمان گواہ طلب کیے جائیں، جو اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں فی الواقع زنا کی عادی ایک فتنہ عورت ہے۔

ان دو مستثنیات کے سوا اسلامی شریعت ثبوت جرم کے لیے عدالت کو ہرگز کسی خاص طریقے کا پابند نہیں کرتی، لہذا حدود کے جرائم ہوں یا ان کے علاوہ کسی جرم کی شہادت، ہمارے نزدیک یہ قاضی کی صوابدید پر ہے کہ وہ کس کی گواہی قبول کرتا ہے اور کس کی گواہی قبول نہیں کرتا، اس میں عورت اور مرد کی تخصیص نہیں ہے، عورت اگر اپنے بیان میں الجھے بغیر واضح طریقے پر گواہی دیتی ہے تو اسے محض اس وجہ سے رد نہیں کر دیا جائے گا کہ اس کے ساتھ کوئی دوسری عورت یا مرد موجود نہیں۔

یہ واضح رہے کہ ہمارے فقہاء کا استدلال، ہمارے نزدیک دو وجوہ سے محل نظر ہے۔

ایک یہ کہ واقعاتی شہادت کے ساتھ اس آیت کا سرے سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ دستاویزی شہادت کے متعلق ہے۔

دوسری یہ کہ آیت کے موقع محل اور اسلوب بیان میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اسے قانون و عدالت سے متعلق قرار دیا جائے، اس میں عدالت کو مخاطب کر کے یہ بات نہیں کہی گئی، اس کے مخاطب ادھار کالین دین کرنے والے ہیں۔

اس زمانے میں بعض لوگوں نے فقہاء کے اسی موقف کے حق میں سورہ نور کی آیت ۱۴، اور سورہ نساء کی آیت ۱۵ بالترتیب ”اربعة شہداء او اربعة منکم“ سے بھی استدلال کیا ہے، یہ بظاہر عربیت کے قواعد پر مبنی ایک دلیل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ علم و استدلال کی دنیا میں عربیت سے اس قدر اجنبی کوئی چیز شاید ہی کسی شخص نے کبھی دیکھی ہو (۱۹۸۷ء) (برہان ج ۳: ۲۵ تا ۳۴ طبع ششم فروری ۲۰۰۹ء)

(۲) سوال: غامدی صاحب کے نزدیک حدود آرڈیننس کا نیا بل شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ (عاقب خلیل خان)  
جواب: غامدی صاحب اس بل سے متفق نہیں ہیں ان کے نزدیک اس بل میں شریعت کی رہنمائی سے شدید انحراف موجود ہے، وہ اس بل میں موجود جن باتوں کو شریعت کی رہنمائی سے مختلف محسوس کرتے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) اس بل میں مسلم اور غیر مسلم کی گواہی اور مرد و عورت کی گواہی میں فرق کیا گیا ہے، ان کے خیال میں یہ چیز شریعت سے ثابت نہیں ہے۔

(۲) اس بل کے مطابق زنا کی سزا سو کوڑے اور زنا بالجبر کی سزا موت ہے، جب کہ غامدی صاحب کے نزدیک جرم کی دونو عینیں ہیں، ایک اس کی سادہ شکل ہے، جیسے زنا یا چوری اور دوسری وہ شکل ہے جس میں مجرم قانون کے خلاف قوت سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اس صورت میں زنا، زنا بالجبر کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور چوری، ڈاکے کی شکل اختیار کر لیتی ہے (اشراق، فروری ۲۰۰۹ء، ص: ۶۹..... محمد رفیع مفتی)

(۱۸)..... نصاب زکوٰۃ میں تبدیلی کا حق:

(۱) ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے، اور جن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے ان کے لیے عام دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کر سکتی ہے (قانون عبادت، ص ۱۱۹، طبع اپریل، ۲۰۰۵ء..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۲) سوال: کیا ریاست زکوٰۃ کے نصاب میں تبدیلی کر سکتی ہے؟ (اے کے فریدی)

جواب: استاد محترم غامدی صاحب کی تحقیق کے مطابق زکوٰۃ کے نصاب میں ریاست اجتہاد کر سکتی ہے، لہذا ریاست جو نصاب بھی طے کر دے گی، اس سے کم مال یا پیداوار پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی، وہ اپنی کتاب ”قانون عبادت“ میں زکوٰۃ کے حوالے سے بعض غلط فہمیوں کے دور کرنے کے لیے یہ لکھتے ہیں کہ

چند باتیں مزید واضح رہنی چاہئیں، ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے اور جن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے، ان کے لیے عام دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کر سکتی ہے، روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے اسی مقصد سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ نہیں لی اور مال مواشی اور زرعی پیداوار میں اس کا نصاب مقرر فرمایا، یہ نصاب درج ذیل ہے،

مال میں ۵ اوقیہ/۶۴۲ گرام چاندی پیداوار میں ۵ سق/۶۵۳ کلو گرام کھجور مواشی میں ۵ اونٹ، ۳۰ گائیں اور ۴۰ بکریاں

آپ کا ارشاد ہے ”قد عفوت عن الخیل والرقيق“ (میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے) اسی طرح فرمایا ہے۔

”لیس فیما دون خمسة اوسق من التمر صدقة، ولیس فیما دون خمس اواق

من الورد صدقة، ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقة“

..... (الموطا، رقم ۵۷۸)

۵۵ سبق سے کم کھجور میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے ۵۵ اوقیہ سے کم چاندی میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے اور ۵ سے کم اونٹوں میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے (۱۳۰، ۱۳۱)

نبی ﷺ سے یہ الفاظ واضح طور پر یہ بتا رہے ہیں کہ یہ نصاب نبی کریم ﷺ نے اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ عرب کی ریاست کا فرماں روا ہونے کی حیثیت سے مقرر فرمایا تھا، چنانچہ اگر ریاست محسوس کرے تو وہ اس میں تبدیلی کر سکتی ہے (اشراق، جون ۲۰۰۸ء ص: ۶۲..... محمد رفیع مفتی)

(۱۹)..... یہود و نصاریٰ کے لیے نبی کریم ﷺ پر ایمان:

سوال: سورہ بقرہ آیت ۶۲ اور سورہ مائدہ کی آیت ۶۹، جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان، عیسائی، یہودی اور صابی جو بھی اللہ پر ایمان رکھے گا، یوم حساب سے ڈرے گا اور نیک کام کرے گا، اس کے لیے اس کے رب کے پاس اجر ہوگا اور وہ ایسی زندگی میں ہوگا جس میں نہ کوئی خوف ہوگا، اور نہ کوئی غم، ان آیات سے کیا مراد ہے؟ کیا یہود و نصاریٰ اور صابین یا کسی بھی غیر مسلم کے لیے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے؟ (غلام یاسین)

جواب: یہ دونوں آیات دراصل، ایک ہی بات بیان کر رہی ہیں اور وہ یہ کہ انسان کے لیے بخشش کا اصل معیار اللہ اور آخرت پر ایمان اور عمل صالح ہے، اگر کوئی شخص ان پر پورا اترتا ہے اور اس نے کوئی ایسا جرم بھی نہیں کیا جو اس کے ایمان کے لازمی تقاضے کے خلاف ہو تو پھر اس کی بخشش ہو جائے گی (اشراق، جون ۲۰۰۸ء، ص: ۷۰..... محمد رفیع مفتی)

(۲۱/۲۰)

سوال: غامدی صاحب نے موسیقی کے بارے میں کہا تھا کہ یہ کوئی برا عمل نہیں ہے کہ اگر اسے صحیح استعمال کیا جائے، ایک تو انہوں نے موسیقی اور شاعری کو ایک ہی پیمانے میں ڈال دیا، پھر مجھے یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ موسیقی کا صحیح استعمال کیا ہے؟ (طارق بن یامین)

جواب: موسیقی کے حوالے سے آپ کا اشکال یہ ہے کہ موسیقی کا صحیح استعمال کیا ہے، گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ موسیقی کی رائج صورتوں میں تو قباحات ہی قباحات نظر آتی ہے، یہ درست ہے کہ گانوں کی شکل میں جو موسیقی ہر جگہ سنی سنائی جا رہی ہے، اسے ناقابل قبول قرار نہیں دیا جاسکتا، ہمارے نزدیک بھی اس طرح کی موسیقی سے پرہیز ہی کرنا چاہیے، لیکن دین کے ایک عالم کو اصولی بات بھی بتانا پڑتی ہے، اصولاً موسیقی کو ناجائز قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ موسیقی کے عمومی استعمال میں قباحات موجود ہے، اسے سامنے رکھتے ہوئے استاد محترم ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ اگر استعمال درست نہ ہو تو یہ گناہ ہے، جائز موسیقی کی بعض صورتیں ہمارے ہاں بھی موجود ہیں، جیسے جنگی اور ملی ترانے،

حمدیہ اور نعتیہ کلام، اچھے مضامین کی حامل غزلیں اور نظمیں جنہیں آلات موسیقی کے ساتھ فن موسیقی کے مطابق گایا جاتا ہے، موسیقی کے صحیح استعمال کی مثالیں ہیں۔ (اشراق، فروری ۲۰۰۸ء، ص: ۶۹..... طالب حسن) اسلام میں موسیقی:

سوال: کیا اسلام میں موسیقی حرام ہے؟ (عبدالرحمن مبین)

جواب: اسلام میں موسیقی حرام نہیں ہے، البتہ اگر موسیقی کے ساتھ کچھ حرام چیزیں (شراب، وکباب اور فحش رقص و سرور وغیرہ) شامل ہو جائیں تو پھر وہ حرام ہوگی، اسی طرح اگر موسیقی کی دھن ہی ایسی ہے کہ وہ انسان کے اندر سفلی جذبات پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے تو ایسی موسیقی بھی اپنی دھن کی شناعت کے درجے کے مطابق مکروہ یا حرام ہوگی، اگر معاملہ یہ ہے کہ نہ موسیقی کی دھن وغیرہ میں کوئی خرابی ہے اور نہ اس کے ساتھ کسی حرام چیز ہی کی آمیزش ہے تو پھر اس صورت میں موسیقی جائز ہوگی، لیکن اس جائز موسیقی کا بھی ایک مسئلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں زیادہ اشتغال انسان کے تزیے کے عمل کو خراب کرتا ہے اور اسے خدا سے غافل کرتا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ موسیقی میں اشتغال کو اشتغال بالادنی (کم درجے کی چیز میں مشغول ہونا) سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ موسیقی جائز تو ہے، لیکن اس درج بالا ساری بات کے مطابق ہی موسیقی کے جواز کا مفہوم طے کرنا چاہیے۔ (اشراق، جولائی ۲۰۰۸ء، ص: ۶۷..... محمد رفیع مفتی)

اسلام میں تصویر اور موسیقی:

سوال: تصویر اور موسیقی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے؟ (عدنان اکرم)

جواب: اسلام میں تصویر اور موسیقی بذات خود حرام نہیں ہیں، البتہ ان کے ساتھ اگر کوئی آلائش لگی ہوئی ہو تو وہ انہیں مکروہ یا حرام بنا دیتی ہے، مثلاً فحش تصاویر بنانا حرام ہے، مشرکانہ تصاویر اور مجسمے بنانا حرام ہے، اسی طرح وہ موسیقی جو سفلی جذبات پیدا کرتی ہے یا وہ جس کے ساتھ شراب و کباب کی محفلیں برپا ہوتی ہیں وہ حرام ہے، تصویر اور موسیقی کے بارے میں حدیثوں میں جو کچھ آیا ہے وہ اسی حوالے سے آیا ہے۔ (اشراق، مارچ، ۲۰۰۹ء، ص: ۶۹..... محمد رفیع مفتی)

(۲۲)..... بیہ:

بیہ یا انشورنس ایک نوعیت کا عقد معاونت ہے جس میں لوگ ایک متعین رقم بالا قسط اس لیے ادا کرتے ہیں کہ ان میں کسی کے جان و مال کو کوئی نقصان پہنچے تو لوگوں کی جمع شدہ رقم سے ایک مقررہ قاعدے کے مطابق اس کے نقصان کا ازالہ کر دیا جائے، یہ رقم کبھی واپس نہیں کی جاتی، بلکہ جو افراد یا ادارے یہ ذمہ داری اٹھاتے ہیں، انہیں

اس عقد معاونت کے شرکاء یہ حق بھی دیتے ہیں کہ اپنی اس خدمت کے معاوضے میں ان کی جمع شدہ رقم کو وہ جس طرح چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔

یہ ایک غیر معمولی سکیم ہے جو نقصانات کے ازالے اور مشکل حالات میں لوگوں کی معاونت کے لیے مرتب کی گئی ہے، اس کی افادیت اب ہر جگہ تسلیم کی جاتی ہے، اس میں بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی، لیکن علماء بالعموم اسے حرام قرار دیتے ہیں، ان کی طرف سے جو تین اعتراضات اس اسکیم پر کیے گئے وہ یہ ہیں:

(۱) یہ سود ہے اور سود اسلامی شریعت میں ممنوع ہے۔

(۲) یہ جوا ہے اور جوا بھی اسلامی شریعت میں ممنوع ہے۔

(۳) اس میں غرر، غبن، اور جہالت ہے جن کے ساتھ کوئی معاہدہ جائز نہیں۔

یہ تینوں اعتراضات، غور کیجئے تو بالکل بے بنیاد ہیں (اشراق، جون ۲۰۱۰ء، ص: ۲..... جاوید احمد غامدی)

(۲۳)..... میراث، وصیت:

سوال: ہم چار بھائی اور چار بہنیں ہیں، میری بڑی بہن (نسرین) آٹھ سال کی عمر میں ۱۹۴۶ء میں فوت ہو گئیں، میرا سوال یہ ہے کہ کیا سلیمہ، سلمان اور عدنان کا میرے باپ کی جائیداد میں حصہ ہے اور اگر ہے تو کتنا؟ (شاہد افضال)

جواب: آپ کا سوال سادہ لفظوں میں یہ ہے کہ جو بیٹا والد کی موجودگی میں فوت ہو جائے کیا اس کی اولاد دادا کی وراثت کی حقدار ہے؟

قرآن مجید میں جب وراثت کا حکم بیان ہوا تو اس میں اولاد، والدین، بیوی شوہر اور بہن بھائیوں کے حصے بیان ہوئے ہیں، ان حصوں کو بیان کرنے کے لیے انہی الفاظ کے عربی مترادفات آئے ہیں، میری مراد یہ ہے کہ یتیم پوتے کی وراثت کا براہ راست ذکر نہیں ہے، ہمارے نزدیک اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ یہ پوتا اپنے والد کے حصے کا حقدار نہ ہو، آپ نے جو صورت حال لکھی ہے، اس سے غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انہیں وراثت کے اس مال کی ضرورت نہیں ہے، یا آپ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ باقی لوگ ان کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہیں، معاملہ کچھ بھی ہو اس سے قانون وراثت کا کوئی تعلق نہیں ہے، ہمارے نزدیک آپ کے بھتیجے اور بھائی آپ کے والد کی وراثت میں اپنے والد یعنی آپ کے بھائی کے حصے کے حقدار ہیں۔ (اشراق، مارچ ۲۰۰۸ء، ص: ۶۳..... طالب محسن)

یتیم پوتے کی وراثت:

اولاد کے معاملے میں ایک صورت یہ بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک یا چند بچے آدمی کی زندگی میں مرجائیں اور ایک یا چند بچے اس کے مرنے کے بعد زندہ ہوں، فقہاء کا اجتہاد یہ ہے کہ اس صورت میں جو بچے مر گئے ہوں، ان کی اولاد کو دادا کی میراث نہیں پہنچے گی، اپنے چچاؤں کے ہوتے ہوئے وہ اس سے محروم کر دیے جائیں گے، الا یہ کہ دادا ان کے حق میں وصیت کرے، دور حاضر میں بعض اہل علم نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ فقہاء کا یہ اجتہاد درست معلوم نہیں ہوتا، پوتا بمنزلہ اولاد ہے، اس لیے بیٹے کی وفات کے بعد اس کو وہ حصہ ملنا چاہیے جو اس کا باپ زندہ ہوتا تو اسے ملتا، ہمارے نزدیک یہی رائے صحیح ہے۔ (اشراق، جون ۲۰۱۱ء، ص: ۲۰..... جاوید احمد غامدی)

وصیت کا حق:

تقسیم وراثت کا جو قانون قرآن میں بیان ہوا ہے اس میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ یہ تقسیم اس وصیت کے بعد ہے جو مرنے والا کسی کے لیے کرتا ہے، اس پر دو سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ وصیت کے لیے کوئی حد مقرر کی گئی ہے یا آدمی جس کے لیے جتنی چاہے وصیت کر سکتا ہے؟

دوسرا یہ کہ وصیت کیا ان لوگوں کے حق میں بھی ہو سکتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے میت کا وارث ٹھہرایا ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ میں کسی تحدید کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے علی الاطلاق فرمایا ہے کہ یہ تقسیم مرنے والے کی وصیت پوری کرنے کے بعد کی جائے گی، زبان و بیان کے کسی قاعدے کی رو سے اس اطلاق پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو بالکل قطعی ہے کہ ان کے لیے وصیت بر بنائے رشتہ داری نہیں ہو سکتی، مگر انہی وارثوں کی کوئی ضروریات یا ان میں سے کسی کی کوئی خدمت یا اسی نوعیت کی کوئی دوسری چیز تقاضا کرے تو وصیت یقیناً ہو سکتی ہے، اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ (۲۰۰۸ء) (مقامات، ص ۱۴۰، طبع اول نومبر ۲۰۰۸ء)

ii- فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ لڑکیوں کے حصے بہر صورت پورے تر کے میں سے دیے جائیں گے، ان حضرات کی یہی غلطی ہے جس کی وجہ سے انہیں عول کا وہ عجیب و غریب قاعدہ ایجاد کرنا پڑا ہے جس کو ماہرین فقہ و قانون کی بولچھو میں قیامت تک بلند ترین مقام حاصل رہے گا، کسی شخص نے کبھی علمی دنیا کے اعبوبوں کی تاریخ مرتب کرنا شروع کی تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارے علم میراث کی یہ یادگار اس میں سرفہرست ہوگی۔

حیرت ہوتی ہے کہ اسلوب بیان کی نزاکتوں کو سمجھنے اور آیات پر غور و تدبر کرنے کی بجائے ان حضرات نے یہ

چیتان اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیا ہے، اور اس کی دریافت کا سہرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر باندھا ہے (میزان: 50، نیا ایڈیشن..... بحوالہ عمار خان کا نیا اسلام، ص: ۱۴)

(۲۴)..... سور:

ان علاقوں میں جہاں سور کا گوشت بطور خوراک استعمال نہیں کیا جاتا وہاں اس کی کھال اور دوسرے جسمانی اعضاء کو تجارت اور دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرنا ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (ماہنامہ اشراق، ص ۷۹، شمارہ اکتوبر 1998ء..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

یہ سب چیزیں (خون، مردار، سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ) جس طرح کہ قرآن کی ان آیات میں واضح ہے صرف خورد و نوش کے لیے حرام ہیں، رہے ان کے دوسرے استعمالات تو وہ بالکل جائز ہیں (میزان، ص ۳۲۰، طبع دوم، اپریل 2002ء..... بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۲۵)..... سنت:

سنت دین ابراہیمی کی وہ روایت جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید و اصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے (میزان، ص: ۱۴، طبع مئی ۲۰۱۴ء)

یعنی مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ کے طریقے، اس کی وضاحت اگلی عبارت میں موجود ہے (ناقل) قرآن کے بعد نہیں بلکہ قرآن سے مقدم ہے، (یعنی یہود و نصاریٰ کے طریقے قرآن پر حاکم ہیں) (ناقل) اس لیے وہ لازماً اس کے حاملین کے اجماع و تواتر ہی سے اخذ کی جائے گی، یعنی دین کو مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ سے اخذ کیا جائے گا (ناقل) قرآن میں اس کے جن احکام کا ذکر ہوا ہے، ان کی تفصیلات بھی اسی اجماع و تواتر پر مبنی روایت یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی روایت (ناقل) سے متعین ہوں گی، انہیں قرآن سے براہ راست اخذ کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی (میزان، ص: ۴۷، طبع مئی ۲۰۱۴ء)

مطلب یہ ہوا کہ اگر قرآن میں کوئی ایسی بات آگئی جو مشرکین یا یہود و نصاریٰ کے فکرو عمل کے خلاف ہے تو قرآن کی بناء پر ان کفار کے فکرو عمل کو نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ ان کفار کے فکرو عمل کی بناء پر قرآن کو چھوڑ دیا جائے گا (ناقل)

غامدی صاحب کے کچھ مزید خیالات:

اسلام میں پردے کا حکم:

سوال: پردے کے بارے میں صحیح نقطہ نظر کیا ہے؟ (صبیحہ خان)

جواب: بالغ عورت کے لیے پردے کا وہ تصور جو ہمارے ہاں پایا جاتا ہے یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ یہ بات غلط ہے کہ عورت کو نامحرموں سے اپنا چہرہ، ہاتھ اور پاؤں لازمًا چھپانا چاہیئے، صحیح بات یہ ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان کے میل جول کے موقعوں کے حوالے سے کچھ ضروری آداب سکھائے گئے ہیں، ان آداب کا ذکر قرآن مجید کی سورہ نور میں موجود ہے، ان میں غص بصر، شرم گاہوں کی حفاظت اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کرنے کا حکم تو موجود ہے، لیکن نامحرموں سے اپنے چہرے ڈھانکنے کا حکم موجود نہیں ہے۔

چنانچہ ایک مسلمان خاتون نامحرموں کے سامنے اپنا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھلے رکھ سکتی ہے، اس کے علاوہ وہ ایسا لباس اور چادر وغیرہ پہنے گی جس سے اس کی زینتیں ہرگز ظاہر نہ ہوں، چہرہ کھلا رکھنے کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ عورت کو چہرے کی زینتیں جان بوجھ کر نمایاں کرنے اور دکھانے کی اجازت دے دی گئی ہے، نہیں بلکہ جس چیز کی اجازت دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں وغیرہ کی حد تک جو زینت عام طور پر ظاہر ہو جایا کرتی ہے، اسلام میں اس کو روا رکھا گیا ہے، چنانچہ کوئی عورت چہرے کی زینت کو بھی جان بوجھ کر ظاہر نہیں کر سکتی۔

سورہ نور کے علاوہ سورہ احزاب میں نبی کریم ﷺ کی ازواج کے حوالے سے بعض احکام دیے گئے ہیں، ان میں یہ بات موجود ہے کہ اگر کسی کو ان سے کوئی چیز مانگنی ہے تو وہ پردے کی اوٹ سے مانگے، لیکن یہ اور اس طرح کے کچھ اور احکام اصلاً آپ کی ازواج ہی کے ساتھ خاص تھے، جیسا کہ سورہ احزاب کے اپنے الفاظ سے پتا چلتا ہے، اسی سورہ نور میں مدینے میں موجود منافقین کی شرارتوں سے بچنے کی غرض سے مسلمان عورتوں کو باہر نکلتے ہوئے اپنے اوپر بڑی چادر لینے کا حکم دیا گیا، سورہ کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ یہ حکم اسی صورت حال سے نپٹنے کے لیے ایک حل کے طور پر دیا گیا تھا، اسے سورہ نور میں موجود احکام کی طرح شریعت کا مستقل حصہ نہیں بنایا گیا تھا، پردے کے معاملے میں علمائے امت میں اختلاف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ انہوں نے ان سب احکام کو بالواسطہ طور پر پوری امت سے متعلق سمجھ لیا ہے۔ (اشراق، اگست ۲۰۰۸ء، ص: ۵۹..... محمد رفیع مفتی)

پردہ:

سوال: اسلام میں عورتوں کے حجاب کے حوالے سے کیا تصور پایا جاتا ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ وہ نامحرم افراد سے اپنے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کو چھپائیں اور ان کے ساتھ درشتی سے بات کیا کریں؟ (محمد کامران)

جواب: بالغ عورت کے لیے پردے کا وہ تصور جو ہمارے ہاں پایا جاتا ہے، یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ یہ بات غلط ہے کہ عورت کو نامحرموں سے اپنا چہرہ، ہاتھ اور پاؤں لازمًا چھپانا چاہیئے، اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے کہ عورت کو مردوں کے ساتھ درشتی سے بات کرنی چاہیئے، مزید تفصیل کے لیے آپ غامدی صاحب کی

تصنیف ”میزان“ کے باب ”قانون معاشرت“ میں مردوزن کا اختلاط کی بحث کا مطالعہ کر سکتے ہیں (اشراق، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۳..... محمد رفیع مفتی)

اسلام میں پردے کے احکام:

سوال: اسلام میں پردے کے اصل احکام کیا ہیں؟

جواب: میں پردے کی بجائے آداب کا لفظ زیادہ موزوں سمجھتا ہوں، یعنی اختلاط مردوزن کے کچھ آداب ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں، پردے کا لفظ نہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اور نہ ہی حدیث میں، البتہ یہ ازواج مطہرات کے بارے میں ضرور استعمال ہوا ہے اور ان کے لیے اس کے بالکل الگ احکام ہیں جو سورۃ احزاب میں بیان ہوئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت رسالت مآب ﷺ کے گھرانے کے لیے جو صورت حال پیدا کر دی گئی تھی، اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ خصوصی احکام دیے، انہی احکام کو بالعموم لوگ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، لیکن قرآن نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ ان احکام کا عام مسلمان عورتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

عام مسلمان عورتوں کے لیے جو احکام دیے گئے ہیں، وہ سورۃ نور میں بڑی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں، یہاں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی بات: مردوں اور عورتوں دونوں کو الگ الگ خطاب کر کے یہ بات کہی گئی ہے کہ اپنی نگاہوں پر پہرہ بٹھاؤ، عام حالات میں تو ہم جب کوئی حکم دیتے ہیں تو بس مذکر کے صیغے استعمال کر دیتے ہیں، وہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہوتا ہے، لیکن قرآن مجید نے وہاں اہتمام کیا اور یہ کہا کہ ”قل للمؤمنین، قل للمؤمنات“ اے پیغمبر آپ مسلمان مردوں سے یہ کہہ دیں، اے پیغمبر! آپ مسلمان عورتوں سے یہ کہہ دیں۔

دوسری بات: یہ ہے کہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، یعنی ان کے اندر ایک دوسرے کے لیے کوئی میلان پیدا نہیں ہونا چاہیئے، لباس کا تمہیں خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ اعضاء کو نمایاں کرنے والا نہ ہو۔

تیسری بات: یہ کہی ہے کہ عورتوں کو اپنے سینوں کو بھی اچھی طرح ڈھانپ کر رکھنا چاہیئے۔

چوتھی بات: اور آخری بات بھی عورتوں ہی سے متعلق ہے اور وہ یہی ہے کہ عورتیں زیب و زینت کرتی ہیں، زیورات پہنتی ہیں، اگر وہ یہ پہنے ہوئے ہوں تو پھر ان کو چھپا کر رکھیں، صرف ہاتھ پاؤں اور چہرے کی زیبائش اس سے مستثنیٰ ہے، یہ بہت ہی قابل عمل اور بڑے ہی سادہ احکام ہیں، اگر آپ ان پر غور کریں تو ان میں ایک شرافت ہے جو پیدا کرنا مقصود ہے، یہی بات ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے، اور رسالت مآب ﷺ نے حدیثوں میں بھی اسی کو بیان کیا ہے، اس سے زائد کوئی بات حدیث کے پورے ذخیرے میں نہیں ملتی (اشراق، نومبر ۲۰۰۹ء، ص: ۳۴..... جاوید احمد غامدی)

تین طلاق:

سوال: استمداد اور قربانی و نذر اور پکار (لغیر اللہ استغاثہ) دفعۃً تین طلاقوں کا تین ہونا، ہد ہا اور غملہ کے لیے مرفوع احادیث بیان کریں (پرویز قادر)

جواب: تین طلاقوں کا ایک طلاق ہونا ایک فقہی بحث ہے، اس میں استدلال کا مدار کن روایات پر ہے، اس کا خلاصہ ابن رشد نے اپنی کتاب ”بدائیۃ المجتہد“ میں بخوبی بیان کیا ہے، میں اسے آپ کے لیے نقل کر دیتا ہوں۔ ان کے استدلال کی بنیاد حضرت ابن عباسؓ کی حدیث پر بھی ہے، جس کی تخریج امام مسلم (رقم ۱۴۷۲) اور امام بخاری نے کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں حضرت ابو بکر صدیق کے دور میں اور حضرت عمر فاروق کی خلافت کے دوسالوں میں تین طلاقیں ایک ہی قرار دی جاتی تھیں، حضرت عمر فاروق نے تینوں کو نافذ کر دیا، ان حضرات کے استدلال کی بنیاد ابن اسحاق کی روایت پر بھی ہے جو انہوں نے عکرمہ سے بواسطہ ابن عباس بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں اور اس پر انہیں شدید قلق ہوا اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے طلاق کس طرح دی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں ہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ تو ایک ہی طلاق ہے تم اس سے رجوع کر لو (ابوداؤد، رقم ۲۲۰۶: ابن ماجہ، رقم ۲۰۵۱) (اشراق، مئی ۲۰۰۸ء، ص: ۵۶..... طالب حسن)

غصہ میں دی گئی طلاق مثلاً:

سوال: میں نے اپنی بیوی کو شدید غصہ کی حالت میں تین طلاقیں دے دی ہیں، اب میں بہت پریشان ہوں کہ میں کیا کروں؟ ازراہ مہربانی آپ اس کے بارے میں اپنی رائے دیں۔ (محمد عمیر فیاض)

جواب: استاذ محترم جاوید احمد صاحب غامدی کے نزدیک غصہ سے مغلوب ہو کر دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”لا طلاق ولا اعتاق فی غلاق“ (ابوداؤد، رقم ۱۲۹۳) غصے سے مغلوب ہو کر دی ہوئی طلاق مؤثر ہوتی ہے اور نہ غلام کی آزادی کا فیصلہ۔ (اشراق، جولائی ۲۰۰۸ء، ص: ۶۰..... محمد رفیع مفتی)

حج میں محرم کی شرط:

استاذ محترم غامدی صاحب کے نزدیک اس زمانے میں چونکہ عورت کے لیے سفر محفوظ ہو گیا ہے، لہذا غیر محفوظ سفر کے زمانے میں محرم کے ساتھ ہونے کی جو ہدایت دی گئی تھی، ان حالات میں اب اس کا اطلاق نہیں ہوتا (اشراق، جولائی ۲۰۰۸ء، ص: ۶۸..... محمد رفیع مفتی)

دوران نماز اردو میں تسبیحات:

رکوع اور سجدے میں اردو زبان میں دعائیں کی جاسکتی ہیں۔ (اشراق، نومبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۵..... محمد رفیع

مفتی)

اپنی زبان میں نماز پڑھنا:

وہ اذکار اور دعائیں جو امام اور مقتدی اپنے طور پر پڑھتے ہیں وہ استاذ محترم جاوید احمد غامدی صاحب کی

رائے کے مطابق اپنی زبان میں پڑھی جاسکتی ہیں۔ (اشراق، جنوری ۲۰۱۰ء، ص: ۶۴..... محمد رفیع مفتی)

وتر کا طریقہ:

وتر کی نماز کی رکعات لازماً طاق ہوتی ہیں، اس کی ادائیگی کا بہترین وقت تہجد ہی کا وقت ہوتا ہے، پڑھنے

کا طریقہ کوئی خاص مختلف نہیں ہے، آپ تہجد کے نوافل چار، چھ، آٹھ، جتنے بھی پڑھنا چاہتے ہیں وہ پڑھیں، اس کے

بعد وتر کی ایک، تین، یا جتنی طاق رکعتیں بھی آپ پڑھنا چاہیں وہ عام طریقے سے پڑھیں، سوائے اس کے کہ آخری

رکعت میں سورہ فاتحہ اور قرآن کی آیات کی تلاوت کے بعد تکبیر دوبارہ کہہ کر دوبارہ ہاتھ باندھیں اور دعائے قنوت

پڑھیں، پھر رکوع میں چلے جائیں۔ (اشراق، نومبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۵..... محمد رفیع مفتی)

مرد و عورت کے مابین تفریق:

سوال: کیا دین نے عورتوں اور مردوں کے احکام میں فرق کیا ہے؟ بعض معاشروں میں عورتوں کے

ساتھ تفریق کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے مثلاً سعودی عرب میں عورتیں گاڑی نہیں چلا سکتیں۔

جواب: اگر آپ، رسالت مآب ﷺ کے دور کا مطالعہ کریں تو ہمیں وہاں ایسی کوئی تفریق نظر نہیں

آتی، اس طرح کی کوئی چیز نہ تو رات میں ہے، نہ زبور و انجیل میں اور نہ ہی قرآن میں، قرآن مجید میں یہ بات کہیں بھی

موجود نہیں کہ عورت گاڑی نہیں چلا سکتی یا اس کو اگر باہر شاپنگ کے لیے جانا ہے تو اسے کسی کے ساتھ لے جانے والے

کا اہتمام کرنا ہوگا۔ (اشراق، نومبر ۲۰۰۹ء، ص: ۳۱..... جاوید احمد غامدی)

تبلیغی جماعت:

تبلیغی جماعت کئی پہلوؤں سے مفید اور کارآمد خدمات سرانجام دے رہی ہے، تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ کئی

پہلوؤں سے تبلیغی جماعت کے کام میں بہتری لانے کی ضرورت ہے، ہمارے نزدیک اس میں سب سے اہم

اور بنیادی بات یہ ہے کہ تبلیغی جماعت جس نصاب کی بنیاد پر عام لوگوں تک دین کی دعوت پہنچاتی ہے اس کا بڑا حصہ

ضعیف اور موضوع روایات پر مشتمل ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کریم کی شکل میں جو عظیم ترین نعمت ہمیں حاصل

ہے، اس کو بنیاد بنا کر یہ کام نہیں کیا جا رہا، ہمارے نزدیک قرآن کریم جب کسی دینی دعوت کی بنیاد نہ ہو تو ایسے دعوتی کام میں افراط و تفریط کا پیدا ہو جانا لازمی ہو جاتا ہے، جہاں ان لوگوں کا سوال ہے جوٹی وی چینلز کو ذریعہ بنا کر دین کے حوالے سے کام کر رہے ہیں تو ان کو بھی غلط نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ (اشراق، جنوری ۲۰۱۱ء، ص: ۵۰..... ریحان احمد یوسفی)

مرد و عورت کی دیت میں عدم تفریق:

دیت کا جو قانون قرآن میں بیان ہوا ہے، اس کے متعلق یہ دو سوالات اس زمانے میں بہت کچھ موضوع بحث رہے ہیں۔

ایک یہ کہ کیا دیت کی کوئی مقدار شریعت میں مقرر کر دی گئی ہے اور اس کے مطابق کیا مرد کے مقابلہ میں عورت کی دیت فی الواقع نصف ہے؟

دوسرا یہ کہ دیت کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کیا اس معاشی نقصان کا بدل ہے جو مجرم کی طرف سے مقتول کے وارثوں یا خود مجروح کو پہنچتا ہے یا جان یا عضو کی قیمت ہے یا اس کے سوا کوئی تیسری چیز ہے؟

اس بحث سے یہ حقیقت پوری طرح مبرہن ہو جاتی ہے کہ اسلام نے دیت کی کسی خاص مقدار کا ہمیشہ کے لیے تعین کیا ہے نہ عورت اور مرد، غلام اور آزاد اور کافر اور مومن کی دیتوں میں کسی فرق کی پابندی ہمارے لیے لازم ٹھہرائی ہے، اس کی مقدار، نوعیت اور دوسرے تمام امور میں قرآن کا یہی حکم ہے کہ معروف یعنی معاشرے کے دستور اور رواج کی پیروی کی جائے (برہان، ص: ۲۳ تا ۲۴، طبع ششم، فروری ۲۰۰۹ء)

طلاق کا حق:

جس طرح یہ ذمہ داری مرد پر عائد ہو جاتی ہے کہ عورت اور اس کے بچوں کی تمام معاشی ضرورتیں اب وہ پوری کرے گا، اسی طرح عورت بھی پابند ہو جاتی ہے کہ اگر خدا نخواستہ نباہ نہ ہو سکے تو علیحدگی کا کوئی اقدام وہ مرد سے معاملہ کیے بغیر نہ کرے، چنانچہ طلاق کی نوبت آجائے تو وہ طلاق دے گی نہیں بلکہ طلاق کا مطالبہ کرے گی، عام حالات میں توقع یہی ہے کہ ہر شریف النفس آدمی نباہ کی کوئی صورت نہ پا کر یہ مطالبہ مان لے گا، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو عورت کیا کرے؟ اس سوال کا کوئی جواب شریعت نے نہیں دیا بلکہ زندگی کے دوسرے معاملات کی طرح اسے ہمارے اجتہاد کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ ریاست کی سطح پر یہ قانون بنا دینا چاہئے کہ مطالبہ طلاق کے بعد اگر شوہر نوے دن کے اندر طلاق نہیں دیتا تو نکاح آپ سے آپ فسخ ہو جائے گا، اور اموال و ملک سے متعلق اگر کوئی نزاع ہے تو فریقین

عدالت سے رجوع کریں گے، دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت جو نکاح نامہ رائج ہے اس میں حق طلاق کی تفویض کا کالم ختم کر کے درج ذیل عبارت نکاح نامہ کی ابتداء میں درج کر دی جائے:

”یہ نکاح اس شرط کے ساتھ منعقد ہوا ہے کہ بیوی اگر کبھی تحریری طور پر طلاق کا مطالبہ کرے گی تو شوہر نوے دن کے اندر اندر اسے طلاق دینے کا پابند ہوگا، وہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو یہ مدت گزر جانے کے بعد اس کی طرف سے بیوی پر آپ سے طلاق واقع ہو جائے گی (مقامات، ص ۱۲۷، طبع اول نومبر ۲۰۰۸ء)

سر کی اوڑھنی:

اس سے واضح ہے کہ سر کے معاملہ میں بھی پسندیدہ بات یہی ہونے چاہیے اور بناؤ سنگھار نہ بھی کیا ہو تو عورتوں کو دوپٹا سر پر اوڑھ کر رکھنا چاہیے، یہ اگرچہ واجب نہیں ہے لیکن مسلمان عورتیں جب مذہبی احساس کے ساتھ جیتی اور خدا سے زیادہ قریب ہوتی ہیں تو وہ یہ احتیاط لازماً ملحوظ خاطر رکھتی ہیں اور کبھی پسند نہیں کرتیں کہ کھلے سر اور کھلے بالوں کے ساتھ اجنبی مردوں کے سامنے ہوں۔ (مقامات، ص ۱۵۰، طبع اول نومبر ۲۰۰۸ء)

نیل پالش:

عورتیں اپنے ناخن کسی نہ کسی چیز سے رنگتی رہی ہیں، ہمارے زمانے میں اس کے لیے مختلف اقسام کی نیل پالش ایجاد ہو گئی ہے، مہندی وغیرہ کے برعکس اس کی موٹی تہ چونکہ ناخن پر جم جاتی ہے اس لیے یہ سوال پیدا ہوا کہ اس کے ساتھ وضو کیا کیا جائے؟ اس کے تین جواب دیے گئے ہیں۔

تیسرا یہ کہ اسے جرابوں کے مسح پر قیاس کرنا چاہیے، چنانچہ نیل پالش اگر وضو کر کے لگائی گئی تو اتارنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے اوپر ہی وضو کر لیا جائے گا، لیکن وضو کے بغیر لگائی ہے تو اس کو اتار کر وضو کرنا چاہیے۔

ہمارے نزدیک یہی تیسرا مسلک قابل ترجیح ہے، یہ احتیاط کا مسلک ہے (مقامات، ص ۱۵۱، طبع اول

نومبر ۲۰۰۸ء)

صحیح مسالک:

سوال: دین کے اعتبار سے کون کون سے مسالک صحیح ہیں؟

جواب: دین کے بارے میں جو مسالک، مکاتب فکر یا نقطہ ہائے نظر اس وقت موجود ہیں انہیں انسانوں ہی نے اپنے فہم کی روشنی میں قائم کیا ہے، ان میں سے کسی مکتب فکر کی ضروری نہیں کہ ہر بات صحیح ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر بات غلط ہو، علم و فکر کے اعتبار سے کسی بھی انسانی کاوش کو بالکل صحیح نہیں کہا جاسکتا، میں جو دین آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اس کے بارے میں یہ دعویٰ ہرگز نہیں کر سکتا کہ یہ سارے کا سارا لازماً صحیح ہوگا، میری اپنی تاریخ

مجھے بتاتی ہے کہ میں نے اپنی قائم کی ہوئی بہت سے آراء سے رجوع کیا ہے، اب سے پہلے کسی رائے کو میں اپنے علم و عقل کے مطابق صحیح سمجھتا تھا اور پورے یقین کے ساتھ اس کو بیان کرتا تھا، آج میں اپنے علم و عقل کی روشنی میں اس رائے کو غلط سمجھتا ہوں، میرے ایمان و یقین کا معاملہ اصل میں میرے فہم کے ساتھ وابستہ ہے، اس معاملے میں صحیح رویہ یہی ہے کہ ہمیں ہر وقت اپنے دل و دماغ کو کھلا رکھنا چاہیے اور اپنی رائے کے تعصب میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے، چنانچہ مکاتب فکر کے بارے میں یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ فلاں مکتب فکر حقیقت کے زیادہ قریب ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں مکتب فکر سرتاپا حق ہے، حق کی حتمی حجت کی حیثیت صرف اور صرف اللہ کے پیغمبر کی بات کو حاصل ہے، اس کو معیار بنا کر آپ کسی بات کے رد یا قبول کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ (سوال و جواب، ہٹس، ۱۹۹۶ء، تاریخ اشاعت ۲۵ ستمبر ۲۰۰۹ء..... جاوید احمد غامدی)

دین اسلام کا غامدی ایڈیشن:

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، کم و بیش ربع صدی کے مطالعہ و تحقیق سے میں نے اس دین کو جو کچھ سمجھا ہے وہ اپنی اس کتاب میں بیان کر دیا ہے، اس کی ہر محکم بات کو پروردگار کی عنایت اور میرے جلیل القدر استاذ امام امین احسن اصلاحی کے رشحات فکر سے اخذ و استفادہ کا نتیجہ سمجھیے، اس میں کوئی کمزور بات نظر آئے تو اس کو میری کوتاہی علم پر محمول کیجئے، (جاوید، المور دلا ہو ۱۰/۱۰ اپریل ۱۹۹۰ء، میزان، ص: ۱۱، طبع ۲۰۱۴ء)

دین کا تنہا ماخذ:

دین اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جو اس نے پہلے انسان کی فطرت میں الہام فرمائی اور اس کے بعد اس کی تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ اپنے پیغمبروں کی وساطت سے انسان کو دی ہے، اس سلسلہ کے آخری پیغمبر محمد ﷺ ہیں، چنانچہ دین کا تنہا ماخذ اس زمین پر اب محمد ﷺ کی ذات والا صفات ہے، صرف انہی کی ہستی ہے کہ جس سے قیامت تک بنی آدم کو ان کے پروردگار کی ہدایت میسر ہو سکتی ہے، اور یہ صرف انہی کا مقام ہے کہ اپنے قول و فعل اور تقریر و تصویب سے وہ جس چیز کو دین قرار دیں وہی اب رہتی دنیا تک دین حق قرار پائے۔ (میزان، ص: ۱۳، طبع ۲۰۱۴ء)

توہین رسالت کی سزا:

توہین رسالت کی سزا کا جو قانون ریاست پاکستان میں نافذ ہے، اس کا کوئی ماخذ قرآن و حدیث میں تلاش نہیں کیا جاسکتا، اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ قانون کہاں سے اخذ کیا گیا؟ اس سوال کے جواب میں بعض اہل علم نے فرمایا کہ یہ سورہ مائدہ کی آیات ۳۳، ۳۴ سے ماخوذ ہو سکتا ہے، ان کا یہ ارشاد ہے کہ مائدہ کی ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ

نے محاربہ اور فساد فی الارض کی سزا بیان فرمائی ہے اور اس کے رسول کی توہین و تحقیر بھی محاربہ ہی کی ایک صورت ہے، آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑیں گے اور زمین پر فساد برپا کرنے کی کوشش کریں گے، ان کی سزا پھر یہی ہے کہ عبرت ناک طریقے سے قتل کر دیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹ دیے جائیں، یا انہیں علاقہ بدر کر دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے ایک بڑا عذاب ہے، مگر ان کے لیے نہیں جو تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ کر لیں، سو (ان پر زیادتی نہ کرو) اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ بخشنے والا ہے اس کی شفقت ابدی ہے۔“

اس قانون کے ماخذ سے متعلق دوسرے نقطہ ہائے نظر کی طرح یہ رائے بھی ہمارے نزدیک محل نظر ہے۔ اول اس لیے کہ آیت میں ”یحاربون“ کا لفظ ہے، یہ لفظ تقاضا کرتا ہے کہ آیت میں جو سزائیں بیان ہوئی ہیں وہ اسی صورت میں دی جائیں جب مجرم سرکشی کے ساتھ توہین پر اصرار کرے، فساد انگیزی پر اتر آئے، دعوت و تبلیغ، تلقین و نصیحت اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے، بلکہ مقابلہ کے لیے کھڑا ہو جائے، آدمی الزام سے انکار کرے یا اپنی بات کی وضاحت کر دے اور اس پر اصرار نہ کرے تو لفظ کے کسی مفہوم میں بھی اسے محاربہ یا فساد قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ثانیاً اس لیے کہ اقرار و اصرار کے بعد بھی مجرم قانون کی گرفت میں آنے سے پہلے توبہ اور رجوع کر لے تو قرآن کا ارشاد ہے کہ اس پر حکم کا اطلاق نہیں ہوگا، چنانچہ فرمایا کہ توبہ کرنے والوں کو یہ سزائیں نہیں دی جاسکتیں، اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ کاروائی سے پہلے انہیں توبہ و اصلاح کی دعوت دینی چاہیے اور بار بار توجہ دلانی چاہیے کہ وہ خدا اور رسول کے ماننے والے ہیں تو اپنی عاقبت برباد نہ کریں اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں، اور ماننے والے نہیں ہیں تو مسلمانوں کے جذبات کا احترام کریں اور اس جرم شنیع سے باز آجائیں۔

ثالثاً اس لیے کہ آیت کی رو سے یہ ضروری نہیں کہ انہیں قتل ہی کیا جائے، اس میں یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات تقاضا کرتے ہوں تو عدالت اسے کم تر سزا بھی دے سکتی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ اس طرح کے مجرموں کو علاقہ بدر کر دیا جائے۔

اس وقت جو قانون نافذ ہے، ان میں سے کوئی بات بھی اس میں ملحوظ نہیں رکھی گئی، وہ مجرد شہادت پر سزا دیتا ہے، اس میں انکار یا اقرار کو بھی وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کا آیت تقاضا کرتی ہے، سرکشی اور اصرار بھی ضروری نہیں ہے، دعوت و تبلیغ اور اس کے نتیجے میں توبہ اور اصلاح کی بھی گنجائش نہیں ہے، اس کی رو سے قتل کے سوا کوئی

دوسری سزا بھی نہیں دی جاسکتی، علماء اگر آیت محاربہ کو قانون کا ماخذ مان کر اس کے مطابق ترمیم کے لیے راضی ہو جائیں تو اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے؟ اس کے نتیجہ میں وہ تمام اعتراضات ختم ہو جائیں گے جو اس وقت اس قانون پر کیے جا رہے ہیں، قرآن اس معاملہ میں بالکل واضح ہے کہ موت کی سزا کسی شخص کو دو ہی صورتوں میں دی جاسکتی ہے، ایک یہ کہ وہ کسی کو قتل کر دے، دوسرے یہ کہ ملک میں فساد برپا کرے اور لوگوں کی جان، مال و آبرو کے لیے خطرہ بن جائے، آیت محاربہ کے مطابق ترمیم کر دی جائے تو قرآن کا یہ تقاضا پورا ہو جائے گا، پھر یہی نہیں، قانون بڑی حد تک اُس نقطہ نظر کے قریب بھی ہو جائے گا جو فقہ اسلامی کے جلیل القدر امام ابو حنیفہ اور جلیل القدر محدث امام بخاری نے اختیار فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک یہی نقطہ نظر اس معاملے میں قرین صواب ہے، ریاست پاکستان میں احناف کی اکثریت ہے، لیکن باعث تعجب ہے کہ قانون سازی کے موقع پر ان کی رائے یکسر نظر انداز کر دی گئی ہے، چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ موجودہ قانون قرآن کے بھی خلاف ہے، حدیث کے بھی خلاف ہے اور فقہائے احناف کی رائے کے بھی خلاف ہے، اسے لازماً تبدیل ہونا چاہیے، یہ پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا باعث بن رہا ہے۔

(۲)

توہین رسالت کی سزا کے جو واقعات بالعموم نقل کیے جاتے ہیں، ان کی حقیقت بھی سمجھ لینی چاہیے، ابورافع ان لوگوں میں سے تھا جو غزوہ خندق میں قبائل کو مدینہ پر چڑھالانے کا مجرم تھا، ابن اسحاق کے الفاظ میں ”فیمن حزب الاحزاب علی رسول اللہ ﷺ“ کعب بن اشرف کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ غزوہ بدر کے بعد اس نے مکہ جا کر قریش کے مقتولین کے مریضے کہے جن میں انتقام کی ترغیب تھی، مسلمان عورتوں کا نام لے کر تشبیہ لکھی اور مسلمانوں کو اذیت پہنچائی، رسول اللہ ﷺ کی حکومت میں رہتے ہوئے آپ کے خلاف لوگوں کو برا بیچنے کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ بعض روایتوں کے مطابق آپ کو دھوکے سے قتل کر دینا چاہا، عبد اللہ بن نخل کورسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کی تحصیل کے لیے بھیجا، اس کے ساتھ ایک انصاری اور ایک مسلمان خادم بھی تھا، راستے میں حکم عدولی پر اس نے خادم کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا، پھر یہی نہیں، یہ تینوں خدا کے رسول کی طرف سے اتمام حجت کے باوجود آپ کی تکذیب پر مصر رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قانون قرآن میں جگہ جگہ بیان فرمایا ہے کہ رسولوں کے براہ راست مخاطبین عذاب کی زد میں ہوتے ہیں، چنانچہ معاندات پر آئیں تو قتل بھی کیے جاسکتے ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ یہ محض توہین کے مجرم نہیں تھے، بلکہ ان سب جرائم کے مرتکب بھی ہوئے تھے، لہذا انہی کی پاداش میں قتل کیے گئے، عبد اللہ بن نخل ایک خونی مجرم تھا، اس کے بارے میں اسی بناء پر حکم دیا گیا کہ کعبے کے پردوں میں بھی چھپا ہوا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔

اسی طرح کے مجرم تھے جن کا ذکر سورہ احزاب میں ہوا ہے، خدا کے پیغمبر سے مسلمانوں کو برگشتہ اور بدگمان کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کی اخلاقی ساکھ بالکل برباد کر دینے کے لیے یہ ان کی خانگی زندگی کے بارے میں افسانے تراشتے، بہتان لگاتے اور اسکیٹنڈل پیدا کرتے تھے، ازواج مطہرات سے نکاح کے ارمان ظاہر کرتے تھے، مسلمانوں میں گھبراہٹ پھیلانے اور ان کے حوصلے پست کرنے کے لیے طرح طرح کی افواہیں اڑاتے تھے، مسلمان عورتیں جب رات کی تاریکی میں یا صبح منہ اندھیرے رفع حاجت کے لیے نکلتی تھیں، تو ان کے درپے آزار ہوتے اور اس پر گرفت کی جاتی تو اس طرح کے بہانے تراش کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے تھے کہ ہم نے تو فلاں اور فلاں لونڈی سمجھ کر ان سے فلاں بات معلوم کرنا چاہی تھی، ان کے بارے میں یہ سب چیزیں قرآن کے اشارات سے بھی واضح ہیں اور روایتوں میں بھی صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہی، چنانچہ فرمایا کہ مسلمان عورتیں اپنی کوئی چادر اوپر ڈال کر باہر نکلیں تاکہ لونڈیوں سے الگ پہچانی جائیں اور ان کو ستانے کے لیے یہ اس طرح کے بہانے نہ تراش سکیں، نیز فرمایا کہ یہ اشرار بھی متنبہ ہو جائیں کہ ان حرکتوں سے باز نہ آئے تو عبرت ناک طریقے سے قتل کر دیے جائیں گے۔

یہ منافق اگر (اس کے بعد بھی) اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور وہ بھی جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ بھی جو مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے ہیں، تو ہم ان کے خلاف تمہیں اٹھا کھڑا کریں گے، پھر وہ مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے، ان پر پھٹکار ہوگی، جہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور عبرت ناک طریقے سے قتل کر دیے جائیں گے۔ (۶۱، ۶۰، ۳۳)

ان کے علاوہ جو واقعات سنائے جاتے ہیں، وہ اگرچہ سند کے لحاظ سے ناقابل التفات ہیں، لیکن بالفرض ہوئے ہوں تو ان کی نوعیت بھی یہی سمجھنی چاہیے کہ منکرین کے سب و شتم سے ان کی معاندت پوری طرح ظاہر ہو جانے کے بعد رسولوں کی تکذیب کا وہ قانون ان پر نافذ کر دیا گیا جو قرآن میں ایک سنت الہی کی حیثیت سے مذکور ہے، بعض مقتولین کے خون کو ہدر قرار دینے کی وجہ بھی یہی تھی ”لایقتل مسلم بکافر“ اسی کا بیان ہے، علماء ان حقائق سے واقف ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کا اصرار ہے کہ ان واقعات سے وہ تو بین رسالت کا قانون اخذ کریں گے۔

یہاں ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اس قصے سے بھی استدلال کرنا چاہے جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے پر انہوں نے ایک شخص کی گردن اڑا دی تھی، ہمارے علماء منبروں پر یہ واقعہ سناتے اور لوگوں کو بالواسطہ ترغیب دیتے ہیں کہ تو بین رسالت کے مرتکبین کے ساتھ وہ بھی یہی سلوک کریں

گے، مگر حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے پہلے، دوسرے، یہاں تک کہ تیسرے درجے کی کتابیں بھی اس واقعے سے خالی ہیں، ابن جریر طبری ہر طرح کی تفسیری روایتیں نقل کر دیتے ہیں، مگر انہوں نے بھی اسے قابل اعتناء نہیں سمجھا، یہ ایک غریب اور مرسل روایت ہے جسے بعض مفسرین نے اپنی تفسیروں میں نقل ضرور کیا ہے، لیکن جن لوگوں کو علم حدیث سے کچھ بہرہ حاصل ہے انہوں نے وضاحت کر دی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی سند بالکل واہی ہے، اور ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم کی سندوں میں اس کا راوی ابن لہیعہ ضعیف ہے، اس کے بارے میں یہ بات بالکل غلط ہے کہ مفسرین سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۵ کی شان نزول کے طور پر یہی واقعہ بیان کرتے ہیں، نساء کی آیت اگرچہ کسی شان نزول کی محتاج نہیں ہے، تاہم جو واقعہ امام بخاری اور دوسرے ائمہ محدثین نے اس کے شان نزول کے طور پر بیان کیا ہے اور جسے مفسرین بالعموم نقل کرتے ہیں، وہ اس کے برخلاف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر کا ایک انصاری سے پانی پر اختلاف ہو گیا، معاملہ حضور کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ زبیر اپنے کھیت کو سیراب کر کے باقی پانی اس کے لیے چھوڑ دیں گے، اس پر انصاری نے فوراً کہا، یا رسول اللہ! اس لیے ناکہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟ یہ صریح بے انصافی اور اقرار بے پردی کا اتہام اور انتہائی گستاخی کی بات تھی، چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، مگر آپ نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنی بات مزید وضاحت کے ساتھ دہرا دی اور فرمایا کہ کھیت کے منڈریتک پانی روک کر باقی اس کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

علماء کو حسن انتخاب کی داد دینی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے عفو و درگزر اور رأفت و رحمت کی یہ روایت تو انہوں نے نظر انداز کر دی ہے، دراصل حالیکہ یہ بخاری و مسلم میں مذکور ہے اور حضرت عمر کے گردن مار دینے کی ضعیف اور ناقابل التفات روایت ہر جگہ نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سنار ہے ہیں۔

(۳)

توہین رسالت کے بارے میں جمہور فقہاء کی رائے کیا خاص اس سزا سے متعلق قرآن و حدیث کے کسی حکم پر مبنی ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر گز نہیں، مسلمانوں کے لیے اس کی بنا ارتداد اور ذمیوں کے لیے نقض عہد پر قائم کی گئی ہے، فقہاء یہ کہتے ہیں کہ مسلمان اگر توہین رسالت کا ارتکاب کرے گا تو مرتد ہو جائے گا اور مرتد کی سزا قتل ہے، اسی طرح غیر مسلم ذمی اس کا مرتکب ہوگا تو اس کے لیے عقد ذمہ کی امان ختم ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں اسے بھی قتل کر دیا جائے گا، اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ سورۃ توبہ کی آیت ۲۹ میں غیر مسلم اہل کتاب کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے محکوم اور زیر دست بن کر رہنے کے لیے تیار نہ ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے، چنانچہ اگر کوئی

ذمی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سب و شتم کا رویہ اختیار کرتا ہے تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ سرکشی پر اتر آیا ہے، اور وہ محکوم اور زبردست بن کر رہنے کے لیے تیار نہیں ہے، فقہ اسلامی میں اس استدلال کی ابتداء غالباً عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے ہوئی، ان کا ارشاد ہے،

جو مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر یا نبیوں میں سے کسی دوسرے نبی پر سب و شتم کرے گا، وہ رسول اللہ کی تکذیب کا مرتکب ہوگا، یہ ارتداد ہے جس پر اس سے توبہ کا تقاضا کیا جائے، اگر رجوع کر لیتا ہے تو چھوڑ دیا جائے گا اور اگر نہیں کرتا تو قتل کر دیا جائے گا، اسی طرح غیر مسلم معاہدین میں سے کوئی شخص اگر معاند ہو کر اللہ یا اللہ کے کسی پیغمبر پر علانیہ سب و شتم کرتا ہے تو عہد ذمہ کو توڑنے کا مجرم ہوگا تم اسے بھی قتل کر دو گے۔ (زاد المعاد، ابن قیم ۴/۳۷۹)

فقہاء کے نزدیک سزا کی بنیاد ہی یہی ہے، لیکن قرآن و حدیث پر تدبر سے واضح ہو جاتا ہے کہ دور صحابہ کے بعد یہ بنیاد ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہے، ہم نے اپنی کتابوں ”میزان“ اور ”برہان“ میں پوری طرح مبرہن کر دیا ہے کہ ارتداد کی سزا انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھی جن پر رسول اللہ ﷺ نے براہ راست اتمام حجت کیا اور آپ پر ایمان لانے کے بعد وہ کفر کی طرف پلٹ گئے، ان کے بارے میں خدا کا فیصلہ یہی تھا کہ اگر کفر پر قائم رہیں گے تو اس کی سزا بھی موت ہے اور ایمان لے آنے کے بعد دوبارہ کفر اختیار کریں گے تو اس کی سزا بھی موت ہے، رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”من بدل دیناً فاقتلوه“ (جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو) انہی سے متعلق ہے، ان کے لیے یہ سزا اس سنت الہی کے مطابق مقرر کی گئی تھی جو قرآن میں رسولوں کے براہ راست مخاطبین سے متعلق بیان ہوئی ہے، زمانہ رسالت کے بعد پیدا ہونے والے مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

نقض عہد کا معاملہ بھی یہی ہے، اب دنیا میں نہ کوئی ذمی ہے نہ کسی کو ذمی بنایا جاسکتا ہے، سورۃ التوبہ کی آیت ۲۹ اتمام حجت کے اسی قانون کی فرع ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے، چنانچہ منکرین حق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم اور زبردست بنا کر رکھنے کا حق بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے، قیامت تک کوئی شخص اب نہ دنیا کی کسی قوم پر اس مقصد سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ کسی مفتوح کو محکوم بنا کر اس پر جزیہ عائد کرنے کی جسارت کر سکتا ہے، مسلمان ریاستوں کے غیر مسلم شہری نہ اصلاً مباح الدم ہیں، نہ ذمی ہیں اور نہ کسی امان کے تحت رہ رہے ہیں جس کے اٹھ جانے کی صورت میں ان کے بارے میں قتل کا حکم دیا جائے، یہ سب چیزیں اب قصہ ماضی ہیں، انہیں کسی لحاظ سے بھی بناء استدلال نہیں بنایا جاسکتا۔

اس کے بعد دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں، ایک یہ کہ اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کو سامنے رکھ کر قانون سازی کی جائے اور تعزیر کے طور پر سزا مقرر کر دی جائے، دوسرے یہ کہ سورۃ المائدہ کی آیات ۳۳، ۳۴، کو قانون

سازی کی بنیاد بنایا جائے، یہی دوسری صورت ہے جس کے بارے میں ہم بیان کر چکے ہیں، سورۃ المائدہ کی ان آیتوں کو بنیاد بنا کر قانون سازی کی جائے گی تو یہ تین چیزیں لازماً ملحوظ رکھنا ہوں گی، قرآن کے الفاظ اس کا تقاضا کرتے ہیں۔

(۱) توہین کے مرتکب کو توبہ و اصلاح کی دعوت دی جائے گی اور بار بار توجہ دلائی جائے گی کہ وہ خدا اور رسول کا ماننے والا ہے تو اپنی عاقبت برباد نہ کرے، اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، اور اگر ماننے والا نہیں ہے تو مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرے اور جرم شنیع سے باز آجائے۔

(۲) اس کے خلاف مقدمہ صرف اس صورت میں قائم کیا جائے جب وہ توبہ اور رجوع سے انکار کر دے، سرکشی کے ساتھ توہین پر اصرار کرے، فساد انگیزی پر اتر آئے، دعوت و تبلیغ، تلقین و نصیحت اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے، بلکہ مقابلہ کے لیے کھڑا ہو جائے۔

(۳) سزا میں گنجائش رکھی جائے گی کہ جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات تقاضا کرتے ہوں تو قتل جیسی انتہائی سزا کی بجائے اسے کوئی کم تر سزا بھی دی جاسکتی ہے (اشراق، مارچ تا مئی ۲۰۱۱ء..... جاوید احمد غامدی) بغیر نیت، الفاظ طلاق:

سوال: میں نے اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑے کے دو مختلف موقعوں میں سے ہر موقع پر محض اسے دبانے اور چپ کرانے کے لیے دو بار طلاق طلاق کے الفاظ بولے ہیں جس کے نتیجے میں اس وقت وہ جھگڑا ختم ہو گیا، میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس صورت میں جب کہ میں نے طلاق دینے کی نیت سے طلاق کے الفاظ بولے ہی نہیں تھے، میرے ان الفاظ سے طلاق واقع ہو گئی تھی؟ (عبدالستار، جاپان)

جواب: آپ نے جو بات لکھی ہے، اگر وہ واقعہ ایسے ہی ہے تو پھر ہمارے نزدیک ان الفاظ سے کوئی ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوئی، البتہ ان الفاظ کا اس طرح بولنا شدید غلطی ہے، یہی الفاظ اگر آپ قاضی کی عدالت میں کھڑے ہو کر بولیں گے تو وہ آپ سے نیت پوچھے بغیر طلاق واقع کر دے گا، کیونکہ ان الفاظ کا ایک سنجیدہ مطلب اور طے شدہ مقصد ہے، اس مقصد کے بغیر انہیں بولنا ہرگز درست نہیں، بہر حال ہمارے خیال میں آپ کے طلاق کی نیت کے بغیر یہ الفاظ بولنے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ آپ کو اپنی اس غلطی پر سچے دل سے توبہ و استغفار کرنی چاہیے، طلاق کے لفظ کی جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے، ایک قانونی حیثیت ہے، چنانچہ ان الفاظ کو کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرنا کسی صورت بھی درست نہیں، لہذا آپ یہ عہد کریں کہ آپ آئندہ ان الفاظ کو کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کریں گے۔ (اشراق، جون ۲۰۰۸ء، ص: ۶۵..... محمد رفیع مفتی)

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال یہ شخص زندیق ہے اور اس کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ناجائز ہے۔

”الثانی اَنّہ قد تواتر وانعقد الاجماع علی نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فتاویل هذه وتحریفه کفر ایضاً وقد قال فی روح المعانی وهو من محقق المتأخرین ..... انّ من لم یقل بنزوله فقد اکفره العلماء وهو علی القاعدة فی انکاره ما تواتر فی الشرع“..... (اکفار الملحدین فی ضروریات الدین: ۱۱)

”قال التفتازانی فی مقاصد الطالبین فی اصول الدین الکافر ان اظهر الایمان خص باسم المنافق وان کفر وان تدین ببعض الادیان فبالکتابی وان اسند الحوادث الی الزمان واعتقد قدمه فبالدهری وان نفی الصانع فبالمعطل وان ابطن عقائدهی بالاتفاق فبالزندیق ..... وقال فی شرحه قد ظهر ان الکافر اسم لمن لا یمان له فان اظهر الایمان خص باسم المنافق وان طرء کفره بعد الاسلام خص باسم المرتد لرجوعه عن الاسلام وان قال بالهین او اکثر خص باسم المشرک لاثباته الشریک فی الالوهیة وان کان متدیناً ببعض الادیان والکتب المنسوخة خص باسم الکتابی کالیهودی والنصرانی وان کان یقول بقدم الدهر واسناد الحوادث الیه خص باسم الدهری وان کان لا یثبت الباری تعالیٰ خص باسم المعطل وان کان مع اعترافه بنبوة النبی ﷺ و اظهار شعائر الاسلام یبطن عقائدهی کفر بالاتفاق خص باسم الزندیق وهو فی الاصل منسوب الی الزند اسم کتاب اظهر مزدک فی ایام قباد وزعم انه تاویل کتاب المجوس الذی جاء به زرادشت الذی یزعمون انه نبیهم قوله المعروف اه فان الزندیق یموه کفره ویروج عقیدته الفاسدة ویخرجه فی الصورة الصحیحة وهذا معنی ابطان الکفر فلا ینافی اظهاره الدعوی الی الضلال وکونه معروفاً بالاضلال اه“..... (اکفار الملحدین فی ضروریات الدین: ۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## رسول اکرم ﷺ کے والدین کا مذہب کیا تھا؟

مسئلہ نمبر (۷) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) رسول کریم ﷺ کے والدین کا مذہب کیا تھا؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کو ان کی وفات کے بعد زندہ کیا گیا تھا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے، باقی صحیح بات یہی ہے کہ اس سلسلے میں توقف کیا جائے یعنی خاموشی اختیار کی جائے، اور آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی اور بے ادبی سے زبان کو محفوظ رکھا جائے۔

”فی الدر المختار، ولا يقال انّ فيه اساءة ادب لاقتضائه كفر الابوين الشريفين مع انّ الله تعالى احياهما له وامنّا به كما ورد في حديث ضعيف..... وبالجملة كما قال بعض المحققين انه لا ينبغي ذكر هذه المسئلة الامع مزيد الادب وليست من المسائل التي يضر جهلها او يسئل عنها في القبر او في الموقف فحفظ اللسان عن التكلم فيها الا بخير اولى واسلم اه“..... (فتاوى شامی: ۲/۴۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ”ان الله خلق آدم على صورته“ کا مفہوم:

باسمہ تعالیٰ

مسئلہ نمبر (۸)

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے سٹوڈنٹس کو لیکچر دیتے ہوئے ایک حدیث پیش کی کہ ”ان الله خلق آدم على صورته“ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے، اس کے بعد وائٹ بورڈ پر لفظ اللہ کو لکھا، پھر کہنے لگے کہ اللہ کو الٹ کر تو انسان بن جاتا ہے، پھر اللہ کے لفظ کو الٹا کر کے انسانی شکل بنا دی۔

براہ کرم مفتی صاحب! قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسے شخص کے بارے میں وضاحت فرمائیں کہ اسلام کی نظر میں اس کا کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں شخص مذکور نے اللہ تعالیٰ کے نام کا استہزاء نہیں کیا بلکہ حدیث کی تشریح میں غلطی ہوئی ہے، چونکہ یہ تشریح کا اہل نہیں تھا لہذا توبہ واستغفار ضروری ہے، اس حدیث کی صحیح تشریح درج ذیل ہے۔

(۱) حدیث میں ”علی صورتہ“ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت ہے جو دوسرے انسانوں سے جدا ہے، دوسرے انسانوں کی پیدائش پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر جنین پھر بچہ پھر آدمی پھر اس کا قدم مکمل ہوتا ہے، جب کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی کامل مکمل ساٹھ ہاتھ قد کا انسان بنایا دوسرے انسانوں کی طرح مختلف مراحل سے نہیں گزرنا پڑا۔

(۲) ”علی صورتہ“ سے مراد صفات بھی ہو سکتی ہیں، یعنی اللہ نے اپنی چند صفات پر پیدا کیا، زندہ، جاننے والا، سننے والا، دیکھنے والا، بولنے والا۔

(۳) ”علی صورتہ“ سے مراد اعزاز ہے جیسے بیت اللہ، روح اللہ۔

”قوله علی صورتہ ای علی صورة آدم لانه اقرب ای خلقه فی اول الامر بشراً سوياً کامل الخلق طویلاً ستین ذراعاً کما هو المشاهد بخلاف غیره فانه یکون اولاً نطفة ثم علقۃ ثم مضغۃ ثم جنیناً ثم طفلاً ثم رجلاً حتی یتم طوله فله اطوار“..... (عمدة القاری: ۲۲/۳۵۸)

”فمعنی الصورة ای الصفة کما یقال عرفنی صورة هذه الامر ای صفة یعنی خلق آدم علی صفته ای حياً، عالماً، سمیعاً، بصیراً، متکلماً او هو اضافة تشریفیة نحو بیت الله وروح الله“..... (عمدة القاری: ۲۲/۳۵۸)

”وفی الخلاصة وغیرها اذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلى المفتی ان یمیل الى الوجه الذى یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم“..... (البحر الرائق: ۵/۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کسی عامل کا قرآن کریم کو الٹا لکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ ایک شخص (عامل) جو کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، لوگوں میں اس بات کا پرچار کرتا ہے کہ اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے سورۃ الفاتحہ یا قرآن مقدس کی دوسری آیات کا الٹا عمل کرے اور اپنی بات کی وضاحت یوں کرتا ہے، سورۃ الفاتحہ الٹی لکھنا شروع کریں یعنی ”ولا الضالین“ سے ”الحمد، تک مثلاً ”نیلا ضلّوا“ یہ ”ولا الضالین“ کا الٹ ہے۔

آیا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں، اگر غلط ہے تو ایسے عمل کا بتانے والا اور اسے کرنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے کہ وہ مسلمان ہے یا مرتد ہے اور ایک اسلامی ملک میں اس طرح کی باتوں کو شائع کرنے والے کی کیا سزا ہونی چاہیے، براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت کریں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

قرآن پاک کو رسم الخط عثمانی کے مطابق لکھنا ضروری ہے، اس کے خلاف کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور اس کی ترتیب کو ایسے بدل دینا کہ اس کے معنی بگڑ جائیں تو یہ کفر ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہوگا اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ایسے شخص کو شرعی سزا دے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ہو، قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”وان من نقص منه حرفا قاصدا بذالك او بدله بحرف آخر مكانه او زاد فيه حرفا الى ان قال انه كافر“..... (الشفاء بتعريف حقوق المصطفى)

”فصل القاعدة العربية ان اللفظ يكتب بحروف هجائية مع مرعاة الابتداء به والوقف عليه، وقدمه النحاة له اصولا وقواعد وقد خالفها في بعض الحروف خط المصحف الامام، وقال اشهب سئل مالک هل يكتب المصحف على ما حدثه الناس من الهجاء؟ فقال لا الاعلى الكتبة الاولى، رواه الدانی فی المقنع ثم قال ولا مخالف له من علماء الامة وقال فی موضع آخر سئل مالک عن الحروف فی القرآن مثل الواو والالف اتری ان یغیر من المصحف اذ وجد فی كذلك قال لا قال ابو عمرو یعنی الواو والالف المزیدین فی الرسم المعدومتین فی اللفظ نحو اولوا وقال الامام احمد یحرم مخالفة مصحف الامام فی واو ویا و الف او غیر ذلك وقال البیهقی فی

شعب الایمان من یکتب مصحفاً فینبغی ان یحافظ علی الہجاء الذی کتبوا بہ  
 ہذہ المصاحف ولا یخالفہم فیہ، ولا یغیر مما کتبہ شیئاً فانہم کانوا اکثر  
 علماً، وادق قلباً ولساناً، واعظم امانۃً منّا، فلا ینبغی ان نطن بانفسنا استدراکاً  
 علیہم“..... (الاتقان فی علوم القرآن: ۲/۳۲۹)

”و جمع عثمان کان لما کثر الاختلاف فی وجوہ القراءة حتی قرؤوہ بلغاتہم  
 علی اتساع اللغات، فادّی ذلک بعضہم الی تخطئہ بعض فخشی من تفاقم  
 الامر فی ذلک فنسخ تلک الصحف فی مصحف واحد مرتباً لسورہ  
 واقتصر من سائر اللغات علی لغة قریش“..... (الاتقان فی علوم  
 القرآن، ۱۲۰، ۱/۱۲۱)

”فقال عثمان، کان رسول اللہ ﷺ تنزل علیہ السور ذوات العدد، فكان  
 اذ انزل علیہ الشئ دعا بعض من کان یکتب، فیقول ضعوا هؤلاء الآیات  
 “..... (الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۲۲)

”اذا نکر آیۃ من القرآن او سخر بآیۃ من القرآن وفی الخزانۃ او عاب  
 فقد کفر“..... (فتاوی تاتارخانیۃ: ۵/۳۳۳)

”اذا نکر الرجل آیۃ من القرآن او تسخر بآیۃ من القرآن وفی الخزانۃ او عاب  
 کفر“..... (فتاوی الہندیۃ: ۲/۳۶۶)

واللہ تعالی اعلم بالصواب



### قرآن مجید کے رسم الخط میں خط عثمانی کی اتباع واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۱۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قرآن کریم قدرت اللہ کمپنی نے  
 شائع کیا ہے جس میں انہوں نے چند سورتوں کے ایسے نام لکھے ہیں جو ہم نے پہلے کبھی نہیں سنے تھے اور بعض جگہ رسم  
 الخط بھی عام قرآن مجید جو کہ ہمارے ملک میں رائج ہیں سے ہٹ کر اختیار کیا گیا ہے، عوام اس سلسلے میں بہت تشویش  
 کا شکار ہیں، قرآن کریم کا نسخہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے، اس کو دیکھ کر ہماری راہنمائی فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

سوال میں ذکر کردہ قدرت اللہ کمپنی کا چھپا ہوا قرآن مجید نمبر ۷۵ کو میں نے بغور بعض جگہوں سے دیکھا جن سورتوں کے نام مرتب نے تبدیل کیے ہیں روایات سے انکا ثبوت تو اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن یہ ہمارے ملک میں غیر معروف ہیں جس کی وجہ سے عوام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور مزید فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہے، یہ تو کر سکتے تھے کہ معروف نام لکھ کر بین القوسین غیر معروف نام ذکر کر دیے جاتے، لیکن مرتب نے ایسا نہیں کیا، نیز یہ کہ رسم الخط میں خط عثمانی کی اتباع بالا جماع واجب ہے، حضور ﷺ نے بھی باوجود دی خواہش اور جائز ہونے کے خانہ کعبہ کی تعمیر نو نہیں فرمائی کہ کہیں امت میں فتنہ برپا نہ ہو، لہذا اسد الفتنہ مذکورہ قرآن مجید کی اشاعت پاکستان میں فی الفور بند کی جائے یا اس کی اصلاح کی جائے۔

”فصل، قد یكون للسورة اسم واحد وهو كثير وقد يكون لها اسمان فاکثر من ذلك“..... (الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۰۶)

”فصل و كما سميت السورة الواحدة باسماء سميت سور باسم واحد كالسور المسماء (الم) او (الر) على القول بان فواتح السور اسماء لها“..... (الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۱۳)

”خاتمه قسم القرآن الى اربعة اقسام وجعل لكل قسم منه اسم اخرج احمد وغيره من حديث واثلة بن الاسقع ان رسول الله ﷺ قال واعطيت مكان التوراة السبع الطول واعطيت مكان الزبور المئين واعطيت مكان الانجيل المثاني، وفصلت بالمفصل وفي جمال القرآن قال بعض السلف في القرآن ميادين، بساتين ومقاصير وعرائس وديابيج ورياض فيمادينه ما افتتح ب (الم) وبساتينه ما افتتح ب (الر) ومقاصيره الحامدات وعرائسه المسبحات وديابيجه آل عمران ورياضه المفصل وقالوا الطواسيم والطواسين وآل حم والحواميم قلت واخرج الحاكم عن ابن مسعود قال الحواميم ديباج القرآن قال السخاوي وقوارع القرآن الآيات التي يتعوذ بها ويتحصن سميت

بذلك لانها تقرع الشيطان وتدفعه وتقمعه كآية الكرسي والمعوذتين ونحوها قلت وفي مسند احمد من حديث معاذ بن انس مرفوعا آية العز الحمد لله الذى لم يتخذ ولدا (الاسراء، ١١١)..... (الاتقان فى علوم القرآن: ١١٢، ١١٥/١)

”فصل وقال اشهب سئل مالک هل يكتب المصحف على ما حدثه الناس من الهجاء فقال لا الاعلى الكتبة الاولى رواه الدانى فى المقنع ثم قال ولا مخالف له من علماء الامة وقال فى موضع آخر سئل مالک عن الحروف فى القرآن مثل الواو والالف المزيديتين فى الرسم المعدومتين فى اللفظ نحو (أولوا) وقال الامام احمد يحرم مخالفة مصحف الام فى واو واياء او الف او غير ذلك وقال البيهقى فى شعب الايمان من يكتب مصحفا فينبغى ان يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به هذه المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئا فانهم كانوا اكثر علما وادق قلبا ولسانا واعظم امانة منا فلا ينبغى ان نظن بانفسنا استدراكا عليهم“..... (الاتقان فى علوم القرآن: ٣٢٨، ٣٢٩/٢)

”وجمع عثمان كان لما كثر الاختلاف فى وجوه القراءة حتى قرؤوه بلغاتهم على اتساع اللغات فادى ذلك بعضهم الى تخطئة بعض فخشى من تفاقم الامر فى ذلك فنسخ تلك الصحف فى مصحف واحد مرتبا لسوره واقتصر من سائر اللغات على لغة قريش محتجا بانه نزل بلغتهم، وان كان قد وسع قراءته بلغة غيرهم، دفعا للحرص والمشقة فى ابتداء الامر فرأى ان الحاجة الى ذلك قد انتهت فاقصر على لغة واحدة“..... (الاتقان فى علوم القرآن: ١٢٠، ١٢١/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## وفات کے دوسرے، تیسرے روز مجلس منعقد کرنے کا شرعی حکم:

**مسئلہ نمبر (۱۱)** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ پھول نگر تحصیل پتو کی قصور میں تنظیم الائئمہ و اہل مدارس کے نام سے موسوم علماء ائمہ کے اتحاد کی خوبصورت انجمن ہے جس کا ماہانہ اجلاس ہوتا ہے اور دسیوں علماء اور ائمہ شرکت کرتے ہیں اپریل 2014ء کے اجلاس میں ایک خدا ترس عالم نے صدر محترم سے اپیل کی کہ ہمارے علاقہ و ضیافت کے دوسرے تیسرے روز مخصوص مجلس منعقد ہوتی ہے، (جیسے قل خوانی یا پھر ایصال ثواب کی مجلس کہا جاتا ہے) وہاں بجائے اس کے کہ اہل بدعت شرکت کریں ہمیں شرکت کرنا چاہیے، اور موت کی یاد دہایت اور خیر کی بات کرنا چاہیے، اس پر صدر محترم سے اپیل کی گئی کہ اس کی شرعی حیثیت واضح فرمادیں تو حضرت صدر محترم اور ان کی تائید سے جو اعلامیہ جاری ہوا وہ یہ تھا کہ اس میں ہرگز ہرگز شرکت نہ کرنا چاہیے یہ اہل بدعت کا شعار ہے، اور اس میں شرکت کرنے والے مسلک و مشرب سے مخلص نہیں، چوں چراں ہونے لگا تو طے یہ پایا کہ فیصلہ اپنے بڑوں سے اور بڑے مدارس سے کروایا جائے اور جو فیصلہ آئے، سب اس پر اتفاق رکھیں، اب آپ ہی فیصلہ فرمادیں کہ مروجہ قرآن خوانی یا ایصال ثواب کی مجلس یا کسی اور نام سے وفات کے پہلے دوسرے تیسرے یا پھر چوتھے پانچویں روز مجلس منعقد کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس میں شرکت کرنا، اس کو ایصال ثواب کا ذریعہ جاننا کیسا ہے؟ مزید یہ کہ اس میں شرکت کرنے والوں کو بشارات بخشش سنانے کی حیثیت کیا ہے؟ اس موقع پر عوام اور علماء کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک نفس ایصال ثواب عقلاً و نقلاً دونوں طرح ثابت ہے، خود حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تمام اکابرین امت سے قولاً و عملاً ثابت ہے، خواہ وہ قرآن پاک کی تلاوت ہو یا ذکر و اذکار یا نوافل پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے، یعنی جو بھی نیک عمل کرے اس کا ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، صرف مردوں کے ساتھ ایصال ثواب خاص نہیں بلکہ زندہ لوگوں کو بھی اپنے کسی عمل کا ثواب بخش سکتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک عبادات مالیہ کے ثواب پہنچانے اور ایصال ثواب کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ صدقہ، عتق۔

اختلاف علماء کے درمیان عبادات بدنہ مثلاً صوم، صلوٰۃ اور دعاء و استغفار اور قبر کے پاس دعاء مغفرت و قرأت وغیرہ میں ہے لیکن اس میں بھی محققین علماء کے نزدیک فتویٰ جواز کا ہے۔

صورت مسئلہ میں اگر یہ مجلس بدعات وغیرہ پر مشتمل ہو اور آپ لوگ اس کے روکنے پر قادر نہ ہوں تو پھر آپ کے لیے اس میں شرکت کرنا جائز نہیں، اور اگر یہ مجلس منکرات پر مشتمل نہ ہو یا مشتمل ہو لیکن آپ لوگ اس کے روکنے پر قادر ہوں، تو پھر ایسے لوگوں کے لیے اس مجلس میں جانا اور شرکت کرنا نہ یہ کہ صرف جائز ہے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے ضروری ہے بشرطیکہ یہ قرآن خوانی وغیرہ صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو۔

”فان من صام او صلیٰ او تصدّق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ویصل ثوابها اليهم عندا هل السنة والجماعة وقد صحّ عن رسول الله ﷺ انه ضحیٰ بکبشین املحین احدهما عن نفسه والآخر عن امته ممّن آمن بوحدانية الله وبرسالته ﷺ وروی عن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه سأل رسول الله ﷺ فقال یا رسول الله! انّ امی كانت تحبّ الصدقة افاتصدق عنها فقال النبی ﷺ تصدق وعليه عمل المسلمین من لدن رسول الله ﷺ الی یومنا هذا من زیارة القبور وقراءة القرآن علیها والتکفین والصدقات والصوم والصلوة وجعل ثوابها للاموات ولا امتناع فی العقل ایضالان اعطاء الثواب من الله تعالىٰ افضال منه لاستحقاق علیه فله ان یتفضل علی من عمل لاجله بجعل الثواب له کماله ان یتفضل باعطاء الثواب من غیر عمل رأساً“..... (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ۲/۵۴۲)

”وسئل عن قراءة اهل الميت تصل الیه؟ والتسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر اذا اهداه الی المیت يصل الیه ثوابها ام لا؟ فجاب يصل الی المیت قراءة اهلہ وتسبیحهم وتکبیرهم وسائر ذکرهم لله تعالىٰ اذا اهدوه الی المیت وصل الیه والله اعلم“..... (مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ: ۲۴/۳۲۲)

”مات فاجلس وارثه من یقرء القرآن لا بأس به اخذ بعض المشائخ“..... (الفتاویٰ البزازیة الموضوع علی هامش الہندیة: ۸/۴)

”لو قرء طمعاً فی الدنیا فی المجالس یکره وان قرأ لوجه الله تعالىٰ لا یکره

وقد كان اصحاب رسول الله ﷺ واصحابه اذا اجتمعوا امروا واحدهم ان يقرأ سورة من القرآن“.....(فتاوى الهندية: ٥/٣١٦)

”وسئل عن الختمه التي تعمل على الميت والمقرئين بالاجرة هل قراءتهم تصل الى الميت؟ وطعام الختمه يصل الى الميت ام لا؟ وان كان ولد الميت يداين لاجل الصدقة الى الميسور تصل الى الميت؟ فاجاب، استئجار الناس ليقروا ويهدوه الى الميت ليس بمشروع ولا استحبه احد من العلماء فان القرآن الذي يصل ما قرىء لله فاذا كان قد استوجر للقراءة لله والمستأجر لم يتصدق عن الميت بل استأجر من يقرأ عبادة لله عز وجل لم يصل اليه، لكن اذا تصدق عن الميت على من يقرأ القرآن وغيرهم ينفعه ذلك باتفاق المسلمين وكذلك من قرء القرآن محتسبا واهداه الى الميت نفعه ذلك والله اعلم“.....(مجموع فتاوى شيخ الاسلام احمد بن تيمية: ٣٠٠، ٢٩٩/٢٢)

”ذكر الفقيه في كتاب البستان ان الامر بالمعروف على وجوه ان كان يعلم باكبر رايه انه لو امر بالمعروف يقبلون ذلك منه ويمتنعون عن المنكر فالامر واجب عليه ولا يسعه تركه ولو علم باكبر رايه انه لو امرهم بذلك قذفوه وشتموه فتركه افضل وكذلك لو علم انهم يضربونه ولا يصبر على ذلك ويقع بينهم عداوة ويهيج منه القتال فتركه افضل ولو علم انهم لو ضربوه..... صبر على ذلك ولا يشكو الى احد فلا بأس بان ينهي عن ذلك وهو مجاهد ولو علم انهم لا يقبلون منه ولا يخاف منه ضرباً ولا شتماً فهو بالخيار والامر افضل“.....(فتاوى الهندية: ٣٥٣، ٣٥٢/٥)

والله تعالى اعلم بالصواب



## مذاق میں کلمہ کفر کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس شخص کے بارے میں کہ جس نے دوران گفتگو یہ کہا کہ حضور ﷺ اور آپ کی امت بھی جہنم میں گر گئی (معاذ اللہ) بعد میں جب اس شخص سے وضاحت طلب کی تو اس نے کہا کہ میں نے تو مذاق میں کہا تھا، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور مسلمانوں کو ایسے شخص کے بارے میں کیا رویہ رکھنا چاہیئے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اس کو توبہ کرنا اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنا لازم ہے، مذاق میں بھی کلمہ کفر کہنا جائز نہیں، لہذا اس کی یہ تاویل باطل ہے۔

”وفى المحيط من شتم النبى ﷺ واهانه او عابه فى امور دينه او فى شخصه او فى وصف من اوصاف ذاته سواء كان الشاتم مثلاً من امته او غيرها وسواء كان من اهل الكتاب او غيره ذمياً او كان حربياً سواء كان الشتم والاهانة او العيب صادر عنه عمداً او سهواً او غفلة او جداً او هزلاً فقد كفر خلوداً بحيث ان تاب لم يقبل توبته ابد الا عند الله ولا عند الناس وحكمه فى الشريعة المطهرة عند متأخرين المجتهدين اجماعاً وعند المتقدمين القتل قطعاً ولا يداهن السلطان ونائبه فى حكم قتله وفى شرح الطحاوى كل من سب رسول الله ﷺ او ينقصه كان فيه ردة“..... (خلاصة: الفتاوى: ۳۸۶/۴)

”وفيهما ناقص مقام الرسالة بقوله بان سبه ﷺ او بفعله بان بغضه بقلبه قتل حداً كما مر التصريح به لكن صرح فى آخر الشفاء بان حكمه كالمرتد ومفاده قبول التوبة كما لا يخفى قوله لكن صرح فى آخر الشفاء الخ وظهر مما رواه عنه الوليد فهذا كلام الشفاء صريح فى ان مذهب ابى حنيفة واصحابه القول بقبول التوبة كما هو رواية الوليد عن مالك وهو ايضا قول الثورى واهل الكوفة والاوزاعى فى المسلم، قوله ومفاده قبول التوبة اقول بل هو صريح ونص فى ذلك كما عامته“..... (درمغ الرد: ۳۱۹، ۳۱۸، ۳/۳)

”قوله من هزل بلفظ كفر ای تکلم به باختیاره غیر قاصد معناه وهذا لا ینافی مامر من ان الایمان هو التصدیق فقط اومع الاقرار لان التصدیق وان كان موجودا حقیقة لكنه زائل حکماً لان الشارع جعل بعض المعاصی اماره علی عدم وجوده کالهزل المذكور وکما لو سجد لصنم او وضع مصحفاً فی قاذوره فانه یکفر وان كان مصدقاً لان ذلك فی حکم التکذیب کما افاده فی شرح العقائد و اشار الی ذلك بقوله للاستخفاف فان فعل ذلك استخفافاً واستهانة بالدين فهو اماره عدم التصديق“..... (فتاویٰ شامی: ۳/۳۱۰)

”وفی شرح الوهبانية للشرنبلالی ما یكون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النکاح قوله والتوبة ای تجديد الاسلام قوله وتجديد النکاح ای احتیاطاً کما فی الفصول العمادیة“..... (درمع الرد: ۳/۳۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### سنی لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۳) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دین مبین (فقہ حنفی) کی روشنی میں مندرجہ ذیل استفتاء پر فتویٰ جاری فرما کر مشکور فرمادیں۔

- (الف) ایک سنی عقیدہ فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والی لڑکی کا برضا و رغبت ایک شیعہ مسلک کے لڑکے کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے؟ کیا یہ شادی دو مسلمانوں کے درمیان ہوگی؟
- (ب) اگر یہ شادی وقوع پذیر ہو جاتی ہے تو اس کے بعد اس لڑکی کی ہمارے دین مبین میں کیا حیثیت رہ جائے گی؟
- (ج) اس شادی کے بعد ہونے والی اولاد کس دین پر ہوگی؟
- (د) اس متوقع شادی کے بعد اس لڑکی سے حنفی مسلک کے رشتہ داروں کا مثلاً ماں، بہن، ماموں، خالہ وغیرہ وغیرہ کا تعلق رکھنا دین میں کیسا ہے؟ جائز ہے؟ کیا ان کو اس شادی میں شریک ہونا دین میں جائز ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

چونکہ شیعہ کے اکثر عقائد کفریہ ہیں مثلاً حضرت عائشہ پر تہمت لگانا اور تحریف قرآن کا قائل ہونا وغیرہ، کفریہ عقائد رکھنے والے شیعہ کا سنی مسلمان لڑکی سے نکاح نہ ہوگا، اس لڑکی کو سمجھایا جائے باوجود سمجھانے کے اگر لڑکی نہ مانے تو تمام رشتہ دار اس سے قطع تعلق کریں، واضح رہے کہ اس شادی میں شرکت اور کسی قسم کا تعاون جائز نہیں کیونکہ یہ تعاون علی الاثم ہے۔

”فان كان احد الزوجين مسلماً فالولد على دينه فكذلك ان اسلم احدهما وله ولد صغير صار ولده مسلماً باسلامه لان في جعله تبعاله نظراً له“..... (ہدایہ اولین: ۳۶۵)

”اذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز انكاح المؤمنة الكافر ولا في نكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع الفتنة في الكفر لان الزوج يدعوها الى دينه والنساء في العادات يتبعن الرجال فيما يؤثرون من الافعال ويقلدونهم في الدين اليه وقعت الاشارة في آخر الآية بقول عز وجل (اولئك يدعون الى النار) لانهم يدعون المؤمنات الى الكفر والدعاء الى الكفر دعاء الى النار لان الكفر يوجب النار فكان نكاح الكافر المسلمة سبباً داعياً الى الحرام فكان حراماً والنص وان ورد في المشرکين لكن العلة وهي الدعاء الى النار يعم الكفرة اجمع فيتعمم الحكم بعموم العلة..... (ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً) فلو جاز انكاح الكافر المؤمنة لثبت له عليها سبيل وهذا لا يجوز“..... (بدائع الصنائع: ۲/۵۵۴)

”وينبغي ان من اعتقد مذهباً يكفر به ان كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهو مشرك وان طرء عليه فهو مرتد وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الألوهية في علي او ان جبريل غلط في الوحي او كان ينكر صفة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة“..... (فتاوى شامی: ۲/۳۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## چکڑالوی اور پرویزی فرقہ کے نظریات کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و علماء کرام

چکڑالوی فرقہ اور پرویزی فرقہ (یعنی مسٹر غلام احمد پرویز کے نظریات کے بارے جو کسی اہل علم سے مخفی نہیں، کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں اہل اسلام کے ہاں کافر ہیں یا کچھ اور؟

سوال نمبر (۲) ایک شخص طلوع اسلام یعنی پرویزی ادارہ میں پرویزیت کی تشہیر اور پرویزی لٹریچر وغیرہ کی ترسیل کرتا ہے یا ترسیل کنندہ جماعت کا اہم ذمہ دار ہے اس نے اپنی بستی میں مذکورہ بالا ادارہ کی طرف سے سکول کی تعلیم کے لیے ایک ادارہ کھول رکھا ہے، جس سے اہل اسلام کو تشویش ہے کیا اس کا فعل جو مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کر رہا ہے جائز ہے؟ کیا مسلمان اسے ٹھنڈے پیٹ ہضم کر جائیں؟ یا قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کا انسداد کریں؟ مسلمانوں پر ایسا کرنا مستحب، سنت یا فرض ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) اہل اسلام کے ہاں غلام احمد پرویز کے نظریات کے حامل تمام فرقے بلاشبہ کافر ہیں۔

(۲) سوال میں ذکر کردہ تحریر اگر حقیقت پر مبنی ہے تو اس صورت میں اہل علاقہ پر لازم ہے کہ وہ شرعی

قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے حتی الوسع اس کا انسداد کریں۔

”واذا روی رجل حدیثا عن النبی ﷺ وردہ آخر قال بعض مشائخنا انه یکفر ومن المتأخرین من قال ان کان متواترا یکفر وکذلک لو قال بطریق الاستخفاف سمعناه کثیرا یکفر وفي الظهیرة ومن انکر المتواتر فقد کفر ومن انکر المشهور یکفر عند البعض، وقال عیسی بن ابان یظلل ولا یکفر وهو الصحیح“..... (فتاویٰ تاتارخانیة: ۵/۳۷۷)

”فان الاخبار المروية عنه ﷺ علی ثلاث مراتب بینته کما فی شرح النخبة ونخبة هنا انه امام متواتر وهو مارواه جماعة عن جماعة لا یتصور تواطؤهم علی الکذب فمن انکر یکفر او مشهور وهو مارواه واحد عن واحد ثم جمع عن جمع لا یتصور توافقه علی الکذب فمن انکر کفر عند الكل الاعیسی ابن ابان فان عنده یضلل ولا یکفر وهو الصحیح او اخبر الواحد وهو ان یرویه

واحد عن واحد فلا یکفر جاحده غیر انه یاثم بترك القبول اذا کان صحیحاً  
او حسنأوفی الخلاصة من ردّ حدیثا قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتأخرون  
ان کان متواتراً کفراً قول هنا هو الصحیح الا اذا کان ردّ حدیثا الاحاد من  
الاخبار علی وجه الاستخفاف والاستحقاق والانکار وفي الفتاوی الظہیریة  
من روی عنده عند النبی ﷺ انه قال ما بین بیّتی ومنبری او ما بین قبری  
ومنبری روضة من ریاض الجنة فقال الآخر اری المنبر والقبر ولا اری شیئا انه  
یکفر وهو محمول علی انه اراد به الاستهزاء والانکار..... (الفقه  
الاکبر: ۱۶۶)

”رجل اظهر الفسق فی داره ینبغی ان یتقدم الیه ابلاء للعذر فان کفّ عنه لم  
یتعرض له وان لم یکف عنه فالامام بالخیار ان شاء حبسه وان شاء زجره وان  
شاء اذبه اسواط وان شاء ازعجه عن داره وعن عمر انه اخرق بیت الخمار  
وعن الامام الزائد الصفار انه اسر بتخريب دار الفاسق بسبب  
الفسق“..... (فتاوی الهندیة: ۵/۳۵۳)

واللہ تعالی اعلم بالصواب



### اسلام بالجبر اور نکاح بالجبر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دین دریں مسئلہ کہ میاں بیوی عیسائی ہوں، کوئی مسلمان مرد  
عیسائی عورت سے جو کہ شادی شدہ تھی زبردستی اسلام قبول کروا کر نکاح بالجبر کرے، دس بارہ دن بعد وہ عیسائی عورت  
مسلمان مرد سے بھاگ کر اپنے عیسائی خاوند کے پاس آئی اور کہتی ہے کہ مجھے زبردستی مسلمان کر کے زبردستی نکاح  
کیا گیا جب کہ میں بدستور عیسائی ہوں اور تمہاری ہی بیوی ہوں، آپ فرمائیں کہ اسلام بالجبر اور نکاح بالجبر کا کیا حکم  
ہے؟ کیا یہ نکاح اور اسلام قبول کرنا جائز ہے یا ناقابل اعتبار ہے، اس میں وضاحت فرمائیں۔

ان تمام مراحل کے بعد کوئی آدمی ان عیسائی میاں بیوی کو اسلام لانے کی ترغیب دیتے ہیں اب وہ دونوں  
اسلام لانے کے لیے راضی ہیں، اب وہ کیا کریں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، ”لَقَوْلُهُ تَعَالَى لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ“ اور اگر خاتون اپنی مرضی سے مسلمان ہوئی تھی تو اس کے بعد اس کا مذہب اسلام کو چھوڑنا جائز نہیں ہے، اور اگر خدا نخواستہ وہ مذہب اسلام کو اپنے ارادہ سے چھوڑتی ہے (العیاذ باللہ) تو وہ اس وجہ سے مرتدہ ہو جائے گی اور عورت اگر (العیاذ باللہ) مرتدہ ہو جائے تو اس کو جیل میں رکھا جائے گا اگر وہ ارتداد سے سچے دل سے توبہ کر لیتی ہے اور اسلام دوبارہ قبول کر لیتی ہے تو اس کو جیل سے رہا کر دیا جائے گا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں تادم آ خر جیل میں ہی رکھا جائے گا۔

اگر شوہر کافر ہو اور اس کی بیوی مسلمان ہو جائے تو خاوند پر عدالت میں اسلام پیش کیا جائے گا، اگر وہ اسلام قبول کر لے تو دونوں بدستور میاں بیوی ہی رہیں گے، اور اگر خاوند اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے تو دونوں کا نکاح ٹوٹ کر ختم ہو جائے گا، اور عدت کے بعد عورت کسی اور جگہ شادی کرنا چاہے تو کر سکے گی، بناء بریں مسلمان کا نکاح مذکورہ بہ عورت کے ساتھ جائز نہیں تھا، لہذا اپنے عمل پر توبہ واستغفار اس کے ذمہ ضروری ہے۔

”وَمَا الْمَرْءُ فَلَا يَحِلُّ دَمُهَا إِذَا ارْتَدَّتْ وَلَا تَقْتُلُ عِنْدَنَا وَلَكِنَّهَا تَجْبِرُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَاجْبَارَهَا عَلَى الْإِسْلَامِ أَنْ تَحْبِسَ وَتُخْرَجَ فِي كُلِّ يَوْمٍ فَتَسْتَتَابُ وَيَعْرَضُ عَلَيْهَا الْإِسْلَامُ فَإِنْ اسْلَمَتْ وَالْأَحْبَسْتُ ثَانِيًا هَكَذَا إِلَى أَنْ تَسْلِمَ أَوْ تَمُوتَ“..... (بدائع الصنائع: ۶/۱۱۹)

”وَلَا تَقْتُلُ الْمُرْتَدَّةَ بَلْ تَحْبِسُ حَتَّى تَسْلِمَ وَتَضْرِبَ فِي كُلِّ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مَبَالِغَةً فِي الْحَمْلِ عَلَى الْإِسْلَامِ“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۲/۲۵۴)

”وَإِذَا اسْلَمَتِ الْمَرْءُ وَزَوْجُهَا كَافِرٌ عَرَضَ الْقَاضِي عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ فَإِنْ اسْلَمَ فَهِيَ امْرَأَةٌ وَإِنْ أَبَى فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَكَانَ ذَلِكَ طَلَاقًا عِنْدَ ابْنِ حَنِفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَإِنْ اسْلَمَ الزَّوْجُ وَتَحْتَهُ مَجُوسِيَّةٌ عَرَضَ عَلَيْهَا الْإِسْلَامُ فَإِنْ اسْلَمَتْ فَهِيَ امْرَأَةٌ وَإِنْ أَبَتْ فَرَّقَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكُنِ الْفَرْقَةُ بَيْنَهُمَا طَلَاقًا وَقَالَ أَبُو يَوْسُفَ لَا يَكُونُ الْفَرْقَةُ طَلَاقًا فِي الْوَجْهَيْنِ“..... (الہدایہ: ۲/۳۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## قرآن مجید، مقدس اور اراق اور کلمہ طیبہ کی توہین کرنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کہ پہلے تو یہود و نصاریٰ اور قادیانی وغیرہ قرآنی آیات کی بے حرمتی اور توہین رسالت کا ارتکاب کرتے تھے، کبھی کپڑوں پر اور کبھی جوتوں کے تلووں کے نیچے قرآنی آیات، کلمہ طیبہ، مقدس اسماء گرامی لکھوا کر اپنی بددیانتی کا ثبوت دیتے تھے، لیکن اب خود کو مسلمان کہلانے والے قرآن مجید کی بے حرمتی، مقدس اسماء گرامی اور کلمہ طیبہ کی توہین کا ارتکاب کر رہے ہیں، اس گھناؤنے کاروبار میں تین قسم کے لوگ ملوث ہیں۔

(۱) پریس والے۔ (۲) کباڑیئے۔ (۳) خرا دیئے۔

جو کہ قرآنی آیات، اللہ اور رسول کے مقدس اسماء گرامی اور کلمہ طیبہ جن پر لکھا ہوا ہوتا ہے ان کے شیشوں کے ڈھکن وغیرہ تیار کر کے توہین رسالت کا ارتکاب کر رہے ہیں، لیکن قصور کی ایک دکان محمد اشرف خرا دیئے جو کہ جستی چادروں کے شیشوں کے ڈھکن وغیرہ بنا رہا تھا پکڑا گیا، تمام ثبوت حاضر ہیں، اس کا اس نے اعتراف بھی کیا ہے، کیا قرآن شریف کی بے حرمتی، اللہ اور رسول کے مقدس اسماء گرامی اور کلمہ طیبہ کی توہین کرنے والوں کو معافی دینے کا کوئی شخص مجاز ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے خلاف کارروائی طے کی جائے، معاف کر دیا جائے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف کر دیتے ہیں اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے یہ کام کر رہے ہیں ان کو معافی نہیں دینی چاہیئے، لہذا آپ سے گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمایا جائے کہ کیا ایسے ملزمان کو معافی دی جاسکتی ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ تحریر اگر حقیقت پر مبنی ہے جیسا کہ منسلک ثبوت سے ظاہر ہے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں کسی مسلمان کا دانستہ اور جاننے ہوئے ایسا کرنا ایک بہت بڑا جرم ہے اس لیے حکومت وقت اور انتظامیہ پر لازم ہے کہ وہ اپنی پوری ذمہ داری اور احتیاط سے اس معاملہ کا جائزہ لے اور اس سلسلے میں غفلت اور کوتاہی کے مرتکب ہونے والے افراد سے سخت باز پرس کریں اور مناسب سزادیں اور آئندہ کے لیے ایسے اقدامات کریں جس سے لوگ اس مجرمانہ غفلت اور کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں، اور عوام ملکی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور نہ ہوں۔

”الاصل فی وجوب التعزیر ان کل من ارتکب منکرا او اذى مسلماً بغیر حق

بقوله او بفعله يجب التعزیر“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۶۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## حضور ﷺ کو حاضر و ناظر اور مختار کل ماننے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

سائل مسلک دیوبند سے تعلق رکھتا ہے اور سائل نے احسن الفتاویٰ کا مطالعہ کیا ہے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ بریلوی مسلک کا آدمی قربانی کے حصہ میں شامل نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ مشرک ہے اور ان کے عقائد یہ ہیں کہ وہ حضور ﷺ کو نور اور حاضر و ناظر مانتے ہیں اور مختار کل، علم غیب اور نذر وغیرہ مانتے ہیں اور ایک بریلوی مسلک کے آدمی سے حصے میں شامل ہونے کی وجہ سے گفتگو ہوئی اور اس نے یہ کہا کہ ہم حضور ﷺ کی ہر چیز عطائی مانتے ہیں، حضور ﷺ کے نور کو اللہ تعالیٰ کے حسن کی پہلی تجلی مانتے ہیں، اور اختیار عطائی مانتے ہیں اور روحانی طور پر ہر جگہ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں، جسمانی طور پر اگرچہ ہیں تو متعدد مقامات پر تشریف لے جاسکتے ہیں، ماکان وما یون کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر اتنا بھی نہیں ہے جتنا ایک سمندر میں سے ایک قطرے کا کروڑواں حصہ، ایسے عقائد رکھنے والا بریلوی مشرک کہلائے گا یا صحیح العقیدہ کہلائے گا؟ اور نذر کے بارے میں پوچھا تو یہ جواب دیا کہ ہم جو نذر کہتے ہیں اس میں ہمارا عقیدہ اور نظریہ یہ ہوتا ہے کہ یا اللہ ہمارا یہ کام پورا فرما دے، ہم آپ کے نام پر ایک دیگ پکا کر خیرات کریں گے اور اس کا ثواب فلاں بزرگ کو پہنچائیں گے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

سوال میں ذکر کردہ تفصیلات کے ساتھ مذکورہ عقائد رکھنے والا شخص مشرک نہیں کہلائے گا۔

”قوله قيل يكفر لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ عالم الغيب قال في التتارخانية وفي الحجة ذكر في الملتقط انه لا يكفر لان الاشياء تعرض على روح النبي ﷺ وان الرسول يعرفون بعض الغيب قال تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول قلت بل ذكروا في كتب العقائد ان من جملة كرامات الاولياء الاطلاع على بعض المغيبات وردوا على المعتزلة المستدلين بهذه الآية على نفسها بان المراد الاظهار بلا واسطة والمراد من الرسول الملك او غيره“..... (فتاویٰ شامی: ۲/۳۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## فاطمہ اور اولیس نام رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد تقویٰ (مجاہد آباد، کشمیر) کا لونی راولپنڈی کے خطیب مولوی اسلم جو کہ روزانہ بعد نماز عشاء درس قرآن دیتے ہیں درس قرآن کے دوران انہوں نے کہا کہ ”فاطمہ“ اور ”اولیس“ نام رکھنا نامناسب ہے درس قرآن کے اگلے دن موبائل فون پر دوبارہ اس بات کو پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں یہی فرمایا کہ ”فاطمہ“ اور ”اولیس“ نام رکھنا بالکل نامناسب ہے، اور ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ صرف میری بات نہیں بلکہ سرحد کے مفتی زرولی کا بھی یہی کہنا ہے کہ ”فاطمہ“ اور ”اولیس“ نام رکھنا بالکل نامناسب ہے، اس بات کے گواہ درس قرآن میں بیٹھنے والے شخص شعیب بٹ نے عطف بٹ کے سامنے یہ بات کہی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ (۱) (الف) کیا ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کا نام فاطمہ نامناسب رکھا (ب) کیا ہمارے نبی ﷺ لفظ فاطمہ اور اولیس کے معانی کو مولوی اسلم سے زیادہ نہیں مانتے تھے (ج) اگر اولیس نام نامناسب ہے تو نبی نے اپنی زندگی میں اور ان کے بعد خلفائے راشدین میں سے کسی نے افضل ترین تابعی اولیس قرنی کے نام کو کیوں نہیں بدلا۔

(۲) ایسے مولوی کے درس قرآن میں بیٹھنا اور اس کے پیچھے نماز یا جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) ایسے مولوی کی جو لوگ حمایت کرتے ہیں ان کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) اس واقعہ کے بعد ایسے مولوی کو مسجد کا خطیب رکھے رکھنا انتظامیہ کے لیے جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) اس معاملے میں اہل محلہ کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی سے جواب عنایت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

ان مولوی صاحب کا فتویٰ ہی نامناسب ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک، امت میں بہت کثرت سے یہ دونوں نام مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں، کسی نے ان کو نامناسب نہیں کہا، لہذا جو ان کو نامناسب کہتا ہے اس کا کہنا نامناسب ہے، تعامل امت کے خلاف نہ کہنا چاہیے، باقی صرف اس وجہ سے ان کو مسجد سے نکالنا وغیرہ بھی مناسب نہیں بلکہ ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

”التسمية باسم لم يذكره الله تعالى في عباده ولا ذكره رسوله ﷺ

ولا يستعمله المسلمون تكلموا فيه والاولى ان لا يفعل وروى اذا ولد لاحدكم

ولَدُ فَمَات فَلَا يَدْفَنُهُ حَتَّى يَسْمِيَهُ وَان كَانَ ذَكَرَ بِاسْمِ الذِّكْرِ وَان كَانَ انْثَى فَبِاسْمِ انْثَى وَان لَمْ يَعْرِفْ فَبِاسْمِ يَصْلَحُ لَهُمَا وَلَوْ كُنِيَ ابْنُهُ الصَّغِيرُ بِابِي بَكَرٍ وَغَيْرِهِ كَرِهَهُ بَعْضُهُمْ وَعَامَتُهُمْ لَا يَكْرَهُ لَأَنَّ النَّاسَ يَرِيدُونَ بِهِ التَّفَاوُلَ“..... (فتاویٰ شامی: ۵/۲۹۶)

”التَّسْمِيَةُ بِاسْمِ لَمْ يَذْكُرْهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي عِبَادِهِ وَلَا ذَكَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَا اسْتَعْمَلَهُ الْمُسْلِمُونَ تَكْلُمًا وَافِيَهُ وَالْأُولَى إِنْ لَا يَفْعَلُ كَذَافِي الْمَحِيطَ“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۵/۳۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

### کیا رزق کا تعلق ہماری عبادت سے ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۹) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے رزق کا ہماری عبادت سے کوئی تعلق ہے؟ میں نے ایک تبلیغی بیان میں پڑھا ہے کہ جو اعمال آپ سارا دن کرتے ہیں اگلے دن نظر ڈالیں تو ایسا آدمی جو نماز تک نہیں پڑھتا اس کے حالات نمازی اور عابد سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں، میرا خیال یہ ہے کہ آپ نے میرا مختصہ سمجھ لیا ہوگا، اور جواب عطا فرما کر میرے دل کی صفائی کا اہتمام فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

اس سے مراد مالی حالات نہیں ہیں بلکہ امت مسلمہ کے عمومی حالات مراد ہیں اور چونکہ آج کل امت مسلمہ عمومی طور پر بد اعمالیوں میں مشغول ہے اس وجہ سے ان کی عمومی حالت بدتر ہوتی جا رہی ہے جیسا کہ آج کل ظاہر ہے۔ اور اس سے اطمینان قلب اور سکون بھی مراد لے سکتے ہیں، ہم اس کا روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ نیک اعمال والا شخص اگرچہ اس کے پاس مال زیادہ نہ بھی ہو تب بھی مطمئن اور پرسکون ہوتا ہے اور بد اعمال شخص باوجود کثرت مال کے پریشان رہتا ہے اس کا دل مطمئن نہیں ہوتا۔

”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرِ أَوْ انْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً، (سورة النحل) (فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً) قَالَ غَيْرِ وَاحِدٍ حَيٰوةً فِي الدُّنْيَا وَارِيْدُ بِهَا حَيٰوةٌ تَصَحُّبُهَا الْقِنَاعَةُ وَالرِّضَا بِمَا قَسَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَقَدَّرَهُ وَقَالَ ابُو بَكْرٍ الْوَرَّاقُ هِيَ

حياة تصحبها حلاوة الطاعة واولى الاقوال على تقدير ان يكون ذلك في الدنيا تفسيرها بما يصحبه القناعة قال الواحدى ان تفسيرها بذلك حسن مختار فانه لا يطيب في الدنيا الا عيش القانع واما الحريرى فانه ابدافى الكد والعناء وقال الامام ان عيش المؤمن في الدنيا طيب من عيش الكافر لوجوه، الاول انه لما عرف ان رزقه انما حصل بتدبير الله تعالى وانه سبحانه محسن كريم لا يفعل الا الصواب كان راضياً بكل ما قضاه وقدره وعرف ان مصلحته في ذلك واما الجاهل فلا يعرف هذه الاصول فكان ابدافى الحزن والشقاء، الثانى ان المؤمن يستحضر ابدافى عقله انواع المصائب والمحن ويقدر وقوعها ويجد نفسه راضية بذلك فعند الوقوع لا يستعظمها بخلاف الجاهل فانه غافل عن تلك المعارف فعند وقوع المصائب يعظم تأثيرها في قلبه، الثالث ان المؤمن منشراح بنور معرفة الله والقلب اذا كان مملوءاً بالمعرفة لم يتسع للاحزان الواقعة بسبب احوال الدنيا واما الجاهل فقلبه خالٍ عن المعرفة متفرغ للاحزان من المصائب الدنيوية، الرابع ان المؤمن عارف ان خيرات الحيات الجسمانية خسيصة فلا يعظم فرحه بوجدانها ولا غمه بفقدانها والجاهل لا يعرف سعادته اخرى تغايرها فيعظم فرحه بوجدانها وغمه بفقدانها، والخامس ان المؤمن يعلم ان خيرات الدنيا واجبة التغير سريعة الزوال ولولا تغيرها وانقلابها ما وصلت اليه فعند وصولها اليه لا يتعلق بها قلبه ولا يعانقها معانقة العاشق فلا يحزنه فواتها والجاهل بخلاف ذلك..... (روح المعاني: ١٢/٢٢٤)

”ومن اعرض عن ذكرى فان له معيشةً ضنكاً الآية، والمتبادران تلك المعيشة له في الدنيا وروى ذلك عن عطاء وابن جبير ووجه ضيق معيشة الكافر المعرض في الدنيا انه شديد الحرص على الدنيا متهالك على ازديادها خائف من انتقاصها غالب عليه الشح بها حيث لا غرض له سواها بخلاف المؤمن الطالب الآخرة وقيل الضنك مجاز عما لا خير فيه ووصف

معيشة الكافر بذلك لأنها وبالّ عليه وزيادة في عذابه يوم القيامة كما دلّت عليه الآيات وهو ما خوذ مما أخرجه ابن أبي حاتم عن ابن عباس انه قال في الآية يقول كلّ مال اعطيته عبداً من عبادي قل او كثر لا يتقيني فيه فلا خير فيه وهو الضنك في المعيشة“.....(روح المعاني: ١٦/٢٤٤)

”ومن اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا الخ، وقال عكرمة هو الحرام وقال الضحاك الكسب الخبيث وعن ابن عباس قال الشقاء قلت وانما اطلق الضنك على الحرام والكسب الخبيث والشقاء لكونها مفضية الى ضيق المقام في القبر او النار قال الله تعالى في اهل النار، اذا القوا منها مكاناً ضيقاً مقرنين، وروى عن ابن عباس انه قال كلّ مال اعطى العبد قل او كثر فلم يتق فيه فلا خير فيه وهو الضنك في المعيشة وانّ قوماً اعرضوا عن الحق وكانوا اولى سعة من الدنيا اكثر من فكانت معيشتهم ضنكا وذلك انهم يرون الله ليس بمخلف عليهم معائشهم من سوء ظنهم بالله عز وجل وقال سعيد بن جبیر معناه نسلبه القناعة حتى لا يشبع وحاصل هذين القولين انّ من اعرض عن ذكر الله تعالى كان مجامعاهمه ومطامح نظره الى اعراض الدنيا متهاكاً على ازديادها خائفاً على انتقاضها بخلاف المؤمن الطالب للآخرة فانه قانع على ما اعطاه الله شاكر عليه متوكل على الله فتكون حياته في الدنيا طيبة قلت وعلى هذا التاويل ليس المراد بمن اعرض عن ذكر الله الكافر المعرض عن الايمان بل المعرض عن الاكثار ذكر الله فان عامة المؤمنين منهمكون في طلب الدنيا خائفون على انتقاضها فمن اعرض عن اكثار ذكر الله وجعل همته في اعراض الدنيا اظلم عليه وقته وتشويش عليه رزقه“.....(تفسير المظهرى: ١٠١/٦)

”ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس، ظهر الفساد في البر والبحر كالجرب والموتان وكثرة الحرق والغرق والقتال والجدال ومحق البركات والظلم وكثرة المضار والامراض والضلال والرياح المفسدة

فی البحار ومصادمه الدواب فی البحار بما کسبت ایدی الناس ای بشؤم معاصیہم او بکسبہم ایاہ..... (تفسیر مظہری: ۲۲۴/۷)

”ظہر الفساد فی البر والبحر کالجذب والموتان وکثرة الحرق والغرق واخفاق الصیادین والغاصۃ ومحق البرکات من کل شیء وقلة المنافع فی الجملة وکثرة المضار بما کسبت ایدی الناس ای بسبب ما فعله الناس من المعاصی والذنوب وشؤمه کقوله تعالیٰ وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم وهو علی التفسیر الاول للفساد ظاهر واما علی تفسیره بالمعاصی فالمعنی ظہرت المعاصی فی البر والبحر بکسب الناس ایاہا وفعلہم لہا ومعنی قوله تعالیٰ لیدیقہم بعض الذی عملوا لعلہم یرجعون، علی الاول ظاهر وهو انّ اللہ تعالیٰ قد افسد اسباب دنیاہم ومحققا وبال بعض اعمالہم فی الدنیا قبل ان یعاقبہم بجمیعہا فی الآخرة لعلہم یرجعون عماہم علیہ واما علی الثانی فاللام مجاز علی معنی انّ ظہور المعاصی بسببہم مما استوجبوا بہ ان یدیقہم اللہ تعالیٰ وبال اعمالہم ارادة الرجوع فکانہم انما افسدوا وتسببوا لفشو المعاصی فی الارض لاجل ذلک (روح المعانی: ۲۱/۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### قرآن مجید کو آگ لگا دوں گا کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے بعض باتوں کی وجہ سے طیش میں آ کر کہا کہ میں اپنے بچوں کو چھت سے گرا کر ہلاک کر دوں گا، اور سب دینی کتابوں کو نیچے پھینک دوں گا اور قرآن مجید کو آگ لگا دوں گا، ان کلمات کے کہنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا یہ کلمات دینی کتابوں اور قرآن مجید کی گستاخی ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال قرآن پاک کو آگ لگانا یا بچوں کو ہلاک کرنے کی دھمکی وغیرہ دینا جائز نہیں ہے اور جب تک یہ شخص خوب علی الاعلان توبہ نہ کرے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے، اور اگر ان باتوں سے خوب توبہ کرے تو اس کی

امامت بلا کراہت جائز ہے، واضح رہے کہ یہ شخص اگر توبہ اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر چکا ہے تو اس کو مزید پریشان کرنا جائز نہیں، نیز تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم علی سبیل الاحتیاط پہلے بھی دیا گیا ہے اور اب بھی علی سبیل الاحتیاط یہ حکم دیا جاتا ہے، کیونکہ مذکورہ الفاظ اگر توہین قرآن کی نیت سے کہے ہوں تو وہ کافر ہوا ہے۔

”اذا انکرایة من القرآن او سخر بآية من القرآن وفي الخزانة او عاب فقد كفر“..... (التاتارخانية: ۵/۳۳۳)

”وفی الذخيرة المصحف اذا صار خلقا وتعذر القراءة منه لایحرق بالنار الیه اشار محمد وبہ ناخذ“..... (فتاویٰ شامی: ۵/۲۹۹)

”یکفر ان قصد به الاستخفاف بالدين وان لم یرد به الاستخفاف بالدين لایکفر“..... (بزازیه علی هامش الہندیة: ۶/۳۳۷)

”القی الفتویٰ علی الارض ای اہانة کما تشير الیه عبارة الالفاء او قال ماذا الشرع هذا کفر“..... (شرح فقہ الاکبر: ۱۷۳)

”ومن تاب عن کبيرة صحت توبته مع الاصرار علی کبيرة اخرى ولا يعاقب بها ای علی الکبيرة التي تاب عنها“..... (شرح فقہ الاکبر: ۱۵۶)

”ان ما یكون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النکاح وظاهره انه امر احتیاط“..... (فتاویٰ شامی :

۳/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جنت میں صرف مسلمان ہی کیوں جائیں گے؟

مسئلہ نمبر (۲۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بیچ اس مسئلہ کے۔

سوال یہ ہے کہ جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہو سکیں گے یا یہودی اور عیسائی، بدھ مت، سکھ اور دوسرے مذاہب والے بھی جنت میں جاسکتے ہیں؟ اگر صرف مسلمان جنت میں جائیں تو کیوں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ آج کل یہ جو فیشن شوہور ہے ہیں اس میں خواتین تقریباً برہنہ ہوتی ہیں، اس طرح سے

کپڑوں کی نمائش کرنا، اس کا اہتمام کرنا اور اس کام پر روپے صرف کرنا درست ہے یا کہ نہیں؟ اگر غلط ہے تو اس کا گناہ کس قدر ہے؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں، ہم ممنون ہوں گے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) جنت میں داخلہ کی شرط ایمان و اسلام ہے لہذا صرف مسلمان ہی جنت میں جائیں گے، غیر مسلم جنت میں نہیں جاسکتے۔

(۲) سوال میں ذکر کردہ قباحتوں کی وجہ سے فیشن شو کروانا اور اس پر رقم خرچ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور فیشن شو کئی گناہوں کا مجموعہ ہے اور گناہ بھی ایسے ہیں جن کا نقصان بھی اجتماعی ہے اور کئی معاشرتی خرابیاں اس سے جنم لیتی ہیں اسی کا اعتبار سے اس کا گناہ بھی بہت زیادہ ہے اور مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ گناہ والے کام سے صرف اللہ ہی کے خوف کی وجہ سے اجتناب کرتا ہے۔

”واعلم انّ مذهب اهل السنة والجماعة وما عليه اهل الحق من السلف والخلف ان من مات موحدًا دخل الجنة قطعاً على كل حال ..... لا يدخل الجنة احدمات على الكفر ولو عمل من اعمال البر“..... (حاشیہ نووی علی هامش المسلم: ۱/۴۱)

”وقوله تعالى وقرن في بيوتكن، كن اهل وقار وهدوء وسكينة وفيه الدلالة على ان النساء مامورات بلزوم البيوت منهيات عن الخروج وقوله تعالى (ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى) روى ابن ابي نجیح عن مجاهد قال كانت المرأة تتمشى بين ايدي القوم فذالك تبرج الجاهلية وقال سعيد بن قتادة ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى يعني اذا خرجتن من بيوتكن قال كانت لهن مشية وتكسر وتغنج فنهاهن الله عن ذلك“..... (احكام القرآن للجصاص: ۳/۵۲۹)

”قوله تعالى يا ايها النبي قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن الآية، قال ابوبكر في هذه الآية دلالة على ان المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الاجنبيين وازهار الستر والعفاف عند الخروج لتلاطمع اهل الريب فيهن“..... (احكام القرآن للجصاص: ۳/۵۲۶)

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سياط كاذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كاسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وان ريحها التوجد من مسيرة كذا وكذا، الحديث، عاريات وقيل معناه تستر بعض بدنهن وتكشف بعضه اظهارا لجمالها ونحوه وقيل معناه تلبس ثوبارقيقا يصف لون بدنهن“..... (صحیح مسلم مع حاشیة النووی: ۲/۲۰۵)

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال لعن اللہ الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة، متفق عليه“..... (مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۳۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ڈاڑھی کی توہین کرنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری جامع مسجد فیصل آباد کے امام صاحب کا جھگڑا سعید نامی شخص سے ہوا، امام نماز جمعہ کے بعد اس جھگڑے کی تفصیل نمازیوں کو بتلا رہے تھے کہ اسی دوران سعید کاموں جو کہ گاؤں گاؤں سردار علی کے نام سے مشہور ہے مسجد میں داخل ہوا، اور امام صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ مولوی اگر تم نے صحیح طریقے سے یہاں رہنا ہے تو رہو ورنہ تمہاری ڈاڑھی اکھاڑ کر تمہاری گانڈ میں دے دوں گا، (استغفر اللہ) اس نے یہ الفاظ کہے اور وہاں سے بھاگ گیا، اس کے بعد گاؤں کے چند معزز افراد اس کے گھر گئے کہ مولوی صاحب سے معافی مانگ لو اور توبہ کر لو، لیکن جواباً اس نے کہا کہ میں نے جو کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے، مجھے جو پھانسی دلوانی ہے دلوا دو (حالانکہ امام صاحب کا اس کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہوا تھا) آنجناب سے گزارش ہے کہ اس شخص کے بارے میں شریعت اسلامیہ کیا حکم دیتی ہے؟ وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

سنن نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی ادنیٰ سنت کا مذاق اڑانا یا اس کی توہین کرنا حضور ﷺ کا مذاق اور توہین ہے اور ڈاڑھی تو واجب ہے اس کی توہین بطریق اولیٰ کفر ہے، بنا بریں اس شخص کے ذمہ

لازم ہے کہ توبہ کرے اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرے ورنہ مسلمان حاکم اس سے توبہ کروائے، توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس پر شرعی سزا نافذ کی جائے۔

”وفی الظہیریۃ من قال لفقیہ اخذ شاربه ما عجب قبحا و اشد قبحا قص الشارب و لف طرف العمامۃ تحت الذقن یکفر، لانه استخفاف بالعلماء یعنی و هو مستلزم لاستخفاف الانبیاء علیہم السلام لان العلماء ورثۃ الانبیاء علیہم السلام، و قص الشارب من سنن الانبیاء علیہم السلام فتقبیحہ کفر بلا اختلاف بین العلماء و فی الخلاصۃ من قال قصصت شاربک و القیت العمامۃ علی العاتق استخفا فایعنی بالعالم او بعلمہ فذلک کفر“..... (فقہ اکبر: ۱۷۳)

”ومنها ما يتعلق بالانبياء عليهم السلام من لم يقر ببعض الانبياء عليهم السلام اولم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۲/۲۶۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والے کے ایمان کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا اپنی بیوی کے ساتھ چھوٹا سا تنازعہ ہوا جس پر وہ ناراض ہو کر میکے چلے گئی اس دوران ثالثین زید کے پاس آئے تو زید نے کہا کہ فاطمہ میری بیوی کی حیثیت سے اگر رہنا چاہے تو آسکتی ہے ورنہ میں اپنے لیے بندوبست کروں گا، جس کی شرعاً مجھے اجازت ہے، اللہ نے مرد کو چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے، اس بات پر زید کے بیٹے نے اپنے تین بھائیوں کی موجودگی میں غصے میں آ کر مجھے اور اللہ کو ان الفاظ میں گالی دی کہ ”میں تیری ماں چودھوں اور تیرے خدا کی بھی ماں چودھوں گا“ (نعوذ باللہ من ذلک) اور ساتھ مجھے قتل کی دھمکی بھی دی ہے۔ مذکورہ تفصیل کے بعد اب سوال یہ ہے کہ،

(۱) ایسے بیٹے کے نکاح کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جو کہ شادی شدہ ہے۔

(۲) ایسے بیٹے کو اپنے گھر میں رکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) ایسے بیٹے کی کمائی کا استعمال کرنا شرعاً میرے لیے جائز ہے؟

(۴) ایسا بیٹا شرعاً میراث کا حصہ دار بنتا ہے؟

بینوا تو جروا

## الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) بشرط صحت سوال مذکورہ الفاظ صریح کفر ہیں، اس صورت میں نکاح ختم ہو جاتا ہے، مذکورہ شخص کو چاہیے کہ توبہ کرے اور تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کرے۔
- (۲) ایسے شخص کو جب تک توبہ نہ کرے الگ کر دینا چاہیے، گھر میں نہیں رکھنا چاہیے۔
- (۳) کمائی سے بھی اجتناب کریں۔
- (۴) ایسا بیٹا میراث سے محروم ہے، جب تک توبہ نہ کرے اور توبہ سے پہلے باپ یا کوئی رشتہ دار وفات پا جائے۔

”واذا وصف الله بمالا يليق به او سخر باسم من اسماء الله تعالى او بامر من او امره وانكرو عده او وعيده يكفر“..... (التاتارخانية: ۵/۳۱۴)

”الفرقة اذا ارتد احد الزوجين ثم ان كانت الردة من المرأة كانت فرقة بغير طلاق بالاتفاق، وان كانت من الرجل ففيه خلاف مذکور في كتاب النكاح ولا ترتفع هذه الفرقة بالاسلام“..... (بدائع الصنائع: ۶/۱۲۰)

”وفي الخانية واجمع اصحابنا على ان الردة تبطل عصمة النكاح وتقع الفرقة بينها بنفس الردة“..... (التاتارخانية: ۵/۳۷۰)

”المرتد لا يرث من مسلم ولا من مرتد مثله كذا في المحيط“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۶/۴۵۵)

”ويومر بالتوبة والرجوع عن ذلك وتجديد النكاح بينه وبين امرء ته“..... (التاتارخانية: ۵/۳۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



سماع موتی اور صلوٰۃ و سلام کے سماع کے منکر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس شخص کے بارے میں کہ جو نبی کریم ﷺ کو نہ قبر میں زندہ مانے اور نہ نبی کریم ﷺ کے قبر میں سلام سننے کا قائل ہو اور نہ نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر مانے اور نہ نبی کریم کے صلوٰۃ و سلام مثلاً یہ جو پڑھتے ہیں ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“ کے سننے کا قائل ہو، مگر نماز کی حالت میں جب کوئی مومن ”السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ“ چاہے زمین کی آخری تہہ میں کھڑے ہو کر کہے کے سننے کا قائل ہو اس کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

حیات فی القبر اور سماع سلام عند القبر اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اور نماز کا سلام بذریعہ ملائکہ پہنچنا بھی اجماعی عقیدہ ہے، بنا بریں جب یہ شخص اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے کہ حیات فی القبر کا منکر اور سماع سلام عند القبر کا منکر اور سلام نماز ہر جگہ سے براہ راست سننے کے قائل ہونا تو یہ اہل سنت سے خارج اور بدعتی خراب عقیدے والا ہے۔

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عندقبری سمعته ومن صلی علی نائیا بلغته رواہ البیہقی فی شعب الایمان“..... (مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۸۸)

”ومما هو مقرر عند المحققین انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق ممتنع بجمیع الملاذ والعبادات غیرانہ حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات ینبغی لمن قصد زیارة النبی ﷺ ان یکثر الصلاة علیہ فانه یسمعہا وتبلغ الیہ“..... (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ۱۹۲)

”واما المبتدع فهو صاحب البدعة وہی کما فی المغرب اسم من ابتدع الامر اذا ابتداء واحده کالرفقة من الارتفاق والخلفة من الاختلاف ثم غلبت علی ما هو زیارة فی الدین او نقصان منه او عرفہا الشمنی بانہا ما حدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دینا قویما وصراطاً مستقیماً“..... (البحر الرائق: ۱/۲۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## انبیاء اور اولیاء کے بارے میں مشکل کشا اور مختار کل کا عقیدہ رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور باقی فوت اولیاء اللہ اور شہداء اور پیرو غیرہ ہماری نداء اور پکار کو سنتے ہیں اور ہمارے حالات دیکھ رہے ہیں اور دیکھتے ہیں اور ہماری ہر مشکل سے واقف ہیں اور مشکل کو رفع کر سکتے ہیں، اور یہ عقیدہ بھی رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ کے نور میں سے نور ہیں اور یہ بھی کہ اللہ کے پلے میں سوائے وحدت کے اور دھرا کیا ہے؟ جو کچھ لینا ہے ہم لے لیں گے محمد سے

لے احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو سب کن کن ہے حاصل یا غوث تجھ کو

اسی طرح شرک اکبر فعلی بھی کرتا ہے، قبر پر سجدہ، طواف، چومنا چاٹنا، نذر و نیاز غیر اللہ کے نام پر دیتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ فوت شدہ بزرگ نفع اور نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں اور عالم الغیب بھی ہیں، مختار کل بھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

کیا ایسے شخص کی امامت میں نماز پڑھنا جائز ہے، اس کے ساتھ قربانی کرنا، نکاح کرنا جائز ہے، اور کیا ایسے شخص کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام ہے؟ کیا یہ شخص مسلمان ہے یا مرتد ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر ہماری اصلاح فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر سوال حقیقت پر مبنی ہے اور سوال میں کسی قسم کی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا گیا ہے تو مسئلہ عنہ کو امام بنانا قطعاً ناجائز ہے بلکہ ان کا تو دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا خطرہ ہے، اس کے ساتھ کسی مسلمان عورت کا نکاح کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، قربانی اور ذبیحہ کا بھی یہی حکم ہے، واضح رہے کہ عام بریلوی حضرات کا حکم اس سے مختلف ہے، عام بریلوی مسلمان ہیں۔

”الاولیٰ بالامامة اعلمهم باحکام الصلوة هکذا فی المضمرات ویجتنب

الفواحش الظاهرة وان کان غیره اور ع منه“..... (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۸۳)

”ویکفره تقدیم المبتدع ایضاً لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق

من حیث العمل الا ان الفاسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق ویخاف

ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئاً علی خلاف

ما یعتقدہ اہل السنۃ والجماعۃ وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراہۃ اذالم یکن ما یعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اہل السنۃ اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلاً..... (حلبی کبیری: ۴۴۳)

”قوله وان کان شریک الستۃ نصرانیا او مرید اللحم لم یجز عن واحد منهم وکذا اذا کان عبداً او مدبراً یرید الاضحیۃ لان نیتہ باطلۃ لانه لیس من اهل هذه القرۃ فکان نصیبہ لحما فمنع الجواز اصلاً“..... (فتاویٰ شامی: ۵/۲۲۹)

”فنقول اہلیۃ الذبح من لہ ملة التوحید دعویٰ واعتقاداً کالمسلم او دعویٰ لاعتقاداً کالکتابی“..... (المحیط البرہانی: ۸/۴۴۸)

”ومنها ان یكون مسلماً او کتابیاً فلا تؤکل ذبیحۃ اهل الشریک والمجوسی والوثنی وذبیحۃ المرتد اما ذبیحۃ اهل الشریک فلقوله تعالیٰ (وما اهل غیر اللہ)..... (بدائع الصنائع: ۴/۱۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### مسجد میں کسی کی تعظیم کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیے؟

مسئلہ نمبر (۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مساجد میں نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نمازی حضرات امام مسجد سے مصافحہ کرتے ہیں، اور آپس میں بھی مصافحہ اور معانقہ کرتے ہیں، امام مسجد مصلے پر بیٹھتا ہے اور لوگ مصافحہ کر لیتے ہیں، لیکن بعض احباب جو مسجد انتظامیہ سے تعلق رکھتے ہیں امام سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ امام کو کھڑے ہو کر ان لوگوں سے مصافحہ کرنا چاہیے کیونکہ بڑے اور بزرگ لوگ بھی ہوتے ہیں، حالانکہ امام کا معمول ہے کہ وہ نماز کے بعد مصلے پر ہی کچھ ذکر اذکار میں مصروف ہوتا ہے اور کھڑے ہو کر مصافحہ کرنے میں حرج بھی محسوس کرتا ہے۔

اسی طرح بعض احباب نماز سے قبل جب مسجد میں آتے ہیں تو اس وقت بھی مصافحہ کر لیتے ہیں۔

آنجناب کی خدمت میں گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمادیں کہ مسجد میں کب کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا چاہیے اور کب کھڑا نہیں ہونا چاہیے؟

اللہ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو کامل شریعت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے اور احادیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے، لیکن مخصوص نمازوں کے بعد سنت سمجھ کر کرنا ممنوع ہے، کیونکہ خیر القرون میں ان مخصوص نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کے بارے میں محققین نے اس کے ثبوت کی نفی کی ہے خواہ امام کے ساتھ ہو یا غیر امام کے ساتھ، ہاں مخصوص نمازوں کے علاوہ تعظیم کے لیے کھڑے ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ بزرگ لوگوں کے لیے تعظیماً کھڑے ہونے میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ ایسے لوگوں کے لیے کھڑا ہونا مندوب ہے، جیسے عالم، والد، مسافر اور استاد بلکہ مطلقاً دوسروں کے لیے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں، البتہ اگر اس نیت سے کھڑا ہوتا ہو کہ پھر یہ میرے لیے کھڑا ہوگا تو یہ مکروہ ہے، ہاں کھڑے ہونے کے بارے میں جو وعید آئی ہے یہ ان کے لیے ہے جو دوسروں کے لیے کھڑا ہونا ضروری سمجھتے ہیں، لہذا مسجد کی انتظامیہ والے اگر امام پر دوسروں کے لیے کھڑا ہونا ضروری سمجھتے ہیں تو یہ ٹھیک نہیں ہے، اور اگر امام بخوشی کھڑا ہوتا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

”اعلم ان المصافحة مستحبة عند كل لقاء اماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلا اصل له في الشرع على هذا الوجه ولكن لا بأس به فان اصل المصافحة سنة وكونهم حافظوا عليها في بعض الاحوال وفرطوا كثير من الاحوال او اكثرها لا يخرج ذلك البعض عن كونه من المصافحة التي ورد الشرع باصلها اه قال الشيخ ابو الحسن البكري وتقييده بما بعد الصبح والعصر على عادة كانت في زمنه والافعقب الصلوة كلها كذلك كذا في رسالة الشرنبلالي في المصافحة ونقل مثله عن الشمس الحانوتي وانه افتي به مستدلا بعموم النصوص الواردة في مشروعيته وهو الموافق لما ذكره الشارح من اطلاق المتون لكن قد يقال ان المواظبة عليها بعد الصلوات خاصة قديروا الى الجهلة الى اعتقاد سنيته في خصوص هذه المواضع وان لها خصوصية زائدة على غيرها مع ان ظاهر كلامهم انه لم يفعله احدهم السلف في هذه المواضع وكذا قالوا بسنية قراءة السور الثلاث في الوتر مع الترك احيانا لئلا يعتقد وجوبها ونقل في تبیین المحارم عن الملتقط انه تكره المصافحة بعد اداء الصلوة بكل حال لان الصحابة رضی

اللہ عنہم ماصافحوا بعداء الصلوة ولانہا من سنن الروافض اہ ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية انها بدعة مکروہة لاصل لها فی الشرع وانه ینبہ فاعلها اولاً ویعزر ثانیاً ثم قال ابن الحاج من المالکية فی المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاختیه لافی ادبار الصلوات فحیث وضعها الشرع یضعها فینہی عن ذلك ویزجر فاعلها لماتى به من خلاف السنة“.....(رد المحتار: ۵/۲۷۰)

”وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وماذاک الا لكونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع فالمواظبة علیہا فیہ توهم العوام بانہا سنة فیہ“.....(رد المحتار: ۱/۲۶۰)

”وفی الوہانیہ یجوز بل یندب القيام تعظیماً للقدام كما یجوز القيام ولوللقراری بین یدى العالم وسیجىء نظاماً (قوله یجوز بل یندب القيام تعظیماً للقدام الخ) ای ان کان ممن یشترق التعظیم قال فی القنیة قیام المجالس فی المسجد لمن دخل علیہ تعظیماً وقیام قاری القرآن لمن یجىء تعظیماً لایکره اذا کان ممن یشترق التعظیم وفی مشکل الآثار القيام لغيره لیس بمکروه لعینہ انما المکروه محبة القيام لمن یقام له فان قام لمن لایقام له لایکره قال ابن وہبان اقول وفی عصرنا ینبغى ان یشترح ذلك ای القيام لما یورث ترکہ من الحقد والبغضاء والعداوة لاسیما اذا کان فی مکان اعتد فیہ القيام وماورد من التواعد علیہ فی حق من یجب القيام بین یدیہ كما یفعله الترك والاعاجم اہ قلت یؤیدہ ما فی العناية و غیرہا عن الشیخ الحکیم ابی القاسم کان اذا دخل علیہ غنی یقوم له ویعظمہ ولا یقوم للفقراء وطلبة العلم فقیل له فی ذلك فقال الغنی یتوقع منی التعظیم فلوترکتہ لتضرر والفقراء والطلبة انما یطمعون فی جواب السلام والكلام معهم فی العلم“.....(الدرمع الرد: ۵/۲۷۲)

واللہ تعالی اعلم بالصواب



## قرآن مجید کے شہید اور اراق کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و علمائے عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کے شہید صفحات کو سنبھالنے کی کوئی صورت اختیار کریں تو گناہ نہ ہوگا، کیا ان کو جلا کر ان کی راکھ کو اونچی جگہ پر رکھ دیں؟ کیا ہم شہید صفحات کو دریا کے پانی میں بہا دیں؟ کیا ہم انہیں قبرستان میں دفن کر دیں؟ ان تین صورتوں میں سے کوئی صورت جائز ہے؟ جس کو کرنے سے ہم گناہ سے بچ جائیں، اگر کسی نے صفحات جلا دیے ہیں تو وہ گناہ گار ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں دوسری اور تیسری صورت جائز ہے، لیکن دفن کرنا افضل ہے مگر قرآن مجید کو اسی طرح دفن کیا جائے جس طرح مردے کو بغلی قبر میں دفن کیا جاتا ہے، یا کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے تاکہ اوپر مٹی نہ پڑے۔

”المصحف اذا صار بحال لا يقرء فيه يدفن كالمسلم“  
.....(الدر المختار: ۱/۳۳)

”قال ابن عابدين تحت قوله يدفن اي يجعل في خرقه طاهرة ويدفن في محل غير ممتهن لا يؤطأ وفي الذخيرة وينبغي ان يلحدله ولا يشق له لانه يحتاج الى اهالة التراب عليه وفي ذلك نوع تحقير الا اذا جعل فوقه سقف بحيث لا يصل التراب اليه فهو حسن ايضا ولا بأس بان تلقى في ماء جار كما هي تدفن وهو احسن“.....(رد المحتار: ۱/۱۳۰)

”المصحف اذا صار خلقا لا يقرأ منه ويخاف ان يضيع يجعل في خرقه طاهرة ويدفن ودفنه اولى من وضعه موضعاً يخاف ان يقع عليه النجاسة او نحو ذلك ويلحدله لانه لو شق ودفن يحتاج الى اهالة التراب عليه وذلك نوع تحقير الا اذا جعل فوقه سقف بحيث لا يصل التراب اليه فهو حسن“.....(فتاویٰ الہندیہ: ۵/۳۲۳)

”قوله يدفن اي في محل غير ممتهن لا يؤطأ بالارجل ولا بأس بان تلقى في ماء

جار کماہی اوتدفن وهو احسن کما فی الاشباہ..... (الطحطاوی علی الدر: ۱/۱۰۰)

قرآن مجید کو جلانا جائز نہیں ہے۔

”وفی الذخیرۃ المصحف اذا صار خلقا وتعذر القراءۃ منه لایحرق بالنار الیہ اشار محمد وبہ ناخذ“..... (رد المحتار: ۵/۲۹۹)

”المصحف اذا صار خلقا وتعذر القراءۃ منه لایحرق بالنار اشار الشیبانی الی هذا فی السیر الکبیر وبہ ناخذ“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۵/۳۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



جان بوجھ کر مرزائی کا جنازہ پڑھنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی مرزائی کا عہد نماز جنازہ پڑھے تو اس کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

قرآن و سنت و اجماع امت کی روشنی میں مرزائی کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور واضح رہے کہ کافر کو مسلمان سمجھنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، بنا بریں جس شخص نے مرزائی کو مسلمان سمجھ کر نماز جنازہ پڑھی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو گیا اور اس پر تجدید ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

اور اگر مرزائی کو مسلمان سمجھ کر نہیں بلکہ کافر سمجھ کر نماز جنازہ پڑھی ہے تو پھر نماز جنازہ پڑھنے والا شخص کافر تو نہیں ہوا البتہ فاسق اور فاجر مدہین اور بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہے لہذا وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ کسی بھی غیر مسلم کا جنازہ نہ پڑھے۔

”سمعت بعضهم یقول اذا لم یعرف الرجل ان محمداً ﷺ اخر الانبیاء علیہم

وعلی نبینا السلام فلیس بمسلم کذا فی الیتیمہ“..... (فتاویٰ

الہندیۃ: ۲/۲۶۳)

”والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان كان حراما لغيره كمال الغير لا يكفر  
وان كان لعينه فان كان دليله قطعيا كفروا لا فلا، وقيل التفصيل في العالم  
اما الجاهل فلا يفرق بين الحلال والحرام لعينه ولغيره وانما الفرق في حقه انما  
كان قطعيا كفر به والا فلا في كفر اذا قال الخمر ليس بحرام“.....  
(البحر الرائق: ۲۰۶/۵، فتاوى الهندية: ۲۳۲/۲)

”ولا تصل على احد منهم مات ابدا قال علماؤنا هذا نص في الامتناع من  
الصلوة على الكفار يؤخذ لانه علل المنع من الصلوة على  
الكفار“..... (تفسير قرطبي: ۲۲۱/۴)

”ان ما يكون كفرا اتفقا يبطل العمل والنكاح وما فيه خلاف  
يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح“..... (فتاوى شامی: ۳۱۶/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### نماز کا ثبوت قرآن پاک سے نہیں ہے، یہ کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے بارے میں جو یہ کہتا ہے کہ پانچ وقت  
نماز جو متواتر پوری امت میں پوری دنیا میں مکہ مدینہ میں ادا ہوتی چلی آرہی ہے اس کا قرآن مجید میں ثبوت نہیں  
ہے، لہذا اس طریقہ سے نماز ادا کرنا منافقین کا طریقہ ہے مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے، کیا یہ شخص مسلمان  
رہا یا کافر ہو گیا؟ کیا اس کا نکاح باقی ہے؟ کیا کیا کرنا چاہیئے؟

اگر کوئی شخص امام ہو اور اس کی بیوی مذکورہ بالا عقیدہ رکھتی ہو اور امام صاحب کی تاویل یہ ہے کہ میری بیوی  
پاگل ہے، اور ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق یہ عورت پاگل نہیں ہے، کیا اس امام کی تاویل درست ہے؟ اب ہمیں اس  
امام صاحب کے بارے میں کیا کرنا چاہیئے؟ اور ان کی امامت کا کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر امام صاحب کی بیوی کا یہ عقیدہ ہے کہ پانچ وقت نماز جو متواتر پوری امت میں  
ادا ہوتی چلی آرہی ہے اس کا قرآن میں ثبوت نہیں ہے، لہذا اس طریقہ سے نماز ادا کرنا منافقین کا طریقہ ہے مسلمانوں

کا طریقہ نہیں ہے، اس عقیدہ کے رکھنے کی وجہ سے وہ کافر ہو گئی ہے، تجدید نکاح اور تجدید ایمان ضروری ہے، امام صاحب کے قول کے مطابق اگر واقعی حقیقت میں وہ پاگل ہے تو پھر کافر نہیں ہوئی، کیونکہ جنون کبھی مستقلاً ہوتا ہے، اور کبھی درمیان میں مریض صحت مند ہو جاتا ہے، اس پر دورے کی کیفیت نہیں رہتی، اس حالت میں اگر ڈاکٹر اسے چیک کریں تو وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ صحت مند ہے، لہذا پوری تحقیق کریں جلد بازی اور جذبات کی رو میں فتویٰ نہیں لینا چاہیے۔

”ماکان فی کونہ کفرا اختلاف فان قائلہ یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۲/۲۸۳)  
 ”ویکون الکفر بقول المریض لا اصلی ابداجوابا لمن قال له صل وقیل لا وکذا قوله لا اصلی حین امر بها وقیل انما یکفر اذا قصد فی الوجوب وفیہ بترک الصلوۃ متعمدا غیرنا وللقضاء وغیر خائف من العقاب“  
 ..... (البحر الرائق: ۵/۲۰۵)

”ہی فرض عین علی کل مکلف ویکفر جاحدا لثبوتها بدلیل قطعی وتارکھا عمدا مجانۃ ای تکاسلا فاسق“..... (درمختار: ۱/۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ”هذا الكتاب“ کی جگہ ”ذلک الكتاب“ کیوں کہا گیا؟

مسئلہ نمبر (۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک کے شروع میں ”هذا“ کی بجائے ”ذلک“ کا لفظ استعمال ہوا ہے جب کہ یہ کتاب یعنی قرآن حکیم ہمارے پاس موجود ہے، اس میں اشارہ قریب کی بجائے اشارہ بعید کا کیوں استعمال ہوا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

آیت مسئلہ میں جو اسم اشارہ بعید کے لیے استعمال کیا گیا ہے اس کے سمجھنے سے پہلے ایک تمہید کا جاننا ضروری ہے، وہ یہ کہ بعد دو قسم پر ہے (۱) بعد حسی (۲) بعد ربی۔  
 (۱) بعد حسی: (مکانی یا زمانی جو محسوس ہو رہا ہو) یہ ایسے بعد کو کہتے ہیں جو محسوس ہو رہا ہو یا نظر آ رہا ہو جیسے کراچی بعید ہے راولپنڈی سے، یہ ایسا بعد ہے جو نظر آ رہا ہے۔

(۲) بعدرتبی: (مرتبہ کی بلندی) یہ کہتے ہیں ایسے بعد کو جو محسوس نہ ہو جیسے کتاب اللہ، یعنی کتاب اللہ مرتبہ کے اعتبار سے اتنی بعید ہے کہ کوئی مخلوق اس تک نہیں پہنچ سکتی۔

اس لیے ”ذلک“ اشارہ بعید لائے اس کتاب کا مرتبہ بتانے کے لیے کہ یہ کتاب رتبے کے اعتبار سے بہت بلند و بعید ہے، کوئی کتاب اس مقام تک نہیں پہنچ سکتی، اگر اشارہ قریب ”ہذا“ لاتے تو یہ بعدرتبی حاصل نہ ہوتا، لہذا جو عظمت ”ذلک“ میں ہے وہ ”ہذا“ میں نہیں ہے۔

”والاشارة بذلك وهي للبعيد تعظيما لشانه“..... (تفسير المظهری :

(۱/۲۳

”ذلک ای هذا الكتاب ..... وجملة النفی خبر مبتدائه ذلک والاشارة به للتعظيم قوله ای هذا آه اشار بذلک الی ان حق الاشارة ان یوتی بهما للقریب وانما اتی بما یبدل علی البعید للتعظیم لکون القرآن مرفوع الرتبة وعظیم القدر ، صاوی“..... (تفسير جلالین : ۴/۱، وحاشیة نمبر ۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## تنظیم فکر شاہ ولی اللہی کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱): حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ صاحبان کو بخوبی علم ہوا ہوگا کہ ہمارے وطن میں تحریک فکر شاہ ولی اللہی کے نام سے ایک تنظیم ہمارے دینی مدارس میں نہایت تیزی سے بڑھتی چلی آرہی ہے، اس تنظیم پر دارالعلوم ٹل کے مہتمم و بانی حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے تلمیذ رشید حضرت مولانا معز الحق صاحب رحمہ اللہ نے دہریت کا فتویٰ لگا دیا ہے، مگر جناب ہمارے علاقہ کے بعض لوگ خصوصاً سکول و کالج کے طلباء اور پروفیسر صاحبان اس فتویٰ پر اعتماد نہیں کرتے اور ہم نے مندرجہ بالا فتویٰ سے قوی ترین فتویٰ کا مطالبہ کرتے ہیں، حضرت جناب ان کی کتابوں میں کافی غیر شرعی باتیں موجود ہیں، اپنی ایک کتاب ”قرآنی دستور انقلاب“ اور رسالہ عزم میں ان کے غیر اسلامی تحاریر حاضر خدمت ہیں، جن میں سورۃ الماعون کا ترجمہ غلط انداز میں بیان ہوا ہے، اور یہ لوگ عوام کو غلط تصور دے رہے ہیں، نیز جہاد کا مقصد اور مساجد کی عظمت کو نوجوانوں کے دلوں سے مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

تنظیم فکرو لی الہی معاشی مساوات کی علمبردار جماعت ہے اور جو بھی معاشی مساوات کے علمبردار ہوں وہ گمراہ ہیں، کفر کا فتویٰ اس پر اس لیے نہیں دیا جاسکتا ہے کہ وہ متاولین ہیں، نیز بعض افراد کی خرافات کی وجہ سے پوری جماعت پر کفر کا فتویٰ لگانا صحیح نہیں۔

”السابعة مافی البحر من باب المرتد نقلا عن الفتاوى الصغرى الكفر شىء عظيم فلا جعل المؤمن كافرا وجدت رواية انه لا يكفر انتهى ثم قال والذى تحرز انه لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على حمل حسن او كان فى كفره اختلاف ولورواية ضعيفة اه“.....(رسائل ابن عابدين)

”وفى فتاوى الصغرى الكفر شىء عظيم فلا جعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية انه لا يكفر اه..... وفى الخلاصة وغيرها اذا كان فى المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى ان يميل الى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم..... والذى تحرر انه لا يفتى بتكفير مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان فى كفره اختلاف ولورواية ضعيفة“.....(البحر الرائق: ٥/٢١٠)

”يجب ان يعلم انه اذا كان فى المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى ان يميل الى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم“.....(فتاوى تاتارخانية: ٥/٣١٢)

”واعلم انه لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان فى كفره خلاف ولو كان ذلك رواية ضعيفة كما حرره فى البحر وعزاه فى الاشباه الى الصغرى وفى الدر وغيرها اذا كان فى المسئلة وجوه توجب الكفر وواحد يمنعه فعلى المفتى الميل لما يمنعه“.....(درمع الرد: ٣/٣١٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ”کافر کا فرشیعہ کافر“ کا نعرہ لگانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) دور حاضر میں ”کافر کا فرشیعہ کافر“ کا نعرہ لگانا کیسا ہے؟ جب کہ شیعہ حضرات جواب میں صحابہ کرام کے نام لے لے کر کافر کہتے ہیں، جب کہ قرآن کریم کی آیت ”وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ الْخ“ سے اس کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔

(۲) شیعہ حضرات یوم حسین ۱۰ محرم الحرام کو مناتے ہیں، کیا اس کے مقابلہ میں ہم سنی حضرات کسی صحابی کا یوم مناسکتے ہیں؟

(۳) آیا علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شیعہ کافر ہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) شیعوں کے اکثر فرقے اگرچہ کافر ہیں مگر پھر بھی ”کافر کا فرشیعہ کافر“ کہہ کر تبلیغ کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ خالص تفضیلی شیعہ کافر نہیں ہیں، اس لیے مطلق طور پر کافر کہنا درست نہیں ہے۔

(۲) اسلام میں کسی کی پیدائش یا وفات کے ایام منانے کا کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ اسلام کی تاریخ میں کوئی دن بھی ایسا نہیں ہے کہ جب کہیں کوئی اسلام کی سر بلندی کے لیے اپنی جان قربان کرتے ہوئے دکھائی نہ دے، عمل و کردار سے شناخت ہوتی ہے نہ کہ دن منانے سے، ہونا یہ چاہیے کہ سارا سال صحابہ کرام کے فضائل و مناقب بیان کیے جائیں۔

(۳) اس بات پر نہ صرف علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ ہے بلکہ بریلوی مکتبہ فکر سے مولانا احمد رضا خان بریلوی اور اہل حدیثوں میں سے علامہ احسان الہی ظہیر جیسے علماء کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شیعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کرے یا تحریف قرآن کا قائل ہو وہ کافر ہے۔

”عن الخلاصة ان الرافضی اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر وان

كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع“..... (فتاویٰ شامی : ۳/۳۲۱)

پاکستان میں موجودہ شیعہ اثناعشریہ جمعہ فریہ من حیث الفرقۃ علی الاطلاق اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر ہیں ان سے نکاح اور موالات حرام ہے، ان کے جنازے میں شرکت بھی حرام ہے، جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، اس مخصوص نعرہ لگانے سے چونکہ ان کی طرف سے گستاخی کا غالب گمان ہے، لہذا اس سلسلہ میں ہمیشہ حکمت و بصیرت سے کام لینا چاہیے تاکہ فساد کم ہو۔

”ووجب اكفار الروافض في قولهم برجع الاموات الى الدنيا وانتقال الاموات وتناسخ الارواح وانتقال روح الاله الى الائمة وان الائمة آلهة ولقولهم في خروج امام باطن وبتعطيلهم الامر والنهي الى ان يخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبريل غلط في الوحي الى محمد ﷺ دون علي ابن ابي طالب رضى الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحكامه احكام المرتدين“.....(فتاوى تاتارخانية: ٥/٣٦٥)

”من سب الشيخين او طعن فيهما كفر، اقول نعم في البزائية عن الخلاصة ان الرافضى اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر.....نعم لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضى الله عنها وانكر صحبة الصديق او اعتقد الالوهية في علي او ان جبريل غلط في الوحي او نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن“ درمختار مع الشامى: ٣/٣٢١

”فلذا اجمع علماء الاعصار على اباحة قتلهم وان من شك في كفرهم كان كافرا“.....(رسائل ابن عابدين: ١/٣٦٩)

”ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله، الثانية قال العلماء حكمها باق في هذه الامة على كل حال فمتى كان الكافر في منعة وخيف ان يسب الاسلام او النبي ﷺ او الله عز وجل فلا يحل لمسلم ان يسب صلبانهم ولا دينهم ولا كنائسهم ولا يتعرض الى ما يؤدى الى ذلك لانه بمنزلة البعث على المعصية“.....(احكام القرآن للقرطبي: ٤/٢١)

”قال في تفسير المظهرى تحت هذه الآية، وفيه دليل على ان الطاعة اذا دلت الى معصية راجحة وجب تركها لان ما يؤدى الى الشر شر“.....(تفسير المظهرى: ٣/٣٠١)

(٢) ”البدعة هي الفعلة المخالفة للسنة سميت البدعة لان قائلها ابتدعها من غير مقال امام، وهي الامر المحدث الذى لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعى“.....(كتاب التعريفات: ٣٣)

والله تعالى اعلم بالصواب



## درود براہمی میں لفظ سلام کیوں نہیں ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن کریم میں فرمان خداوندی ہے

”ان اللہ وملائکتہ يصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ

وسلموا تسلیما“

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ (درود) بھیجتے ہیں نبی علیہ السلام پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ

پر صلوٰۃ (درود) بھیجو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں اس لیے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر

درود اور سلام بھیجو، اس کے بعد درود براہمی پڑھا جاتا ہے جس میں صلوٰۃ (درود) ہے، سلام نہیں، یہ تضاد کیوں ہے؟

برائے کرم اس سوال کا جواب بذریعہ ڈاک روانہ کر دیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں ”ان اللہ وملائکتہ يصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ

وسلموا تسلیما“ اس آیت کریمہ کے بعد صرف درود پر اکتفاء کرنا اور سلام نہ پڑھنا اس میں تضاد نہیں ہے، کیونکہ

”سلموا“ سے مراد اکثر اہل علم کے نزدیک انقیاد لقضاء الرسول ﷺ ہے، اور دوسرا یہ بھی ہے کہ واؤ جمع کے لیے نہیں

ہے حتیٰ کہ درود کے ساتھ سلام پڑھنا واجب ہو جائے۔

”واما قولہ تعالیٰ وسلموا فالمراد منه سلموا لقضائه“..... (طحطاوی :

۲/۱۲۰)

”والتسليم فی الآیة یحتمل الانقیاد ولوسلم فلا دلالة علی الجمع

نحو اقيموا الصلوة واتوا الزکاة“..... (نبراس شرح شرح العقائد: ۶)

”الحروف العاطفة وهی الواو والفاء وثم وحتى واو واما..... فالاربعة الاول

للجمع اعم ان یكون مطلقا او مع ترتیب..... وليس المراد اجتماع المعطوف

والمعطوف علیہ فی الفعل فی زمان او مکان فقولک جاء نی زید وعمرو

او فعمرو ای حصل الفعل من کلہما لا من احدهما“..... (شرح جامی: ۳۵۴)

نیز ان دونوں میں تضاد اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ آیت میں سلام سے مراد وہ سلام ہے جو شہد میں ہے یعنی

”السلام علیک ایہا النبی“ اور صلوٰۃ سے مراد درود پاک ہے، جب تشهد اور درود پڑھ لیا جائے گا تو ”صلو علیہ“ اور ”سلمو“ دونوں پر عمل ہو جائے گا۔

”وکذا فی حدیث ابی سعید الخدری قیل یا رسول اللہ اما السلام علیک فقد عرفنا فکیف الصلاة قال قولوا اللهم صل علی محمد الی اخره، یعنی قد عرفنا السلام فی التشهد وهو قوله السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ فکیف نصلی حینئذ فعلم رسول اللہ ﷺ بقوله اللهم صل علی محمد الی اخره“..... (تفسیر المظہری : ۷/۳۷۷)

”عن کعب بن عجرۃ قال لما نزلت ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما قال قلنا یا رسول اللہ قد علمنا السلام فکیف الصلوۃ علیک قال قولوا اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ ومعنی قولہم اما السلام علیک فقد عرفناہ هو الذی فی التشہد الذی کان یعلمہم ایاہ کما یعلمہم السورۃ من القرآن وفيہ السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ“..... (تفسیر ابن کثیر : ۵/۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



نوری علم کے ذریعے کوئی کام کرنے اور کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) نوری علم اور کالے علم کا قرآن و حدیث میں کیا بیان ہے؟

(۲) نوری علم کروانا جائز ہے؟

(۳) بچے پر حاضری کروا کر غیب کے بارے میں بتانا جائز ہے؟

(۴) کیا نوری علم کسی صحیح کام کے لیے کروا سکتے ہیں؟

(۵) کیا نوری علم قرآن پاک کی آیات سے کیا جاسکتا ہے؟

اور کسی دینی کتاب کا نام لکھ دیں جس میں تمام سوالوں کا جواب مل سکے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) نوری علم سے مراد اگر دم اور تعویذ کرنا ہے تو یہ فی نفسہ جائز ہے بشرطیکہ قرآنی آیات یا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ یا کسی ماثورہ دعا کے ساتھ ہو، اور اگر دم اور تعویذ غیر عربی زبان میں ہو اور معلوم نہ ہو کہ کیا چیز ہے تو پھر جائز نہ ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں جادو یا کفریہ کلمات ہوں۔

”ولا باس بالمعاذات اذا كتب فيها القرآن او اسماء الله تعالى وانما تكره العوذۃ اذا كانت بغير لسان العرب ولا يدري ما هو ولعله سحر او كفر او غير ذلك وامامنا كان من القرآن اوشىء من الدعوات فلا باس به “.....  
(رد المحتار المعروف بالشامی: ۵/۲۵۶)

(۲) مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

(۳) جائز نہیں ہے کیونکہ یہ کہانت ہے، اور کاہن کی غیب کی باتوں میں تصدیق کرنا کفر ہے۔

”ومنہا ان تصدیق الکاهن بما یخبرہ من الغیب کفر ثم الکاهن هو الذی یخبر عن الکوائن فی مستقبل الزمان ویدعی معرفة الاسرار فی المکان“..... (شرح ملا علی القاری علی الفقہ الاکبر: ۱۴۹)

(۴) مذکورہ بالا شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے کروا سکتے ہیں۔

(۵) جی ہاں نوری علم قرآن پاک کی آیات سے کیا جاسکتا ہے۔

”ان الرقی یکرہ منها ما کان بغير اللسان العربی وبغير اسماء الله تعالى وصفاته وکلامه فی کتبه المنزلة وان اعتقد ان الرقية نافعة لامحالة فیتکل علیها وایاها اراد بقوله ماتوکل من استرقی ولا یکرہ منها ما کان علی خلاف ذلك کالتعوذ بالقرآن واسماء الله تعالى الرقی بالمروية لذلك قال ﷺ للذی رقی بالقرآن واخذ علیہ اجرا من اخذ برقية باطل فقد اخذت برقية حق“..... (مرقاۃ المفاتیح: ۸/۳۵۸)

”ان الرقی یکرہ منها ما کان بغير اللسان العربی وبغير اسماء الله تعالى وصفاته وکلامه فی کتبه المنزلة وان یعتقد ان الرقية نافعة لامحالة فیتکل علیها وایاها اراد بقوله ﷺ ماتوکل من استرقی ولا یکرہ منها ما کان بخلاف ذلك

کالتعوذ بالقرآن واسماء الله تعالى والرقی المروية وفي مؤطا مالک ان  
ابابکر الصديق رضى الله عنه دخل على عائشة وهى تشتكى ويهودية ترقىها  
فقال ابوبکر ارقىها بكتاب الله يعنى بالتوراة والانجيل.....(عمدة القارى :  
۲۱/۳۹۰)

”قوله الكاهن قيل كالساحر، فى الحديث من اتى كاهنا او عرفا فصدقه  
بمايقول فقد كفر بما انزل على محمد اخرجه اصحاب السنن الاربعة  
وصححه الحاكم عن ابى هريرة والكاهن كما فى مختصر النهاية للسيوطى  
من يتعاطى الخبر عن الكائنات فى المستقبل ويدعى معرفة الاسرار والعراف  
المنجم وقال الخطابى هو الذى يتعاطى معرفة مكان المسروق والضالة  
ونحوهما وهما والحاصل ان الكاهن من يدعى معرفة الغيب باسباب وهى  
مختلفة فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم وهو الذى  
يخبر عن المستقبل بطلوع النجم وغروبه والذى يضرب بالحصى والذى  
يدعى انه له صاحباً من الجن يخبره عما سيكون والكل مذموم شرعا محكوم  
عليهم وعلى مصدقهم بالكفر وفى البزازية يكفر بادعاء علم الغيب وباتيان  
الكاهن وتصديقه وفى التتارخانية يكفر بقوله انا اعلم المسروقات  
اوانا اخبر عن اخبار الجن اياى اه.....(فتاوى الشامية: ۳۲۵/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### اہل سنت لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری چچا زاد بہن کی منگنی دو سال قبل  
اس کے والد کی طرف سے کزن کے بیٹے سے ہوئی، گزارش یہ ہے کہ لڑکے کا تعلق شیعہ جماعت سے ہے اور وہ  
کہتا رہا ہے کہ لڑکی اہل سنت ہے، اپنی زندگی اپنے طریقے سے گزارتی رہے اور میں اپنی فقہ کے مطابق گزاروں  
گا، لیکن اب جب کہ نکاح ہونے والا ہے تو لڑکے نے اپنی عزیزہ کے ذریعے کہا ہے کہ اس کی خواہش ہے کہ لڑکی  
اگر شیعہ ہو جائے گویا کہ زبردستی نہیں ہے، آپ سے گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں ہمیں آگاہ کریں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

شیعہ کے بہت سے عقیدے کفریہ ہیں مثلاً

- (۱) تحریف قرآن کے قائل ہیں۔
- (۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی خلافت اور صحابیت کے منکر ہیں۔
- (۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا یا خدا کی صفات کا حامل قرار دیتے ہیں۔
- (۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں۔
- (۵) کلمہ اسلام میں اضافہ کرتے ہیں۔

ان مذکورہ عقائد کی بناء پر ان سے کسی سنی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

”ان الرافضی ان کان ممن یعتقد اللوہیۃ فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبۃ الصدیق او یقذف السیدۃ الصدیقۃ فہو کافر لمخالفة القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ“..... (فتاویٰ شامی :

۲/۳۱۴)

لہذا ان کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا، اگر لڑکا ان عقائد کا قائل ہو، اور اگر ان عقائد کا قائل نہ بھی ہو تو تب بھی اس سے نکاح نہیں کرنا چاہیئے۔

”نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا او انکر صحبۃ الصدیق او اعتقد اللوہیۃ فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف القرآن“..... (فتاویٰ شامی : ۳/۳۲۱)

”و یجب اکفار الروافض فی قولہم برجع الاموات الی الدنیا و بانتقال الاموات و تناسخ الارواح و انتقال روح الالہ الی الائمۃ و ان الائمۃ آلہ و بقولہم فی خروج امام باطن و بتعطیلہم الامر والنہی الی ان یرج الامام الباطن و بقولہم ان جبریل غلط فی الوحی الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دون علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و هؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامہم احکام المرتدین“..... (فتاویٰ تاتارخانیۃ : ۵/۳۶۵)

”اگرچہ صاحب ظہیریہ وغیرہ حکم کفر بسبب سب شیخین وغیرہ دادہ اند مگر اصح خلاف آنست چنانچہ ابوشکور سلمیٰ وعلی قاری وغیرہ تصریح ماسازندحق این است کہ من انکر ضروریات الدین کفر ومن لم ینکر لاپس اطلاق کفر بدو تحقیق این امر کہ آنکس آیامنکر ضروریات دین است یانہ مناسب نیست آری وجہ دوم صحیح است کہ رافضی مبتدع و فاسق است و فاسق کفو صالحہ نیست و نکاح باغیر کفو نافذ نیست اما فاسق رافضی پس در شرح فقہ اکبر علی القاری وفتح القدیر وغیرہ مصرح است و اما عدم کفایت فاسق با صالحہ پس نقابہ و مجمع البحرین و ملتقی الابحر وغیرہ موجود است بلکہ جمہور فقہاء می نویسند الفاسق پس کفو نیست صالح را اما عدم نفاذ نکاح ازغیر کفو پس در بحر الرائق و مجمع الانہر وغیرہ مرقوم است اہ..... (مجموعۃ الفتاوی)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### شرکیۃ الفاظ سے عملیات اور دم تعویذ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چکوال روڈ پر ایک مدرسہ بمقام بھنگائی شریف ہے وہاں موجود پیر جابر حسین شاہ صاحب نے چند دن پہلے میرے ماموں کو کچھ تعویذ دیے تھے، اور کچھ گولیاں بھی دی ہیں کہ کسی قسم کی تکلیف کے موقع پر ان کا استعمال کر لیا جائے اور وہ تعویذ میری نظر سے گزرا تو مجھے کچھ شک سا معلوم ہوا کیونکہ ان تعویذوں کے اوپر یاعلیٰ یا حسن یا حسین وغیرہ لکھا ہوا تھا تو مجھے ان صاحب کے بارے میں ایمانی خطرہ ہو گیا وہ بریلوی قسم کے عقیدہ کے ہیں، ان کے والد بڑے بزرگ تھے ان کا نام جناب عبداللہ شاہ ہے، میں تعویذ ساتھ بھیج رہا ہوں اس تعویذ اور صاحب تعویذ کے بارے میں آگاہ کریں، ان کا سالانہ جلسہ بھی ہوتا ہے، روحانی اجتماع و دستار فضیلت دارالعلوم بھنگائی شریف۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

عملیات اور تعویذات میں ایسے کلمات لکھنا پڑھنا جو شرکیۃ الفاظ پر مشتمل ہوں یا ان کے اندر شرک کا شائبہ ہو جائز نہیں ہیں، آپ کے ارسال کردہ تعویذ میں چونکہ یاعلیٰ یا حسن یا حسین ایسے الفاظ ہیں جن کے اندر دونوں احتمال

موجود ہیں، لہذا اب شرکیہ تعویذات سے احتراز لازم ہے اور اس کی جگہ کسی صحیح العقیدہ صاحب نسبت بزرگ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ جواب میں مذکور اگردونوں احتمال صحیح نہ ہوں تو تیسرا احتمال جو درجہ یقین کے قریب ہے کہ یہ پیر صاحب نہ تو مشرک ہیں اور نہ ان کے الفاظ موہم شرک ہیں بلکہ یہ محض جہالت اور بے علمی اور بے دینی کا نتیجہ ہے، لہذا آیات قرآنیہ وغیرہ سے علاج کو اختیار کیا جائے جو صرف آیات قرآنیہ سے متعلق ہوں اس کے علاوہ دوسری لایعنی اور شرکیہ عبارات والے تعویذات کے استعمال کو ترک کرنا لازم ہے، کیونکہ قرآن کریم سارے کا سارا شفاء ہے، لقولہ تعالیٰ، ”ونزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین“ لہذا ایسے تعویذ استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

”ولا لباس بالمعاذات اذا كتب فيها القرآن او اسماء الله تعالى ويقال رقاء  
الراقی رقیاً اذا عوذہ قالوا وانما تکره العوذۃ اذا كانت بغیر لسان العرب  
ولا یدری ما هو ولعلہ یدخلہ سحر او کفر او غیر ذلک واماما کان من القرآن  
اوشیء من الدعوات فلا لباس بہ اہ“..... (فتاویٰ شامی: ۵/۲۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### توہین رسالت کے مرتکب کو قتل کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی آدمی (زید، بکر وغیرہ) توہین رسالت اور توہین صحابہ کرتا ہے، تو کیا وہ شخص واجب القتل ہے؟ اس کا قتل جائز ہے (جبکہ ذاتی دشمنی نہ ہو) فرض ہے؟ حرام ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

توہین رسالت کفر ہے جبکہ توہین صحابہ انتہائی درجہ کی ضلالت اور گمراہی اور بے دینی ہے، لیکن اگر واقعہ یہ ثابت ہو بھی جائے تو شرعی سزاؤں کا نفاذ حکومت وقت کا کام ہے، عوام اور عامۃ الناس میں سے کسی کو شرعاً کسی سزا اور حد جاری کرنے کی اجازت نہیں ہے، لہذا کوئی بھی شخص رعایا میں سے قتل اور دیگر شرعی حدود میں سے کوئی سزا جاری نہیں کر سکتا، البتہ اگر کوئی مجرم شخص توہین رسالت کھلم کھلا کر رہا ہو اور اسی حالت میں کوئی شخص اس مرتد و کافر کو قتل کر دے تو قاتل کو ایسا کرنا حسب قدرت واستطاعت جائز ہے، اور شرعاً اسی مقتول کے بدلہ میں قاتل کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

”وقال ابو يوسف رحمه الله وايماء رجل مسلم سب رسول الله ﷺ او كذبه او عابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرء ته فان تاب والقتل وكذلك المرءة الا ان اباحيفة قال لا تقتل المرءة وتجر على الاسلام انتهى بلفظه“.....(رسائل ابن عابدين : ١/٣٢٢)

”قوله وسب الرسول وفيه ان ساب الرسول ﷺ كافر قطعاً“.....(فتاوى شامى : ١/٢١٥)

”وسب احد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا لكن يضل فان عليا رضى الله عنه لم يكفر شاتمته حتى لم يقتله“.....(رسائل ابن عابدين : ١/٣٦٠)

”وسب احد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا لكن يضل“.....(رد المحتار على هامش در المختار : ٣/٣٢١)

”واما شرائط جواز اقامتها فمنها ما يعم الحدود كلها ومنها ما يخص البعض دون البعض اما الذى يعم الحدود كلها فهو الامامة وهو ان يكون المقيم للحد هو الامام او من ولاه الامام وهذا عندنا وعند الشافعى“.....(بدائع الصنائع : ٥/٥٢٢)

”وقال سحون المالكى اجمع العلماء ان شاتمته كافر وحكمه القتل ومن شك فى عذابه وكفره كفر قال الله تعالى (ملعونين اينما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتيلاً) الاية ، وروى عبد الله بن موسى بن جعفر عن علي بن موسى عن ابيه عن جده عن محمد بن علي بن الحسين عن حسين بن علي عن ابيه انه ﷺ قال من سب نبيا فاقتلوه ومن سب اصحابي فاضربوه، وامر ﷺ بقتل كعب بن الاشرف بلا انذار وكان يؤذيه ﷺ وكذا امر بقتل ابى رافع اليهودى وكذا امر بقتل ابن اخطل لهذا وان كان متعلقا باستار الكعبة“.....(رسائل ابن عابدين : ١/٣٢٢، ٣٢٨)

والله تعالى اعلم بالصواب



**کیا سورج گرہن اور چاند گرہن کا اثر حمل پر ہوتا ہے؟:**

مسئلہ نمبر (۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سورج یا چاند گرہن کا اثر دوران حمل بچہ پر ہوتا ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

بچوں کے معذور و غیر معذور ہونے کا سورج گرہن کے ساتھ شرعاً کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کسی کو تندرست پیدا فرمائے یا معذور، لہذا اس کو مؤثر سمجھنا کہ گرہن کے وقت چلنے پھرنے سے بچہ معذور پیدا ہوگا، ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

”قال فی البحر وماورد من خطبته عليه السلام يوم مات ابنه ابراهيم وكسفت الشمس فانما كان للرد على من قال انها كسفت لموته لا لانها مشروعة له ولذا خطب عليه السلام بعد الانجلاء“..... (رد المحتار علی هامش درمختار: ۱/۶۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

**لا علمی میں قادیانی سے نکاح کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک بیوی کا خاوند شادی کے بعد اپنا دین تبدیل کر لے اور مرزائی ہو جائے اور اس کے متعلق بیوی کو صحیح علم نہ ہونے پر وہ اس کے ساتھ ۸ سال تک رہتی ہے اس سے اس کے چار بیٹے اور بیٹیاں ہیں (بڑا بیٹا ۹ سال کا ہے، پھر دو بیٹیاں ایک ۸ سال کی اور ایک ۷ سال کی اور سب سے چھوٹا بیٹا ۶ سال کا ہے) سب سے چھوٹے بیٹے کو اس نے اپنی جماعت کے لیے وقف کیا ہوا ہے، اب وہ مجھے یعنی اپنی بیوی کو مارتا ہے کہ میں بھی اسی کا مذہب اختیار کروں، اور اسی پر آمادہ کرنے کے لیے وہ مجھ سے میرے بچے بھی چھین کر لے گیا ہے، میری شادی کے تین سال بعد یہ مرزائی ہو گئے تھے، کیا اب میرا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسرا میں اپنا مذہب اسلام نہیں چھوڑنا چاہتی اور کوئی ایسی صورت ہے کہ میرے بچے مجھے واپس مل جائیں اور یہ بھی کہ کیا مجھے اس کے ساتھ رہنا چاہیئے، کیونکہ اب دماغی اور دلی طور پر میں نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ میرا اس کے ساتھ رہنا بھی محال ہے کیونکہ وہ مجھے اپنے مذہب اختیار کرنے پر مارنے پٹنے بھی لگا ہے، برائے کرم مجھے اس کے بارے میں تحریری طور پر فتویٰ دیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

قادیانی اور اس کے ماننے والے بالاجماع کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کے ساتھ کسی بھی مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا، بنا بریں اگر یہ شخص نکاح سے پہلے ہی مرزائی تھا تو نکاح ہی نہیں ہوا اور اگر بعد میں مرزائی ہوا تو اس کے مرزائی/مرتد ہوتے ہی نکاح ختم ہو گیا، جب تک یہ مرزائی ہے اس کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا اور جو آٹھ سال تک اس کے باوجود بطور میاں بیوی ایک ساتھ رہے ہیں وہ محض حرام کاری ہوئی، اس سے خوب توبہ واستغفار کرنے کی ضرورت ہے، اور بچے جب تک نابالغ ہیں تو خیر الابوین کے تابع ہوں گے یعنی شرعاً والدہ کو مسلمان کہا جائے گا اور وہ اسی کو ملیں گے۔

”ولا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع احد كذا في المبسوط، ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي كذا في السراج الوهاج“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۸۲)

”ولا يصلح ان ينكح مرتدا او مرتدة احد من الناس مطلقا قوله مطلقا ای مسلما او كافرا او مرتدا وهو تأكيد لمافهم من النكرة في النفي“..... (فتاویٰ شامی: ۲/۴۳۰)

”ان الولد انما يتبع خیر الابوين دینا او اخفضهما شرافا“..... (فتاویٰ شامی: ۲/۴۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ عیسائی ہو جانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) ایک شخص صوبے مسیح المعروف جیسمنر صوبہ خان ولد انگ مسیح عرف انگو خان جو کہ مسیحی تھا، اس نے مورخہ 23-07-1986 کو بدست مولانا عبدالقادر آزاد صاحب خطیب بادشاہی مسجد لاہور اسلام قبول کیا اور اپنا اسلامی نام صوبہ خان رکھا جس کا قبولیت اسلام سرٹیفکیٹ کاپی نمبر 18 سند نمبر 3347 لف ہے، اور قبول اسلام کی اخباری خبریں بھی لف ہیں۔

(۲) بعد میں جیمز صوبہ خان نے اسلام سے منحرف ہو کر مذہب اسلام ترک کر کے مذہب عیسائیت حال ہی میں اختیار کر لیا ہے، اور اب اس نے اپنا نام وہی پرانا رکھ لیا ہے، اور خود ہی ایک خود ساختہ پادری اور ماڈریٹ لاہور چرچ کونسل کہلوانا شروع کر دیا ہے، اور پادری بن کر اسلامی عقائد کے خلاف منفی پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے، کاپی لف ہے، اب سوال یہ ہے کہ آیا ایک شخص قبولیت اسلام کے بعد مذہب اسلام ترک کر کے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ اور اس کی اب موجودہ حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ مرتد بن گیا ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اگر یہ شخص مسلمان ہونے کے بعد پھر عیسائی ہو گیا ہے تو شرعاً یہ مرتد ہے اور مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے اور اگر وہ تین دن کے اندر پھر مسلمان ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا ”لقولہ علیہ السلام، من بدل دینا فاقتلوہ“ لیکن سزا دینا حکومت کا کام ہے نہ عوام الناس کا، لہذا اس کو سزا دلوانے کے لیے عدالت سے رجوع کیا جائے۔

واضح رہے کہ اس شخص نے اسلام چھوڑ کر عیسائیت کو اختیار کیا ہے لہذا یہ شخص مرتد ہے اور مرتد واجب القتل ہے اور مرتد کسی کا وارث نہیں بن سکتا۔

”من ارتد عرض علیہ الاسلام استحبابا علی المذہب لبلوغہ الدعوة..... فان اسلم فیہا والاقتل لحديث من بدل دینا فاقتلوہ“..... (در مختار علی هامش ردالمحتار: ۳۱۳، ۳۱۲/۳)

”واما شرائط جواز اقامتها فممنها ما یعم الحدود کلها وممنها ما یخص البعض دون البعض اما الذی یعم الحدود کلها فهو الامامة وهو ان یکون المقیم للحد هو الامام او من ولاه الامام وهذا عندنا وعند الشافعی“..... (بدائع الصنائع: ۵/۵۲۲)

”منها باحۃ دمہ اذا کان رجلا حرا کان او عبدا لسقوط عصمتہ بالردة قال النبی ﷺ من بدل دینا فاقتلوہ وکذا العرب لما رتدت بعد وفاة النبی ﷺ اجمعت الصحابة علی قتلهم“..... (بدائع الصنائع: ۶/۱۱۸)

”ومنها انه لا یرث من احد لانعدام الملة والولاية“..... (بدائع الصنائع: ۶/۱۲۰)

”المانع من الارث اربعة الرق وافرأ كان اوناقصا والقتل الذى يتعلق به  
وجوب القصاص او الكفارة واختلاف الدينين واختلاف الدارين“  
.....(السراجی: ۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### زیارتوں پر جانا اور منت ماننے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیارتوں پر جانا اور منتیں ماننا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس طرح دعا کرنا جائز ہے کہ اے اللہ! اپنے اس پیارے بندے کے وسیلے سے میری فلاں حاجت پوری کر دے، میں تیرے نام کی فلاں چیز فلاں زیارت پر دوں گا، کیا یہ جائز ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

زیارتوں پر جانا اور صاحب مزار کے وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہے، مگر اس کی خوشنودی کے لیے مزار پر بکرا وغیرہ چھوڑنا جائز ہے، البتہ ان بزرگوں کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جانور گھر میں ذبح کر کے غریبوں کو کھلا دیں اور اس کا ثواب صاحب مزار یا پوری امت کو بخش دیں تو یہ جائز ہوگا، میت کو مشکل کشا سمجھ کر اس سے حاجت مانگنا جائز نہیں، البتہ ان کے توسل سے دعا مانگنا جائز ہے۔

”قال فى البدائع ولا باس بزيارة القبور والدعاء للاموات ان كانوا مؤمنين من

غير و طء القبور“.....(بحر الرائق : ۲/۳۴۲)

”قوله وبزيارة القبور اى لا باس بهابل تندب كمافى البحر“.....(فتاوى شامی:

(۱/۶۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا صحیح استعمال:

مسئلہ نمبر (۴۲): محترم و مکرم جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ

- (۱) انبیاء علیہم السلام کے نام کے ساتھ ہی صرف علیہ السلام کہنا چاہیئے، ان کے علاوہ کسی اور کے نام کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتے؟
- (۲) غیر صحابہ کرام کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہیں لکھ سکتے، (غیر صحابہ سے مراد تابعین ہیں جیسے امام ابو حنیفہؒ ہیں) جیسے حضرت علیؑ کو کچھ لوگ علیہ السلام کہتے ہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ کسی پر صلوة (درود) بطریق الاستقلال جائز نہیں ہے۔  
 ”ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا غیر الملائکة الا بطریق التبع“..... (فتاویٰ شامی : ۵/۵۳۱)
- اور سلام غیر نبی پر اگر اس میں شیعہ کے ساتھ قصد تشبیہ نہ ہو پھر جائز ہے ورنہ بصورت دیگر جائز نہیں ہے۔  
 ”ثم اعلم ان التشبيه باهل الكتب لا يكره في كل شئ فانا ناكل ونشرب كما يفعلون انما الحرام هو التشبه في ما كان مذموما وفيما يقصد به التشبيه“..... (البحر الرائق : ۲/۱۸)
- (۲) رضی اللہ عنہ صحابہ کے ساتھ اور رحمۃ اللہ علیہ تابعین اور علماء کے ساتھ مستحب ہے اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔

”ويستحب الترضی للصحابۃ والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا يجوز عکسه الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدهم علی الراجح“..... (فتاویٰ شامی : ۵/۵۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

**کیا آپ ﷺ کا کسی کو بددعا دینا رحمۃ اللعالمین ہونے کے منافی ہے؟**

مسئلہ نمبر (۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

یقیناً حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں، اللہ نے بنایا ہے، لیکن بعض مقامات میں حضور اکرم ﷺ سے بددعا بھی منقول ہے، مختلف قبائل پر جیسا کہ ترمذی جلد ثانی کے آخر میں مذکور ہے اور بعض مقامات میں اپنے نفس کے لیے بھی

بددعا کی ہے جیسا کہ بخاری کی روایات سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی کی منگنی کے سلسلے میں ابولہب کے بیٹے کو بددعا دی تھی، کہ خدادندوں اور کتوں سے تم کو پھاڑ ڈالے، یہ اپنی ذات کے لیے ہوا ہے، لہذا یہ رحمۃ للعالمین کے منافی نظر آرہے ہیں اور عقل اس کو نہیں مانتی کہ رحمت اور زحمت ایک جگہ جمع ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

رحمت کا مفہوم خود حضور ﷺ نے جو بیان فرمایا ہے شرعاً وہی معتبر ہوگا، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”انار حمة لهداية برفع قوم وخفض آخرين“ کہ میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تاکہ (اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے والی) ایک قوم کو سر بلند کروں اور دوسری قوم (جو اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے والی نہیں ہے) ان کو پست کروں، اس سے معلوم ہوا کہ کفر و شرک کو مٹانے کے لیے کفار کو پست کرنا اور ان کے مقابلہ میں جہاد کرنا (اور یہ مذکورہ قبائل پر بددعائیں بھی اسی جہاد کا حصہ ہیں) بھی عین رحمت ہے، جس کے ذریعے سرکشوں کو ہوش آکر ایمان اور عمل صالح یا پابند ہو جانے کی امید کی جاسکتی ہے، لہذا یہ جہاد اور قنوت نازلہ وغیرہ پڑھنا رحمت کے منافی نہیں ہے، اور یہی حال ابولہب کے قصے کا ہے۔

”وما ارسلناك الا رحمة للعالمين قال سعيد بن جبيرة عن ابن عباس رضي الله عنه قال كان محمد ﷺ رحمة لجميع الناس فمن آمن به وصدق به سعد ومن لم يؤمن به سلم ممالحق الامم من الخسف والغرق قال ابن زيد اراد بالعالمين المؤمنين خاصة“..... (احكام القرآن القرطبي: ۳۵۰ / ۱)

”والمعنى ان مابعثت به سبب لاسعادهم وموجب لصلاح معاشهم ومعادهم فمن لم يستعد به وابى من ان يصير مرحوما فهو ظالم على نفسه وذا لا ينافي كونه رحمة وقال ابن عباس هو رحمة للكافر في الدنيا بتاخير العذاب عليهم ورفع المسح والخسف والاستصال“..... (تفسير المظهرى: ۷۰ / ۴)

”والظاهر ان المراد بالعالمين مايشمل الكفار ووجه ذلك عليه انه عليه الصلاة والسلام ارسل بما هو سبب لسعادة الدارين ومصلحة الناشئين الا ان الكافر فوت على نفسه الانتفاع بذلك واعرض لفساد استعدادة عما هنالك فلا يضر ذلك في كونه ﷺ ارسل رحمة بالنسبة اليه ايضا

كما لا يضر في كون العين العذبة مثلاً نافعة عدم انتفاع الكسلان بهالكسله  
وهذا ظاهر“.....(روح المعاني : ١٠٤/١٤)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**شیعہ کا نکاح پڑھنے اور پڑھانے والے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۴۴): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ سنی ہے (امام ہے) اس نے شیعہ کا جنازہ پڑھایا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کیا حکم نافذ کرتی ہے؟ اور جن مسلمانوں نے اس امام کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی ان کا کیا حکم ہے؟ میت کے شیعہ ہونے کا سب کو علم تھا۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ کفار کی نماز جنازہ کا ممنوع ہونا نص قطعی سے ثابت ہے، لہذا صورت مسئلہ میں اگر وہ شیعہ غالی کفریہ عقائد (مثل تحریف قرآن، حلول علی، سب شیخین وعائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ) رکھتا ہو اور جنازہ پڑھانے اور پڑھنے والوں کو اس کا علم بھی ہو اس کے باوجود وہ اپنے اس فعل کو جائز سمجھتے ہوئے اس کے مرتکب ہوئے تو یہ لوگ دائرہ ایمان سے خارج ہو گئے ہیں، اب تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے۔

اور اگر عدم علم کی وجہ سے شیعہ کا جنازہ پڑھا ہے یا اس فعل کو ناجائز سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کیا ہے تو یہ لوگ کافر تو نہ ہوئے البتہ توبہ واستغفار لازم ہے کہ نص صریح کی مخالفت کی ہے۔

”من سب الشيخين او طعن فيهما كفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسي  
وابوالليث وهو المختار للفتوى“.....(در علی الرد : ۳۲۱/۳)

”ولا تصل على احد منهم مات ابدا، قال علماؤنا هذا نص في الامتناع من  
الصلوة على الكفار“.....(تفسير قرطبي : ۸/۲۲۱)

”ما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين الخ اعلم انه تعالى لما بين  
من اول هذه السورة الى هذا الموضع وجوب اظهار البراءة عن  
الكفار والمنافقين من جميع الوجوه، بين في هذه الآية انه تجب البراءة عن

امواتہم وان كانوا فى غاية القرب من الانسان كالاب والام كما وجبت

البراءة عن احيائهم“.....(تفسیر کبیر: ۵۷/۶)

”ان مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار

والتوبة وتجديد النکاح وظاهره انه امر احتیاط“.....(فتاویٰ شامی: ۳۱۶/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### مرزائیوں سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی (چھ سات برس پہلے) کسی اجنبی گھرانے میں بیاہی گئی تھی، اس وقت والدین نے تحقیق نہیں کی وہ لوگ عقیدتاً قادیانی نکلے، اور سارا گھرانہ ایک سے ایک بڑھ کر، شوہر اگرچہ کٹر قادیانی نہیں بلکہ خود کو مذہب سے آزاد کہتا ہے، لیکن اس کی ماں، بہن بھائی وغیرہ سب مل کر لڑکی کو قادیانی ہو جانے پر مجبور کرنے لگے ہیں، شوہر جس دن خود بھی قادیانیت پر سختی سے چل پڑا تو اس بے بسی اور مجبور سنی لڑکی کو زور، ضد اور تشدد سے دولت ایمان سے محروم کر سکے گا، وہ جابر اور بے اصول شخص ہے، شراب سے شغل رکھتا ہے، اندریں حالات مندرجہ ذیل امور پر راہنمائی فرمائیں۔

(۱) کیا والدین کا کیا ہوا نکاح قائم ہے یا فسخ ہو چکا ہے۔

(۲) انکی تین کم سن اولادیں بھی قادیانی ہیں۔

(۳) اگر نکاح فسخ ہو چکا ہے تو یہ لڑکی کیا چارہ کرے؟ والدین اپنی غلطی کی اصلاح کا بھی کوئی ارادہ نہیں رکھتے، کیوں کہ شوہر کی تنخواہ معقول ہے اور علیحدگی کی صورت میں لڑکی کا گھر دوبارہ آباد کرنا آسان نہیں لگتا بچے بھی ہیں۔

(۴) اگر شوہر اپنے قادیانی نہ ہونے کا اعلان کرنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہوگی، مسجد میں جا کے اعلان کرے گا وہوں کے سامنے اقرار کرے یا کوئی دینی راستہ ہوتا ہے۔

(۵) ایسے اعلان کے بعد کیا دوبارہ نکاح کرنا ہوتا ہے؟

لڑکی بہت مجبور اور بے بس ہے، تشدد سے خوفزدہ رہتی ہے، والدین بے حس اور ڈرپوک ہیں، ان حالات میں دین کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

مرزائی کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کے ساتھ کسی مرد و عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا، بنا بریں اگر یہ شخص (شوہر) نکاح سے پہلے مرزائی تھا تو نکاح ہوا ہی نہیں، اور اگر بعد میں مرزائی ہوا ہے تو مرزائی ہوتے ہی نکاح ٹوٹ گیا، اس عورت کو اس کے پاس رہنا شرعاً حرام ہے، اور اگر مسلمان ہونے کا اعلان کر دے اور یہ بھی اعلان کر دے کہ میں مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو کافر سمجھتا ہوں تو اس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے، ورنہ عورت کو چاہیے کہ فوراً علیحدگی اختیار کرے ورنہ ہر منٹ کی حرام کاری کا گناہ ہوگا اور مناسب یہ ہے کہ اعلان اسلام آباد کی جامع مسجد کے خطیب کے پاس یا اسلام آباد ہی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں کرے اور پھر نکاح کی تجدید کرے۔

”واما الایمان بسیدنا علیہ الصلوۃ والسلام فیجب بانہ رسولنا فی الحال وخاتم الانبیاء والرسول فاذا آمن بانہ رسول ولم یؤمن بانہ خاتم الرسل لا ینسخ دینہ الی یوم القیامۃ لایکون مومنا“..... (فتاویٰ بزازیہ علی هامش الہندیہ: ۶/۳۲)

”قال فی اکفار الملحدین فی ضروریات الدین ولایبقی ادنی ریب فی اکفار المرزا غلام احمد القادیانی وکفرہ وکفر اتباعہ واذنابہ من المرزائیۃ واللاہوریۃ“..... (مجموعہ رسائل کشمیری: ج ۳، ۳)  
 ”(وحرّم نکاح الوثنیۃ بالاجماع) وفی الفتح ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسّنها والمعطلة والزنادقة والباطنیۃ والاباحیۃ وفی شرحه الوجیز وکل مذهب یکفر بہ معتقده اه“..... (فتاویٰ شامی: ۲/۳۱۳)

”لا یجوز نکاح المجوسیات ولا الوثنیات وسواء فی ذلک الحرائر منهن والاماء کذا فی السراج الوہاج ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسّنها والمعطلة والزنادقة والباطنیۃ والاباحیۃ وکل مذهب یکفر بہ معتقده کذا فی فتح القدر“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۸۱)

”واذا ارتد احد الزوجین وقعت الفرقة بينهما في ظاهر الرواية في الحال ولا يتوقف على قضاء القاضی سواء كانت المرأة مدخولا بها او لم تكن“..... (المحیط البرهانی: ۷/۴۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

### فرقہ گو ہر شاہی کے عقائد و نظریات کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۶): حضرت مفتی صاحب زید مجدہ

عرض ہے کہ آپ ان دو پوسٹروں میں غور فرمائیں جو گو ہر شاہی نے چھاپے ہیں، ان میں گو ہر شاہی نے اپنی اہمیت ظاہر کی ہے، کلمہ طیبہ میں نبی پاک ﷺ کے نام مبارک کی جگہ اپنا نام لکھا ہے، پوسٹر نمبر ۲ میں اس تغیر کی تائید کے لیے اپنی تصویر اور اس کلمہ کی تصویر کو چاند اور سورج میں ثابت کیا ہے، آپ سے درخواست ہے کہ غور فرمائیں کہ گو ہر شاہی کا کیا حکم ہے؟ آیا اس نے بنیادی عقائد اسلام کو خراب کیا یا نہیں؟ نبی پاک ﷺ کی گستاخی کی یا نہیں؟ اگر ایسا کیا ہے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

انجمن سرفروشان اسلام کا بانی اور قائد ریاض احمد گو ہر شاہی اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر، مرتد، ملحد اور زندیق ہے اور جو بھی شخص ایسے عقائد رکھتا ہو یا صحیح جانتا ہو اور مانتا ہو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے، ایسے لوگوں کے ساتھ کافر اور مرتد کا معاملہ کرنا لازم ہے، ان لوگوں سے لین دین، نکاح وغیرہ معاملات جائز نہیں ہیں، لہذا مسلمانوں کو ان سے کوئی شرعی معاملہ نہ کرنا چاہیئے۔

”قوله وقد صرح في التنف الخ اقول ورأيت في كتاب الخراج لابی يوسف

مانصه وایمارجل مسلم سب رسول الله ﷺ او كذبه او عابه او تنقصه

فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرء ته فان تاب والاقبل“..... (فتاویٰ شامی:

۳/۳۱۹)

”ولا يصلح ان ينكح مرتدا او مرتدة احد من الناس مطلقا ای مسلما او کافرا

او مرتدا وهو تاکید لمافهم من النکرة فی النهی“..... (الدرع الرد: ۲/۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

## قادیانی عورت کے جنازہ میں شریک ہونے والوں کے ایمان اور نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷): محترم و مکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم

(۱) ہمارے گاؤں فاروق آباد میں ایک مرزائی عورت فوت ہوئی ہے جس کے جنازے میں چند مسلمانوں نے شرکت کی ہے اور نماز جنازہ بھی مسلمان مولوی صاحب نے پڑھایا ہے، اس کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

کیا وہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں؟ اور کیا ان کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں؟

(۲) کچھ افراد نے ذہنی طور پر کافر سمجھتے ہوئے ویسے رسمی طور پر برادرانہ طور پر جنازہ میں شرکت کی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی آدمی مسلمان سمجھ کر جنازہ میں شرکت کرتا ہے مغفرت کے لیے تو اس کا کیا حکم ہے؟ مندرجہ بالا سوالوں کے جوابات دے کر ممنون فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کوئی مسلمان قادیانی کو مسلمان سمجھتے ہوئے اس کا نماز جنازہ پڑھے یا پڑھائے تو تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے، اگر کافر سمجھتے ہوئے رسماً شریک ہوا ہے تو اس کو بھی توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے، کیونکہ انہوں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔

”ولا تصل علی احد منہم مات ابدا قال علماؤنا هذا نص فی الامتناع من الصلوة علی الکفار يؤخذ لانه علل المنع من الصلوة علی الکفار لکفرهم لقله تعالى (انهم کفروا بالله ورسوله) فاذا زال الکفر وجبت الصلوة“..... (تفسیر قرطبی: ۸/۲۲۱)

”ولا تصل المراد بالصلوة الدعاء والاستغفار للمیت فی شتم صلوة الجنابة ایضاً لانہما شتملة علی الدعاء والاستغفار“..... (تفسیر مظہری: ۴/۲۵۴)

”ان ما یكون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النکاح وظاهره انه امر احتیاط“..... (فتاویٰ شامی: ۳/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## سنی لڑکے کا شیعہ لڑکی سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سنی لڑکے نے ایک شیعہ لڑکی سے نکاح کیا ہے اور نکاح شیعہ عالم نے اپنے مسلک کے مطابق کیا ہے، اور علاوہ ازیں لڑکا جو کہ سنی ہے وہ اپنے سنی مسلک پر قائم ہے اور لڑکی جو کہ شیعہ ہے وہ بھی اپنے شیعہ مسلک پر قائم ہے، سوال یہ ہے کہ کیا شریعت کے مطابق یہ نکاح جائز ہے کہ نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

شیعہ کے بہت سارے عقیدے کفریہ ہیں۔

- (۱) تحریف قرآن کے قائل ہیں۔
  - (۲) کلمہ اسلام میں اضافہ کرتے ہیں۔
  - (۳) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت و صحابیت کا انکار کرتے ہیں۔
  - (۴) علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خدا یا خدائی صفات کا حامل قرار دیتے ہیں۔
  - (۵) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں۔
- بنابریں ایسے عقیدے والے کے ساتھ کسی سنی مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

”نعم لاشک فی تکفیر من قذف السيدة عائشة رضی اللہ عنہا او انکر صحبة الصديق او اعتقد الالوهية فی علی رضی اللہ عنہ او ان جبریل علیہ السلام غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن“..... (فتاویٰ شامی: ۳/۳۲۱)

”ومنہا ان لا تكون المرأة مشرکة اذا کان الرجل مسلماً فلا يجوز للمسلم ان ینکح المشرکة لقوله تعالى ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن“..... (بدائع الصنائع: ۲/۵۵۲)

”ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهية فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصديق او یقذف السيدة الصديقة فهو کافر

لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضل عليا

اويسب الصحابة فانه مبتدع لا كافر“.....(فتاوى شامى: ۴/۳۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### سنی لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی جس کا تعلق اہلسنت والجماعت حنفی مذہب سے ہے اور اس کے گھر والے اس کی شادی اس کے چچا کے بیٹے سے کرنا چاہتے ہیں، اور منگنی بھی کر دی گئی ہے لیکن اس لڑکے کا اور اس کے گھر آنے کا تعلق شیعہ فیملی سے ہے اور وہ اہل تشیع کے عقائد کے حامل ہیں اور گھر والے زبردستی اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں، اور مذکورہ لڑکی بھی اس لڑکے سے اس وجہ سے شادی نہیں کرنا چاہتی، اب شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہماری دینی راہنمائی فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

جعفریہ بارہ امامیہ اہل تشیع کفریہ عقائد رکھنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور مسلمان لڑکی کا نکاح کا فرمودہ سے جائز نہیں ہے، لہذا مذکورہ سنی لڑکی کا نکاح شیعہ مسلک کے لڑکے کے ساتھ شرعاً جائز نہیں ہے، بشرطیکہ اس لڑکے کے عقائد بھی کفریہ ہوں۔

”ویکفر الرافضة الذین کفروا الصحابة وفسقوهم وسبوهم“.....(مجموعہ

رسائل ابن عابدین: ۱/۳۵۸)

”نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا

او انکر صحبۃ الصدیق او اعتقد الالوہیۃ فی علی رضی اللہ عنہ او ان جبریل

علیہ السلام غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف

للقرآن“.....(فتاویٰ شامی: ۳/۳۲۱)

”ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز انکاح المؤمنة

الکافر لقوله تعالى ولا تنکحوا المشرکین حتی يؤمنوا“.....(بدائع الصنائع:

۲/۵۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## جب سب کچھ تقدیر میں لکھا ہوا ہے تو پھر خودکشی حرام کیوں ہے؟

مسئلہ نمبر (۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزارش ہے کہ چند دن پہلے ہمارے ایک پڑوسی نے خودکشی کر لی ہے، اس سے اس کی موت واقع ہوگئی ہے، آپ سے یہ بات معلوم کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی سے لے کر موت تک کے تمام حالات لکھ دیے ہیں، انسان وہی کچھ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے، بلکہ اسی طرح اس کی موت کا وقت اور مقام اور ذریعہ بھی لکھ دیا ہے تو پھر خودکشی کو حرام کیوں کہا گیا ہے؟ مہربانی فرما کر آپ ہماری اس بات کا جواب دیں تاکہ جو ایک بات ہماری عقل میں نہیں آرہی وہ ہم آپ کی مدد اور راہنمائی سے سمجھ سکیں، ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

جس طرح دوسرے معاصی اور گناہ کے کام حرام ہیں اسی طرح خودکشی بھی حرام ہے، جس طرح دوسرے معاصی پر مواخذہ ہے اسی طرح اس پر بھی ہے، انسان اپنے افعال میں خود مختار اور کاسب ہے اور خودکشی کا فعل بھی چونکہ اس کے اپنے اختیار اور کسب سے ہوا ہے اس لیے قابل مواخذہ ہے، گو موت اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی ہے، باقی تقدیر کے مسئلہ پر زیادہ کھوج کرید کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ بسا اوقات اس سے ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، یہ مسئلہ خط و کتابت سے حل ہونے والا نہیں ہے، ملاقات کے دوران کچھ نہ کچھ سمجھ جاؤ گے انشاء اللہ۔

”وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ من تردی من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جہنم یتردی فیہا خالدًا مخلدًا فیہا ابدًا ومن تحسی سما فقتل نفسه فسمہ فی یدہ یتحساہ فی نار جہنم خالدًا مخلدًا فیہا ابدًا ومن قتل نفسه بحدیۃ فحدیدتہ فی یدہ یتوجأ بہا فی بطنہ فی نار جہنم خالدًا مخلدًا فیہا ابدًا متفق علیہ“..... (مشکوۃ المصابیح: ۲/۳۰۸)

”قال فی شرح السنۃ الایمان بالقدر فرض لازم وهو ان یتقد ان اللہ تعالیٰ خالق اعمال العباد خیرھا وشرھا وکتب فی اللوح المحفوظ قبل ان خلقھم والکل بقضائہ وقدرہ وادتہ ومشیتہ غیرانہ یرضی بالایمان والطاعة ووعد علیھما الثواب ولا یرضی الکفر والمعصیۃ واوعد علیھما العقاب والقدر سر من اسرار اللہ تعالیٰ لم یطلع علیہ ملکًا مقربًا ولا نبیًا مرسلًا

ولایجوز الخوض فیہ والبحث عنہ بطریق العقل بل یجب ان یعتقد ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق فجعلہم فرقتین فرقة خلقہم للنعم فضلا وفرقة للبحیم عدلا وسأل رجل علیا بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فقال اخبرنی عن القدر قال طریق مظلّم لا تسلكه واعاد السؤال فقال بحر عمیق لا تلجہ فاعاد السؤال فقال سر اللہ قد خفی علیک فلا تفتشه .

وللہ درمن قال

تبارک من اجرى الامور بحكمه  
کما شاء لا ظلما اراد ولا هضمًا  
فمالک شی غیر ما اللہ شاء ہ  
فان شئت طب نفسا وان شئت مت کظما  
(مرقاۃ المفاتیح : ۱/۲۴۰)  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کسی مسلمان کا اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱): کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلم کسی برہمنہ غیر مسلمہ عورت کو سمندر میں نہاتے ہوئے دیکھ لے تو وہ عورت ایسی برہمنہ حالت میں اس موجودہ مسلم سے سوال کرے کہ تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو تو جواباً وہ کہے کہ انڈیا سے آیا ہوں اور اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرے اس خوف سے کہ وہ کہے گی کہ تم مسلمان بھی برہمنہ عورت کو دیکھتے ہو، اس شخص کے اسلام اور نکاح کا کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں شخص مذکورہ نے اگر صرف یہی جملہ کہا ہے کہ میں انڈیا سے آیا ہوں اور کچھ نہیں کہا ہے تو یہ جملہ تو یہ ہے، نیز اسلام پر دھبہ نہ آنے کی نیت سے کہا ہے، لہذا اس جملہ کے کہنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا البتہ احتیاطاً استغفار پڑھ لیں۔

”التورية ان يظهر خلاف ما اضمرفى قلبه اتقانى قال فى العناية فجاز ان يراد بها هنا اطمينان القلب وان يراد الاتيان بلفظ يحتمل معنيين اه وفيه انه قد يكره على السجود للصنم او الصليب ولا لفظ فالظاهر انها اضممار بخلاف

ما اظهر من قول او فعل لانها بمعنى الاخفاء فهى من عمل القلب  
تأمل“..... (فتاویٰ شامی: ۵/۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**پیغمبر کے قتل کا واقعہ نقل کرنے سے کفر لازم نہیں آتا:**

مسئلہ نمبر (۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ”حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کو آرے کے ساتھ چیر کر قتل کیا گیا تھا“ کلمہ کفر ہے اور پیغمبر کی توہین ہے۔  
آپ قرآن وحدیث اور علماء کے اقوال کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کس طریقے سے قتل کیا گیا ہے، اگر انہیں آرے ہی سے قتل کیا گیا ہے تو کیا ان کے بارے میں یہ کلمہ کہنا کفر ہے؟ وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

جن لوگوں نے کسی نبی کو قتل کیا یا ایذا پہنچائی وہ کافر ہیں اور جو قتل کا واقعہ نقل کرتا ہے وہ کافر نہیں ہے اور نہ ہی یہ کلمہ کفر ہے، بلکہ قرآن پاک نے نقل فرمایا ہے کہ یہودیوں نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا ”و یقتلون النبیین بغیر حق“ لہذا نہ کلمہ کفر ہے اور نہ اس کے کہنے والا کافر ہے، بلکہ اس کو کافر کہنے والا جاہل ہے، حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور بعض دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کیا گیا، کما قالہ المفسرون۔

”قوله تعالى ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون ، فكان ممن کذبوه عیسیٰ و محمد علیہما السلام و ممن قتلوه یحییٰ و زکریا علیہما السلام بانہم ای بسبب انہم کانوا یکفرون بایت اللہ و یقتلون النبیین کزکریا و یحییٰ بغیر الحق ای ظلما“..... (تفسیر جلالین: ۱/۱۱)

”وقوله تعالى ان الذین یکفرون بایت اللہ و یقتلون النبیین بغیر حق و یقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرهم بعذاب الیم ، هذا ذم من اللہ تعالیٰ لاهل الکتاب فیما ارتکبوه من المآثم و المحارم من تکذیبهم بآیات اللہ قدیما و حدیثا التی بلغتهم ای اھا الرسل استکبارا علیہم و عنادا لهم و تعاضما علی

الحق واستنکافا عن اتباعه ومع هذا قتلوا من قتلوا من النبین حین بلغوهم عن  
الله شرعه بغير سبب ولا جریمه منهم الیهم الا لکونهم دعوهم الی الحق “.....  
(تفسیر ابن کثیر : ۲/۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## قادیانی کمپنی کی وساطت سے کیے ہوئے حج کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ ایک ٹریول ایجنسی ”موٹو ٹریول“ جو کہ قادیانیوں کی ہے اس کو پاکستان کے سابق وزیراعظم شوکت عزیز نے حج کا کوٹہ دیدیا، چونکہ قادیانی حج یا عمرہ کا ویزہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں، اس لیے انہوں نے ایک ملازم جس نے اپنے پاسپورٹ پر اپنا مذہب اسلام بتایا ہوا ہے (حقیقت میں وہ مسلمان ہے یا نہیں اللہ بہتر جانتے ہیں) اس کو حج گروپ کے ساتھ بھیجتے تھے، گزشتہ سال ہماری حج ایسوسی ایشن کے شورمچانے پر حکومت پاکستان نے انہیں اپنے چیف ایگزیکٹو اور ڈائریکٹر بدل کر مسلمان رکھنے کو کہا تو انہوں نے اپنے ملازموں کو جنہوں نے اپنے پاسپورٹ پر اپنا مذہب اسلام لکھوایا ہوا ہے (حقیقت میں ان کا مذہب کیا ہے اللہ بہتر جانتا ہے) ان کو اپنی کمپنی کے ڈائریکٹر نامزد کر لیا اور پھر حج گروپ لے گئے، کمپنی کی ملکیت کا تقریباً سارا حصہ قادیانیوں کا ہی ہے، کیونکہ ڈائریکٹر نامزد کرنے کے لیے بہت تھوڑے شیئرز کی ضرورت ہوتی ہے، اس معاملہ میں چند سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

(۱) کیا کوئی غیر مسلم حج کمپنی کا مالک بن سکتا ہے جب کہ اس کے ملازم جو حاجیوں کے ساتھ حج پہ جاتے ہیں وہ مسلمان ہوں؟

(۲) ایسی کمپنی کے ساتھ حج کرنے والے کے حج کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

(۳) ایسے میں ایک مسلمان اور حج ایسوسی ایشن کا حصہ ہونے کے ناطے ہمارا کیا فرض بنتا ہے؟

(۴) جوان قادیانیوں کے ملازم ہیں اگر وہ مسلمان ہیں تو ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جب کہ وہ مسلمان ہوتے ہوئے قادیانیوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) چونکہ قادیانی غیر مسلم اور زندگی بھی ہیں اس لیے خاص طور پر مسلم ملک میں حکومت اسلامیہ پر لازم ہے کہ وہ ان کو کسی بھی قسم کی کمپنی کی ملکیت نہ دے جب تک کہ انہوں نے اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہ کیا ہو۔

- (۲) ان حضرات کی کمپنی میں حج کا سفر نہیں کرنا چاہیئے، تاہم اگر حج کر لیا گیا ہے تو حج اداء ہو گیا ہے۔
- (۳) آپ حکومت اور سپریم کورٹ کو اس امر سے آگاہ کریں اور ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں۔
- (۴) چونکہ قادیانی/مرزائی زندیق ہیں، اس لیے ان کے یہاں ملازمت جائز اور درست نہیں ہے۔

”وَأَمَّا الْإِيمَانُ بِسَيِّدِنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتَجِبُ أَنَّهُ رَسُولُنَا فِي الْحَالِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ فَإِذَا آمَنَ بِنَا رَسُولٌ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِنَا خَاتَمَ الرُّسُلِ لَا يَنْسَخُ دِينَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يَكُونُ مُؤْمِنًا“..... (بزازیہ علی ہامش الہندیۃ: ۶/۳۲)

”وَأَمَّا فِي اصطلاح الشَّرْعِ فَالْفَرْقُ أَظْهَرَ لَا عِتْبَارَهُمْ فِيهِ ابْطَانُ الْكُفْرِ وَالاعْتِرَافُ بِنَبْوَةِ نَبِينَا ﷺ عَلَى مَا فِي شَرْحِ الْمَقَاصِدِ (قَوْلُهُ الْمَعْرُوفُ) أَيْ بِالزَّنْدَقَةِ الدَّاعِي أَيْ الَّذِي يَدْعُو النَّاسَ إِلَى زَنْدَقَتِهِ أَوْ فَانَ قُلْتَ كَيْفَ يَكُونُ مَعْرُوفًا دَاعِيًا إِلَى الضَّلَالِ وَقَدْ اعْتَبَرُ فِي مَفْهُومِهِ الشَّرْعِيَّ أَنَّ يَبْطُنَ الْكُفْرَ قُلْتَ لَا بَعْدَ فِيهِ فَانَ الزَّنْدِيقُ يَمُوهُ كُفْرُهُ وَيُرْجِعُ عَقِيدَةَ الْفَاسِدَةِ وَيُخْرِجُهَا فِي الصُّورَةِ الصَّحِيحَةِ وَهَذَا مَعْنَى ابْطَانِ الْكُفْرِ فَلَا يَنَافِي أَظْهَرُهُ الدَّعْوَى إِلَى الضَّلَالِ وَكَوْنُهُ مَعْرُوفًا بِالْإِضْلَالِ أَوْ لَبْنِ كَمَالٍ“..... (فتاویٰ شامی: ۳/۳۲۵، ۳۲۴)

”وَمَا بَاعَهُ أَوْ اشْتَرَاهُ أَوْ اعْتَقَهُ أَوْ هَبَهُ أَوْ رَهْنَهُ أَوْ تَصَرَّفَ فِيهِ مِنْ أَمْوَالِهِ فِي حَالِ رَدَّتِهِ فَهُوَ مُوقُوفٌ فَانَ اسْلَمَ صَحَّتْ عَقُودُهُ وَانْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ بَطُلَتْ“..... (ہدایۃ: ۲/۵۸۷)

”قَوْلُهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ، وَفِي هَذِهِ الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ الْكَافِرَ لَا يَكُونُ وَلِيًّا لِلْمُسْلِمِ لَا فِي التَّصَرُّفِ وَلَا فِي النَّصْرَةِ وَيَدُلُّ عَلَى وَجُوبِ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْكُفَرِ وَالْعَدَاوَةِ لَهُمْ لِأَنَّ الْوَلَايَةَ ضِدُّ الْعَدَاوَةِ فَإِذَا أَمَرْنَا بِمُعَادَاةِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى لَكُفْرِهِمْ فَغَيْرِهِمْ مِنَ الْكُفَرِ بِمَنْزِلَتِهِمْ وَيَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْكُفْرَ كُلَّهُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ“..... (احکام القرآن للجصاص: ۲/۶۲۲)

”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ، فَا مَرَّ اللَّهُ نَبِيَّهُ بِالْأَعْرَاضِ عَنِ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ وَهِيَ الْقُرْآنُ بِالتَّكْذِيبِ

واظهار الاستخفاف اعراضاً يقتضى الانكار عليهم واظهار الكراهة لما يكون منهم الى ان يتركوا ذلك ويخوضوا في حديث غيره وهذا يدل على ان علينا ترك مجالسة الملحدين وسائر الكفار عند اظهارهم الكفر والشرك وما لا يجوز على الله تعالى اذالم يمكننا انكاره وكتافي تقيه من تغييره باليد او اللسان لان علينا اتباع النبي ﷺ فيما امره الله به الا ان تقوم الدلالة على انه مخصوص بشيء منه..... (احكام القرآن للجصاص: ۳/۵)

”وحكى الكراشى عن سهل انه قال من صحح ايمانه وخلص توحيده فانه لا يانس الى مبتدع ولا يجالس ولا يواكله ولا يشاربه ولا يصاحبه ويظهر له من نفسه العداوة والبغضاء ومن داهن مبتدعا سلبه الله تعالى حلاوة السنن ومن تحبب الى مبتدع يطلب عز الدنيا او عرضاً منها اذله الله تعالى بذلك العز وافقره بذلك الغنى ومن ضحك الى مبتدع نزع الله تعالى نور الايمان من قلبه ومن لم يصدق فليجرب انتهى“..... (روح المعاني: ۲۸/۳۵)

والله تعالى اعلم بالصواب



### کیا قبروں میں مردوں کو عذاب ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۵۴): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

- (۱) کیا قبر میں مردے کو عذاب ہوتا ہے؟
- (۲) کیا جب کسی میت کو درندے کھا جائیں یا نذر آب ہو جائے تو اس کو عذاب دینا اور اس کے اعضاء کو جمع کرنا ممکن ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مذکورہ سوالوں کے جواب کی وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کے مطابق مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، جس کی وجہ سے مردہ عذاب کو محسوس کرتا ہے، اور یہ عقیدہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صحیحہ سے ثابت ہے۔

”عن عائشة رضى الله عنها أنّ يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب القبر فقالت لها اعاذك الله من عذاب القبر فسألت عائشة رسول الله ﷺ عن عذاب القبر فقالت نعم عذاب القبر حق قالت عائشة فماريت رسول الله ﷺ بعد صلى صلوة الاتعوذ من عذاب القبر زاد غنر عذاب القبر حق“

”عن انس رضى الله عنه انه حدثهم ان رسول الله ﷺ قال انّ العباد اذا وضع فى قبره وتولى عنه اصحابه أنّه ليسمع قرع نعالهم“.....(صحيح بخارى: ١/١٨٣)

”ذكر ما يستفاد منه فيه اثبات عذاب القبر وهو مذهب اهل السنة والجماعة وانكر ذلك ضرار بن عمرو وبشر المريسي واكثر المتأخرين من المعتزلة وقالوا اما من جهة العقل فانا نرى شخصا يصلب ويبقى مصلوبا الى ان تذهب اجزاءه ولان شاهد فيه احياء ومساءلة.....وابلغ منه من اكلة السباع والطيور وتفرقت اجزاءه فى بطونها وحواصلها.....وابلغ منه من احرق حتى يفتت وذرى اجزاءه المفتتة فى الرياح العاصفة شمالاً وجنوباً وقبلاً ودوراً فانا نعلم عدم احيائه ومساءلته وعذابه ضرورة“

”ولنا آيات، احداها: قوله تعالى النار يعرضون عليها غدواً وعشيا (غافر، ٣٦) فهو صريح فى التعذيب بعد الموت“

”الثانية: قوله تعالى، ربنا امتنا اثنتين واحيتنا اثنتين (غافر، ١١) فانّ الله ذكر الموت مرتين وهما لا تتحققان الا ان يكون فى القبر حياة وموت حتى تكون احدى الموتين ما يتحصل عقيب الحياة فى الدنيا والاخرى ما يتحصل عقيب الحياة التى فى القبر“

”الثالثة: قوله تعالى، ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب، عطف هذا العذاب الذى هو عذاب يوم القيامة على العذاب الذى هو عرض النار صباحاً ومساءً فعلم أنّه غيره، ولنا ايضاً احاديث صحيحة واخبار متواترة.....من شاء فليراجع (عمدة القارى: ٨/٢١٠)

”وفی الباب عن علی وزید بن ثابت وابن عباس والبراء بن عازب وابی ایوب  
وانس وجابر وعائشة وابی سعید کلہم رووا عن النبی ﷺ فی عذاب القبر“  
.....(الجامع الترمذی: ۱/۳۳۲)

”قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسؤال منكرو نكير وضغطة القبر  
حق لكن ان كان كافرا فعذابه يدوم الى يوم القيامة ويرفع عنه يوم الجمعة  
وشهر رمضان فيعذب اللحم متصلاً بالروح والروح متصلاً بالجسم فيتالم  
الروح مع الجسد وان كان خارجاً عنه والمؤمن المطيع لا يعذب بل له ضغطة  
يجدهول ذلك وخوفه والعاصي يعذب ويضغط لكن ينقطع عنه العذاب يوم  
الجمعة وليلتها ثم لا يعود وان مات يومها اوليلتها يكون العذاب ساعة واحدة  
وضغطة القبر ثم يقطع“.....(فتاوى شامی: ۱/۶۱۰)

”قال ابوالمعین فی اصوله، قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر وسؤال  
منكر ونكير حق لكن ان كان كافراً فعذابه يدوم فی القبر الى يوم  
القيامة“.....(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۵۲۴)

”قوله تقيد كل منها بالحياة، اما الضرب فلانه الاعم لفعل مؤلم يتصل بالبدن  
واستعمال آلة التاديب في محل يقبله والايلام والادب لا يتحقق في الميت  
ولا يرد تعذيب الميت في قبره لانه توضع فيه الحياة عند العامة بقدر ما يحس  
بالالم والبيئة ليست بشرط عند اهل السنة بل تجعل الحياة في تلك الاجزاء  
المتفرقة التي لا يدركها البصر“.....(فتاوى شامی: ۳/۱۴۳)

(۲) ہاں اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت کاملہ حاصل ہے کہ میت کے اجزاء جہاں بھی منتشر ہو جائیں مثلاً درندے  
اور پرندے کھا جائیں اور اس کے اجزاء ان کے پیڑوں میں جائیں یا کوئی میت نذر آب ہو جائے یا نذر آتش ہو جائے  
تو ان تمام اجزاء کو جمع فرما کر عذاب دیں، یا بغیر جمع کرنے کے عذاب دیں عقلاً بعید ہے، لیکن نقلاً ثابت ہے اور نقل صحیح  
کے مقابلہ میں عقل کا ماوراء العقل اشیاء کے بارے میں اعتبار نہیں ہے۔

”قال الامام النووی مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه  
الادلة من الكتاب والسنة قال تعالى النار يعر ضون عليها غدواً وعشياً ويوم  
تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب“ (غافر: ۴۶)

”وَأَمَّا الْإِحَادِيثُ فَلَا تَحْصِي كَثْرَةُ وَلَا مَنَعُ فِي الْعَقْلِ مِنْ أَنْ يَعْبُدَ اللَّهُ الْحَيَاةَ فِي  
جزء من الجسد أو في الجميع على خلاف بين الأصحاب فيثبته ويعذبه  
ولا يمنع من ذلك كون الميت قد تفرقت أجزاؤه كما يشاهد في العادة  
أو أكلته السباع والطيور وحيتان البحر لشمول علم الله تعالى وقدرته، فإن  
قيل نحن نشاهد الميت على حاله فكيف يسأل ويقعد ويضرب  
ولا يظهر أثر؟ فالجواب أنه ممكن وله نظير في الشاهد وهو النائم فإنه يجد لذة  
المأى يحسه ولا نحسه وكذا يجد اليقظان لذة المأى يسمعه ويتفكر فيه  
ولا يشاهد ذلك جلسه وكذلك كان جبرئيل يأتي النبي ﷺ فيوحى  
بالقرآن المجيد ولا يراه أصحابه“..... (مراقبة المفاتيح : ۱۰ / ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### مروجہ قل خوانی اور قرآن خوانی کا شرعی حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مروجہ قل خوانی و قرآن خوانی و ختم شریف اور چالیسواں وغیرہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور ان کا مسجد میں اور خصوصاً دیوبندیوں کی مسجد میں انعقاد کیسا ہے؟ جبکہ قوی احتمال ہے کہ اس سے لوگوں کے لیے راہ کھلے گی، اور خصوصاً ایسے شخص کی طرف سے ان چیزوں کا اہتمام جس کی دینی حیثیت متقدّم ہونے کی ہے اور لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں، برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

ایصال ثواب کا ثبوت قرآن و سنت میں موجود ہے جیسا کہ ابن ہمام نے اپنی مفصل کتاب فتح القدر کے باب الحج عن الغير میں اس کو بیان کیا ہے، اس لیے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کرنا چاہیئے، البتہ قرآن خوانی کا موجودہ مروجہ طریقہ کہ جس میں تعیینِ ایام کا عقیدہ ہوتا ہے اور اس کے بعد کھانے پینے اور پیسے دینے کا بطور اجرت کے انتظام کیا جاتا ہے اس کا ثبوت قرونِ اولیٰ میں نہیں ملتا، اور علاوہ ازیں جب کھانا کھلو کر اور پیسے دے کر پڑھوایا جائے گا تو اس صورت میں پڑھنے والے کو ثواب نہیں ملے گا، تو جس کے لیے پڑھا جا رہا ہو اس کو ثواب کیونکر پہنچے گا۔

البتہ اگر کھانا وغیرہ ایصالِ ثواب کی نیت سے ہو تو جائز ہے۔

”باب الحج عن الغير، الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوماً او صدقةً او غيرها عند اهل السنة والجماعة قوله له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما عند اهل السنة والجماعة لا يراد به ان الخلاف بيننا وبينهم في ان له ذلك او ليس له كما هو ظاهره بل في انه يجعل بالجعل أو لا بل يلغوا جعله قوله او غيرها كتلاوة القرآن والاذكار قوله عند اهل السنة والجماعة ليس المراد ان المخالف لما ذكر خارج عن اهل السنة والجماعة فان مالكا والشافعي رضى الله عنهما لا يقولان بوصول العبادات البدنية المحضة كالصلاة والتلاوة بل غيرها كالصدقة والحج بل المراد ان اصحابنا لهم كمال الاتباع والتمسك ما ليس لغيرهم فعبر عنهم باسم اهل السنة فكانه قال عند اصحابنا غير ان لهم وصفا عبر عنهم به..... عن عائشة وابي هريرة رضى الله عنهما انه صلی اللہ علیہ وسلم كان اذا اراد ان يضحي يشتري كبشين عظيمين سمينين اقرنين املحين موجوئين فذبح احدهما عن امته ممن شهد لـه بالوحدانية وله بالبلاغ وذبح الاخر عن محمد وآل محمد..... فقد روى هذا عن عدة من الصحابة وانتشرت مخرجه فلا يبعد ان يكون القدر المشترك وهو انه ضحى عن امته مشهورا يجوز تقييد الكتاب به بما لم يجعله صاحبه او ننظر اليه والى ما رواه الدارقطني ان رجلا سأل صلی اللہ علیہ وسلم فقال كان لى ابوان ابرهما حال حيوتهما فكيف لى ببرهما بعد موتهما فقال له صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من مر على المقابر وقرأ قل هو الله احد احدى عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات“..... (الهداية مع فتح القدير: ۲۵، ۲۶/۳)

”وقول النبي صلی اللہ علیہ وسلم لا يصوم احد عن احد ولا يصلى احد عن احد اى فى حق الخروج عن العهدة لافى حق الثواب فان من صام او صلى او تصدق وجعل ثواب لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة

والجماعة وقد صحَّ عن رسول الله ﷺ انه ضحى بكبشين املحين  
احدهما عن نفسه والاخر عن امته ممن آمن بوحداية الله تعالى وبرسالته  
ﷺ وروى ان سعد بن ابى وقاص رضى الله عنه سأل رسول الله ﷺ فقال  
يا رسول الله ! ان امى كانت تحب الصدقة اف تصدق عنها فقال النبى ﷺ  
تصدق وعليه عمل المسلمين عن لدن رسول الله ﷺ الى يومنا هذا من  
زيارة القبور وقراءة القرآن عليها والتكفين والصدقات والصوم والصلوة  
وجعل ثوابها للاموات“.....(بدائع الصنائع: ٢/٢٥٢)

”قال تاج الشريعة فى شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب  
للميت وللقارئ وقال العيني فى شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا  
والآخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع فى زماننا من قراءة الاجزاء  
بالاجرة لا يجوز لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للامر والقراءة لاجل  
المال فاذا لم يكن ثواب للقارى لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى  
المستاجر ولولا الاجرة ما قرء احدٌ لاحدٍ فى هذا الزمان بل جعلوا القرآن  
العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انا لله وانا اليه راجعون اه ولا يصح  
الاستئجار على القراءة واهدائها الى الميت لانه لم ينقل عن احدمن الائمة  
الاذن فى ذلك وقد قال العلماء ان القارى اذا قرء لاجل المال فلا ثواب له  
فائ شئ يهديه الى الميت وانما يصل الى الميت العمل الصالح والاستئجار  
على مجرد التلاوة لم يقل به احدمن الائمة وانما تنازعوا فى الاستئجار على  
التعليم (وبعد اسطر) وحينئذ فقد ظهر لك بطلان ما اكب عليه اهل العصر من  
الوصية بالختمات والتهاليل مع قطع النظر عما يحصل فيها من المنكرات التى  
لا ينكرها الا من طمست بصيرته وقد جمعت فيهارسالة سميتها شفاء العليل  
وبل الغليل فى حكم الوصية بالختمات والتهاليل“.....(فتاوى شامى:

(٥/٢٠، ٣٩)

”استئجار الناس ليقروا ويهدوه الى الميت ليس بمشروع ولا استحبه احدٌ من

العلماء فإن القرآن الذى يصل ماقرئ لله تعالى فاذا كان قد استوجر للقراءة لله والمستاجر لم يتصدق عن الميت بل استاجر من يقرء عبادة لله عز وجل لم يصل اليه لكن اذا تصدق عن الميت على من يقرء القرآن او غيرهم ينفعه ذلك باتفاق المسلمين وكذلك من قرء القرآن محتسباً واهداه الى الميت نفعه ذلك والله اعلم“.....(مجموع الفتاوى شيخ ابن تيميه: ٢٣٠/٢٣)

”وباتخاذ طعام لهم (قوله وباتخاذ طعام لهم) قال فى الفتح ويستحب لجيران اهل الميت والاقرباء الا بعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد جاءهم ما يشغلهم حسنه الترمذى وصححه الحاكم ولانه برو معروف ويلح عليهم فى الاكل لان الحزن يمنعهم من ذلك فيضعفون وقال ايضاً ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فى السرور لافى الشرور وهى بدعة مستقبحة روى الامام احمد وابن ماجه باسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة وفى البزازية ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعدها اسبوع اقول وفى اليوم العاشر والعشرين والاربعين وبعدها ستة اشهر وسنة كما هو مروج فى الجهال بل هو بدعة مستقبحة لانه لا اصل للتعين بهذه الايام ولا يعد هذا الطعام من الصدقات حتى يترتب عليه الثواب لان مصرف الصدقات الفقراء والغرباء وهذا انما ياكله الاقرباء والاصدقاء وفيهم الامراء والاعنياء ويكره ايضاً نقل الطعام الى القبر فى المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقرآن للختم اول قراءة سورة الانعام والاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاكل يكره وفيها من كتاب الاستحسان من البزازية وان اتخذ طعاماً للفقراء كان حسناً“.....(الدرمع الرد: ١/٢٢٦)

والله تعالى اعلم بالصواب



## قادیانی کے شریک ہونے سے قربانی کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گھر میں صحیح العقیدہ مسلمان ہیں اور ساتواں آدمی مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد یا مسلمان سمجھتا ہے اور یہ چھ افراد اس ساتویں شخص کے ساتھ شریک ہو کر عید الاضحیٰ کی قربانی کریں تو اس قربانی کا کیا حکم ہے؟ اور ان چھ مسلمانوں کی قربانی بھی ان کے ساتھ کیا حکم رکھتی ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

مرزا غلام احمد قادیانی کو جو نبی اور مجدد مانتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کو قربانی میں شریک کرنا ناجائز ہے، اگر مشترکہ قربانی میں ایسا آدمی شریک ہو جائے تو قربانی کسی کی بھی صحیح نہیں ہوئی۔

”وان كان شريك الستة نصرانياً او مريداً للحم لم يجز عن واحد منهم وكذا اذا كان عبداً مدبراً يريد الاضحية لأن نيته باطلة لأنه ليس من اهل هذه القرية فكان نصيبه لحماً فمنع الجواز اصلاً، بدائع“..... (درمع الرد: ۵/۲۲۹)

”وان كان شريك الستة نصرانياً اور جلاً يريد اللحم لم يجز عن واحد منهم ووجهه ان البقرة تجوز عن سبعة لكن من شرطه ان يكون قصداً لكل القرية وان اختلفت جهاتها كالاضحية والقران والتمتع عندنا لاتحاد المقصود وهو القرية وقد وجد هذا الشرط في وجه الاول ولان النصراني ليس من اهلها وكذا قصد اللحم ينافيها واذا لم يقع البعض قربة والاراقة لاتجزأ في حق القرية لم يقع الكل ايضاً فامتنع الجواز“..... (هدايه على فتح القدير: ۸/۴۳۵)

”ولو كان احداً شركاء ذمياً كتابياً او غير كتابي وهو يريد اللحم او يريد القرية في دينه لم يجزئهم عندنا لأن الكافر لا يتحقق منه القرية فكانت نيته ملحقة بالعدم فكان يريد اللحم“..... (فتاوى هندية: ۵/۳۰۴)

”قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا لاتتخذوا اليهود والنصارى اولياء بعضهم اولياء بعض، الآية، وفي هذه الآية دلالة على الكافر لا يكون ليا للمسلم لافي التصرف ولا في النصرة ويدل على وجوب البراءة من الكفار والعداوة لهم

لان الولاية ضد العداوة فاذا امرنا بمعاداة اليهود والنصارى لكفرهم فغيرهم  
من الكفار بمنزلتهم ويدل على ان الكفر كله ملة واحدة..... (احكام القرآن  
للجصاص: ۲/۶۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



نماز میں خشوع و خضوع کے بارے میں کہے ہوئے چند کلمات کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۷): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ ہمارے علاقہ کے مولوی صاحب نے ایک تبلیغی سلسلہ شروع کیا ہے، اس کی تحریر کے کچھ حصہ پہ علاقہ میں جھگڑا طول پکڑے ہوئے ہے، آپ درج ذیل عبارت ملاحظہ فرما کر شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

”صوفیاء نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا ہے اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا، نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں، مثلاً زکوٰۃ ہے اس کی حقیقت مال خرچ کرنا ہے، یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا، اسی طرح روزہ دن بھر کا پیاسا رہنا، صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں، غفلت سے بھی اگر تحقیق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑے گا لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے، قرأت قرآن ہے، یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہڈیاں اور کواں ہوتی ہیں،

کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہو جاتی ہیں، نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع، اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لیے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے، جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے کلام سے سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے، اسی طرح حق تعالیٰ جل شانہ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو اس لیے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی پوری وسعت و ہمت کے موافق توجہ سے پڑھی جائے لیکن یہ امر نہایت ہے کہ اگر حالات اور کیفیات جو کچھ لوگوں کی معلوم ہوئی ہیں، حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے نہ پڑھنے سے بری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے، حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے، جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے، البتہ اس

کی کوشش ضرور ہونی چاہیئے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھائے ہیں، حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں، اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے کہ جو پیش کرنے کے قابل ہو، گزارش ہے کہ آیا اس تحریر کے خط کشیدہ فقرات میں قرآن کریم اور نماز کی توہین تو لازم نہیں آتی، اگر توہین ہے تو ایسا شخص مسلمان رہے گا یا نہیں؟ اس شخص کی امامت اور اس سے میل جول یا اس کا تبلیغی سٹرپچر یا اس کے تبلیغی مشن میں شرکت شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرما کر شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) اس عبارت میں تو صرف خشوع و خضوع کو بیان کرنا مقصود ہے کہ جس طرح کوئی شخص بادشاہ سے ہمکلام ہو اور توجہ دوسری طرف اور بات بالکل ہی عدم توجہی سے کر رہا ہے تو ہر دیکھنے والا اس کو معیوب اور بادشاہ کی توہین سمجھے گا، اسی طرح نماز کا حال ہے کہ کالمیلین کی نماز تو ”ان تعبد اللہ کانک تراه“ کا نمونہ ہوتی ہے اس کو آپ کے مولوی صاحب موصوف بیان کرنا چاہتے ہیں چنانچہ حوالہ بھی حضرات صوفیاء کا دیا ہے، جو واقعہً کامل ہوتے ہیں، لیکن اگر ایسے کمال کی نماز حاصل نہ ہو تو بھی پڑھنے کا فرما رہے ہیں کہ نماز کو چھوڑنا جائز نہیں ہے، اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب لوگوں کو کالمیلین کی نماز کی تلقین کر کے اس کا پابند بنانا چاہتے ہیں جو کہ بہت ہی عمدہ کام ہے، لہذا صرف اس مذکورہ تقریر و بیان کی وجہ سے ان کو امامت سے الگ کرنا یا ان کے ایمان میں شک و شبہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ان کی بات پر خوب غور کر کے اعلیٰ درجہ کی نماز کا اہتمام کیا جائے، واللہ الموفق۔

(۲) جب تک کسی مسلمان متکلم کے کلام کا صحیح محمل ہو سکتا ہو خواہ کمزور ہی ہو تو اس کو اسی صحیح محمل پر ہی محمول کرنا لازم ہے، اس کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر کفر اور متکلم کو کافر ثابت کرنا جائز نہیں ہے، جب کہ مذکورہ متکلم مولوی صاحب موصوف کے کلام کا محمل صحیح اور عمدہ ہے تو اس کو بھی اسی پر محمول کریں گے، یہی وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جس نے اکابر دیوبند کی تکفیر کی ہے، اکابر نے اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے جب کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ تکفیر عدم احتیاط پر مبنی ہے مگر ہمارے اکابر نے احتیاط فرمائی ہے، اس لیے ہم بھی ان مولوی صاحب موصوف کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ ان کے کلام کو صحیح محمل پر محمول کرتے ہوئے ان کو مسلمان ہی کہیں گے۔

”وفی الخلاصة وغيرها اذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه

واحد يمنع التكفير فعلى المفتي ان يميل الى الوجه الذى يمنع التكفير

تحسيناً للظن بالمسلم زاد في البزاية الا اذا صرح بارادة موجب الكفر

فلا ینفعه التاویل حینئذٍ وفی التارخانیۃ لایکفر بالمحتمل لانّ الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیسندعی نہایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لانہایۃ الخ والذی تحرر انہ لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ اختلاف ولورواۃ ضعیفۃ فعلیٰ هذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورۃ لایفتی بالتکفیر بها“.....(البحر الرائق: ۵/۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### قرآن کریم کی بے حرمتی کے جھوٹے الزام کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۸): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب

مؤدبانہ گزارش ہے کہ میں مسمیٰ فیض حمید اپنے بہنوئی فرید عباس کے ساتھ اس کے گھر پر میاں بیوی کے گھریلو جھگڑے کی وجہ سے کافی عرصہ سے کسی شخص کے غلط بیان کی وجہ سے ناکردہ جرم کی سزا بھگت رہا ہوں، پوری کہانی درج ذیل ہے، مرید عباس اور میرے درمیان معمولی سا گھریلو جھگڑا ہوا، لڑائی کے وقت میری ہمشیرہ نے ہم دونوں کو چھڑانے کی پوری کوشش کی، خدا تعالیٰ کے واسطے کے ساتھ ساتھ قرآن کا بھی واسطہ دیا کہ خدا کے لیے لڑائی بند کر دو، اس پوری لڑائی میں کسی بھی صورت میں قرآن شریف کی ارادت یا غیر ارادی طور پر خدا نخواستہ بے حرمتی نہ ہوئی ہے، نہ ہی زمین پر یا کسی اور جگہ دوران لڑائی گرا ہے یا اس کو چھوا گیا ہے، صرف ہم دونوں نے اس وقت اتنا کہا ہے کہ لڑائی میں قرآن پاک کو نہ لے کر آئیں، لڑائی کے بعد میری ہمشیرہ کو چونکہ میرے بہنوئی مرید عباس نے بچوں سمیت گھر سے فوراً نکل جانے کا کہا، اس لیے جاتے ہوئے میری ہمشیرہ نے میرے ایک قریبی عزیز شیر عباس جو کہ ہمارا پڑوسی بھی ہے کو کہا کہ تیس پارے قرآن شریف کے الماری میں رکھے ہوئے ہیں حافظ مظہر حسین شاہ کو دیدینا تاکہ وہ مسجد میں رکھ دے، اتنی سی بات پر مجھے ذہنی اخلاقی مالی ہر لحاظ سے سزا برداشت کرنا پڑ رہی ہے، ازراہ کرم اس نازک معاملہ میں میری شرعی طور پر راہنمائی فرمائیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ جاری فرمائیں، مزید براں غلط بیانی کرنے والے کے بارے میں بھی راہنمائی فرمائیں تاکہ میرے نقصان کا ازالہ ہو، جناب کی عین نوازش ہوگی۔

جناب عالی! فیض حمید کے بہنوئی فرید عباس کے مطابق فیض کی بہن کی زبانی اللہ پاک اور قرآن پاک کا واسطہ دیا لیکن ہم دونوں نے کہا کہ قرآن پاک کو بیچ میں نہ لاؤ قرآن پاک کی بے حرمتی نہ ہو جائے، اور مسمیٰ

بشیر عباس کے مطابق بھی اس نے قرآن پاک کی بے حرمتی ہوتے خود نہیں دیکھا ہے، اور فیض حمید اور فرید عباس دونوں حلفاً کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن پاک کی بے حرمتی نہیں کی، اور نہ ہی زمین پر گرایا ہے۔ (محمد صلاح الدین خان ولد غلام رضا خان)

جناب عالی! میں نے فیض حمید کی بہن سے خود پوچھا کہ یہ واقعہ ہوا ہے یا نہیں؟ فیض کی بہن نے کہا کہ تیس پارہ قرآن شریف کے مسجد کے لیے خریدے تھے تاکہ قرآن شریف پڑھنے سے مجھے بھی ثواب حاصل ہوتا رہے گا لیکن ہم میاں بیوی میں جھگڑا ہوا تو اس پر میں نے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کا کہا تو میں نے آپ کے عزیز شیر عباس کو کہا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جا رہی ہوں تو مہربانی فرما کر مسجد میں پہنچا دیں کہ میرے جانے کے بعد کہیں ان سپاروں کی بے حرمتی نہ ہو جائے، میں نے صرف یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (حاجی سلطان سکندر)

جناب عالی! درج بالا کہانی حقیقت پر مبنی ہے چونکہ یہ معاملہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور ان دونوں کے درمیان ہے اور اس معاملہ کا معنی شائد کوئی نہیں ہے، صرف ایک جھوٹے شخص کے بیان پر تقریباً گیارہ ماہ سے شک کی بناء پر نہ صرف فیض حمید کو ذہنی و مالی سزا دی جا رہی ہے بلکہ کئی خاندان اس کو برداشت کرنے پر مجبور ہیں، مسجد کے حافظ مظہر شاہ سمیت شیر عباس، محمد انور، مطیع اللہ، فرید عباس اور اس کی بیوی سمیت سب سے انکوائری و پوچھ گوچھ کی گئی سب کے مطابق کسی بھی شکل میں قرآن پاک اس لڑائی میں نہ زمین پر گرایا ہے، بلکہ قرآن پاک کو ہاتھ تک کسی شخص نے نہیں لگایا، جناب عالی! اس شرعی مسئلہ میں جھوٹے بہتان لگانے والے کے بارے میں بھی راہنمائی فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں کوئی بات بھی ایسی قابل ذکر نہیں ہے کہ جس سے قرآن پاک کی بے حرمتی ثابت ہو، لہذا اگر واقعی یہ بیان جو آپ نے خط میں لکھ کر بھیجا ہے سچ پر مبنی ہے تو آپ پر کسی قسم کا کوئی حرج نہیں ہے، نیز جھوٹی تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے اور قرآن وحدیث میں اس کے متعلق بہت زیادہ سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، جھوٹ بولنا اور غلط بیانی کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

”وَالَّذِينَ يُوْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدْ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا

وَاثْمًا مِّمَّيْنًا“..... (سورة الاحزاب : ۵۸)

”وَيَلِّ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اِثْمِيْمٌ“..... (سورة الجاثية : ۷)

”فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور“.....(سورة الحج : ۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جادو کرنے اور کروانے کا شرعی حکم:

مسئلہ نمبر (۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جادو کرنا اور جادو کروانا شرعاً کیسا ہے؟ آیا جادو برحق ہے؟

آیا جادو کرانے والی عورت کا مسلمان مرد سے نکاح قائم رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے، اگر ثبوت مل جائے کہ واقعی فلاں نے جادو کروایا ہے تو شرعاً اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟ آیا جادو کا شرعاً توڑ بھی ہے جس سے جادو کا اثر زائل ہو جائے، یا جادو اثر انداز نہ ہو سکے؟ کیا جادو کرنے والا اور جادو کروانے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟ اور کیا وسیلے سے دعا مانگنا سنت سے ثابت ہے؟

از روئے شرع ان سوالوں کے جوابات مرحمت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

”فليس كل ما يسمى سحرا كفرا، اذ ليس التكفير به لما يترتب عليه من

الضرر بل لما يقع به مما هو كفر كاعتقاد انفراد الكواكب بالربوبية او اهانة

قرآن او كلام مكفر ونحو ذلك الخ فاذا ثبت اضراره بسحره ولو بغير مكفر

يقتل دفعاً لشره كالخناق وقطاع الطريق“.....(فتاویٰ شامی: ۱/۳۴)

اس عبارت سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ سحر کفر اعتقادی یا عملی سے خالی نہیں ہے، تو اس کا سیکھنا سکھانا بھی حرام ہوا اور اس پر عمل کرنا بھی حرام ہوا، البتہ دفع ضرر کے لیے بقدر ضرورت سیکھا جائے تو بعض فقہاء نے اجازت دی ہے، جادو ایک فن ہے، مگر جادو کرنا درست نہیں ہے، جادو گر مرد یا عورت اگر کفریہ کلمات استعمال کرتے ہوں تو وہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور ان کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا۔

لفظ وسیلہ کی لغوی تشریح اور صحابہ و تابعین کی تفسیر سے جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا ذریعہ بنے وہ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا وسیلہ ہے، اس میں جس طرح ایمان اور عمل صالح داخل ہیں اسی طرح انبیاء و صالحین کی صحبت و محبت بھی داخل ہے کہ وہ بھی رضائے الہی کے اسباب میں سے

ہے، اور اسی لیے ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا درست ہوا، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی، اور ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خود ایک نابینا صحابی کو اس طرح دعا مانگنے کی تلقین فرمائی ”اللہم انی اسئلك واتوجه اليك محمد بنی الرحمة“..... (معارف القرآن: ۳/۱۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

### نمازیوں کے قریب تعلیم کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۰): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کی بابت کہ مسجد میں تبلیغی ساتھی نماز کے بعد جب فضائل اعمال کی تعلیم کرواتے ہیں تو نمازیوں کے پاس شروع ہو جاتے ہیں، جس سے نمازیوں کی نماز یقیناً متاثر ہوتی ہے، یہ لوگ ایک طرف ہو کر بھی تعلیم کروا سکتے ہیں، نیز کئی لوگ تعلیم میں شامل ہونے کی غرض سے نمازیوں کے آگے سے گزرتے ہیں اور پرواہ نہیں کرتے، اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ تبلیغی ساتھیوں کا نمازیوں کے قریب تعلیم کروانا کیسا ہے؟ ہمیں اس پر اعتراض نہیں کہ وہ صحیح کام کر رہے ہیں مگر کیا یہ صحیح ہے کہ وہ نمازیوں کے پاس ہی شروع ہو جاتے ہیں، انہیں ایک طرف ہو کر تعلیم کروانی چاہیئے، تاکہ ان کی آواز سے نمازیوں کی نماز خراب نہ ہو۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں تبلیغی ساتھیوں کو نمازیوں کا خیال کرتے ہوئے آہستہ آواز سے ایک طرف ہٹ کر تعلیم کرنی چاہیئے، اور تعلیم میں شامل ہونے کے لیے نمازیوں کے آگے سے گزرنے بھی جائز نہیں ہے، واضح رہے کہ یہ عمل تبلیغی جماعت کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔

”فالاسرار افضل حيث خيف الرياء او تاذى المصلّى او النيام، والجهر افضل

حيث خلا ماذكر لانه اكثر عملاً“..... (فتاویٰ شامی: ۵/۲۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

## قرآنی آیات کے الٹ بات کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۱): عزت مآب محترم المقام جناب مفتی حمید اللہ جان صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) نبی پاک ﷺ نے منع فرما دیا تھا کہ مسلمانوں کے علاوہ کسی کو خانہ کعبہ کی حدود میں داخل نہ ہونے دیا جائے،

وہ فاصلہ کتنے میل ہے؟

(۲) قرآن پاک کے احکامات روز محشر تک کے لیے جاری و ساری ہیں یا نہیں؟

(۳) جو شخص قرآن پاک کی کسی بھی آیت کے الٹ کہتا ہے یا ویسا نہیں کہتا تو وہ کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(۴) پارہ نمبر 10 سورة التوبة کی آیت نمبر 60 تا 66 کا ترجمہ ملاحظہ ہو، از مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

”اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں اور جو لوگ رسول پاک ﷺ کو ایذائیں پہنچاتے

ہیں ان کے لیے دردناک سزا ہے اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے

تھے، آپ ان سے کہہ دیں کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی کرتے تھے، تم

اب یہ عذر مت کرو تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے، اگر ہم تم سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تاہم بعض کو تو ضرور ہی

سزا دیں گے بسبب اس کے وہ علم ازلی میں مجرم تھے۔

ان آیات کا شان نزول چاہیئے۔

خاص طور سے بتائیں کہ وہ مؤمن مسلمان جس کو اللہ پاک نے کافر کہا اس کا نام کیا تھا؟

اور اس نے وہ کونسا عمل کیا کہ جس کی وجہ سے وہ مسلمان کافر ہو گیا؟

اور جن کو معافی ملی ان کے نام کیا تھے؟

اور کس وجہ سے وہ معافی کے زمرے میں آ گئے؟

آج اگر کوئی مسلمان ویسی بات و سیما عمل کرتا ہے جو کہ دریا بن ثابت نے کیا تو آج کے مسلمان کو قرآن

پاک کی نص سے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

اور جو معافی کے زمرے میں آیا اسی آیت اور شان نزول کی روشنی میں اگر اس خاموش رہنے والے کو خاموش

رہنے کی وجہ سے اللہ پاک نے معاف کر دیا تو آج جس شخص کو قرآن پاک کے اس حکم کا پتہ چل گیا ہے تو اس کا خاموش

رہنا اب معافی کے زمرے میں نہیں آتا، قرآن کے حکم کے مطابق اسے یاہاں کرنی ہوگی یا ناں کرنی ہوگی، اور جو آج ناں نہیں کرتا اور بات کو سن کر خاموش رہتا ہے تو قرآن کی نص کے مطابق وہ کافر ہو یا نہ ہو۔

اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کر دیں کہ نبی پاک ﷺ کے زمانے میں یہ کفر یہ بات نبی پاک ﷺ کے سامنے نہیں کہی گئی اور نہ ہی پوچھنے پر اقرار کیا گیا بلکہ کہہ دیا کہ یہ استہزاء کے طور پر ہنسی اور مذاق کے طور پر کہی ہے، غور کریں تو پھر بھی اللہ پاک نے اس مسلمان کو کافر قرار دے دیا، آج اگر اس جرم کا یا اس بات کا کوئی اقرار کرتا ہے اور لکھتا ہے اور اپنی تقریروں میں باوازا بلند جلسوں میں پکار پکار کر کہتا ہے تو اب اگر کوئی مسلمان ویسی بات اگر اس وقت کے انداز سے بڑھ چڑھ کر کرتا اور کہتا ہے تو اس مسلمان کو قرآن پاک کی نص سے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) اس کا مجموعی رقبہ ۲۰۰،۴۲،۱ مربع میٹر ہے جو کہ مسقف ہے (حرم کی ص: ۳۹)
- (۲) جی ہاں قرآن کے احکامات روزِ محشر تک جاری و ساری ہیں اور یہ ایک بدیہی بات ہے، حدیث شریف میں آتا ہے۔

”اخبرنی حمید قال سمعت معاوية بن ابی سفیان یخطب قال سمعت النبی ﷺ یقول من یرد الله به خیر ایفقه فی الدین وانما انا قاسم ویعطى الله ولن یزال امر هذه الامة مستقیما حتی تقوم الساعة او یاتی امر الله“..... (رواہ البخاری فی صحیحہ)

- (۳) جو شخص قرآن کا انکار کرتے ہوئے اس کا الٹ کہتا ہے وہ یقیناً کافر ہے۔
  - (۴) اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضور ﷺ غزوہ تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، اور منافقین کا ایک گروہ آپ کے ساتھ تھا، انہوں نے آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اس (حضور ﷺ) کو دیکھو یہ شام کے محلات اور بنی اسفر کے قلعے فتح کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ ہڈیاں آپ ﷺ کو بتا دیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو روکو تو انہوں نے کہا کہ صرف مذاق کر رہے تھے ہمارا سچ مچ یہ عقیدہ نہیں تو اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔
- ”قال القرطبی فیہ ثلاث مسائل، الاولى، هذه الآية نزلت فی غزوہ تبوک قال الطبری وغیرہ عن قتادة بینا النبی ﷺ یسیر فی غزوہ تبوک و ركب من

المنافقین یسیرون بین یدیه فقالوا انظروا هذا یفتح قصور الشام ویاخذ حصون  
بنی الاصفیر فاطّلعہ سبحانہ وتعالیٰ علی ما فی قلوبہم وما یتحدثون بہ فقال  
احبسوا علی الرکب ثم اتاہم فقال قلتہم کذا وکذا فحلفوا ما کنّا انا نخوض  
ونلعب یریدون کنا غیر مجدین الخ..... (تفسیر قرطبی : ۸/۱۹۶)

یہ مذاق کرنے والا دویجہ بن ثابت تھا اور وہ اس وجہ سے کافر نہیں ہوا تھا بلکہ وہ پہلے ہی سے منافق تھا، اگرچہ  
یہ بھی کفر ہے اور اب بھی اگر کوئی ایسا مذاق کرتا ہے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

”قال القاضی ابوبکر بن العربی لا یخلوا ان یکون ما قالوہ من ذلک جدا  
او هذلاً وهو کیف ما کان کفر فانّ الهذل بالکفر کفر لا خلاف فیہ بین الائمة“  
..... (تفسیر القرطبی : ۸/۱۹۷)

باقی جس کو معافی ملی اس کا نام خشی بن حمیر تھا اور اس کو صرف خاموش رہنے کی وجہ سے معافی نہیں ملی بلکہ اس  
نے توبہ کی تھی جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے۔

”عن طائفة منکم باخلاصہا وتوبتہا کمخشی بن  
حمیر“..... (تفسیر جلالین)

کلمات کفریہ پر خوش ہو کر سننا کفر ہے بادل نخواستہ سننا کفر نہیں ہے اور گناہ نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### قبر پر میلہ لگانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے ساتھ ایک قبر ہے اور صاحب قبر  
کا کسی کو کوئی علم نہیں ہے کہ کون تھا؟ اس کا سبب کیا تھا؟ اس قبر پر ماہ اگست میں تین دن تک میلہ لگایا جاتا ہے جس میں مسجد  
کے سامنے خوب ڈھول بجایا جاتا ہے اور گانے بجانے والے بھی گاؤں میں آجاتے ہیں، اور گانے بجاتے  
ہیں، گاؤں میں دکانیں لگائی جاتی ہیں، جس میں بعض جگہ راستہ تنگ کر دیا جاتا ہے، اور گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے،  
خصوصاً باحیا عورتوں کا وہاں سے گزرنا دشوار ہو جاتا ہے، گزشتہ سال میلے کی وجہ سے لڑائی بھی ہوئی ہے، ایک فریق مسجد کے  
سامنے ڈھول بجانے کا مخالف ہے اور کہتا ہے کہ مسجد کے سامنے ڈھول بجانا مسجد کی بے حرمتی ہے اور مریضوں کو اور سونے  
والوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے اور دوسرا فریق ڈھول بجوانے، میلہ لگانے اور پیچھے نچوانے پر مصر ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل وضاحت فرمادیں کہ امور مذکورہ حضور ﷺ کی شریعت کے مطابق ہیں یا کہ مخالف اور ان کے کرنے پر اجر و ثواب ہوگا یا کہ سزا اور عذاب، کس فریق کا موقف شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مذکورہ میلہ از روئے شریعت جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں کئی امور غیر شرعی ہیں، مثلاً ڈھول بجانا، ناچ گانا اور سونے والے اور راستہ سے گزرنے والے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا وغیرہ، یہ سب امور غیر شرعی اور حرام ہیں اور ان سے اجتناب ضروری ہے۔

”وفی المعراج الملاهی نوعان محرم وهو الآلات المطربة من غیر الغناء  
کالمزمار سواء كان عودا وقصب كالشبابه او غیره كالعود والطنبور لماروی  
ابو امامة انه عليه السلام قال ان الله بعثنی رحمة للعالمین وامرنی بمحق  
المعازف والمزامیر ولانه مطرب مصدعن ذکر الله تعالی والنوع الثانی مباح  
وهو الدف فی النکاح“..... (البحر الرائق: ۸۸/۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## اسلام کے مسلمات قطعیہ کے انکار کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۳): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسے شخص کے بارے میں جو درج ذیل عقائد و نظریات کا حامل ہو کہ

- (۱) حضرت محمد ﷺ پر قرآن کے علاوہ اور کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔
- (۲) قرآن مجید کی صرف ایک قراءت (حفص) صحیح ہے، باقی سب قراءتیں مجسم کا فتنہ ہیں۔
- (۳) بعض انبیاء قتل ہوئے مگر کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا۔
- (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔
- (۵) سورۃ الحج کی آیت ۸۷ ”ولقد آتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم“ میں سبع مثانی سے سورہ فاتحہ مراد نہیں ہے، بلکہ قرآن کی سات سورتیں مراد ہیں، اور لفظ مثانی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تمام سورتیں جوڑا جوڑا ہیں۔

- (۶) سنت قرآن کے بعد نہیں بلکہ قرآن سے مقدم ہے اور ثبوت کے اعتبار سے سنت اور قرآن میں کوئی فرق نہیں۔
- (۷) حدیث سے دین کا کوئی عقیدہ اور عمل ثابت نہیں ہوتا۔
- (۸) خبر واحد سے کوئی سنت ثابت نہیں ہوتی۔
- (۹) قرآن مجید اور ۲۷ سنتوں کے سوا کوئی چیز دین نہیں۔
- (۱۰) اسلام میں جانداروں کی تصویریں اور مجسمے بنانا بالکل جائز ہے۔
- (۱۱) شریعت میں موسیقی حرام نہیں ہے۔
- (۱۲) شریعت نے مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کرنے، ان کو ذمی بنانے اور ان سے جزیہ لینے کا کوئی حق نہیں دیا۔
- (۱۳) قتل خطاء میں عورت اور مرد کی دیت کی مقدار میں کوئی فرق نہیں۔
- (۱۴) اسلام میں شادی شدہ زانی کے لیے صرف سو کوڑوں کی حد ہے اس لیے رجم یعنی سنگسار کی حد نہیں ہے۔
- (۱۵) اسلامی شریعت میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال جو شخص ان تمام نظریات کا حامل ہو وہ مرتد ہے، حکومت وقت پر فرض ہے کہ اس کو فوراً گرفتار کر کے علماء حق کے ذریعے سے تین دن تک سمجھانے کی کوشش کی جائے، اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا و نعم اور اگر توبہ کرنے پر تیار نہ ہو تو حکومت اس کو قتل کر دے، اور اس کی مسلمان بیوی کا اس سے نکاح ختم ہو جائے گا، کیونکہ اسلام کے مسلمات قطعاً سے انکار کرنا کفر ہے۔

”واذا ارتد المسلم عن الاسلام والعياذ باللہ عرض عليه الاسلام فان كانت له شبهة كشفت عنه ويحبس ثلاثة ايام فان اسلم والاقول“..... (الهداية: ۲/۵۸۴)

”(وارتداد احدهما) ای الزوجین (فسخ)“..... (الدر المختار علی هامش الرد باب النکاح: ۲/۴۲۵)

”الثانی انه قد تواتر وانعقد الاجماع علی نزول عیسیٰ ابن مریم فتاویل هذه وتحریفه کفر ایضاً وقد قال فی روح المعانی وهو من محققى المتأخرین ان من

لم یقل بنزوله فقد اكفره العلماء هو على القاعدة في انكار ماتوا ترفى الشرع“  
.....(اكفار الملحدين : ۱۱)

”واذا رتد المسلم عن الاسلام والعياذ بالله عرض عليه الاسلام فان كانت له شبهة كشفت عنه، ويحبس ثلاثة ايام فان اسلم والاقتل وفي الجامع الصغير المرتد يعرض عليه الاسلام حرا كان او عبدا فان ابى قتل“.....(هدايه : ۲/۵۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



انبیاء علیہم السلام پر فلم بنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک فلم جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی فلم بنائی گئی ہے، اس فلم میں حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت جبریل علیہ السلام کے کردار اور دیگر معتبر کردار واضح طور پر دکھائے گئے ہیں، بظاہر واقعہ عین قرآن کے مطابق ہے، کیا یہ فلم دیکھنا جائز ہے؟ راہنمائی فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

یہ فعل بلاشبہ ناجائز اور بہت سے معاصی و قبائح کا مجموعہ ہونے کے ساتھ ساتھ کفر بھی ہے، اس لیے کہ اس میں غیر نبی اداکار پر نبی کا اطلاق کرنا ہے جو کہ نبی کی توہین ہے، اور کسی بھی نبی کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے، لہذا فلم بنانے والے (فلم ساز) اور اپنے آپ کو نبی ظاہر کرنے والے (ادا کار) اگر پہلے مسلمان ہوں تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے، اور اگر وہ شادی شدہ ہوں تو ان کا نکاح بھی اپنی اہلیہ سے ختم ہو چکا، ان کے ذمہ تجدید ایمان و تجدید نکاح ضروری ہے، تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ قانونی کاروائی کے ذریعہ اس کی بندش کے لیے کوشش کریں، اور دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کو مسئلہ سے آگاہ کریں، اور ایسی فلموں کی نمود و نمائش، خرید و فروخت پر پابندی عائد کرنا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔

”و كذا لو قال انار رسول الله او قال بالفارسية (من پیغامبرم) یرید به (پیغام می برم) یکفر“.....(فتاوی التاتارخانیة: ۵/۳۲۶)

”وسئل عمن نسب الى الانبياء الفواحش كعزمه الى الزنا او نحو الذي يقوله الحشوية في يوسف قال يكفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم“..... (فتاویٰ التاتارخانية: ۵/۳۲۵)

”ارتد احد الزوجين عن الاسلام وقعت الفرقة بغير طلاق في الحال قبل الدخول وبعده“..... (فتاویٰ الهندية: ۱/۳۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### قادیانیوں کے جنازہ میں شرکت اور ان سے شادی کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) قادیانیوں کے بارے میں مجھے پتہ چلا ہے کہ اگر کوئی مسلمان ان کے جنازے میں شرکت کرتا ہے تو وہ بھی قادیانی ہو جاتا ہے (یہ بات عبد القیوم صاحب کے فتوے میں ہے) اور وہ جس سے شادی کرتا ہے وہ بھی اس کے نکاح سے خارج ہو جاتی ہے، یعنی ان کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے، وہ آزاد ہے جہاں چاہے نکاح کرے اس کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتادیں، اگر لڑکی ایسا نہ کرے یعنی اس کے نکاح سے نہ نکلے تو قرآن و سنت کی روشنی میں اس کے بارے میں بتادیں۔

(۲) اگر کسی کی شادی قادیانی کے خاندان میں ہو جاتی ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

(۳) اگر کسی لڑکی کی شادی جس خاندان میں ہوتی ہے وہ قادیانی نہ ہوں لیکن اس کے باقی تقریباً تمام رشتہ دار قادیانی ہوں تو اسے ان کے ساتھ کس قسم کے تعلقات رکھنے چاہئیں؟

(۴) اور اگر قادیانیوں کے بارے میں کوئی ایسی کتاب جس میں تفصیل ہو، اس کتاب کا نام بتادیں۔

(۵) اگر کسی لڑکی کی شادی قادیانی خاندان میں ہو جاتی ہے لیکن اس کا خاوند اور اس کے گھر والے قادیانی نہیں ہیں، لیکن ان کے اپنے خاندان سے تعلق بہت اچھے ہیں تو اس لڑکی کو کیا کرنا چاہیے، جب کہ اس کا خاوند بھی قادیانیوں سے نفرت نہ کرتا ہو، اگر اس کی بیوی اس کو ان کے گھر سے کوئی چیز کھانے سے منع کرے یا ان سے ملنا منع کرے اور وہ اس کی بات نہ مانے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ اور لڑکی کو یہ سب باتیں کرنے پر اس کا شوہر اسے برا بھلا کہے تو اسے کیا کرنا چاہیے، بلکہ یوں کہے کہ سمجھ لو میں بھی قادیانی ہی ہوں جب کہ وہ غصے میں ہو۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) مسلمان کے لیے قادیانی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی مسلمان قادیانی کو کافر سمجھ کر محض اس کی دنیاوی وجاہت کی وجہ سے اس کا جنازہ پڑھتا ہے تو ایسا مسلمان شخص گناہ گار ہے اور اس کو اپنے اس فعل پر توبہ کرنی چاہیئے، اور یہ شخص اس صورت میں کافر نہیں ہے اور اگر کوئی مسلمان قادیانی کے عقائد معلوم ہونے کے باوجود اس کو مسلمان سمجھتے ہوئے اس کا جنازہ پڑھتا ہے تو اس پر تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح لازم ہے۔

(۲) قادیانی خاندان سے مراد اگر وہ لڑکا یا لڑکی ہے جس سے شادی ہوئی ہے تو اس صورت میں یہ بات واضح رہے کہ یہ نکاح ہی نہیں ہوا، فوراً اس قادیانی لڑکے یا لڑکی سے جدا ہونا ضروری ہے کیونکہ مسلمان اور قادیانی کا نکاح ہی نہیں ہو سکتا۔

(۵، ۳) سب سے پہلے تو یہ بات واضح رہے کہ قادیانی نہ صرف کافر بلکہ زندیق و مرتد ہیں، ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا ناجائز ہے، باقی اگر کسی لڑکی کے خاوند کے رشتہ دار قادیانی ہوں تو لڑکی کو چاہیئے کہ وہ ان قادیانی رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات نہ رکھے اور اپنے خاوند اور اس کے گھر والوں کو بھی ان سے دور رہنے کی مؤثر انداز میں خود بھی تلقین کرتی رہے اور دیگر ذرائع مثلاً مستند کتابوں کے ذریعے یا صحیح العقیدہ لوگوں کے ذریعے سے ان کو نصیحت کرواتی رہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اختیار سے بغیر کسی جبر و اکراہ کے محض غصہ میں آ کر یہ کہہ دیتا ہے کہ میں بھی قادیانی ہی ہوں تو ایسا شخص کافر ہے، اس پر تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح لازم ہے، اور اس کو چاہیئے کہ اپنے اس فعل پر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر توبہ و استغفار کر لے اور آئندہ کے لیے اس قسم کے ناجائز الفاظ کہنے سے مکمل اجتناب کرے۔

”فی الہندیۃ ومن اتی بلفظۃ الکفر وهو لم یعلم انها کفر الا انه اتی بها عن

اختیار یکفر عند عامة العلماء خلافا للبعض ولا یعذر بالجهل کذا فی

الخلاصة“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۲/۲۷۶)

(۴) اس سلسلے میں آپ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی کتاب ”تحفہ قادیانیت“ اور مزید معلومات کے لیے ختم نبوت کے دفتر سے رابطہ کریں، جس کا ایڈریس یہ ہے، مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن لاہور۔

(۱) ”فنقول لا یصلی علی الکافر لقوله تعالی (ولا تصل علی احد منہم مات

ابداً ولا تقم علی قبره) ای ولا تصل علیہ، لان الصلوۃ علی المیت دعا

واستغفار له والاستغفار للکافر حرام“..... (المحیط البرہانی: ۳/۸۲)

(۲) ”ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز انكاح المؤمنة الكافر لقوله تعالى (ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا) ولأن في انكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر لان الزوج يدعوها الى دينه والنساء في العادات يتبعن الرجال فيما يوثروا من الافعال ويقلدوهم في الدين اليه وقعت الاشارة في آخر الآية بقوله تعالى (أو لئلا يدعون الى النار) لانهم يدعون المؤمنات الى الكفر والدعاء الى الكفر دعاء الى النار لان الكفر يوجب النار فكان نكاح الكافر المسلمة سببا داعيا الى الحرام فكان حراما والنص وان ورد في المشركين لكن العلة وهي الدعاء الى النار يعم الكفرة اجمع فيتعلم الحكم بعموم العلة فلا يجوز انكاح المسلمة الكتابي كما لا يجوز انكاح الوثني والمجوسي لان الشرع قطع ولاية الكافرين عن المؤمنين بقوله تعالى (ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا) فلو جاز انكاح الكافر المؤمنة لثبت له عليها سبيل وهذا لا يجوز“..... (بدائع الصنائع : ۲/۵۵۳)

”فصل ومنها ان يكون للزوجين ملة يقران عليها فان لم يكن بان كان احدهما مرتدا لا يجوز نكاحه اصلا لا بمسلم ولا بكافر غير مرتد“..... (بدائع الصنائع : ۲/۵۵۱)

(۳) ”قوله تعالى (ومن يتولهم منكم فانه منهم) يجوز ان يريد به العرب لانه لو اراد المسلمين لكانوا اذا تولوا الكفار صاروا امرتدين والمرتد الى النصرانية واليهودية لا يكون منهم في شئ من احكامهم الا ترى انه لا توكل ذبيحته وان كانت امرأة لم يجز نكاحها ولا يرثهم ولا يرثونه ولا يثبت بينهما شئ من حقوق الولاية“..... (احكام القرآن للجصاص : ۲/۲۲۳)

”ولا تصل على احد منهم مات ابدا، قال علماء نا هذا نص في الامتناع من الصلوة على الكفار..... يؤخذ لانه علل المنع من الصلوة على الكفار لكفرهم لقوله تعالى انهم كفروا بالله ورسوله فاذا زال الكفر وجبت الصلوة“..... (تفسير قرطبي : ۸/۲۲۱)

”والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان كان حراما لغيره كمال الغير لا يكفر  
وان كان لعينه فان كان دليله قطعيا كفروا لافلا“..... (البحر الرائق : ۵/۲۰۶)  
”ان مايكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار  
والتوبة وتجديد النكاح اه“..... (رد المحتار : ۳/۳۱۶)  
”ولا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك  
لا يجوز نكاح المرتدة مع احد كذا في المبسوط ولا يجوز تزوج المسلمة من  
مشرک ولا كتابی كذا في السراج الوهاج“..... (فتاوى الهندية : ۱/۲۸۲)  
”ولا يصلح ان ينكح مرتد او مرتدة احدا من الناس مطلقا قوله مطلقا اي مسلما  
او كافرا او مرتدا وهوتا كيد لمافهم من النكرة في النفي“..... (فتاوى شامی :  
۲/۴۳۰)

”الهازل او المستهزئ اذا تكلم بكفر استخفافا واستهزاء ومزاحا يكون كفرا  
عند الكل وان كان اعتقاده خلاف ذلك“..... (فتاوى الهندية : ۲/۲۷۶)  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### محمد نام رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پرچی والا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نام محمد کسی فرد کے لیے رکھنے کو منع فرمایا ہے، جب کہ میں نے اور میرے میاں نے اللہ اور اللہ کے رسول سے وعدہ کیا تھا کہ اگر پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہوگا تو ہم اس کا نام صرف محمد ہی رکھیں گے، میرے معدے سے خون آتا تھا جب ڈاکٹر نے کہا کہ ماں کی جان بچا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اولاد پھر دے دے گا لیکن مجھے سرکار دو جہاں پر اس قدر یقین تھا کہ وہ میرے بچے کو کچھ نہیں ہونے دیں گے، اس لیے میں ہر روز اپنے بچے کو دم کرتی تھی اور سارے گھر والے اس کو صرف محمد ہی کہتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ اگر اس بچے کا نام کچھ اور رکھا تو اس سے کچھ اور نہ ہو جائے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

پرچی بنانے والے کا موقف درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ منع نہیں کیا بلکہ اسم محمد (جب کہ

حضور ﷺ کی نسبت سے رکھا جائے) بہت خیر و برکت کی چیز ہے، سیکٹروں ائمہ کرام اور محدثین عظام کا نام صرف محمد رکھا گیا ہے، اور احادیث نبویہ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

”وفی جامع الترمذی عن علی رضی اللہ عنہ انه قال یا رسول اللہ! رأیت ان ولد لی بعدک اسمیہ محمدا واکنیہ بکنیتک قال نعم قال فکانت رخصۃ فی“..... (جامع ترمذی: ۲/۱۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**قبر والے سے یہ کہنے کا حکم کہ ہماری ضروریات پوری کر دیں:**

مسئلہ نمبر (۶۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) کوئی کلمہ گو انسان کسی قبر پر جا کر کہے کہ میری خواہش یا ضرورت پوری کر دیں۔

(۲) کوئی شخص قبر والے سے جا کر کہے کہ ہماری سفارش کریں کہ ہماری ضروریات پوری کرے یا خدا سے ہمیں لے کر دیں ان دونوں صورتوں میں کیا یہ شرک ہوگا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نماز استسقاء پڑھائی تھی کہ آپ کی نسبت بلند ہے اس وقت روضہ اقدس پر حاضر ہو کر کیا سفارش نہیں کروائی؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

دونوں صورتوں کا تعلق سماع موتی سے ہے، سماع موتی جمہور کے نزدیک ثابت ہے اگر قبر سے سوال کرنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ مردہ مشکل کشا یا حاجت روا ہے تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے، اگر اس شخص کا عقیدہ یہ نہ ہو تو دعا کرنا جائز ہے جیسا کہ آپ نے صحیح حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ یہ توسل کے متعلق ہے کیونکہ توسل کرنا زندہ یا مردہ سے اپنے اعمال یا غیر کے اعمال سے بہر حال ان تمام صورتوں کا مرجع توسل برحمتہ اللہ ہے اس لیے جائز ہے البتہ اگر بزرگان پر بغیر خطاب کے توسل کیا تو خروج عن الخلاف کی وجہ سے بہتر ہے۔

”انک لاتسمع الموتی الآیۃ وبما روی فی ذلک من ان الارواح تكون علی سفیر القبور فی اوقات وبان المیت یسمع قرع النعال اذا انصرفوا عنه الی غیر ذلک فلولم یسمع المیت لم یسلم علیہ وهذا واضح“..... (تفسیر قرطبی: ۱۳/۲۳۳)

”والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة“.....(تفسیر روح المعانی :

(۲۱/۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ڈاڑھی کی تحقیر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ڈاڑھی منڈا کر شیشہ میں دیکھ کر کہتا ہے کہ چہرہ اب تو خوبصورت ہوا، اس شخص کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے واضح کریں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

حضور ﷺ کا وہ عمل جو نصوص سے ثابت ہو اور مسلم ہو اس کا مذاق اڑانا یا تحقیر کرنا کفر ہے، اگر اس کا مقصد ڈاڑھی کی تحقیر کرنا تھی تو کفر یہ الفاظ ہونے کی وجہ سے کافر ہو گیا۔

”لؤلؤ السنة حقاً كفر لانه استخفاف ووجهه ان السنة احدا لا حکام الشرعية المتفق على مشروعتها عند علماء الدين فاذا انكر ذلك ولم يرأها شيئاً ثابتاً ومعتبراً في الدين يكون قد استخف بها واستهانها وذلك الكفر“.....(فتاویٰ شامی: ۱/۳۵۰)

”عن ابن عمر رضي الله عنهما قال خالفوا المشركين وفروا للحي واحفوا الشوارب“.....(صحيح بخارى: ۲/۸۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### قبر کے عذاب و راحت کے انکار کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۹): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام لوگوں کے ایک ایسے گروہ کے متعلق جو عذاب و راحت قبر کا کلی طور پر انکار کرتے ہیں اور اس بارہ میں سرور دو عالم ﷺ کی صحیح احادیث کو نعوذ باللہ جھوٹی من گھڑت کہہ دیتے ہیں، کیا یہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟ کیا انہیں کافر کہہ سکتے ہیں، کتاب و سنت کی روشنی میں جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

قبر کی راحت اور اس کا عذاب قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کا اس پر اجماع ہے البتہ معتزلہ جو کہ ایک گمراہ فرقہ ہے میں سے بعض افراد اس کا انکار کرتے ہیں، اس لیے اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر نے اس کو گمراہ قرار دیا ہے اور چونکہ اس فرقے کا انکار تاویل کی وجہ سے ہے، اس لیے اکابر نے اس فرقے کو کافر کہنے میں احتیاط سے کام لیا ہے، مگر گمراہ بہر حال ہے، اور اہل السنۃ والجماعۃ اہل حق سے خارج ہے۔

”قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسؤال منكرو نكير وضغطة القبر حق“..... (فتاویٰ شامی : ۱/۶۱۰)

”وانما يجوز الاقتداء به مع الكراهة اذالم يكن مايعتقده يؤدى الى الكفر عند اهل السنة امالو كان مؤديا الى الكفر فلايجوز اصلا كالغلاة من الروافض الذين يدعون الالوهية لعلی رضى الله عنه او ان النبوة كانت له فغلط جبرئیل ونحو ذلك مما هو كفر وكذا من يقذف الصديقة او ينكر صحبة الصديق او خلافته او يسب الشيخين وكالجهمية والقدرية والمشبهة القائلين بانه تعالى جسم كالا جسام ومن ينكر الشفاعة او الرؤية او عذاب القبر او الكرام الكاتبين“..... (حلی کبیری : ۴۴۳)

”وهو خير ايام الاسبوع ويوم عيد وفيه ساعة اجابة وتجتمع فيه الارواح وتزار القبور ويامن الميت فيه من عذاب القبر ومن مات فيه اوفى ليلته امن عن فتنة القبر وعذابه ولا تسجرفيه جهنم وفيه خلق آدم عليه السلام وفيه اخرج من الجنة وفيه يزور اهل الجنة ربهم سبحانه وتعالى“..... (فتاویٰ شامی : ۱/۶۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



منکرین حدیث کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۰): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شہر ژوب میں بعض لوگوں پر شبہ تھا کہ منکرین حدیث ہیں اور پرویزی خیالات و عقائد کے حامل ہیں، ان کا

سرغنہ مولوی تاج محمد نامی ایک عالم ہے، ان لوگوں نے علانیہً تو انکارِ حدیث نہیں کیا لیکن مختلف محفلوں میں لوگوں نے مولوی تاج محمد سے استہزاء بالِ دین کی شکایت کی ہے، پھر ہم نے ان سے تحریری استفسارات کیا، مولوی تاج محمد نے جو جواب دیا ہم نے وہ ناکافی سمجھا، دوبارہ اس سے مختصر سوالات کیے لیکن وہ جواب بھی مثل اول حقیقت سوال سے روگردانی اور ادھر ادھر ٹال مٹول پر مشتمل تھا، اس سے وہ شبہ قوی ہو گیا، اب ہم نے آپ جناب کی خدمت میں سوالات کے دو مکتوب اور جوابات کے دو مکتوب روانہ کیے ہیں، آپ جناب مندرجہ ذیل فتویٰ صادر فرمائیں۔

(۱) مولوی تاج محمد کا جواب سوال کے مطابق ہے یا نہ؟ (۲) اگر نہیں تو پھر حقیقت پر مبنی جواب کیا ہے؟ (۳) عالم ہونے کے باوجود ایسے سوالات سے روگردانی یا توقف کا حکم کیا ہے؟ (۴) مولوی مذکور اور ان کے رفقاء سوالات اور جوابات کی روشنی میں کن گروہ سے تعلق رکھتے ہیں (۵) بعض لوگ بلکہ بعض علماء بھی وسیع ظرفی کی بناء پر ہم پر تنگ نظری کا اعتراض کرتے ہیں کہ آج کل آزاد خیالی مناسب ہے خواہ مخواہ ہدایہ، وشامی یا کنز و قدوری پر لوگوں کو پابند نہ کریں، موجودہ دور کو عصری علوم اور سائنسی معلومات و تجربات کی مطابقت کی بناء پر فقہ کو جدید ڈھانچہ میں ڈھالنا ہے، کیا یہ درمیانی راستہ اختیار کرنا حق بجانب ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

غلام احمد پرویز منکر حدیث تھے اور پورے پاکستان کے جید علماء کرام اور مفتیان عظام اس کو کافر قرار دے چکے ہیں جس کا اہتمام فخر المحدثین حضرت العلامة مولانا محمد یوسف البنوری رحمہ اللہ کر چکے تھے اور جو اس کو کافر نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے، کیونکہ وہ قطعاً دین کا منکر تھا، جس کی تفصیل آپ کو ”پرویز کافر ہے“ ایک ہزار علماء کرام کا فتویٰ میں مل سکتی ہے، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا تھا، اس کو حاصل کریں آپ مطمئن ہو جائیں گے۔

”واذا روی رجل حدیثا عن النبی ﷺ ورده آخر قال بعض مشائخنا انه یکفر ومن المتأخرین من قال ان کان متواترا یکفر وکذلک لو قال بطریق الاستخفاف سمعناه کثیرا یکفر وفي الظہیریة ومن انکر المتواتر فقد کفر ومن انکر المشہور یکفر عند البعض وقال عیسی بن ابان یضلل ولا یکفر وهو الصحیح“..... (الفتاوی التاتاریخانیة: ۵/۳۲۷)

”فان الاخبار المروية عنه ﷺ علی ثلاث مراتب بینته کما فی شرح النخبة

ونخبته هنا انه امامتوا تر وهو مارواه جماعة عن جماعة لا يتصور تواطئهم على الكذب فمن انكره كفر او مشهور وهو مارواه واحد عن واحد ثم جمع عن جمع لا يتصور توافقهم على الكذب فمن انكره كفر عند الكل الاعيسى ابن ابان فان عنده يضل ولا يكفر وهو الصحيح او خبر الواحد وهو يرويه واحد عن واحد فلا يكفر جاحد غير انه يأثم بترك القبول اذا كان صحيحا او حسنا وفي الخلاصة من رد حديثا قال بعض مشائخنا يكفر وقال المتأخرون ان كان متواترا كفر اقول هذا هو الصحيح الا اذا كان رد حديث الآحاد من الاخبار على وجه الاستخفاف والاستحقار والانكار، وفي فتاوى الظهيرية من روى عنده عن النبي ﷺ انه قال ما بين بيتي ومنبري او ما بين قبري ومنبري روضة من رياض الجنة فقال الآخر ارى المنبر والقبر ولا ارى شيئا انه يكفر وهو محمول على انه اراد به الاستهزاء والانكار..... (شرح الفقه الاكبر: ١٢٦)

”الكافر بسب نبي، من الانبياء فانه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا ولو سب الله تعالى قبلت لانه حق الله تعالى والاول حق العبد لا يزول بالتوبة ومن شك في عذابه وكفره كفر (قوله فانه يقتل حدا) يعني ان جزاءه القتل على وجه كونه حدا ولذا عطف عليه قوله ولا تقبل توبته لان الحد لا يسقط بالتوبة فهو عطف تفسير وافاد انه حكم الدنيا اما عند الله تعالى فهي مقبولة كما في البحر“..... (الدرع الرد: ٣/٣١٤)

صاحب بزازيه شاتم النبي ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”وقال ابن سخنون المالکی اجمع العلماء ان شاتمہ کافر وحکمہ القتل ومن شک فی عذابه وكفره كفر“..... (بزازيه على هامش الهندية: ٦/٣٢٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## محرم میں شادی بیاہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۱): محترم مفتی صاحب آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج کل محرم الحرام میں بالخصوص ۱۰ محرم الحرام کو شادی بیاہ کو ناجائز سمجھا جاتا ہے، برائے مہربانی شریعت مقدسہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کا موقع دیں، جزاک اللہ خیر۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

محرم کے مہینے میں نکاح کرنا شرعاً جائز ہے، اور اس کو ناجائز سمجھنا بدعت ہے، قرآن و سنت میں کہیں بھی کسی مہینے یا دن یا وقت میں نکاح کی ممانعت وارد نہیں ہوئی، اور اگر کوئی شخص اس غلط رواج کو ختم کرنے کی نیت سے اس مہینے میں نکاح کرتا ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا یہ فعل موجب اجر ہوگا۔

”سألتہ فی جماعۃ لایسافرون فی صفر ولا یدئون بالاعمال فیہ من النکاح والدخول ویتمسکون بما روی عن النبی ﷺ من بشرنی بخروج صفر بشرتہ بالجنة هل یصح هذا الخبر وهل فیہ نحوسة ونهى عن العمل وكذا لایسافرون اذا كان القمر فی برج العقرب وكذا لا یخیطون الثیاب ولا یقطعونها اذا كان القمر فی برج الاسد هل الامر كما زعموا قال اماما یقولون فی حق صفر فذلک شیء كانت العرب یقولونه واما ما یقولون فی القمر فی العقرب او فی الاسد فانه شیء یدکره اهل النجوم لتنفیذ مقالتهم ینسبون الی النبی ﷺ وهو کذب محض کذا فی جواهر الفتاوی“..... (فتاویٰ ہندیہ: ۵/۳۸۰)

”من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد (متفق علیہ) قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الكتاب والسنة سند ظاهر او خفی ملفوظ او مستنبط فهو مردود علیہ“..... (مرقات: ۵/۳۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## علی مشکل کشا کہنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کی بابت کہ اگر کوئی علی مشکل کشا کہے تو یہ کہنا کیسا ہے؟ نیز علی مشکل کشا کہنے والے کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں، جواب مصدقہ مہر کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر صحیح العقیدہ شخص یہ عقیدہ رکھتے ہوئے علی مشکل کشا کہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشکل فقہی مسائل کو حل کرنے میں مہارت رکھتے تھے تو یہ بلا قاحت صحیح ہے لیکن اگر کوئی غلط عقیدہ والا شخص علی مشکل کشا اس عقیدہ سے کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ تعالیٰ کی طرح مصائب کو دور کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں تو یہ بلاشبہ ناجائز ہے، چونکہ یہ الفاظ بظاہر موہم شرک ہیں لہذا عوام کے سامنے ایسے الفاظ سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

”کما فی مجموعۃ الفتاوی علی ہامش خلاصۃ الفتاوی..... این وظیفہ متضمن ست ندای اموات را از امکانہ بعیدہ و شرعاً ثابت نیست کہ اولیاء را قدرتی حاصل است کہ از امکانہ بعیدہ ندار ایشوند البتہ سماع اموات سلام زائر قبر را ثابت است بلکہ اعتقاد اینکہ غیر حق سبحانہ حاضر و ناظر و عالم خفی و جلی در ہر وقت ویران است اعتقاد شرک است“..... (خلاصۃ الفتاوی: ۴/۳۳۱)

”ومنها انه ان ظن ان المیت يتصرف في الامور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر“..... (فتاویٰ شامی: ۲/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## غیر نبی اور غیر صحابی کے لیے علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا استعمال:

مسئلہ نمبر (۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارہ میں

- (۱) کیا غیر نبی کو علیہ السلام کہہ سکتے ہیں؟
  - (۲) کیا غیر صحابی مثلاً ولی و قطب اور غوث کے ساتھ رضی اللہ لکھنا صحیح ہے؟
- قرآن و سنت کی روشنی میں جواب کی وضاحت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مرقومہ میں غیر نبی کے نام کے ساتھ علیہ السلام لگانا درست نہیں ہے۔

”ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا غیر الملائکۃ الا بطریق التبع (قوله ولا یصلی علی غیر الانبیاء) لان فی الصلوۃ من التعظیم مالیس فی غیرها من الدعوات وہی زیادۃ الرحمة والقرب من اللہ تعالیٰ ولا یلیق ذلک بمن یتصور منه خطابا والذنوب الاتبع بان یقول اللہم صل علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم لان فیہ تعظیم النبی ﷺ“..... (فتاوی الشامی: ۵/۵۳۱)

”وقال الجمهور من العلماء لا يجوز افراد غير الانبياء بالصلوة لان هذا قد صار شعار الانبياء اذا ذكروا فلا يلحق بهم غيرهم..... وقال آخرون لا يجوز ذلك لان الصلوة على غير الانبياء قد صارت من شعار اهل الاهواء يصلون على من يعتقدون فيهم فلا يقتدى بهم في ذلك“..... (تفسير ابن كثير: ۵/۲۲۸)

(۲) واضح رہے کہ صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے، اور غیر صحابی کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کہنا چاہیئے، البتہ اس کا عکس بھی جائز ہے۔

”قوله يستحب الترضی للصحابۃ لانهم كانوا يبالغون فی طلب الرضا من اللہ تعالیٰ ویجتهدون فی فعل ما یرضیہ ویرضون بما یلحقہم من الابتلاء من جهة اشد الرضا فهو لاء احق بالرضا وغیرہم لا یلحق ادناہم ولوانفق ملء الارض ذہبا..... زیلعی“..... (رد المحتار: ۵/۵۳۲)

”والتراحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخيار وكذا يجوز عكسه للترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدهم علی الرجاء ذکرہ الکرمانی وقال زیلعی الاولی ان یدعوا للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمة ولمن بعدهم بالمغفرة والتجاوز“..... (درمختار علی هامش الشامی: ۵/۵۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ڈاڑھی نوچنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھگڑے میں ایک فریق نے دوسرے فریق کی ڈاڑھی نوچی، کیا ڈاڑھی نوچنے سے وہ فریق اسلام سے خارج ہو گیا، جب کہ ڈاڑھی نوچنے والے کی نیت بے ادبی کی نہیں تھی، اور ایسا کرنے کے بعد اس سے توبہ بھی کر لی، نیز کیا ڈاڑھی نوچنے والے کا نکاح ختم ہو گیا یا باقی ہے؟ بینوا تو جروا (نوٹ) جب کہ ابھی تک رخصتی بھی نہیں ہوئی۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

ڈاڑھی شعائر اسلام میں سے ہے، اس کی توہین کرنا کفر ہے لیکن مذکورہ صورت میں چونکہ اس کی نیت توہین کی نہیں تھی اس لیے اس سے کفر لازم نہیں آئے گا لیکن یہ گناہ کبیرہ میں داخل ہے اس لیے اب توبہ کرنے کے بعد آئندہ اس قسم کے فعل سے مکمل اجتناب کریں، اور شخص مذکور کا نکاح بدستور قائم ہے، اس کا اعلانیہ توبہ تائب ہونا لازم ہے۔ البتہ اگر جرم اعلانیہ ہو تو توبہ اعلانیہ لازم ہے اور اگر جرم اعلانیہ نہیں کیا تو توبہ اعلانیہ ضروری نہیں ہے۔

”والاستهزاء بشئ من الشرائع كفر“..... (الدر علی هامش الرد: ۴/۲۱۹)

”قوله لو عامد غیر مستخف فلو غیر عامد فلا إساءة ایضا بل تندب إعادة

الصلوة كما قدمناه فی اول بحث الواجبات ولو مستخفا كفر لما فی النهر عن

البزازیة لو لم یر السنة حقا كفر لانه استخفاف اه“

”ووجهه ان السنة احدا الاحكام الشرعية المتفق علی مشروعيتها عند علماء

الدین فاذا انکر ذلك ولم یرها شیئا ثابتا ومعتبرا فی الدین یكون قد استخف

بها واستهانها وذلك كفر تامل“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۵۰)

”ثم ان كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان كانت نية

الوجه الذي یوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتی ویومر بالتوبة والرجوع عن

ذلك وبتجدید النکاح بینہ وبين امرء ته کذا فی المحيط“..... (فتاویٰ

الهندیة: ۲/۲۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ایصال ثواب کا حکم اور افضل مصرف؟

مسئلہ نمبر (۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) ایصال ثواب نفل پڑھ کر ناجائز ہے؟
- (۲) اگر روپے کی کمی ہو اور صدقہ کرنا مقصود ہو تو گاؤں والوں کو (برادری) کھلانا چاہیے یا کسی مدرسہ میں دے دینا چاہیے؟ کون سی صورت بہتر ہے؟ جب کہ برادری میں ہر طرح کے لوگ ہیں کچھ ٹھیک اور کچھ غلط؟ جواب جلد از جلد عنایت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) نفل نماز پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔
- ”قوله بعبادة ما اى سواء كانت صلوة او صوما او صدقة او قراءة او ذكر او طواف او حجا او عمرة او غير ذلك“..... (رد المحتار: ۲/۲۵۶)
- (۲) مدرسہ کو صدقہ وغیرہ کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ مصرف اعلیٰ اور نمائش کا خطرہ کم ہوتا ہے۔
- ”التصدق على الفقير العالم افضل من التصديق على الجاهل“..... (فتاویٰ ہندیہ: ۱/۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

## ”او يعفو الذى بیده عقدة النکاح“ سے کون مراد ہے؟

مسئلہ نمبر (۷۶): بخیرت جناب حضرت مفتی حمید اللہ جان

آیت مبارکہ ”وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم الا ان يعفون او يعفو الذى بیده عقدة النکاح“

یہاں عام تفاسیر میں ”او يعفو الذى بیده عقدة النکاح“ سے مراد خاوند لئے گئے ہیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہاں اس سے مراد ولی ہونا چاہیے کیوں کہ نکاح کی گرہ اس کے ہاتھ میں ہے نہ کہ خاوند کے ہاتھ میں، اب ان دونوں باتوں میں صحیح بات کیا ہے؟ برائے مہربانی آسان اور مدلل طریقے سے راہنمائی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مفسرین کرام نے ”الذی عقدہ النکاح“ یعنی وہ شخص کہ اس کے اختیار میں نکاح کی گہرہ ہے اس سے مراد خاوند لیا ہے (تفسیر عثمانی: ۱/۲۰۰)

علامہ آلوسی بغدادی اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح المعانی میں ”الذی عقدہ النکاح“ کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں۔

”وهو الزوج المالك لعقد النكاح وحله وهو التفسير المأثور عن رسول الله ﷺ كما أخرجه ابن جرير وابن أبي حاتم والطبرانی في الاوسط والبيهقی بسند حسن عن ابن عمر مرفوعاً..... وبه قال جمع من الصحابة“..... (روح المعانی: ۵۴/۲، مطبع بيروت)

ترجمہ: علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں ”الذی عقدہ النکاح“ کی یہ تفسیر لکھی ہے کہ اس سے مراد وہ خاوند ہے جو عقد نکاح اور اس کے حلال ہونے کا مالک ہے، اور یہی اس کی تفسیر ہے جیسا کہ ابن جریر بن ابی حاتم اور طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کی سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً تخریج کی ہے اور ایک جماعت صحابہ کرام میں سے یہی کہہ چکے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## نبی کریم ﷺ کی حیات کے منکر امام کی اقتداء کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص جو کہ مسجد کا امام ہے اس کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ نہیں ہیں، کیا ایسے شخص یعنی امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

علماء اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا عقیدہ اور اجماع ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں لہذا جو شخص نبی کریم ﷺ کی حیات فی القبر کا منکر ہے وہ بدعتی ہے اور غلط عقیدے والا ہے، اور اہل السنۃ والجماعۃ مسلک دیوبند سے خارج ہے اور واجب العزل ہے اور ایسے شخص کی امامت درست نہیں ہے، یعنی مکروہ تحریمی ہے۔

”كما ورد في الحديث عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ان من افضل ايامكم يوم الجمعة..... فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة على قالوا يا رسول الله كيف تعرض صلوتنا عليك وقد امنت قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء“..... (سنن ابى داؤد : ١٥٥ / ١ ، سنن نسائي : ١٥٣ / ١)

”عن ابى هريرة رضى الله عنه عن النبي ﷺ قال من صلى على عندقبرى سمعته ومن صلى على نائيا بلغته“..... (مشكوة المصابيح : ١ / ٨٨)

”والاحسن ان يقال ان حياته ﷺ لا يتعقبها موت بل يستمر حيا والانبياء احياء فى قبورهم“..... (هامش على البخارى : ١ / ٥١٤)

”عن ابن عباس مرفوعا مامن احد يمر بقبر اخيه المؤمن كان يعرفه فى الدنيا يسلم عليه الاعرف ورد عليه“..... (روح المعانى : ٥٥ / ٢٠)

”ومما هو مقرر عند المحققين انه ﷺ حى يرزق ممتع بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين عن شريف المقامات..... ينبغي لمن قصد زيارة النبي ﷺ ان يكثّر الصلوة عليه فانه يسمعها وتبلغ اليه الى ان قال فتقف بمقدار اربعة اذرع بعيدا عن المقصورة الشريفة بغاية الادب مستدبر القبلة محاذيا لرءس النبي ﷺ ووجهه الاكرام ملاحظا نظره السعيد اليك سماعه كلامك ورده عليك سلامك وتأمينه على دعائك وتقول السلام عليك ياسيدى يا رسول الله“..... (مراقى الفلاح متن حاشية الطحطاوى : ٤٢٦)

”ويكره امامة عبد ولو معتقا واعرابى وفاسق واعمى“..... (رد المحتار : ١ / ٢١٢)

”كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة التحريم“..... (البحر الرائق : ١ / ٦١١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کفریہ الفاظ کہنے والے کے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اپنی بیوی ثمنینہ بنت سلیم خان کو ۳ طلاق دیں، اس وجہ سے کہ اس نے الفاظ کفریہ جو مندرجہ ذیل ہیں کہے ہیں جس کی وجہ سے عورت کو نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔

(۲) اس نے اپنے منہ سے کہا کہ اللہ کا کیا حق ہے کہ میں اس کی عبادت کروں، اس نے مجھے کون سی نعمت دی ہے کہ میں اس کی عبادت کروں، میں دین پر کوئی نہیں چلوں گی، دین پر چلنے کی وجہ سے ہی ذلیل ہوئی ہوں۔

(۳) پردے کی تاکید پر اس نے کہا میں ان رشتے دار پر اعتماد کرتی ہوں رسول پر نہیں۔

(۴) غیر مردوں کے ساتھ اس کے تعلق بندہ کے تجربے میں آئے ہیں، صرف سننے کی بات نہیں ہے، کیا ایسی عورت کو قرآن نے کیا فتویٰ دیا آیا جائز ہے یا ناجائز؟ پھر اس عورت کے پاس بچی کو دودھ والے زمانے سے زیادہ رکھنا جائز ہے یا نہیں جب کہ ان کا ماحول فلموں اور گانوں اور اللہ و رسول کو گالیاں دینے اور جنت دوزخ کا مذاق اڑانے والا ہے، تو فتویٰ دیا جائے کہ آیا یہ الفاظ کفریہ ہیں یا نہیں؟ اور عورت کو طلاق ان الفاظ کی وجہ سے ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور بچی کو پرورش کے لیے اس کے پاس رہنے دیا جائے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال تین طلاقیں واقع ہو کر نکاح ٹوٹ گیا ہے، اب دوبارہ شوہر نہ نکاح کر سکتا ہے اور نہ بدوں حلالہ شرعیہ کے رجوع کر سکتا ہے۔

(۳،۲) یہ الفاظ کفریہ ہیں ان کے کہنے پر بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

”تربیۃ الولد (ثبت للام) النسبۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ بعد الفرقة الا ان تكون

مرتدة..... او فاجرة فجورا یضیع الولد بہ کزنا و سرقة و نباحة کما فی البحر

والنهر بحثاً“..... (فتاویٰ شامی: ۳/۵۵۶)

بشرط صحت سوال عورت کے غیر مردوں کے ساتھ تعلقات ہیں اور وہ عورت بدچلن ہے تو اس وجہ سے اس کا حق حضانت (پرورش) ساقط ہو گیا، بچی اس کو نہ دی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## عیسائیت اختیار کرنے والے میاں بیوی کے نکاح، جنازہ اور ان کی جائیداد کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۹): بخدمت جناب مفتی حمید اللہ جان صاحب

جناب عالی!

محترم جناب مفتی صاحب مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں، امید کرتا ہوں کہ آپ اسلام، قرآن و حدیث کی نظر میں اپنے اللہ کی رضا کے لیے صحیح فتویٰ صادر فرمائیں گے۔

(۱) اگر کوئی مسلمان بیوی مسیحی مذہب اختیار کر لیتی ہے تو کیا وہ کتابیہ کہلائے گی اور اس کا نکاح مسلمان خاوند سے برقرار رہے گا؟

(۲) کیا کوئی عورت مسیحی مذہب چھوڑ کر دین اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جائے اور پھر دوبارہ واپس مسیحی مذہب اختیار کر لے تو ایسی عورت کے لیے اسلام، قرآن اور شریعت کا قانون کیا کہتا ہے؟

(۳) اگر کوئی مسلمان آدمی کسی مسیحی عورت کو نکاح سے پہلے اسے اسلام قبول کروا کر مسلمان بنائے اور پھر وہی مسلمان آدمی اس مسلمان عورت سے ملی بھگت کر کے بدینتی کی بناء پر محض جائیداد اور پیسوں کی ہوس اور لالچ کی خاطر واپس دوبارہ مسیحی مذہب اختیار کر دے تو اس صورت میں وہ مسلمان آدمی اور عورت دونوں اسلام، قرآن اور اسلامی شریعت کے مطابق کس سزا کے مستحق ہیں؟

(۴) اگر کوئی شخص (مثلاً فادرانور لادر) واضح علم میں ہونے کے باوجود جان بوجھ کر بدینتی کی بناء پر مسیحی جائیداد ہتھیانے کے لیے ایک مسلمان میاں بیوی بچوں سمیت کیتھولک مسیحی ہونے کے سرٹیفکیٹس اور کرکسچن فیملی کیتھولک ممبر شپ چرچ کارڈ جاری کر دے جو کہ صرف اور صرف مسیحی خاندانوں کو جاری کیے جاتے ہیں اس صورت میں اپنے مفاد کی خاطر مسلمان گھرانے کے بطور مسیحی سرٹیفکیٹس حاصل کرنے کے بعد ان کی بطور مسلمان شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۵) اگر دو مذاہب رکھنے والے بیک وقت مسلمان (موجودہ ریکارڈ کے مطابق بحیثیت مسلمان دستاویزات موجود ہوں) اور مسیحی (موجودہ ریکارڈ کے مطابق بحیثیت مسیحی دستاویزات بھی موجود ہوں) ایسے لوگوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ مسلمان کہلائیں گے یا مسیحی؟ اور ان کی موت واقع ہونے کی صورت میں کون سے قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟ مسلمانوں کے قبرستان میں یا مسیحی قبرستان میں؟

(۶) اگر کسی مسلمان کی کتابیہ بیوی فوت ہو جائے تو اس کتابیہ بیوی کی جائیداد کا وارث کون ہوگا؟ کیا اس کا مسلمان خاوند یا مسلمان اولاد یا اس کے مسیحی بہن بھائی؟

(۷) اگر کوئی عورت مسیحی مذہب چھوڑ کر دین اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جائے تو اس صورت میں کیا اس کا مسیحی والدین کی جائیداد میں حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

جواب کا طلب گار

بابر گل ولد سموئیل فلپس گل 271 سٹیج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت تمام مندرجات استفتاء

(۱) صورت مذکورہ میں مسلمان بیوی نے جو نہی مسیحی مذہب اختیار کیا وہ اسلام سے خارج ہو گئی، اب وہ مرتدہ کہلائے گی اور اس کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔

”المرتد عرفا هو الراجع عن دين الاسلام كذا في النهر الفائق و ركن الردة اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد وجود الايمان“..... (فتاویٰ ہندیہ: ۲/۲۵۳)

”ويطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهي خمس النكاح والذبيحة والصيد والشهادة والارث“..... (الدر المختار: ۱/۳۵۹)

(۲) ایسی عورت جو اسلام سے مرتد ہو کر کوئی اور مذہب اختیار کر لے تو اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے، اور توبہ کرنے پر اس کو مجبور بھی کیا جائے گا، چاہے اس کو مارنا بھی پڑے البتہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

”ولا تقتل المرتدة بل تحبس حتى تسلم وتضرب في كل ثلاثة ايام مبالغة في الحمل على الاسلام“..... (فتاویٰ ہندیہ: ۲/۲۵۴)

(۳) صورت مذکورہ کے مطابق اگر کوئی مسلمان کسی عورت کو اسلام چھوڑنے کی تلقین کرتا ہے اور اسے دوسرا مذہب اختیار کروا دیتا ہے تو ایسی صورت میں یہ مسلمان بھی کافر ہو جائے گا۔

”اذلقن الرجل رجلا كلمة الكفر فانه يصير كافرا وان كان على وجه اللعب وكذا اذا امر رجل امرأة الغير ان ترتد وتبين من زوجها يصير هو كافرا هكذا روى عن ابي يوسف وعن ابي حنيفة ان من امر رجلا ان يكفر كان الامر كافرا كفر المامور اولم يكفر قال ابو الليث اذا علم الرجل رجلا كلمة الكفر يصير كافرا اذا علمه وامره بالارتداد وكذا في من علم المرأة كلمة الكفر

انما یصیر ہو کافرا اذا امرها بالارتداد کذا فی فتاویٰ قاضی خان“..... (فتاویٰ ہندیہ: ۲/۲۷۵)

(۴) صورت مذکورہ میں اگر خاوند اور بیوی نے اپنی رضامندی سے مسیحی مذہب اختیار کیا ہے اور مسیحی مذہب کے سرٹیفکیٹس حاصل کیے ہیں اور کرپشن فیملی کیتھولک کی ممبر شپ بصورت کارڈ حاصل کر لی ہے، وہ کارڈ جس کے اجراء سے آدمی مسیحی مذہب کا پیروکار سمجھا جاتا ہے تو ایسی صورت میں میاں بیوی دونوں اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

”ومن اتی بلفظة الکفر مع علمه انها لفظة الکفر عن اعتقاده فقد کفر ولولم یعتقد اولم یعلم انها لفظة الکفر ولكن اتی بها علی اختیار فقد کفر عند عامة العلماء لا یعذر بالجهل“..... (فتاویٰ التاتارخانیہ: ۵/۳۱۲)

(۵) واضح رہے کہ شریعت اسلامی میں کوئی انسان بیک وقت دو مذہب اختیار نہیں کر سکتا، اگر کوئی اسلام کے ساتھ دوسرا مذہب اختیار کرے گا تو وہ مرتد ہو جائے گا، اگر اسی حالت میں فوت ہو گیا تو اس کو کافروں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

”ان الدین عند الله الاسلام“..... (سورۃ آل عمران)

”ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه“..... (آل عمران)

(۷، ۶) شریعت اسلامی میں وارث اور میت کے درمیان کفر اور اسلام کا اختلاف مانع ارث میں سے ہے، صورت مذکورہ میں اگر واقعہً مسلمان خاوند کی بیوی کتابیہ ہے یا مسلمان عورت کے والدین مسیحی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ عورت والدین کی وفات کے وقت مسلمان تھی تو ایسی صورت میں اختلاف دینین کی وجہ سے مسلمان کسی غیر مسلم کا وارث نہیں بن سکتا اور نہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کا وارث بن سکتا ہے۔

”واختلاف الدینین ایضا یمنع الارث والمراد به الاختلاف بین الاسلام والکفر بقوله صلی اللہ علیہ وسلم لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم“..... (البحر الرائق: ۹/۳۸۶)

”ثم لا خلاف ان الکافر لا یرث المسلم بحال وكذلك لا یرث المسلم الکافر فی قول اکثر الصحابة رضی اللہ عنہم وهو مذهب الفقهاء“..... (المبسوط: ۳۰/۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## قرآن میں یاجوج ماجوج کا ذکر:

مسئلہ نمبر (۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن پاک اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن وحدیث میں تفصیل کے ساتھ وارد ہوا ہے۔

”قالوا ياذا القرنين ان ياجوج وماجوج مفسدون في الارض ، الآية“..... (سورة الكهف ۹۴)

”وفى رواية عبدالرزاق عن قتادة ان ياجوج وماجوج ثنتان وعشرون قبيلة بنى ذو القرنين السد على احدى وعشرين وكانت واحدة منهم خارجة للغزو فبقيت خارجة وسميت الترك لذلك وقيل ياجوج من الترك وماجوج من الديلم وقيل من الجيل“..... (تفسير روح المعاني : ۱۶/۳۸)

”ياجوج وماجوج اسمان لقبيلتين والمضاف محذوف يعنى فتح سدهما عنهما“..... (تفسير مظہری : ۶/۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کفریہ عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ صحیح العقیدہ لڑکی کے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچی کا نکاح 21.02.2010 کو ہوا تقریباً بچی کی عمر 20 سال ہے، یہ نکاح کسی کے ذریعہ سے طے پایا تھا، جس گھر میں بچی کا نکاح ہوا تھا، ان گھر والوں نے اپنے آپ کو سید اور سنی ظاہر کیا کیونکہ بچی حافظہ اور سنی حنفی دیوبندی عقیدہ رکھنے والی ہے، اور خاندان سادات سے تعلق رکھنے والی ہے، بعد میں جب بچی اس گھر یعنی سسرال گئی تو وہاں کا ماحول بالکل بدلا ہوا تھا، نہ دینی لحاظ سے ماحول اچھا تھا اور نہ اخلاقی لحاظ سے ماحول اچھا تھا، کیونکہ اس گھر والوں کا عقیدہ شیعہ رافضی کا عقیدہ نکل آیا، بچی پر انہوں نے تشدد بھی کیا اور بچی کو مارتے پیٹتے بھی رہے، اور زبردستی اپنا مذہب بھی بچی پر ٹھونسے کی کوشش کی، مگر جب کچھ بھی کارگر ثابت نہ ہو سکا تو بچی کو گھر سے نکال دیا، قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا ایسے شخص کے

ساتھ بچی رہ سکتی ہے؟ کیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ اکثر علماء کرام سے سنا ہے کہ شیعہ اور سنی کا نکاح آپس میں سرے سے ہوتا ہی نہیں ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ صورت میں اگر لڑکی کا خاوند کفریہ عقائد رکھتا ہے مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرتا ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا قائل ہو یا حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ انہوں نے حضور ﷺ کے پاس وحی پہنچانے میں غلطی کی یا اور کوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہو جو صریح قرآن وحدیث اور نصوص قطعیہ کے مخالف ہو وہ کافر ہے، اس سے ابتداء ہی سے لڑکی کا نکاح صحیح نہیں ہوا لہذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں ہے، اور اگر اس کا عقیدہ کفریہ نہیں ہے، صرف سب و شتم کرتا ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض تکفیر کرتے ہیں اور بعض تکفیر نہیں کرتے بلکہ صرف تفسیق کرتے ہیں، ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس کی رضا مندی سے یا ڈرا کر یا لالچ دلا کر اس سے طلاق حاصل کر لی جائے یا خلع کر لیا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو عورت کے اولیاء عدم کفو کی بنیاد پر عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیں۔

”نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ عنہا او انکر صحبة

الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبرائیل غلط فی الوحی او نحو ذلک

من الکفر الصریح المخالف للقرآن“..... (فتاویٰ شامی : ۳/۳۲۱)

”اقول نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین

ویلعنہما فهو کافر وان کان یفضل علیا علیہما فهو مبتدع اه وهذا لا یستلزم

عدم قبول التوبة علی ان الحکم علیہ بالکفر مشکل لمافی الاختیار اتفق

الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطئتهم وسب احدمن الصحابة

وبغضه لا یكون کفرا ولكن یضلل“..... (رد المحتار : ۳/۳۲۱)

”ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرءة مسلمة فلا یجوز انکاح المؤمنة الکافر

لقوله تعالی ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا“..... (بدائع الصنائع :

۳/۵۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ایصال ثواب کا مسنون طریقہ:

مسئلہ نمبر (۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایصال ثواب کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی بھی استطاعت ہو تلاوت قرآن مجید یا صدقہ و ذکر و درود شریف وغیرہ کر کے یہ کہے کہ یا اللہ! جو ہم نے ذکر تلاوت وغیرہ کی ہے اس کا ثواب فلاں کو پہنچا تو ان کی طرف سے اس کو پورا پورا ثواب پہنچتا ہے، اور اتنا ہی پہنچانے والے کو بھی ثواب ملتا ہے۔

”وفی شرح اللباب ویقرء من القرآن ماتیسر له من الفاتحة واول البقرة الى المفلحون وایة الكرسي وآمن الرسول وسورة يس وتبارک الملك وسورة التكاثر والاخلاص اثني عشر مرة او احدى عشر او سبعا او ثلاثا ثم یقول اللهم اوصل ثواب ماقرءناه الى فلان او اليهم“..... (فتاوی شامی: ۱/۲۶۶)

”عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من دخل المقابر ثم قرء فاتحة الكتاب وقل هو الله احد والهکم التکاثر ثم قال انی جعلت ثواب ماقرءت من کلامک لاهل المقابر من المؤمنین والمؤمنات کانوا شفعاء له الى الله تعالى“..... (مرقاۃ المفاتیح: ۴/۱۷۳)

”عن علی مرفوعاً من مرعلى المقابر وقرء قل هو الله احد احدى عشر مرة ثم وهب اجره للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات“..... (بحوالہ بالا)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ایصال ثواب کے لیے ایام کی تعیین درست نہیں:

مسئلہ نمبر (۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ ہم تیسرا، دسواں نہیں کرتے، البتہ ان دنوں میں لوگوں کو بلا کر مسجد میں قرآن پاک وغیرہ پڑھتے ہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ بغیر اعتقاد تعیین یوم ذکر و تلاوت و طعام وغیرہ کے ذریعہ ایصال ثواب ہر روز جائز بلکہ کار ثواب ہے البتہ تخصیص ایام کا عقیدہ شرعاً درست نہیں ہے۔

”مقرر کردن روز سوم و غیره بالتخصیص و اورا ضروری انگاشتن در شریعت  
محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آنرا مکروه نوشته رسم  
وراء تخصیص بگذارند و بہر روزیکہ خواهند ثواب بروح میت برسانند  
و میت قریب مرک خود زیادہ تر محتاج مدد می باشد ہر قدر کہ ایصال ثواب  
بہر روزیکہ شود موجب خیر است کذا فی فتح القدیر“..... (مجموعۃ  
الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۱۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### سنی عورت کا شیعہ مرد سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ولہا کا تعلق فقہ جعفریہ سے ہے یعنی شیعہ  
ہے اور ولہن کا تعلق اہل سنت والجماعت سے ہے، کیا ان کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے اور جو لوگ نکاح میں شریک  
ہو چکے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

فقہ جعفریہ کے عقائد کے فساد کی وجہ سے کسی سنی لڑکی کا نکاح فقہ جعفریہ سے تعلق رکھنے والے شخص سے  
جائز نہیں ہے، اگر نکاح پہلے ہو چکا ہے تو یہ نکاح ناجائز ہے۔

”نعم لاشک فی تکفیر من قذف السيدة عائشة رضی اللہ عنہا و انکر صحبة  
الصديق او اعتقد الألوهية فی علی او ان جبرائیل غلط فی الوحی او نحو ذلك  
من الکفر الصریح المخالف للقرآن“..... (فتاویٰ شامی : ۳/۳۲۱)

”و یجب اکفار الروافض فی قولهم برجة الاموات الى الدنيا وبتناسخ  
الارواح و بانتقال روح الاله الى الائمة و بقولهم فی خروج امام باطن  
و بتعطيلهم الامر والنهی الى ان يخرج الامام الباطن و بقولهم ان جبرائیل علیہ  
السلام غلط فی الوحی الى محمد ﷺ دون علی ابن ابی طالب رضی اللہ  
عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين  
کذا فی الظہیریة“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۲/۲۶۴)

”ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز انكاح المؤمنة الكافر“.....(بدائع الصنائع : ۲/۵۵۴)  
ایسی مجلس میں شرکت کرنے والا گناہ گار ہے۔

”عن جریر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدر ان يغفروا عليه ولا يغفروا الا اصابهم الله منه بعقاب قبل ان يموتوا“.....(مشکوٰۃ المصابيح: ۲/۴۵۰)  
”رجل دعى الى وليمة او طعام فوجد ثمة لعبا او غناء لا بأس بان يقعد وياكل وهذا اذا لم يكن ذلك على المائدة بل في المنزل فان كان ذلك على المائدة او يشربون الخمر على المائدة لا يقعد وهذا اذا كان الرجل حامل الذكر فان كان ممن يقتدى به لا يقعد ان لم يقدر على النهي في الوجهين“.....(خلاصة الفتاوى: ۴/۳۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### قادیانیوں کے ساتھ تعلقات کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۵): محترم و مکرم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل امور میں فتویٰ درکار ہے، کہ قادیانیوں کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنا، ان کے جنازہ میں شریک ہونا، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا، دوستی قائم کرنا، عبادت کرنا، خوشی و غمی میں شریک ہونا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ملازمت کرنا یا ملازم رکھنا، خرید و فروخت کرنا کیا حرام اور کبیرہ گناہ ہے؟ جب کہ ہم نے سن رکھا ہے کہ آپ ﷺ یہودی کی عیادت فرماتے تھے، اسلام میں سلام کا جواب مشروع ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غیر مسلموں سے تجارت اور ملازمت اور قرض کے معاملات کیا کرتے تھے، اور اگر لاعلمی میں قادیانی سے تعلقات ہوں بعد میں پتہ چل جائے کہ وہ شخص قادیانی ہے تو تعلقات قائم رکھ کر دعوت دی جاسکتی ہے جب کہ بایکٹ کی صورت میں دعوت بھی نہیں دی جاسکتی، بلکہ تعلقات کی صورت میں اچھے انداز سے دعوت دی جاسکتی ہے ورنہ دعوت کا کیا طریقہ ہوگا۔  
برائے مہربانی راہنمائی فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

قادیانی زندیق ہیں اور زندیق کے احکام عام کفار سے جدا اور سخت ہیں، عام کفار کے ساتھ موالات کی اجازت نہیں ہے، معاملات کی اجازت ہے جب کہ زندیق کے ساتھ نہ موالات کی اجازت ہے اور نہ ہی معاملات کی لہذا قادیانیوں کے ساتھ مذکورہ فی السؤال تعلقات رکھنا جائز نہیں ہے، حتی الامکان بچنا ضروری ہے، اگر لاعلمی سے ان کے ساتھ تعلقات رکھ چکے ہوں تو جیسے ہی پتہ چلے فوراً منقطع کر دیں اور گزشتہ پر توبہ کریں، ان کے ساتھ دوستی اور محبت رکھے بغیر کسی مناسب طریقے سے دعوت دی جاسکتی ہے، جیسا کہ ظاہری ملاطفت بغیر موالات و معاملات کے۔

زندق اس کافر کو کہتے ہیں جو شرعی اصطلاحات والفاظ کو تو نہ بدلے بلکہ ان کے اجتماعی اور متفق علیہ مفہوم کو بدل دے۔

”قال العلامة ابن کمال باشا فی رسالة الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالیٰ وعلی من یثبت الشریک وعلی من ینکر حکمته والفرق بینہ وبين المرتد العموم الوجهی لانه قد لا یكون مرتدا کمالو کان زندیقا اصلیا غیر منتقل عن دین الاسلام والمرتد قد لا یكون زندیقا کمالو تنصرا وتهود وقد یكون مسلما فیتزندق وامافی اصطلاح الشرع فالفرق اظهر لا اعتبارهم فیہ ابطان الکفر والاعتراف بنبوۃ نبینا ﷺ علی مافی شرح المقاصد“..... (فتاویٰ شامی : ۳/۳۲۲)

”قوله المعروف ای بالزندقة الداعی ای الذی یدعو الناس الی زندقته اه فان قلت کیف یكون معروفا داعیا الی الضلال وقد اعتبر فی مفهومه الشرعی ان یطن الکفر قلت لا بعد فیہ فان الزندیق یموه کفره ویروج عقیدته الفاسدة ویخرجها فی الصورة الصحیحة وهذا معنی ابطان الکفر فلا ینافی اظهاره الدعوی الی الضلال وکونه معروفا بالاضلال اه ابن کمال“..... (فتاویٰ شامی : ۳/۳۲۵، ۳۲۲)

”قلت الزندیق من یحرف فی معانی الالفاظ مع ابقاء الاسلام کهذا اللعین فی القادیان یدعی انه یومن بختم النبوة ثم یخترع معنی من عنده یصلح له بعده الختم دلیلا علی فتح باب النبوة فهذا هو الزندقة حقا ای التغبیر فی

المضاديق وتبديل المعانى على خلاف ما عرفت عند اهل الشرع وصرفها الى اهوائه مع ابقاء اللفظ على ظاهره والعياذ بالله.....”(فيض البارى : ٢/٢٤٢)  
 ”وماباعه او اشتراه او اعتقه او وهبه او رهنه او تصرف فيه من امواله فى حال رده فهو موقوف فان اسلم صحت عقوده وان مات او قتل اولحق بدار الحرب بطلت“.....”(هدايه : ٢/٥٨٤)

”يايها الذين امنوا لاتتخذوا لليهود والنصارى اولياء بعضهم اولياء بعض مطلب الكافر لا يكون وليا للمسلم ، وفى هذه الآية دلالة على ان الكافر لا يكون وليا للمسلم لافى التصرف ولا فى النصرة ويدل على وجوب البراءة من الكفار والعداوة لهم لان الولاية ضد العداوة فاذا امرنا بمعاودة اليهود والنصارى لكفرهم فغيرهم من الكفار بمنزلتهم ويدل على ان الكفر كله ملة واحدة“.....”(احكام القرآن للجصاص : ٢/٦٢٢)

”واذ اريت الذين يخوضون فى آياتنا فاعرض عنهم الآية وهذا يدل على ان علينا ترك مجالسة الملحدين وسائر الكفار عند اظهارهم الكفر والشرك وما لا يجوز على الله تعالى اذالم يمكن انكاره وكنافى تقيه من تغييره باليد واللسان لان علينا اتباع النبى ﷺ فيما امره الله به الا ان تقوم الدلالة على انه مخصوص بشيء منه“.....”(احكام القرآن للجصاص : ٣/٥)

”وحكى الكواشى عن سهل انه قال من صحح ايمانه واخلص توحيده فانه لا يأنس الى مبتدع ولا يجالس ولا يؤاكله ولا يشاربه ولا يصاحبه ويظهر له من نفسه العداوة والبغضاء ومن داهن مبتدعا سلبه الله حلاوة السنن ومن تحبب الى مبتدع يطلب عز الدنيا او عرضا منها اذله الله تعالى بذلك العز وافقره بذلك الغنى ومن ضحك الى مبتدع نزع الله تعالى نور الايمان من قلبه ومن لم يصدق فليجرب انتهى“.....”(روح المعانى : ٢٨/٣٥)

”فان هجره اهل الاهواء والبدة واجبة على مر الاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق“.....”(مرقاة المفاتيح : ٩/٢٣١)

”ومنها بحث التوبة وفي الشريعة هي الندم على المعصية من حيث هي معصية

مع عزم ان لا يعود اليها اذا قدر عليها“..... (شرح فقه الاكبر : ١٥٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

**شیعہ میت کا جنازہ پڑھنے اور پڑھانے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سنی امام نے شیعہ کا جنازہ پڑھایا باوجود اس کے کہ وہ شیعہ کے عقائد و نظریات کو خوب جانتا تھا اور ایک سنی مقتدی نے شیعہ کا جنازہ پڑھا جب کہ وہ شیعہ کے عقائد و نظریات سے واقف نہیں تھا اور نہ ہی یہ جانتا تھا کہ اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے امام اور مقتدی کے ایمان اور نکاح کے بارے میں شرعی حکم مطلوب ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اگر امام کو اس شخص کے بارے میں جس کا جنازہ پڑھایا ہے یہ علم تھا کہ اس کے عقائد کفریہ ہیں اور جاننے کے باوجود جنازہ کو جائز سمجھتے ہوئے پڑھایا تو اس کو تجدید ایمان و نکاح کرنا ہوگا، بصورت دیگر اگر ناجائز سمجھ کر محض لالچ کی وجہ سے یا رسمی طور پر پڑھایا تو ارتکاب حرام کی وجہ سے توبہ لازم ہے، نیز سنی مقتدی جس کو شیعہ کے عقائد و نظریات کا علم نہیں تھا اسے بھی توبہ و استغفار کرنی چاہیئے، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

”فنقول لا یصلی علی الکافر..... لان الصلوة علی المیت دعاء واستغفار له

والاستغفار للکافر حرام“..... (المحیط البرہانی: ۳/۸۲)

”(و شرطها) سترة اسلام المیت و طہارتہ) وفي الشامي (قوله و شرطها) ای

شرط صحتها“..... (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۶۲۰)

”ومنها ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر“..... (شرح فقه

الاکبر : ۱۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

## کفریہ عقائد رکھنے والے آدمی سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کسی مقدمہ کی وجہ سے جیل میں تھا اور میرے گھر میں ایک بیٹی ہے جو کہ میری عورت کے پہلے خاوند سے ہے جب میں نے اپنی عورت سے شادی کی تو بیٹی بھی اپنی ماں کے ساتھ آئی ہے، بیوی نے مجھ سے کہا کہ میں بیٹی کی شادی کر دوں تو میں نے کہا تمہاری اپنی بیٹی ہے جہاں مناسب سمجھتی ہو کر دو، تو میری بیوی نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی، ایک ایسے گھر میں جو کہ اہل تشیع تھے لیکن عورت کو علم نہیں تھا کہ یہ اہل تشیع ہیں، اور اخلاقی اعتبار سے بھی ان کی حرکتیں بہت غلط تھیں جب کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم اہل تشیع نہیں ہیں، ان کی عورتیں پیشہ ور عورتیں ہیں ان کی عورتیں میری بچی کو بھی غلط راستے پر ڈالنا چاہتی تھیں، لڑکی کی نند نے لڑکی سے کہا کہ ہمارے ساتھ باہر کھیتوں میں چلو ہم آپ کو کسی آدمی سے ملواتی ہیں لیکن لڑکی نے انکار کر دیا اور سب گھروالوں نے مل کر بچی کو مارنا شروع کر دیا، یہ لوگ چور ڈاکو اور فاحشہ قسم کے لوگ نکلے، اچانک میں بچی کو ملنے چلا گیا تو پولیس مجھے پکڑ کر ساتھ لے گئی کہ بھینس چوری کر کے لائے ہیں، گاؤں والوں نے کہا کہ یہ آدمی اپنی بچی کو ملنے آیا ہے یہ مہمان ہے، اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی کی شادی کسی دوسری جگہ کر دوں، کیونکہ بیٹی بھی اب وہاں جانے کے لیے تیار نہیں ہے، تو آیا میں اس کا نکاح دوسری جگہ کر سکتا ہوں اور وہ پہلے والا نکاح جو اہل تشیع سے ہوا کیا یہ منعقد ہو گیا ہے، جب کہ میں اہل سنت والجماعت دیوبندی ہوں برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں فتویٰ جاری فرمائیں، میں عدالت میں نہیں جاسکتا، میرے پاس فیس دینے کی ہمت نہیں ہے، آپ سے التماس ہے کہ آسانی فرمادیں میں بچی کا نکاح کسی دوسری جگہ پر کر دوں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر لڑکی کا خاوند کفریہ عقائد رکھتا ہو مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہے، یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہے، یا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق اعتقاد رکھتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے پاس وحی پہنچانے میں غلطی کی یا کوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہے، جو صریح قرآن و حدیث اور نصوص قطعیہ کے مخالف ہے تو وہ کافر ہے، اس سے ابتداء ہی سے لڑکی کا نکاح صحیح نہیں ہو لہذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔

اور اگر اس کا عقیدہ کفریہ نہیں ہے صرف سب و شتم کرتا ہو تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے بعض تکفیر کرتے ہیں اور بعض تکفیر نہیں کرتے، صرف تفسیق کرتے ہیں ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ رضامندی سے یا ڈرا کر یا لالچ دلا کر اس سے طلاق حاصل کر لی جائے، یا خلع کر لیا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو عورت کے اولیاء عدم کفو کی بنیاد پر عدالت میں فسخ کا دعویٰ دائر کریں۔

”نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا او انکر صحبۃ الصدیق او اعتقد الالوہیۃ فی علی او ان جبرائیل غلط فی الوحی او نحو ذلك من الکفر الصریح المخالف للقرآن“.....(فتاویٰ شامی : ۳/۳۲۱)

”اقول نعم نقل فی البزازیۃ عن الخلاصۃ ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما فهو کافر وان کان یفضل علیا علیہما فهو مبتدع ۱۵ وهذا لا یتلزم عدم قبول التوبۃ علی ان الحکم علیہ بالکفر مشکل لمافی الاختیار اتفق الائمۃ علی تضلیل اهل البدع و تخطئتهم و سب احدهم الصحابۃ و بغضہ لا یكون کفرا ولكن یضلل“.....(ردالمحتار : ۳/۳۲۱)

”ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرءۃ مسلمۃ فلا یجوز انکاح المؤمنۃ الکافر“.....(بدائع الصنائع : ۲/۵۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### قرآن کریم پر حلف لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میں عابد علی EME کارہائشی ہوں، میں نے آج سے تقریباً ایک سال قبل اپنے مکان کی تعمیر کا ٹھیکہ ریاض نامی ٹھیکے دار کو اٹھائیس لاکھ میں دیا، ہمارے درمیان ٹھیکہ کی شرائط اور رقم کی ادائیگی کا طریقہ کار ایک سادہ کاغذ پر مورخہ 17-06-2011 کو تحریر ہوا تھا، جس کے مطابق میں ٹھیکے دار کو رقم ادا کرتا رہا اور رقم کی وصولی کے دستخط بھی سادہ کاغذ پر کرواتا رہا، کام کے دوران مجھے کام جلدی ختم کرنے کا لالچ دے کر مجھ سے آٹھ لاکھ ترسی ہزار روپے زائد وصول کر لیے اور کام ادھورا چھوڑ کر غائب ہو گیا، اس دوران اعتماد قائم ہونے کی وجہ سے تین اقساط پر میں وصولی کی دستخط نہ کروا سکا، جب میں نے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا تو شروع میں ریاض نے ٹال مٹول سے کام لیا، اس دوران میں نے ریاض کے خلاف تھانہ میں پرچہ درج کروا دیا، اس کے بعد ریاض نے میرے خلاف رقم واپس کرنے کی بجائے ان تین غیر دستخط شدہ اقساط کی وصولی کا جھوٹا دعویٰ دائر کر دیا، جس میں میں نے پیش ہو کر عدالت میں درخواست دی کہ میرا فیصلہ قرآن مجید کے حلف پر کر دیا جائے، کیونکہ میرا یہ خیال تھا کہ کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان قرآن پر جھوٹا حلف نہیں دے سکتا، لیکن ریاض نے پیسوں کے لالچ میں آ کر عدالت میں قرآن پر حلف دینے کا اقرار کر لیا،

جب میں نے یہ دیکھا کہ ریاض دانستہ طور پر جھوٹا حلف لے رہا ہے تو میں نے یہ قرآن پر حلف والی درخواست واپس لے لی، یہ سوچتے ہوئے کہ اس عمل میں بھی گناہ گار نہ ہو جاؤں، برائے مہربانی اس مسئلہ پر قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ ایسے حالات میں قرآن پر فیصلہ کروانا جائز ہے؟ کیا میں اس میں گناہ گار تو نہیں ہو جاؤں گا۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں قرآن مقدس پر حلف لینا جائز ہے، اور یہ حلف نامہ قسم ہی شمار ہوگا، اگرچہ مخالف شخص جھوٹا حلف اٹھا رہا ہو، اور اگر واقعہً مخالف (جس سے حلف لیا جا رہا ہے) جھوٹا حلف اٹھا رہا ہے تو اس کا گناہ جھوٹا حلف اٹھانے والے پر ہی ہوگا نہ کہ حلف اور قسم دینے والے پر، واضح رہے کہ جھوٹی قسم اٹھانا سخت ترین گناہ ہے، اور حدیث مبارکہ میں جھوٹی قسم اٹھانے کو اکبر الکبائر میں شمار کیا ہے، اور قاضی یا ثالث کو چاہیے کہ حلف دینے سے پہلے یہ وعید ضرور سنا دے۔

”عن عبد الله ابن عمرو قال قال رسول الله ﷺ الكبائر الاشرار بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس رواه البخارى“..... (مشکوۃ: ۱/۱۷)

”لا يقسم بغير الله تعالى كالنبي والقرآن والكعبة قال الكمال ولا يخفى ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يميناً واما الحلف بكلام الله فيدور مع العرف وقال العيني وعندى ان المصحف يمين لا سيما في زماننا وعند الثلاثة المصحف والقرآن وكلام الله يمين“..... (الدر المختار على رد المحتار: ۳/۵۶)

”قوله وقال العيني) عبارته وعندى لو حلف بالمصحف او وضع يده عليه وقال وحق هذا فهو يمين ولا سيما في هذا الزمان الذى كثرت فيه الايمان الفاجرة ورغبة العوام فى الحلف بالمصحف اه“..... (رد المحتار: ۳/۵۶)

”اليمين بالله ثلاثة انواع، غموس وهو الحلف على اثبات شىء او نفيه فى الماضى او الحال يتعمد الكذب فيه فهذه اليمين ياثم فيها صاحبها وعليه الاستغفار والتوبة دون الكفارة“..... (الفتاوى الهندية: ۲/۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کیا تسبیح تراویح بدعت ہے؟

مسئلہ نمبر (۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تسبیح تراویح ثابت ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں تسبیح تراویح ثابت ہے، مولوی صاحب کا بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

”قوله بين تسبيح قال القهستاني فيقال ثلاث مرات سبحان ذي الملك والملكوت سبحان ذي العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت سبحان الملك الحي الذي لا يموت سبح قدوس رب الملائكة والروح لا اله الا الله نستغفر الله ونسئلك الجنة ونعوذ بك من النار لمافي منهج العباد“  
.....(رد المحتار: ۱/۵۲۲)

(ومثله حاشية الطحطاوى على الدر: ۱/۲۹۶)

(يؤيده مافي كنز العمال عن الديلمي: ۲/۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### قادیانیوں کا مسجد کے لیے زمین وقف کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی مسجد کے ساتھ قادیانیوں (مرزائیوں) کی زمین لگتی ہے، اور قادیانی مسجد کے لیے جگہ دینے کے لیے تیار ہیں، کیا ہمیں مسجد کے لیے یہ زمین لینا درست ہے کہ نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

قادیانیوں سے مسجد کے لیے زمین لینا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ مرتد اور زندیق ہیں اور مرتد کا وقف درست نہیں ہے۔

”ان يكون للواقف ملة فلا يصح وقف المرتد ان مات او قتل على

ردته“.....(البحر الرائق: ۵/۳۱۶)

”مطلب فی وقف المرتدوالکافر ذکرہ بطل وقفہ بزایہ وفی الفتح لووقف المرتد فقتل اومات اوارتد المسلم بطل وقفہ قبولہ بطل وقفہ هوالمختار جامع الفصولین وغیرہ“.....(الدر مع الرد: ۳/۳۹۵)  
 ”وکذا عدم جوازوقف المرتد زمن ردتہ ان قتل علی ذلک اومات لان ملکہ یزول بهاوالاموقوفاً“.....(فتاویٰ الہندیۃ: ۲/۳۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### کیا انبیاء علیہم السلام قبل النبوة وبعد النبوة معصوم ہوتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قبل النبوة وبعد النبوة معصوم ہوتے ہیں؟ زید انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراض کرتا ہے مثلاً آدم علیہ السلام کا شجرہ ممنوعہ کے پاس جانا، موسیٰ علیہ السلام کا قطی کو قتل کرنا اور وہ حدیث کہ جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نفسی نفسی ارشاد فرمانا منقول ہے، اس کا مفصل طور پر مع دلائل جواب مرحمت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، انبیاء علیہم السلام تمام صغائر وکبائر گناہوں سے قبل النبوة وبعد النبوة معصوم ہوتے ہیں، بظاہر جو گناہ معلوم ہوتے ہیں حقیقتاً وہ گناہ نہیں ہیں، چنانچہ آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ”فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْماً“ آدم علیہ السلام بھول گئے، پس بھول جانا گناہ نہیں ہوا کرتا، گناہ و معصیت تو وہ ہے کہ جس کا دیدہ و دانستہ قصد و ارادۃ ارتکاب کیا جائے۔

”واصح الاقوال انہم معصومون عن المعاصی کلہا من الکبائر والصغائر

عمدا و سہوا قبل النبوة وبعدها“.....(قطب الارشاد: ۸۳)

”ان الولی لا یبلغ درجۃ النبی لان الانبیاء علیہم السلام معصومون مامونون عن خوف الخاتمۃ مکرمون بالوحی حتی فی المنام وبمشاہدۃ الملائکۃ الکرام مامورون بتبلیغ الاحکام وارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء العظام“.....(شرح الفقہ الاکبر: ۱۲۱)

”الانبياء عليهم السلام كلهم منزّهون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح

یعنی قبل النبوة وبعدها“.....(شرح الفقه الاکبر: ۵۷، ۵۶)

زید نے حضرت آدم علیہ السلام پر اعتراض کیا ہے اور اس کا استدلال قرآن پاک کی یہ آیت ہے ”وعصیٰ

آدم ربہ فغوی“

جواب: عصیان اور غوی کا اطلاق اس اجتہاد فی الخطاء اور نسیان پر صورتاً ہوا ہے، اس لیے کہ بظاہر اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہے لیکن حقیقت میں معصیت نہیں ہے کیونکہ معصیت تو دیدہ و دانستہ قصداً و ارادۃً ارتکاب کا نام ہے، البتہ حضرت آدم و ہوا علیہما السلام کو اتنی بات پر اتنا سخت عتاب ہوا کہ جنت سے نکالے گئے، کیونکہ ”حسنات الابرا سیئات المقربین“ کے تحت انبیاء مقررین بندے ہوتے ہیں، نیز یہ بظاہر عتاب ہے مگر حقیقت میں شرف خلافت سے نوازنے کا ذریعہ تھا۔

”وعصیٰ آدم ربہ باکل الشجرة فغوی یعنی ضل عن المطلوب و اخطاء طریق

الحق و خاب حیث طلب الخلد باکل الشجرة التي هي سبب لصدّه او عن

المأمور به او عن الرشده حیث اغتر بقول العدو وقال ابن الاعرابی ای

فسد علیه عیسه فصار من العزالی الذل“

”فغوی ففسد عیسه بنزوله الی الدنيا والغی الفساد و هو تاویل حسن و هو اولی

من تاویل من یقول فغوی معناه ضل من الغی الذی هو ضد الرشده“.....(احکام

القرآن للقرطبی: ۱۱/۲۵۷)

اور زید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے ایک قبیلے کو قتل کر دیا تھا حالانکہ قتل کرنا

گناہ کبیرہ ہے، پس یہ عصمت کے منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو مارنا بقصد قتل نہ تھا بلکہ بنیت تادیب اور مظلوم کی

مدد کرنا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکارنا آلہ قتل نہیں تھا، نیز یہ مقام دار الحرب تھا اور قبیلے حربی مباح الدم بھی

تھا۔

”ان یقال انه كان لکفره مباح الدم“.....(تفسیر الکبیر: ۵۸۵/۲۴)

”فوکزه موسیٰ فقضى علیه“.....(سورة القصص)

”قال تحت قوله تعالى فوکزه موسیٰ..... وهذا لم یکن مناف لعصمه لکونه

خطاء وانما عد ذلك الامر من عمل الشيطان وسماه ظلما واستغفر عنه على  
عادة المقربين في استعظام محضرات صدرت منهم“.....(تفسير المظهری :  
(۷۱/۵۹)

اشکال: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گناہ کا خود ہی اقرار کیا ”ولهم على ذنب فاخاف ان يقتلون“  
جواب: یہاں ذنب سے مراد تاوان ہے نہ کہ گناہ، قرینہ اس بات پر یہ ہے کہ ”ولهم على ذنب“ فرمایا کہ ان  
قبیوں کا مجھ پر ذنب ہے، حالانکہ گناہ اللہ کا کیا جاتا ہے نہ کہ بندوں کا، لہذا یہاں ذنب سے مراد تاوان لیا جائے گا۔  
”اراد بالذنب قتله القبطی وقيل كان خباز فرعون واسمه فاتون يعني ولهم  
على تبعة ذنب وهي قود ذلك القتل فاخاف ان يقتلوني به فحذف المضاف  
او سمي تبعة الذنب ذنبا كما سمي جزاء السيئة سيئة“.....(تفسير الكشاف:  
(۳/۳۰۹)

زید کا انبیاء علیہم السلام پر اعتراض کرنا کہ روز قیامت نفسی نفسی کہیں گے۔  
اس کا جواب یہ ہے کہ جو بھول چوک انبیاء علیہم السلام سے ہوئی تھی اس بھول چوک کا خوف ان پر ہوگا کہ اللہ  
تعالیٰ ہمیں اس اجتہادی غلطی کی بناء پر پکڑ نہ لیں، کیونکہ ”حسنات الابرا سیئات المقربین“ کے تحت کہ انبیاء  
مقربین بندے ہوتے ہیں، اس وجہ سے ان کو اپنی اجتہادی غلطی کا خوف ہوگا، اور عظمت مرتبہ کی وجہ سے اپنی اجتہادی  
غلطی کا خوف یہ عصمت انبیاء کے منافی نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**حضور ﷺ پر پہلی وحی کے وقت کی حالت کی وضاحت:**

مسئلہ نمبر (۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے متعلق

(۱) مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی، جب کہ امام صاحب  
سب سے زیادہ متبع سنت تھے، اور سنت نبوی میں رات کا سونا (آرام فرمانا) ازواج مطہرات سے مباشرت  
اور دوسرے تقاضے بشمول عبادت کے شامل ہیں، اس روایت کی حقیقت بیان فرمائیں۔

(۲) معجزات نبوی میں یہ معجزہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کا بول و براز پاک تھا، اور جس جگہ آپ حاجت فرماتے وہ جگہ

پھٹ جاتی اور بول و براز اس میں غائب ہو جاتا اور وہاں سے خوشبو آتی تھی، بحوالہ (تلخیص الحدیث ابن حجر) اور سیرۃ رسول۔

پوچھنا یہ ہے کہ بعد از فراغت حضور ﷺ وضو کیوں فرماتے تھے۔

(۳) حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے، دوسری جگہ مشہور ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی! اگر ہم آپ کو پیدا نہ کرتے تو جہان کو پیدا نہ کرتے۔ پہلی روایت کے مطابق آپ ﷺ اپنی نبوت کے متعلق ارشاد فرما رہے ہیں تو مسئلہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو اپنے نبی ہونے کا علم تھا تو پہلی وحی پر عجیب سی کیفیت کا طاری ہونا اور حضرت خدیجہ کا ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر جانا، ان دونوں افعال کی حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں، جب کہ دوسری روایت کا کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنا صحیح ہے، اس میں شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور سوال میں ذکر کردہ دیگر تقاضوں کے لیے رات کی قید ضروری نہیں ہوتی، دیگر اوقات میں بھی یہ حقوق ادا ہو سکتے ہیں۔

”وقد صلى الفجر بوضوء العشاء اربعين سنة“..... (در مختار: ۱/۹)

(۲) حضور ﷺ کا بول و براز پاک ہے، البتہ بول و براز نواقض وضو میں شامل ہیں جیسا کہ فتاویٰ شامی میں منقول ہے کہ،

”لكن نقل عن شرح الشفاء للملا علی القاری الاجماع علی انه ﷺ فی

نواقض الوضوء كالامة الاماصح من استثناء النوم“..... (فتاویٰ شامی :

۱/۱۰۶)

(۳) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانا اور آپ کا حال بیان کرنا اس سے کسی شک اور تردد کا ازالہ اور یقین کا حاصل کرنا مقصود نہ تھا، بلکہ حضور ﷺ کی تسلی اور تشفی مقصود تھی کہ نزول وحی کی وجہ سے حضور ﷺ پر جو ایک فطرتی خوف طاری تھا اس کا ازالہ ہو جائے، اور حضور ﷺ کا مقصد بھی تسلی و تشفی ہی تھا، معاذ اللہ آپ کو اپنی نبوت میں ذرا برابر شک اور تردد نہ تھا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## اللہ تعالیٰ کی طرف شرکی نسبت کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۳): محترم و مکرم حضرت مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے ایک اہم سوال پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر شئی کا خالق اور ہر شئی پر قادر اللہ تعالیٰ ہے، اس عقیدے کی بنیاد پر ہر غلط کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا درست سمجھا جاسکتا ہے، اگر یہ درست ہے تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی نہیں ہے؟ اس سوال کا جواب وقت کی اہم ضرورت ہے، مہربانی فرما کر مفصل جواب دیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والے ہیں چاہے اس کا تعلق خیر سے ہو یا شر سے، لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ ایک ہے خلق یعنی کسی چیز کا پیدا کرنا اور ایک ہے کسب یعنی کسی کام کا کرنا، اب خلق کے اندر کسی قسم کی قباحت نہیں ہے، کسب کے اندر قباحت ہے، جیسے کسی نے چاقو بنایا، اس کے بنانے میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن اس سے کسی کو قتل کرنا تو یہ قتل کرنے والا فعل قبیح ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خیر و شر کو پیدا کیا، اس کے پیدا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن اگر کوئی شر کو اختیار کرے یہ قبیح ہے، لہذا شر کو اختیار کرتے ہوئے اس شرکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اور یہ کہنا کہ خیر اور شر کو پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور اپنے آپ کو بری الذمہ ٹھہرانا درست نہیں ہے، اور جو ذیل چیزیں ہیں جیسے پاخانہ اور پیشاب وغیرہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کی جائے۔

”احتجنا فی التفصی عن هذا المفیق الی القول بان الله خالق و العبد کاسب

و تحقیقہ ان صرف العبد قدرته و ارادته الی الفعل کسب و ایجاد الله تعالیٰ

الفعل عقیب ذلک خلق و المقدور الواحد داخل تحت قدرتین لکن بجهتین

مختلفین فالفعل مقدور الله تعالیٰ بجهة الایجاد و مقدور العبد بجهة الکسب

و هو القدر من المعنی ضروری و ان لم نقدر علی ازیمن ذلک فی تلخیص

العبارۃ المنقحة عن تحقیق کون فعل العبد بخلق الله تعالیٰ و ایجادہ مع

مال للعبد فیہ من القدرة و الاختیار ولهم فی الفرق بینہما عبارات مثل ان

الکسب واقع بآلة و الخلق لا بآلة و الکسب مقدور وقع فی محل قدرته

والخلق لافى محل قدرته والكسب لا يصح انفراد القادر به والخلق

يصح“.....(شرح العقائد النسفيه: ۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### عقیدہ حیات النبی ﷺ کی وضاحت:

مسئلہ نمبر (۹۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے روضہ مبارک میں بتعلق روح مع الجسد زندہ ہیں اور روضہ مبارک پر حاضر ہونے والوں کا بنفس نفیس صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں اور دور سے فرشتوں کے ذریعے صلوٰۃ و سلام پہنچانے کا قائل ہے، اور اس عقیدہ کو بدعت سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ دور سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ و سلام بھی خود سنتے ہیں، اور آپ ﷺ کے ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ بھی نہیں رکھتا۔

(۲) اور یہ شخص روضہ مبارک پر جا کر ان الفاظ کے ساتھ دعا کا قائل ہے، یا رسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا فرمائیں، وہ حضور ﷺ کو نہ مختار کل مانتا ہے اور نہ حاجت روا اور نہ مشکل کشا، صرف وسیلہ کے طور پر ان سے عند القبر دعا و شفاعت کا طالب ہے، اور ان سے براہ راست مدد طلب کرنے کو شرک سمجھتا ہے۔

نیز دعائیں اولیاء اور انبیاء کا وسیلہ جائز ہے یا نہیں؟ ان کی حیات میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی مثلاً یوں کہے یا اللہ میں بوسیہ فلاں بزرگ دعا کی قبولیت چاہتا ہوں۔

(۳) مجوزین سماع موتی کو بدعتی مشرک کہنا اور یہ کہنا کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اس کا کیا حکم ہے؟ کیا مذکورہ بالا عقائد رکھنے والا شخص علماء دیوبند اہل السنّت والجماعت کے مسلک حقہ پر کار بند ہے یا ان کے مسلک حقہ کا مخالف ہے؟ اور ایسے شخص کی طرف شرک و بدعت کی نسبت کرنا کیسا ہے؟ آیا ایسے شخص کو مسجد کا امام رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیکر عند اللہ اجر جزیل کے مستحق ہوں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

تمام اہل السنّت والجماعت اور اکابر دیوبند کا یہ اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ ”الانبياء احياء فى

قبورہم یصلون“ مسند ابی یعلیٰ: ۶/۱۴۷، عن انس رضی اللہ عنہ، کہ انبیاء کرام اپنی قبور شریف بتعلق روح زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں، نیز ان کی قبور شریف کے پاس پڑھا گیا صلوٰۃ وسلام وہ خود سنتے ہیں، اسی طرح اہل السنّت والجماعت اکابر دیوبند کسی بزرگ کے وسیلے سے دعا کرنے کے بھی قائل ہیں، بنا بریں سوال میں جو عقیدے تحریر کیے گئے ہیں وہ اہل السنّت والجماعت علماء دیوبند کے ہیں، اور ان کا حامل اہل السنّت دیوبندی ہے، اور اس کی امامت بلا کراہت درست ہے بشرطیکہ کوئی اور وجہ کراہت نہ ہو، اور جو ان مذکورہ عقائد کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو وہ اہل السنّت اور دیوبندیت سے خارج ہے اور اس کی امامت درست نہیں ہے۔

نوٹ: اکابر اہل السنّت دیوبند استشفاع عند القبر کے بھی قائل ہیں جیسا کہ حضرت گنگوہی نے زبدۃ کے ص ۱۴۶، اور فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۶/جلد نمبر ۱ میں لکھا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

### عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور صلوٰۃ وسلام کی وضاحت:

مسئلہ نمبر (۹۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور علیہ السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں یا نہیں؟ اور قبر کے آس پاس پڑھا گیا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں یا نہیں؟ اور جو اس کا انکار کرے وہ اہل السنّت دیوبندی ہے یا نہیں؟ اور اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(۲) عذاب و راحت قبر اہل السنّت والجماعت کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس کا انکار کرنے والا اہل السنّت سے خارج ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

”قال رسول الله ﷺ الانبياء احياء في قبورهم يصلون، رواه ابو يعلى في

مسنده عن انس رضی اللہ عنہ“..... (مسند ابی یعلیٰ: ۶/۱۴۷)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریف میں بتعلق روح حیات ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور یہی اہل السنّت والجماعت اور اکابر دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے، نیز علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ انبیاء کرام کی حیات فی القبر احادیث سے تواتر اثبات ہے (الحاوی للفتاویٰ)

نیز اکابر کا یہ بھی عقیدہ اجماعی ہے کہ آپ کی قبر شریف کے پاس پڑھا گیا صلوٰۃ وسلام اپنے انہی غرضی

کانوں کے ساتھ سماعت فرماتے ہیں، اور جواب دیتے ہیں اور اس میں اہل السنّت والجماعت کا اجماع ہے، کذا فی فتاویٰ رشیدیہ: ص ۱۳۲، نیز اکابر دیوبند کی متفقہ دستاویز ”عقائد علماء اہل السنّت دیوبند یعنی المہند علی المفند“ مصنفہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے ص ۳۱ پر بھی یہ مسئلہ مرقوم ہے، اس کتاب پر اس وقت کے جید اکابر علماء کے تائیدی دستخط ہیں، بنا بریں ان عقائد کا انکار کرنے والا اہل السنّت دیوبندی نہیں، لہذا اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، اور اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہے۔

(۲) قبر کی راحت اور عذاب حق ہے اور تمام اہل السنّت والجماعت اس کے قائل ہیں کہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس سے مردہ قبر کی راحت اور عذاب محسوس کرتا ہے، چنانچہ علامہ ملا علی القاری حنفی محدث رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”واعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالى يخلق في الميت نوع حياة في القبر قدر ما يتالم ويتلذذ“..... (شرح فقه الاکبر: ۸۰)

نیز خلاصہ ایوبی میں ہے۔

”اعلم اولاً ان المذاهب في هذا المقام ثلاثة الاول الميت حي في قبره فيعذب وهذا هو مذهب اهل السنة والحق، والثاني انه جماد لا يعذب ولا يدرك العذاب وهذا هو مذهب جمهور المعتزلة والروافض والثالث انه جماد يعذب وهذا مذهب الصالحية من المعتزلة ومذهب ابن جرير ومذهب طائفة من الكراهية الخ“..... (خلاصہ الايوبی علی الخیالی: ۱۱۸)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب اور راحت برحق ہے اور میت کے بدن کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور اس کا انکار کرنے والا اہل السنّت والجماعت سے خارج ہے اور وہ معتزلی ہے، لہذا اس خراب عقیدے والا امامت کا اہل نہیں ہے، بلکہ واجب العزل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کسی چیز کا نام ”غنی“ رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہماری کمپنی غنی موٹر سائیکل کے نام سے کام کر رہی ہے، موٹر سائیکل کا نام غنی موٹر سائیکل رکھا گیا ہے اس وجہ

سے موٹر سائیکل کے انجن کو اور کچھ کور انگریزی میں Ghani لکھا گیا ہے، آیا Ghani بطور پہچان اور نشان کے لکھنا جائز ہے کہ نہیں؟ براہ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

جو نام اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے نہ ہوں بلکہ مشترک ہوں تو ان کا استعمال جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جائز ہے ایسے ہی ان اسماء کا نام بندوں کے لیے بھی جائز ہے، اور دیگر پاک اشیاء کے لیے بھی جائز ہے، لفظ غنی اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے نہیں ہے، لہذا اس کا استعمال بندوں کے لیے بھی جائز ہے اور دیگر پاک اشیاء کے لیے بھی جائز ہے۔

”والتسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالى والكبير والرشد والبدیع  
جائز لانه من الاسماء المشتركة ويراد في حق العباد غير ما يراد في حق الله  
تعالى كذا في السراجية“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۵/۳۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

## انگوٹھے چومنے اور اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا کیسا ہے؟  
نیز ہمارے امام صاحب دوسرے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں، انگوٹھے چومتے ہیں جس وقت حضور ﷺ کا نام آتا ہے، کیا ایسے امام صاحب کے پیچھے ہماری نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ یا ہمارے لیے جماعت کے بغیر نماز پڑھنا بہتر ہے، جب کہ صورت حال یہ ہے کہ یہاں سرحدی علاقہ ہے یہاں دوسری جماعت کا اہتمام بھی نہیں ہو سکتا۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

بعد اذان کے درود شریف پڑھنا تو حدیث سے ثابت ہے مگر پڑھنے کی کوئی خاص کیفیت منقول نہیں ہے، موجودہ زمانے میں اہل بدعت اذان کے بعد لوڈ اسپیکر پر درود و سلام پڑھنے کو فرض و واجب کا درجہ دیتے ہیں، اس لیے یہ بدعت ہے، شرعاً اس سے بچنا ضروری ہے، فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب کسی مستحب کو لوگ ضروری سمجھنے لگیں تو ایسے وقت میں اس کا ترک واجب ہے۔

”کل مباح یؤدی الیہ فمکروہ ہکذا فی الزاہدی“..... (فتاویٰ الہندیہ:

(۱/۱۳۶)

”فما یفعله المؤذنون الآن عقب الاذان من الاعلان بالصلوة والسلام مرارا  
اصلہ سنۃ والکیفیۃ بدعۃ لان رفع الصوت فی المسجد ولوب ذکر فیہ کراہۃ  
سیمافی المسجد الحرام لتشویشہ علی الطائفین والمصلین  
والمعتکفین“.....(مرقات المفاتیح: ۲/۳۲۸)

(۲) فقہ کی معتبر کتابوں میں انگوٹھے چومنے کا حکم کہیں نہیں ملتا، البتہ شامی اور حاشیۃ الطحاوی نے استحباب نقل کیا ہے، لیکن انہوں نے جن کتابوں کا حوالہ نقل کیا ہے مثلاً فتاویٰ صوفیہ کتاب الفردوس اور قہستانی ان تمام کتب اسی طرح دوسری وہ کتابیں جن میں انگوٹھا چومنا مستحب لکھا ہے، اس کے بارے میں علامہ عبدالحی لکھنوی نے کہا کہ یہ غیر معتبر ہیں (النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر، ۳۱)

اور جو حدیث ہے اس کے بارے میں خود شامی میں ہے

”و ذکر ذلک الجراحی و اطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا  
شیء“.....(فتاویٰ شامی: ۱/۲۹۳)

لہذا اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، اس لیے اس سے بچنا بہتر ہے۔

”یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشہادة صلی اللہ علیک یا رسول  
اللہ وعند الثانیۃ منہا قرت عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول اللہم  
.....ونقلہم بعضہم ان القہستانی کتب علی ہامش نسختہ ان هذا  
مختص بالاذان وامافی الاقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام  
والتبع“.....(رد المحتار: ۱/۲۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

### عقیدہ حیات اور سماع کی وضاحت:

مسئلہ نمبر (۹۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے روضہ مبارک میں متعلق روح مع الجسد زندہ ہیں اور روضہ مبارک پر حاضر ہونے والوں کا بنفس نفیس صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں اور دوسرے فرشتوں کے ذریعے صلوٰۃ و سلام پہنچانے کا

قائل ہے، اور اس عقیدہ کو بدعت سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ دور سے پڑھا جانے والا صلوة و سلام بھی خود سنتے ہیں، اور آپ ﷺ کے ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ بھی نہیں رکھتا۔

(۲) اور یہ شخص روضہ مبارک پر جا کر ان الفاظ کے ساتھ دعا کا قائل ہے، یا رسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا فرمائیں، وہ حضور ﷺ کو نہ مختار کل مانتا ہے اور نہ حاجت روا اور نہ مشکل کشا، صرف وسیلہ کے طور پر ان سے عند القبر دعا و شفاعت کا طالب ہے، اور ان سے براہ راست مدد طلب کرنے کو شرک سمجھتا ہے۔

نیز دعائیں اولیاء اور انبیاء کا وسیلہ جائز ہے یا نہیں؟ ان کی حیات میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی مثلاً یوں کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ دعا کی قبولیت چاہتا ہوں۔

(۳) مجوزین سماع موتی کو بدعتی مشرک کہنا اور یہ کہنا کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اس کا کیا حکم ہے؟ کیا مذکورہ بالا عقائد رکھنے والا شخص علماء دیوبند اہل السنّت والجماعت کے مسلک حقہ پر کار بند ہے یا ان کے مسلک حقہ کا مخالف ہے؟ اور ایسے شخص کی طرف شرک و بدعت کی نسبت کرنا کیسا ہے؟ آیا ایسے شخص کو مسجد کا امام رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیکر عند اللہ اجر جزیل کے مستحق ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) مذکورہ شخص کا عقیدہ درست ہے اور یہ شخص اہل السنّت والجماعت کے مسلک حقہ پر کار بند ہے، اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ببلغته رواہ البیہقی فی شعب الایمان“..... (مشکوۃ المصابیح: ۱/۸۸)

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لاتجعلوا بیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم رواہ النسائی“..... (مشکوۃ المصابیح: ۱/۸۷)

”یقولون بلیت فقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء“..... (ابوداؤد: ۱/۵۸)

”ان النبی ﷺ حی فی قبره کما ان الانبیاء احياء فی قبورهم“..... (بذل  
المجهود شرح ابی داؤد: ۲/۱۱۷)

(۲) انبیاء کرام اور اولیاء عظام بزرگان دین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا شرعاً جائز ہے بلکہ قبولیت دعا کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مستحسن اور افضل بھی ہے ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی۔

”وكانوا من قبل يستفتحون على اللذين كفروا نزلت في بني قريظة والنضير  
كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه قاله ابن  
عباس رضى الله عنهما وقتادة والمعنى يطلبون من الله تعالى ان ينصرهم به  
على المشركين كما روى السدى انهم كانوا اذا اشتد الحرب بينهم وبين  
المشركين اخرجوا التوراة ووضعوا ايديهم على موضع ذكر النبی ﷺ  
وقالوا اللهم اننا نسئلك بحق نبيك الذي وعدتنا ان تبعته في آخر الزمان ان  
تنصرنا اليوم على عدونا فينصرون“..... (روح المعاني: ۱/۳۲۰)

”عن عثمان ابن حنيف ان رجلا ضرير البصرا تى النبی ﷺ فقال ادع الله لي  
ان يعافيني فقال ان شئت اخرت لك وهو خير وان شئت دعوت فقال ادعه  
فامر به ان يتوضأ فيحسن وضوءه ويصلي ركعتين ويدعوا بهذا الدعاء اللهم  
انى اسئلك واتوجه اليك بحمد نبي الرحمة يا محمد انى قد توجهت بك  
الى ربى فى حاجتى هذه لتقتضى اللهم فشفعه فى قال ابو اسحاق هذا حديث  
صحيح“..... (سنن ابن ماجه: ۹۹)

”قال فى انجاح الحاجة هذا الحديث اخرج النسائى والترمذى فى الدعوات  
مع اختلاف يسير وقال الترمذى حسن صحيح وصححه البيهقى وزاد فقام  
وقد ابصروا فى رواية ففعل الرجل فىرى ذكر شيخنا عابداً السندى فى رسالته  
والحديث يدل على جواز التوسل والاستشفاع بذاته المكرم فى حياته واما  
بعد مماته فقد روى الطبرانى فى الكبير عن عثمان بن حنيف المقدم ان رجلا  
كان يختلف الى عثمان بن عفان فى حاجة له فكان لا يلتفت اليه ولا ينظر فى

حاجتہ فلقي ابن حنيف فشكى اليه ذلك فقال له ابن حنيف ائت الميضة فتوضاً ثم ائت المسجد فصل ركعتين ثم قل اللهم اني اسئلك واتوجه اليك بنبينا محمد ﷺ نبي الرحمة يا محمد اني اتوجه اليك الى ربك فتقضى حاجتي وتذكر حاجتك فانطلق الرجل فصنع ما قال ثم اتى باب عثمان فجاء البواب حتى اخذه بيده فادخله على عثمان فاجلسه معه على الطنفسة فقال حاجتك فذكر حاجته فقضاها له ثم قال ما ذكرت حاجتك حتى كان الساعة وقال ما كانت لك من حاجة فاذكرها ثم ان الرجل خرج من عنده فلقي ابن حنيف فقال له جزاك الله خير ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت الى حتى كلمته في فقال ابن حنيف واللہ ما كلمته ولكني شهدت رسول الله ﷺ واتاه ضرير فشكى اليه فقال له النبي ﷺ او تصبر فقال يا رسول الله ليس لي قائد وقد شق علي ذهاب بصره فقال له النبي ﷺ ايت الميضة وتوضاً ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات قال ابن حنيف فوالله ماتفرقنا ولا طال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كان لم يكن به ضرر قط ورواه البيهقي من طريقين نحوه واخرج الطبراني في الكبير والمتوسط بسند فيه روح بن صلاح وثقه ابن حبان والحاكم وفيه ضعف وبقية رجاله رجال الصحيح وقد كتب شيخنا المذكور رسالة مستقلة فيها التفصيل من اراد فليراجع اليها وذكر فيها حديث البيهقي وابن ابي شيبة عن مالك قال اصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب فجاء رجل الى قبر النبي ﷺ فقال يا رسول الله استسق الله لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله ﷺ في منامه فقال ائت عمر فاقرأه السلام واخبره والقصة مذكورة في الاستيعاب لابن عبد البر والمسئلة المذكورة قد شغفت فيها الناس في زماننا وفيها تفصيل حسن ولكن لا يليق بهذا المقام والحديث ما قل وكفى خير مما كثروا الهى“..... (انجاح الحاجة على سنن ابن ماجه: ٩٩، ٩٨)

”وابتغوا الیہ الوسيلة، فی تفسیر روح المعانی تحت هذه الآية..... وبعد هذا  
کله انالاری باسافی التوسل الی الله تعالیٰ بجاه النبی ﷺ“..... (روح  
المعانی: ۲۸/۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### عقیدہ حیات النبی ﷺ اور صلوة وسلام کے انکار کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ  
مسلم دیوبند کے نام سے کام کرنے والی دو تنظیمیں (۱) جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ (۲) مرکزی  
اشاعت التوحید والسنۃ، جن کے عقائد درج ذیل ہیں۔

- (۱) حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں بالکل مردہ ہیں، اور روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
- (۲) آپ ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس پڑھا جانے والا درود شریف آپ ﷺ اسے نہیں سنتے اور یہاں سے  
پڑھا جانے والا درود شریف فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ تک نہیں پہنچایا جاتا۔
- (۳) عام موتی کو ثواب و عقاب معروف قبر میں نہیں ہوتا بلکہ صرف روحوں کو علین اور سبحین میں ہوتا ہے۔
- (۱) کیا مذکورہ بالا عقائد اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے ہیں یا نہیں؟
- (۲) کوئی شخص یا جماعت جو ان عقائد کا پرچار کرے کیا وہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں؟ اور ان  
کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟
- (۳) کیا ایسے لوگوں کے لیے علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ کے نام کا استعمال شرعاً جائز ہے کہ نہیں؟
- (۴) علاقے میں اپنے غلط عقائد کا پرچار کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، اس کے سد باب کے لیے وہاں کی عوام  
اور علماء کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟

ان مذکورہ بالا عقائد کے متعلق لکھیں کہ علماء دیوبند کا ان کے متعلق کیا عقیدہ ہے، تفصیلاً رقم فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) مذکورہ بالا عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے نہیں ہیں کیونکہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کے عقائد یہ ہیں۔  
عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة ﷺ حی فی قبرہ الشریف و حیوتہ ﷺ

دنیویہ من غیر تکلیف وہی مختصہ بہ ﷺ وجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداء لابرزخية كما هي حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس كمانص عليه العلامة السيوطي في رسالته انباء الاذكياء في حياة الانبياء حيث قال قال الشيخ تقى الدين السبكي حياة الانبياء والشهداء في القبر كحيوتهم في الدنيا ويشهد له صلوة موسى عليه السلام في قبره فان الصلوة تستدعي جسدا حيا الى آخر ما قال فثبت بهذا ان حيوته دنيوية برزخية لكونها في عالم البرزخ ولشيخنا شمس الاسلام والدين محمد قاسم العلوم على المستفيدين قدس الله سره العزيز في هذه المبحث رسالة مستقلة دقيقة المأخذ بديعة المسلك لم ير مثلها قد طبعت وشاعت في الناس واسمها آب حیات ای ماء الحیوة“.....(المهند علی المفند: ۳۹۳۸)

ترجمہ: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلامکلف ہونے کے، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو، چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء میں بتصریح لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا انبیاء اور شہداء کی قبر میں حیات ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیاوی ہے اور اس معنی پر برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع بھی ہو چکا ہے اور اس کا نام آب حیات ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے، اور ثواب و عقاب معروف قبر ہی میں ہوتا ہے، اور یہ ثواب و عقاب روح مع الجسد دونوں کو ہوتا ہے، اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند سے خارج ہے اور مبتدع ہے، فتاویٰ شامی میں ہے۔

”قال اهل السنة والجماعة، عذاب القبر حق وسوال منکر ونکیر حق و ضغطة القبر حق..... فيعذب اللحم متصلا بالروح والروح متصلا بالجسم، فيتالم الروح مع الجسد وان كان خارجا عنه والمؤمن المطيع لا يعذب بل له

ضغطة يجدهول ذلك وخوفه والعاصي يعذب ويضغط ولكن ينقطع عنه العذاب يوم الجمعة وليلتها ثم لا يعود وان مات يومها اوليلتها يكون العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثم يقطع كذا في المعتقدات للشيخ ابي المعين النسفي الحنفي من حاشية الحموى ملخصاً.....(الفتاوى الشامية: ١/٦١٠)

(۲) لہذا استفتاء میں مذکورہ عقائد رکھنے والے اور ان عقائد کا پرچار کرنے والے لوگ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج اور مبتدع ہیں اور مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، تاہم تاکید کے لیے دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ مع استفتاء ملاحظہ ہو۔

استفتاء نمبر ۱۹۹۸، یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح علیین میں ہے اور آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہذا آپ کی قبر پر درود و سلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے، لیکن آپ سنتے نہیں ہیں، کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے کہ نہیں؟ اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ مینوا تو جروا

الجواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بحسدہ موجود اور حیات ہیں، آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں، آپ اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بحسدہ و روحہ ہے، جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے، حدیث شریف میں آتا ہے۔

”ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء“.....(الحديث)

”وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من صلى على عندقبري سمعته ومن صلى على من بعيد اعلمته رواه ابو شيخ وسنده جيد“.....(القول البدیع: ۱۱۶)

”عن انس رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الانبياء (صلوات الله تعالى عليهم) احياء في قبورهم يصلون، رواه ابن عدی والبيهقي وغيرهما“.....(شفاء السقام: ۱۳۴)

دو حدیثیں نقل کردی ہیں، اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں، جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنۃ والجماعۃ ہے، غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں، اور اپنے مزار مبارک میں بحسدہ موجود ہیں اور حیات بھی ہیں، واللہ اعلم بالصواب (کتبہ السید مہدی حسن، مفتی دارالعلوم دیوبند)

(۳) استفتاء میں مذکورہ عقائد چونکہ اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے نہیں ہیں، اس لیے ان عقائد کے حامل لوگ مبتدع اور خارج اہل السنۃ ہیں، لہذا ان لوگوں کے لیے اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کا نام استعمال کرنا دھوکہ دہی کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(۴) جن جن علاقوں میں یہ مبتدع لوگ اپنے عقائد کا پرچار کر رہے ہیں وہاں کے علماء کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو ان کے عقائد باطلہ سے آگاہ کریں اور صحیح عقائد کی تبلیغ کریں، اور وہاں کی عوام کو بھی اپنے علماء حقہ کا ساتھ دینا چاہیئے۔

اس بارے میں بحر العلوم المحدث الکامل الفقیہ الجلیل المحقق النبیل حضرت العلامة مولانا السید محمد یوسف البنوری رحمہ اللہ کی تفصیلی تحریر سے کچھ اقتباس نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) شہداء کے لیے بنص قرآن ”حیات“ حاصل ہے، اور مزید دفع تجوز کے لیے ”یرزقون“ کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جیسے آج کل کا محاورہ بھی ہے ”فلان حی یرزق“ عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔

(۲) جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو بدالۃ النص یا بالاولیٰ خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی، علیم الصلوٰات والتسلیمات، جب مرتبہ اعلیٰ وارفع ہے تو حیات بھی اقویٰ واکمل ہوگی۔

(۳) اسی حیات کی اکملیت کے بارے میں دو حدیثیں آتی ہیں ”ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء“ اور حدیث ”الانبياء احياء فی قبورهم یصلون“ اور انہی احادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

(۴) الغرض انبیاء کرام کے لیے حیات، بقاء، اجساد، نقل و حرکت، ادارک و علم سب چیزیں حاصل ہیں۔

(۵) یہ حیات دنیوی حیات کے مماثل بلکہ اس سے اقویٰ ہے..... بہر حال وہ حیات دنیوی بھی ہے اور حیات برزخی بھی، صرف حیات برزخی نہیں جس میں عام شہداء یا اموات بھی شریک ہوں، بلکہ اقویٰ واکمل ہے، اس لیے حیات دنیوی کے مماثل بلکہ اس سے بھی اقویٰ ہے (بحوالہ تسکین الصدور: ۲۵، ۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

**نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے والے کی امامت کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۰۰): جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی متمسک ہوں کہ درج ذیل مسائل کا شرعی حل بتائیں اور رائے سے نوازیں۔

(۱) جس طرح اللہ پاک ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں کیا جو لوگ نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں، ان کے پیچھے

نماز ادا کرنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۲) عام موزوں پر مسح کرنے سے وضو ہو جاتا ہے یا نہیں ہوتا؟

(۳) آوارہ کتوں کو زہر دے کر ہلاک کرنا درست ہے یا غلط؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

جو شخص حضور ﷺ کے بارے میں ہر جگہ حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھتا ہے وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف عقائد رکھتا ہے اور وہ بدعتی ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے، اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لہذا کسی متورع اور متقی عالم دین کی اقتداء میں نماز پڑھیں۔

”ویکروہ امامۃ عبد و مبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف

عن الرسول“..... (در مختار علی هامش الرد: ۴۱۳، ۴۱۴/۱)

(۲) موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اس سے وضو ہو جاتا ہے۔

”المسح علی الخفین جائز بالسنۃ“..... (ہدایۃ: ۵۴/۱)

(۳) آوارہ کتے اگر کسی کو ایذا پہنچائیں اور نقصان کریں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے بصورت دیگر جائز نہیں ہے۔

”و جاز قتل ما یضر منها ککلب عقور و ہرۃ فلا تضرو و یذبہا ای الہرۃ ذبحا

ولا یضر بہا“..... (فتاویٰ شامی: ۵۳۰/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**غیر اللہ کی نذر ماننے والے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں امام صاحب گیارہویں

یعنی نذر غیر اللہ کو جائز قرار دیتے ہیں اور لوگوں کو بھی اسی کی طرف ترغیب دیتے ہیں اور اس کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جو امام اس عقیدہ کا حامل ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ صورت مسئلہ میں غیر اللہ کی نذر ناجائز و حرام ہے ایسے عقیدے والے کا عقیدہ درست کرنا ضروری ہے، یہ شخص بدعتی ہے لہذا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، بصورت مجبوری اکیلے نماز پڑھنے سے ان کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔

”واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصد واصرفها لفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سیما فی هذه الاعصار قوله باطل وحرام لوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتكون لمخلوق“ ..... (رد المحتار: ۲/۱۳۹)

”ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حیث العمل الا ان الفاسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقدہ اهل السنة والجماعة وانما یجوز الاقتداء به مع الکراهة اذالم یکن ما یعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اهل السنة امالو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلاً“ ..... (حلی کبیری: ۱/۴۴۳)

”وکرہ امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والاعمی وولد الزنا ومن السنة حدیث (صلوا خلف کل بروفاجر) وفی صحیح البخاری ان ابن عمر رضی اللہ عنہما کان یصلی خلف الحجاج وكفی به فاسقا كما قاله الشافعی وقال المصنف انه افسق اهل زمانه“ ..... (البحر الرائق: ۶۰۸، ۱/۶۱۰)

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الصلوة المكتوبة واجبة علیکم ای بالجماعة خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل

الکبائر قال القاری قال ابن الملک ای جاز اقتداء کم خلفه لورود الوجوب  
بمعنی الجواز لا اشتراکهما فی جانب الاتیان بهما وهذا يدل علی جواز  
الصلاة خلف الفاسق وكذا المبتدع اذالم یكن مايقوله كفرا.....(بذل  
المجهود: ۳۳۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### تعویذات پراجرت لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تعویذات پراجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

تعویذات پراجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ تعویذ میں سحر یا کوئی اور خلاف شرع بات نہ ہو ورنہ تعویذ ہی جائز نہ ہوگا اور ناجائز عمل پراجرت لینا بھی ناجائز ہے۔

”جوزوا الرقية بالاجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوی لانها ليست عبادة  
محضة بل من التداوی“.....(الرد المحتار: ۵/۳۹)

”فيها استاجره ليكتب له تعويذا لاجل السحر جازان بين قدر الكاغذ والخط  
وكذا المكتوب (قوله لاجل السحر) ای لاجل ابطاله والافالسحر نفسه  
معصية بل كفر لا يصح الاستئجار عليه“.....(درمع الشامي: ۵/۶۳)

”والاحاديث في القسمين كثيرة ووجه الجمع بينهما ان الرقي يكره منها  
ما كان بغير اللسان العربي وبغير اسماء الله تعالى وصفاته وكلامه وكتبه  
المنزلة وان يعتقد ان الرقية نافعة لامحالة فيتكل عليها واياها اراد بقوله ﷺ  
ما توكل من استرقى ولا يكره منها ما كان بخلاف ذلك كالتعوذ بالقرآن  
واسماء الله تعالى والرقي المروية“.....(عمدة القاری: ۲۱/۳۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



جسم کے کسی حصے کے پھڑکنے کے بارے میں اچھا یا برا شگون لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر انسانی جسم کے کسی حصے کا گوشت پھڑکتا ہے کبھی آنکھوں کی پلکیں وغیرہ، دائیں والے سے اچھا شگون لیتے ہیں اور بائیں والے سے برا شگون لیتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایسا کرنا جائز نہیں تو اس کے ساتھ نیک یا برا شگون منسوب کرنے سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

اس قسم کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں، مصیبت صرف اللہ کی طرف سے آتی ہے، نیز اس قسم کے عقیدہ سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے، لہذا اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، یہ بھی واضح رہے کہ اسلام میں نیک شگون ہے، بد شگون ہے۔

”قوله وتفأؤلا ای بعودہ علی من ادرکہ کما سمیت القافلة قافلة تفأؤلا  
لابقفولہا ای رجوعہا (بحر، ۳) والفال ضد الطیر کان یسمع مریض یاسا لم  
اویا طالب اویا واعد اویستعمل فی الخیر والشر قاموس ومنہ حدیث کان  
ﷺ یتفاءل ولا یتطیر و کذا حدیث کان یعجبه اذا خرج لحاجته ان یسمع  
یاراشد یارجیح اخرجهما السیوطی فی الجامع الصغیر ووجه ان الفال امل  
ورجاء للخیر من اللہ تعالیٰ عند کل سبب ضعیف او قوی بخلاف الطیرة“  
..... (فتاویٰ شامی: ۱/۶۱۰)

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ یقول لا طیرة  
وخیرھا الفال قال ما الفال؟ قال الکلمة الصالحة یسمعھا احدکم، ومعنی  
الترخص فی الفال والمنع من الطیرة وهوان الشخص لورأی شیئا وظنه حسنا  
وحرصه علی طلب حاجته فلیفعل ذلک واذارأی ما بعده مشووما ویمنعه من  
المضی الی حاجته فلا یجوز قبوله بل یمضی لسبيله فاذا قبل وانتہی عن  
المضی فی طلب حاجته فهو الطیرة لانھا اختصت ان تستعمل فی الشوم“  
..... (مرقاۃ المفاتیح: ۸/۳۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## گناہ سے توبہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی انسان غلط کام کرے چاہے وہ کام کوئی بڑا گناہ ہی کیوں نہ ہو اگر وہ توبہ کر لے تو کیا اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، کیا توبہ کے ساتھ اس دنیا میں سزا ملنی ضروری ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

حدیث شریف میں ہے ”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں، بناء بریں جب اس نے سچی توبہ کر لی تو ان شاء اللہ گناہ معاف ہو گیا، اور جب گناہ معاف ہو گیا تو مواخذہ نہیں، البتہ حقوق العباد کا معاملہ جدا ہے۔

”عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب كمن لا ذنب له (الحديث) التائب من الذنب ای توبة صحيحة كمن لا ذنب له ای فی عدم المواخذة بل قد يزيد عليه بان ذنوب التائب تبدل حسنات وفي شرح السنة روى عنه موقوفا قال الندم توبة والتائب كمن لا ذنب له (قال الندم توبة) ای ركن اعظمها الندامة اذ يترتب عليها بقية الاركان من القلع والعزم على عدم العود وتدارك الحقوق ما امكن الخ ..... ثم اعلم ان التوبة اذا وجدت بشروطها المعتبرة فلا شك في قبولها وترتب المغفرة عليها لقوله تعالى وهو الذي يقبل التوبة عن عباده (الشورى)“..... (مرقات المفاتيح : ۲۶۹، ۲۷۰/۵)

”وفی شرح المقاصد قالوا: ان كانت المعصية في خالص حق الله تعالى فقد يكفي الندم كما في ارتكاب الفرار من الزحف وترك الامر بالمعروف وقد تنقروا الى امرزائد كتسليم النفس للحد في الشرب وتسليم ماوجب في ترك الزكوة ومثله في ترك الصلوة وان تعلقت بحقوق العباد لزم مع الندم، والعزم ايصال حق العبد او بدله اليه ان كان الذنب ظلما كما في الغضب والقتل العمد ولزم ارشاده ان كان الذنب اضلالا له والاعتذار اليه ان

كان ايذاء كمافى الغيبة اذبلغته ولايلزم تفصيل ماغتابه به الااذبلغه على وجه افحش والتحقيق ان هذا الزائد واجب آخر خارج عن التوبة“.....(روح المعانى : ٢٨/١٥٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### سنتوں کے بعد اجتماعی دعا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد از نماز سنت کے فراغت کے بعد امام اور جملہ مقتدی کرتے ہیں، اور اس طریقے کو عین سنت نبوی کہتے ہیں، اور اس طریقے پر دعا نہ کرنے والے کو لعن طعن دی جاتی ہے، برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دے کر مشکور فرمائیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

سنتوں کے بعد انفرادی دعا مسنون ہے، اجتماعی دعا نہ سنت ہے نہ بدعت، لہذا نہ کرنے والوں پر نکیر نہ کی جائے اور کرنے والوں پر بھی نکیر نہ کی جائے، البتہ منکرین پر نکیر درست ہے۔

”واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذائية لم تثبت عن النبي ﷺ ولم يثبت عنه رفع الايدي دبر الصلوات في الدعوات الاقل قليل ومع ذلك وردت فيه ترغيب قولية والامر في مثله ان لا يحكم عليه بالبدعة فهذه الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي ﷺ وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين والوجه فيه ما ذكرته في رسالتي نيل الفرقدين (ص: ۱۳۳) ان اكثر ادعاء النبي ﷺ كان على شاكلة الذكر لا يزال لسانه رطابه الخ“.....(فيض الباری : ۲/۱۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### تلاوت قرآن ایصال ثواب کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا چند اشخاص مل کر کسی کے گھر میں برائے ثواب قرآن شریف پڑھ کر بزرگ یا کسی فوت شدہ کو ثواب بخش سکتے ہیں اور کیا ایسا کرنا درست ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

ایصال ثواب کے لیے بغیر تعیین ایام اور بغیر اجرت کے قرآن خوانی جائز ہے چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی ہو۔

”وروی الدارقطنی ان رجلا سألہ علیہ السلام فقال کان لی ابوان ابرہما حال  
حیاتہما فکیف لی ببرہما بعد موتہما فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان من البر بعد الموت ان  
تصلی لہما مع صلاتک وان تصوم لہما مع صومک ..... وعن انس رضی اللہ  
عنہ قال یارسول اللہ ان انتصدق عن موتانا ونحج عنہم وندعوا لہم فهل یصل  
ذلک لہم قال نعم انه لیصل الیہم وانہم لیفرحون بہ کما یفرح احدکم  
بالطبق اذا اہدی الیہ“..... (فتاویٰ شامی : ۲/۲۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کیا کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے؟

مسئلہ نمبر (۱۰۷): محترم و مکرم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا کافر اور مشرک ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور وہاں سے کبھی بھی نکل نہیں سکیں گے؟ کیا کبھی  
ایسا وقت بھی آئے گا کہ کافر اور مشرک بھی جہنم سے نکل آئیں گے؟ یا ان کی زندگی ایسی ہوگی جیسے جنتی اور جنت کی کہ  
جنت کی زندگی کی کوئی انتہا نہیں، جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے وہاں سے کبھی بھی نہیں نکلیں گے، کیا بالکل اسی طرح  
کافر اور مشرک لوگوں کی جہنم کی زندگی کی کوئی انتہا نہیں وہ جہنم سے کبھی بھی نکل نہیں سکیں گے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

کفار اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، لقولہ تعالیٰ

”ان اللذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیہا“

..... (البینۃ)

اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے اور قرآن و سنت سے اس پر بے شمار شواہد ہیں، اور اہل ایمان اگر کسی جرم  
کی وجہ سے دوزخ میں گئے تو بالآخر نجات پا کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔

”قال الامام الاعظم فى كتابه الوصية، والجنة والنار حق وهما مخلوقتان ولا فناء لهما ولا لاهلها لقوله تعالى فى حق اهل الجنة اعدت للمتقين وفى حق اهل النار اعدت للكافرين خلقهما الله تعالى للثواب والعقاب وقال ايضا فى الوصية واهل الجنة فى الجنة خالدون واهل النار فى النار خالدون لقوله تعالى فى حق المؤمنين اولئك اصحاب الجنة هم فيها خالدون وفى حق الكفار اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون انتهى“..... (شرح ملاعلى القارى على الفقه الاكبر: ۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اپنے پیر و مرشد کے لیے لفظ ﷺ کا استعمال:

مسئلہ نمبر (۱۰۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں جو ایک مسجد کا امام و خطیب ہے اپنے وعظ جمعہ کے دوران مندرجہ ذیل جملہ ادا کیا، اور کہا کہ میرے شیخ و مربی حضرت مولانا جمیل احمد علیہ السلام کو اللہ نے علمی میدان میں بھی اور تصوف میں بھی بڑے کمال سے نوازا ہے اور بہت متقی اور عبادت گزار ہیں۔

زید ایک مشہور علمی و دینی درس گاہ سے درس نظامی اور دورہ حدیث شریف کا سند یافتہ ہے، تمام عقائد میں اہل السنۃ والجماعۃ سے کلی طور پر متفق ہے، اس سے پہلے کسی طرح کی شکایت اس کے خلاف عوام اہل السنۃ والجماعۃ کو نہ ہے۔

زیدی کی مادری زبان سرائیکی ہے، اور یہ الفاظ مندرجہ بالا دوران وعظ جمعہ سینکڑوں عوام اہل السنۃ والجماعۃ کے سامنے ادا ہوئے، اور الفاظ بالا زید کا عقیدہ بھی نہیں ہے، مگر جمعہ کی تقریر میں اس کی زبان سے یہ الفاظ سینکڑوں لوگوں نے سنے اور گواہ ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) مندرجہ بالا عبارت میں گستاخی سر کا ﷺ پائی جاتی ہے یا نہیں؟

(۲) زید محض الفاظ بالا کی ادائیگی سے گستاخ رسول ﷺ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور اس کی

سزا کیا ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

ان الفاظ سے اجتناب کریں کیونکہ یہ الفاظ مناسب نہیں ہیں، اور اس پر توبہ واستغفار کریں، یہ الفاظ تو ہیں رسالت کے زمرہ میں نہیں آتے بلکہ جہالت کے زمرہ میں آتے ہیں۔

”ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا غیر الملائکۃ الا بطریق التبع قوله ولا یصلی علی غیر الانبیاء الخ لان فی الصلوۃ من التعظیم مالیس فی غیرها من الدعوات وهی زیادة الرحم والقرب من الله تعالى ولا یلیق ذلک بمن یتصور منه خطابا والذنوب الاتباعا بان یقول اللهم صل علی محمد وآله وصحبه وسلم لان فیہ تعظیم النبی ﷺ زیلعی، واختلف هل تکره تحریما او تنزیها او خلاف الاولی وصح النووی فی الاذکار الثانی لکن فی خطبة شرح الاشباہ للبری من صلی علی غیرهم اثم وکره وهو الصحیح وفي المستصفی وحديث ﷺ علی آل ابی اوفی الصلوۃ حقہ فله ان یصلی علی غیرہ ابتداء اما لغير فلاه واما السلام فنقل للقانی فی شرح جوهرۃ التوحید عن الامام الجوينی انه فی معنی الصلوۃ فلا یستعمل فی الغائب ولا یفرد به غیر الانبیاء فلا یقال علی علیہ السلام وسواء فی هذا الاحیاء والاموات الا فی الحاضر فیکال السلام او سلام علیک او علیکم وهذا مجمع علیہ اه اقول ومن الحاضر السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین والظاهر ان العلة فی منع السلام ما قاله النووی فی علة منع الصلوۃ ان ذلک شعار اهل البدعة ولان ذلک مخصوص فی لسان السلف بالانبياء علیهم الصلوۃ والسلام کما ان قولنا عز وجل مخصوص بالله تعالى فلا یقال محمد عز وجل وان کان عزیزا جلیلا ثم قال اللقانی وقال القاضی عیاض الذی ذهب الیه المحققون وامیل الیه ما قاله مالک وسفیان واختاره غیر واحد من الفقهاء والمتکلمین انه یجب تخصیص النبی ﷺ وسائر الانبیاء بالصلوۃ والتسلیم کما یختص الله سبحانه عند ذکره بالتقدیس والتنزیه ویذکر من سواهم بالغفران والرضا کما قال الله تعالى رضی الله عنهم ورضوا عنه یقولون ربنا اغفر لنا

ولاخوانناالذین سبقونا بالایمان وایضا فهوامر لم یکن معروفا فی  
الصدرالاول وانماحدثه الرافضة فی بعض الائمة والتشبه باهل البدع منهی  
عنه فتجب مخالفتهم اه اقول وکراهة التشبه باهل البدع مقررة  
عندنا ایضالکن لا مطلقا بل فی المذموم وفيما قصدبه التشبه  
بهم“.....(الدرمع الرد ۵۳۱:۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### عذاب قبر کتاب وسنت سے ثابت ہے:

مسئلہ نمبر (۱۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں  
ہمارے یہاں قطر میں ایک جماعت ”بنج پیری“ کہلاتی ہے، یہ لوگ عذاب قبر کو نہیں مانتے، کیا ان کے درس  
میں خواہ وہ درس قرآن ہو یا کسی اور موضوع پر ہو، شرکت جائز ہے؟ نیز ایسے عقیدے کے لوگوں کے ساتھ معاشرتی  
روابط رکھنا کیسا ہے؟ کیا ان کے ساتھ کاروباری معاملات اور لین دین رکھ سکتے ہیں؟  
برائے مہربانی ان سوالات کے جوابات دے کر مطمئن فرمائیں، اور اس فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے رہنمائی فرمائیں۔

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

اہل السنة والجماعة کا اس پر اجماع ہے کہ قبر کی راحت اور عذاب حق ہے، اور یہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت  
ہے، اور اہل حق اہلسنت کی تمام کتب علم کلام میں اس کی تصریح موجود ہے، اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا اہل السنة  
سے خارج ہے، اس کا درس وغیرہ سنا جائز نہیں ہے، باقی تعلقات وغیرہ جس طرح دیگر اہل بدعت وھوئی کے ساتھ  
ہوتے ہیں اس طرح ان کے ساتھ بھی رکھنا جائز ہے۔

”سئل شیخ الاسلام قدس اللہ روحہ وھو بمصر عن عذاب القبر هل هو علی  
النفس والبدن او علی النفس دون البدن؟ والمیت یعذب فی قبره حیام  
میتا؟ وان عادت الروح الی الجسد ام لم تعد؟ فهل یتشارکان فی العذاب  
والنعیم؟ او یکون ذلک علی احدهما دون الآخر؟ فاجاب رضی اللہ عنہ  
وجعل جنة الفردوس منقلبه ومثواه آمین الحمد لله رب العالمین بل العذاب

والنعيم على النفس والبدن جميعا باتفاق اهل السنة والجماعة تنعم النفس وتعذب منفردة عن البدن وتعذب متصله بالبدن والبدن متصل بها فيكون النعيم والعذاب عليهما في هذه الحال مجتمعين كما يكون للروح منفردة عن البدن، وهل يكون العذاب والنعيم للبدن بدون الروح؟ هذا فيه قولان مشهوران لاهل الحديث والسنة والكلام وفي المسئلة اقوال شاذة ليست من اقوال اهل السنة والحديث قول من يقول ان النعيم والعذاب لا يكون الا على الروح وان البدن لا ينعم ولا يعذب وهذا قوله الفلاسفة المنكرون لمعاد الابدان وهؤلاء كفار باجماع المسلمين ..... قد ثبت في الكتاب والسنة واتفاق سلف الائمة ان الروح تبقى بعد فراق البدن وانهما منعمة او معذبة“ ..... (مجموعه فتاوى شيخ الاسلام احمد ابن تيميه: ٢٨٣، ٢٨٢/٢)

”قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسؤال منكر ونكير وضغطة القبر حق لكن ان كان كافرا فعذابه يدوم الى يوم القيامة ويرفع عنه يوم الجمعة وشهر رمضان فيعذب اللحم متصلا بالروح والروح متصلا بالجسم فيتالم الروح مع الجسد وان كان خارجا عنه والمؤمن المطيع لا يعذب بل له ضغطة يجد هول ذلك وخوفه والعاصي يعذب ويضغط لكن ينقطع عنه العذاب يوم الجمعة وليلتها ثم لا يعود وان مات يومها او ليلتها يكون العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثم يقطع“ ..... (فتاوى الشامى: ١٠٠/١)

”ثم العذاب عند اهل السنة الجسد بعينه او بعضه بعد اعادة الروح اليه او الى جزء منه وخالف فيه محمد بن جرير وعبد الله بن كذا وطائفة فقالوا لا يشترط اعادة الروح قال اصحابنا هذا فاسد“ ..... (شرح المسلم للنووى: ٣٨٦/٢)

(عمدة القارى شرح صحيح البخارى: ١٤٦/٣)

”اما اهل السنة والجماعة فلهم فيه قولان قيل العذاب على الروح فقط وقيل على الروح والجسد معا وما الى الاول الحافظ ابن القيم رحمه الله تعالى والا قرب عندي هو الثانى“ ..... (فيض البارى: ٢٩٢/٢)

”عذاب القبر للكافرين ولبعض عصاة المؤمنين خص البعض لان منهم من لا يريد الله تعالى تعذيبه فلا يعذب وتنعيم اهل الطاعة في القبر بما يعلمه الله تعالى ويريده وهذا اولى مما وقع في عامة الكتب من الاقتصار على اثبات عذاب القبر دون تنعيمه بناء على ان النصوص الواردة فيه اكثر وسؤال منكر ونكير ثابت كل من هذه الامور بالدلائل السمعية لانها امور ممكنة اخبارها الصادق على ما نطق به النصوص قال الله تعالى ”النار يعرضون عليها غدوا وعشيا ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب“ وقال الله تعالى ”اغرقوا فادخلوا نارا“ قال النبي عليه السلام ”استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه“ وقال عليه السلام ”القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النيران وبالجمله الاحاديث في هذا المعنى اى تنعيم وتعذيب وفى كثير من احوال الآخرة متواترة المعنى وان لم يبلغ احادها حد التواتر“.....(شرح العقائد النسفية: ١٢٣، مطبوعه مكتبه رحمانيه)

”النار يعرضون عليها غدوا وعشيا فى الصحيحين عن عبد الله بن عمران رسول الله ﷺ قال ان احدكم اذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشى ان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان كان من اهل النار فمن اهل النار فيقال له هذا مقعدك حتى يبعثك الله الى يوم القيامة وفيه دليل على ان بقاء النفس وعذاب القبر وقد دلت الاحاديث عليه وانعقد عليه الاجماع“.....(تفسير المظهرى: ٢٠٦/٨)

”البدعة ما احدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويا وصراطا مستقيما اه..... وجهل المبتدع كالمعتزلة مانع ثبوت الصفات زائدة وعذاب القبر والشفاعة وخروج مرتكب الكبيرة والرؤية لا يصلح عذرا لوضوح الادلة من الكتاب والسنة الصحيحة لكن لا يكفر اذ تمسكه بالقرآن او الحديث او العقل وللهي عن تكفير اهل القبلة والاجماع على قبول شهادتهم ولا شهادة لكافر على مسلم“.....(فتاوى شامى: ٤١٢، ٤١٥، ١/٢١)

”ويقبل قول الفاسق والكافر والعبد في المعاملات لكثرة وقوعها كما اذا اخبر انه وكيل فلان في بيع كذا فيجوز الشراء منه ان غلب على الرأي صدقه قوله لكثرة وقوعها فاشترط العدالة فيها يؤدي الى الحرج وقلما يجدا الانسان المستجمع لشرائط العدالة ليعامله او يستخدمه او يبعثه الى وكلائه“ ..... (الدرمع الرد: ٢٢٣..... ٥)

”وجاز عيادة فاسق على الاصح لانه مسلم والعيادة من حقوق المسلمين قوله وجاز عيادة فاسق وهذا غير حكم المخالطة ذكر صاحب الملتقط يكره للمشهور المقتدى به الاختلاط برجل من اهل الباطل والشر الابقدر الضرورة لانه يعظم امره بين الناس ولو كان رجل لا يعرف بداربه ليدفع الظلم عن نفسه من غير اثم فلا بأس به اه“..... (الدرمع الرد : ٥/٢٤٥، ٢٤٢)

”وفى الحاوى وعن ابى سلمة الفقيه انه قال هذه عشرة مسائل التي وجدت عليها مشائخ السلف من اهل الهداية والجماعة من آمن بها كان منهم ومن لم يؤمن بها فهو صاحب هوى وبدعة ثم عده هذه العشرة، وقال قال شيخ الامام ابوبكر محمد بن احمد القاضي ان الله تعالى خلق افعال العباد وافعالهم بقضاء الله تعالى ومشيته وان الله تعالى خالق لم يزل ..... وان شفاعة محمد حق لاهل الكبائر من امته وان عذاب القبر حق“..... (البحر الرائق : ٨/٣٣٢، ٣٣١)

”قال الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالى ينبغي ان لا ياخذ العلم الا من امين“ ..... (فتاوى الهندية: ٨/٣٤٨)

”حدثنا محمد بن على حدثنا النضر اخبرا بن عوف عن ابن سيرين قال هذا الحديث دين فانظروا عمن تاخذون دينكم“..... (جامع الترمذى : ٥٦/٢، مكتبة رحمانية لاهور)

والله تعالى اعلم بالصواب



**یا جوج ماجوج اور قیامت کی بڑی بڑی علامات کا ثبوت قرآن وحدیث سے:**

مسئلہ نمبر (۱۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) یا جوج ماجوج کا ذکر قرآن پاک اور حدیث مبارکہ میں کس جگہ آتا ہے؟

(۲) ظہور مہدی، علامات قیامت، نزول عیسیٰ علیہ السلام، دجال کی آمد اور اس کے حالات کیا ہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) یا جوج ماجوج کا ذکر قرآن وحدیث میں تفصیل کے ساتھ وارد ہوا ہے، قرآن پاک میں سورۃ الکہف پارہ

نمبر ۱۶ رکوع نمبر ۲ میں اس کی تفصیل ہے علامات قیامت اور نزول مسیح شاہ رفیع الدین صاحب کی کتاب علامات قیامت، دجال کی آمد اور اس کے تفصیلی حالات ملاحظہ ہوں (علامات قیامت: ۱۲۵)

(۲) قیامت سے پہلے امام مہدی علیہ الرضوان پیدا ہوں گے اور وہ آنحضرت ﷺ کی اولاد میں سے ہوں گے اور اس جماعت کے آخری امیر ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فجر کی نماز کے وقت ہوگا اور اس حالت میں نزول ہوگا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر رکھے ہوں گے اور ان کا نزول دمشق کی مشرقی سمت میں سفید منارے کے پاس یا بیت المقدس میں امام مہدی کے پاس ہوگا۔

(۱) ”قالوا يذا القرنين ان ياجوج وماجوج مفسدون في الارض فهل نجعل لك خرجا على ان تجعل بيننا وبينهم سدا، قال البغوي روى قتادة عن ابي رافع عن ابي هريرة يرفعه ان ياجوج وماجوج يحضرونه يعني السد كل يوم حتى اذا كادوا يرون شعاع الشمس قال الذي عليهم ارجعوا فستحفرونه غدا فيعبد الله عز وجل كما كان حتى اذا بلغت مدتهم حفروا حتى اذا كادوا يرون شعاع الشمس قال الذي عليهم ارجعوا فستحفرونه ان شاء الله غدا واستثنى فيعودون اليه وهو كهيئته حين تركوه فيحفرونه فيخرجون على الناس فيتبعون المياه ويتحصن الناس في حصونهم منهم فيرمون سهامهم الى السماء فيرجع فيها كهيئة الدم فيقولون قهرنا اهل الارض وعلونا اهل السماء فيبعث الله عز وجل لففافي اقفايهم فيهلكون وان دواب الارض يسمن ويشكر من لحومهم شكرا“..... (تفسير المظهری: ۵/۴۲۰)

”وعن ابی سعید قال ذکر رسول اللہ ﷺ بلاء يصيب هذه الامة حتى لا يجد الرجل ملجأ ليجأ اليه من الظلم فيبعث الله رجلا من عترتي واهل بيتي فيملأ به الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا يرضى عنه ساكن السماء وساكن الارض لاتدع السماء من قطرها شيئا الا صبته مدرارا، ولا تدع الارض من نباتها شيئا الا اخرجته حتى يتمنى الاحياء الاموات يعيش في ذلك سبع سنين او ثمان سنين او تسع سنين (رواه الحاكم) فيبعث الله رجلا اى كاملا عادلا عالما عاملا وهو المهدى من عترتي اى اقربى واهل بيتى اى من اخصهم فيملا اى الله به اى بسبب وجود ذلك الرجل الارض اى جميعها“..... (المرقات: ٩٤، ٩٨/١٠)

”وعن ام سلمة عن النبي ﷺ قال يكون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من اهل المدينة هاربا الى مكة فيأتيه الناس من اهل مكة فيخرجوه وهو كاره فيبايعونه بين الركن والمقام ويبعث اليه بعث من الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكة والمدينة فاذا رأى الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه ثم ينشأ رجل من قريش اخواله كلب فيبعث اليهم بعثا فيظهرون عليهم وذلك بعث كلب ويعمل فى الناس بسنة نبينهم ويلقى الاسلام بجرانه فى الارض فيلبث سبع سنين ثم يتوفى ويصلى عليه المسلمون رواه ابو داؤد“..... (المرقات: ٩٢، ٩٣/١٠)

”عن حذيفة ابن اسيد الغفارى قال اطلع النبي ﷺ علينا ونحن نتذاكر فقال ماتذكرون؟ قالوا نذكر الساعة قال انها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر آيات فذكر، الدخان، والدجال، والدابة، وطلوع الشمس من مغربها، ونزول عيسى ابن مريم، وياجوج وماجوج، وثلاثة خسوف، خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف بجزيرة العرب، وآخر ذلك نار تخرج من اليمن تطرد الناس الى محشرهم وفى رواية نار تخرج من قعر عدن تسوق الناس الى المحشر وفى رواية فى العاشرة وريح تلقى الناس فى البحر رواه مسلم“..... (المرقات: ١٠٣، ١٠٥/١٠)

”وقد روى الطبرانى عن اوس بن اوس مرفوعا ينزل عيسى بن مريم عند المنارة البيضاء شرقى دمشق وروى الترمذى عن مجمع بن جارية مرفوعا يقتل ابن مريم الدجال باب لد فى النهاية هو موضع بالشام وقيل بفلسطين ، كذا فى شرح الترمذى للسيوطى وفى القاموس لد بالضم قرية بفلسطين يقتل عيسى عليه السلام الدجال عند بابها هذا وقد قيل ان اول الآيات الدخان ثم خروج الدجال ثم نزول عيسى عليه الصلوة والسلام ثم خروج ياجوج وماجوج ثم خروج الدابة ثم طلوع الشمس من مغربها فان الكفار يسلمون فى زمن عيسى عليه السلام حتى تكون الدعوة واحدة ولو كانت الشمس طلعت من مغربها قبل خروج الدجال ونزوله لم يكن الايمان مقبولا من الكفار فالواؤ لمطلق الجمع فلا يرد ان نزوله قبل طلوعها ولا ماسياتى ان طلوع الشمس اول الآيات“.....(مرقات المفاتيح: ١٠٣، ١٠٤، ١٠٥)

”اذ بعث الله عيسى بن مريم عليه السلام فينزل عند المنارة البيضاء شرقى دمشق بين مهرودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا طأ رأسه قرط واذا رفعه تحدر منه مثل جمان كاللؤلؤ“.....(تفسير المظهرى: ٥/٢٢١)

”روى مسلم عن النواس بن سمعان قال ذكر رسول الله ﷺ الدجال ذات غداة فخفض فيه ورفع حتى ظنناه فى طائفة النخل فلما دخلنا اليه عرف ذلك فينا فقال ما شانكم؟ فقلنا يا رسول الله ذكرت الدجال فخفضت فيه ورفعت حتى ظنناه فى طائفة النخل فقال غير الدجال اخوف عليكم ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فامرؤ حجيجه نفسه والله خليفتى على كل مسلم انه شاب قطط عينه طافية اشبهه لعبد العزى بن قطن فمن ادركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف انه خارج بين الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد الله دفاثبتوا قلنا يا رسول الله مالبه فى الارض؟ قال اربعون يوما يوما كسنة ويوما كشهر ويوم كجمعة وسائر ايامه كايامكم قلنا فذلك اليوم الذى كسنة ايكفينا فيه صلوة يوم؟ قال لا اقدروا له

قدرہ قلنا یا رسول اللہ و ما سراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرته الريح  
فیاتی علی القوم فیدعوہم فیؤمنون بہ ویستجیون لہ فیأمر السماء فیمطر  
علیہم والارض فینبت ویروح علیہم سارحتہم اطول ما کانت ذری واسبغة  
ضروعا و امده خواصرثم یاتی القوم فیدعوہم فیردون علیہ قوله قال فینصرف  
عنہم فیصبحون ممحلین لسیبایدیعہم شیء من اموالہم ویمر بالخربة فیقول  
لہا اخرجی کنوزک فیتبعہ کنوزہا کیعاسب النحل ثم یدعوا رجلا ممتلئا  
شبابا فیضربہ بالسيف فیقطعہ جزلتین رمیة الغرض ثم یدعوه فیقبل ویتهلل  
وجہہ ویضحک“.....(تفسیر المظهری ۴۲۰، ۴۲۱/۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### مخصوص ایام میں ایصالِ ثواب کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۱): محترم و مکرم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل نکات کا جواب شریعت کے مطابق درکار ہے۔

(۱) جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے دفن کرنے کے بعد کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے، یہ کھانا کسی رشتہ دار کی طرف سے ہوتا ہے، کل حاضرین کھانا کھاتے ہیں، اگر کوئی کھانا نہیں کھاتا تو اس پر برا مناتے ہیں، اس کھانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) انتقال کے دوسرے تیسرے دن قل کا انتظام ہوتا ہے اس میں قرآن خوانی ہوتی ہے، جو حاضرین قرآن شریف نہیں پڑھ سکتے وہ چنے کے دانوں یا گٹھلیوں پر کلمہ شریف یا درود شریف پڑھتے ہیں، اختتام پر چنے یا حسب حیثیت پھل وغیرہ تقسیم کیے جاتے ہیں، اس کا انتظام وراثت کرتے ہیں، وراثت بالغ اور پرہیزگار بھی ہوتے ہیں، اور اپنے طور پر خرچ برداشت کرتے ہیں، چھوٹے یتیموں کا مسئلہ اس میں نہیں آتا، اس خرچ کو کچھ لوگ نفلی صدقہ کہتے ہیں، کیا شریعت کے مطابق یہ نفلی صدقہ کہلائے گا یا بیجا خرچ؟ اور کیا ایک خاندانی طو پر سید شخص اس کو کھا سکتا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

ایصالِ ثواب کرنا شرعاً جائز ہے لیکن کسی مخصوص دن کو عقیدتاً ایصالِ ثواب کا دن سمجھ کر مقرر کرنا شرعاً درست

نہیں، بغیر اعتقاد تعین کے کسی بھی دن ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں، نفلی صدقہ غنی اور سید دونوں کھا سکتے ہیں۔

”وقول النبی ﷺ لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ای فی حق الخروج عن العہدة لافی حق الثواب فان من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات او الاحیاء جاز ویصل ثوابها الیہم عند اهل السنة والجماعة وقد صح عن رسول اللہ ﷺ انه ضحی بکبشین املحین احدہما عن نفسه والاخر عن امته ممن آمن بوحدا نية اللہ تعالیٰ وبرسالته ﷺ وروی ان سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنه ان سأل رسول اللہ ﷺ فقال یرسل اللہ ان امی كانت تجب الصدقة افاتصدق عنها فقال النبی ﷺ تصدق وعليہ عمل المسلمین من لدن رسول اللہ ﷺ الی یومنا هذا من زیارة القبور وقراءة القرآن علیہا، والتکفین والصدقات والصوم والصلوة وجعل ثوابها للاموات“.....(بدائع الصنائع: ۲/۴۵۴)

”قوله وبتخاذ طعام لهم قال فی الفتح ویستحب لجیران اهل المیت والاقرباء الیابعد تہیة طعام لهم یشبعہم یومہم ولیلتہم لقوله ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاءہم ما یشغلہم حسنة الترمذی وصححه الحاکم ولانه بروم معروف ویلح علیہم فی الاکل لان الحزن یمنعہم من ذلک فیضعفون وقال ایضا ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة روى الامام احمد وابن ماجہ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعہم الطعام من النیاحة وفی البزازیة ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعدا لاسبوع اقول وفی الیوم العاشر والعشیرین والاربعین وبعد ستة اشهر وسنة کما هو مروج فی الجهال بل هو بدعة مستقبحة لانه لا اصل لتعین بہذہ الایام ولا یعد هذا الطعام من الصدقات حتی یترب علیہ الثواب لان مصرف الصدقات الغرباء والفقراء وهذا انما یاکلہ الاقرباء والاصدقاء وفیہم الامراء والاغنیاء ویکرہ ایضا نقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اول قراءۃ سورة

الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاكل يكره وفيها من كتاب الاستحسان من البرازية وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا.....(الدر مع الرد: ١/٦٢٢)

”ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لاللميت ولللقارئ وقال العيني في شرح الهداية ويمنع القارئ للدنيا والآخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع في زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لا يجوز لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للامر والقراءة لاجل المال فاذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فايصل الثواب الى المستاجر ولو لا الاجرة ما قرء احد لاحد في هذا الزمان بل جعلوا القرآن مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا وانا لله وانا اليه راجعون اه“.....(فتاوى الشامى: ٥/٣٩)

”ولا يصح الاستئجار على القراءة واهدائها الى الميت لانه لم ينقل عن احد من الائمة الاذن في ذلك“.....(فتاوى الشامى: ٥/٣٩)

”قوله وبنى هاشم ومواليهم اى لا يجوز الدفع لهم لحديث البخارى نحن اهل بيت لا تحل لنا الصدقة ولحديث ابى داؤد مولى القوم من انفسهم وانا لا تحل لنا الصدقة.....عن العتابة ان النفل جائز لهم بالاجماع كالنفل للغنى“.....(البحر الرائق: ٢/٢٣٠، ٢٢٩)

”وقيد بالزكوة لان النفل يجوز للغنى كما للهاشمى“.....(البحر الرائق: ٢/٢٢٤)

”لكن اذا تصدق عن الميت على من يقرء القرآن او غيرهم ينفعه ذلك باتفاق المسلمين وكذلك من قرأ القرآن محتسبا وأهداه الى الميت نفعه ذلك والله اعلم“.....(مجموعه فتاوى شيخ ابن تيميه: ٢٢/٣٠٠)

والله تعالى اعلم بالصواب



## شیعہ کا جنازہ پڑھنے والے مسلمانوں کے نکاح اور ایمان کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شیعہ کا جنازہ شیعہ امام نے پڑھایا اور بستی کے اہل سنت مسلمانوں نے یہ جنازہ پڑھا، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ اگر شیعہ کے عقائد کفریہ ہیں، یعنی الوہیت علی، یا تحریف قرآن وغیرہ کے قائل ہیں اور ان کو مسلمان سمجھ کر اگر جنازہ پڑھا تو پڑھنے والوں کے ذمہ تجدید ایمان ضروری ہے اور اگر شادی شدہ ہوں تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے، لیکن اگر ان کو مسلمان سمجھ کر نہیں پڑھا تو اس صورت میں توبہ و استغفار کرنی پڑے گی، واضح رہے کہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح اس صورت میں ضروری ہے جب کہ ان کو اس شیعہ کے عقائد کفریہ کا علم ہو۔

”فی البحر عن الجوهرية معزى للشهيد من سب الشيخين او طعن فيهما كفرو ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسى وابوالليث وهو المختار للفتوى انتهى وجزم به فى الاشباه واقره المصنف قائلا (قوله لكن فى النهر الخ)..... اقول نعم نقل فى البزازیة عن الخلاصة ان الرافضى اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر وان كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع اه..... نعم لاشك فى تكفيره من قذف السيدة عائشة رضى الله تعالى عنها وانكر صحبة الصديق او اعتقد الألوهية فى على او ان الجبريل غلط فى الوحى او نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن“..... (درمع الرد: ۳۲۰، ۳۲۱/۳)

”الرافضى اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعباد بالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله تعالى وجهه على ابى بكر رضى الله تعالى عنه لا يكون كافرا الا انه مبتدع والمعتزلى مبتدع الا اذا قال باستحالة الرؤية فحينئذ هو كافر كذا فى الخلاصة ولو قذف عائشة رضى الله عنها بالزنى كفر بالله ولو قذف سائر نسوة النبى ﷺ لا يكفر ويستحق اللعنة ولو قال عمرو و عثمان وعلى رضى الله عنهم لم يكونوا اصحابا لا يكفر ويستحق اللعنة كذا فى خزانة الفقه“

”من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فهو کافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع وليس بکافر والصحيح انه کافر وكذلك من انکر خلافة عمر رضی اللہ عنہ فی اصح الاقوال کذا فی الظهيرية“

”ويجب اكفارهم باكفار عثمان وعلی وطلحة وزبير وعائشة رضی اللہ تعالیٰ عنهم ..... ويجب اكفار الروافض فی قولهم برجة الاموات الى الدنيا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الى الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن وهم الامر والنهي الى ان يخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبرائيل عليه السلام غلط فی الوحي الى محمد ﷺ دون علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين كذا فی الظهيرية“..... (فتاوى الهندية: ۲/۲۶۲)

”ولا تصل علی احد منهم مات قال علماؤنا هذانص فی الامتناع من الصلاة علی الکفار وليس فيه دليل علی الصلوة علی المؤمنين واختلف هل يؤخذ من مفهومه وجوب الصلوة علی المؤمنين علی قولين يؤخذ لانه محلل المنع من الصلاة علی الکفار لکفرهم لقوله تعالیٰ انهم کفروا بالله ورسوله“..... (الجامع لاحکام القرآن للقرطبي: ۸/۲۲۱)

”وشرطها ای شرط الصلوة علیه (اسلام الميت وطهارته) اما الاسلام فلقلوه تعالیٰ ولا تصل علی احد منهم مات ابدی عنی المنافقين وهم الکفرة ولانما شفاعة للميت اکراما له وطلب المغفرة والکافر لا تنفعه الشفاعة ولا يستحق الاکرام“..... (تبیین الحقائق: ۱/۲۳۹)

”وفی شرح الوهبانية للشرنبلالی ما یكون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا ومافیہ خلافيومر بالاستغفار والتوبة وتجديد النکاح (قوله والتوبة) ای تجديد الاسلام (قوله وتجديد النکاح) ای احتیاطا کما فی الفصول العمادية وزاد فیها قسما ثالثا فقال وماکان خطاء من الالفاظ ولا یوجب الکفر فقائله یقر علی حاله ولا یومر بتجديد النکاح ولكن یومر

بالاستغفار والرجوع عن ذلك وقوله احتياطا ای یامره المفتی بالتجدید  
لیکون وطؤه حلالا بالاتفاق“.....(درمع الرد: ۳/۳۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

**خلاف شرع کام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۱۳): محترم و مکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسئلہ کا قرآن وحدیث کے احکام کے مطابق حل پوچھنا درکار ہے۔

گزارش ہے کہ مجھے لاعلم رکھتے ہوئے میری بیوی اور میری شادی شدہ بچی نے کچھ سود خور مرد و خواتین حضرات سے رقم وصول کی جس کی سود کی شرح 10 سے 15 فی صد ماہانہ تھی اور جو سود در سود کے حساب سے لاکھوں میں بن گئی، مجھے اس وقت معلوم ہوا جب تقاضا شروع ہوا اور بات لڑائی جھگڑے تک آگئی جس سے میں اور میرے دونوں بچے جو کہ شادی شدہ ہیں بہت پریشان ہوئے اور گھر میں ایک جھگڑے کی فضا بن گئی اور ماں بیٹے اور میری بیوی بچی سے آئے دن بدتمیزی کی فضا بن گئی ہے، میں اللہ اور اس کے رسول کو سامنے رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ مجھے صرف یہ بتایا گیا کہ یہ عورتیں کمیٹیاں وصول کرنے آتی ہیں، اس میں اور کوئی بات نہیں بقول میری بیگم اور بچی، اس فضا میں میں سخت پریشان ہوں نہ رقم واپس کرنے کا تحمل ہوں کیونکہ ایک ریٹائرڈ ٹیچر ہوں میرا گزر بسر میرے بزنس اور بچے کی ملازمت سے ہو رہا تھا، سود کی کوئی رقم گھر کے مصرف میں نہ آئی ہے، اگر آتی تو ہم بھی برابر کے مجرم تھے، لیکن واللہ ہمیں تو اس وقت معلوم ہوا جب جھگڑا شروع ہوا جب یہ ماں بیٹی ایک کا قرضہ اتارنے کے لیے دوسرے سے سود پر رقم وصول کرتی رہیں جس کی شرح بینک سے تقریباً 200 گنا زیادہ ہے۔

اب آپ سے یہ التماس ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے میاں بیوی کے حقوق و فرائض کیسے اور کس طرح ادا ہوں اور میں ان دونوں کے ساتھ کس طرح کا رویہ اپناؤں اور اپنے معاملات کس طرح نبھاؤں، مجھے اور بچوں کو معاشرے میں سخت نفرت انگیز نظروں سے دیکھا جا رہا ہے، جگہ جگہ پنچائیت اور بیوی اور بیٹی کی کہانیاں پریشان کیے ہوئے ہیں، کبھی سوچتا ہوں کہ گھر سے بھاگ جاؤں مگر یہ مسئلہ کا حل نہیں ہے، اب مجھے ان کے ساتھ کس طرح تعلقات قائم رکھنے چاہئیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے ہاں گناہ گار نہ ہو جاؤں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

گھروالوں اور بچوں کو اس ناجائز فعل کی قباحت سمجھائیں اور جو شخص اس کام میں ملوث ہے اور آپ کے اہل وعیال میں شامل ہے انہیں اس بات پر آمادہ کریں کہ آئندہ کے لیے خلاف شریعت امور سے مکمل اجتناب کریں اور سابقہ حرام فعل پر اللہ کے حضور سچی توبہ کریں۔

”وينبغي ان يكون التعريض اولاً باللفظ والرفق ليكون ابلغ في الموعظة والنصيحة ثم التعنيف بالقول لا بالسب والفحش ثم باليد كإراقة الخمر وإتلاف المعازف ذكر الفقيه في كتاب البستان ان الامر بالمعروف على وجوه ان كان باكبر رأيه انه لو امر بالمعروف يقبلون ذلك منه ويمنعون عن المنكر فالامر واجب عليه ولا يسعه تركه“..... (فتاوى الهندية: ٥٢/٣)

”قوله تعالى فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله هذا وعيد ان لم يذروا الربا والحرب داعية القتل روى ابن عباس انه يقال يوم القيامة لا اكل الربا خذ سلاحك للحرب..... دلت هذه الآية على ان اكل الربا والعمل به من الكبائر ولا خلاف في ذلك على ما بينه وروى عن النبي ﷺ انه قال ياتي على الناس زمان لا يبقى احدا الا اكل الربا ومن لم ياكل اصابه من غباره وروى الدارقطني عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة ان النبي ﷺ قال لدرهم ربا اشد عند الله من ست وثلاثين زنية في الخطيئة وروى عنه عليه السلام انه قال الربا تسعة وتسعون بابا ادنها كاتيان الرجل بامه يعنى الزنا بامه، وقال ابن مسعود اكل الربا وموكله وكاتبه وشاهده ملعون على لسان محمد ﷺ وروى البخارى عن ابي جحيفة قال نهى رسول الله ﷺ عن ثمن الدم و ثمن الكلب وكسب الامة ونهى عن الواشمة والموشومة و اكل الربا وموكله ولعن المصور وفي صحيح مسلم عن ابي هريرة رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اجتنبوا السبع الموبقات..... وفيها واكل الربا، وفي مصنف ابي داؤد عن ابن مسعود قال لعن رسول الله ﷺ اكل الربا وموكله وكاتبه

وشاہدہ وقال هم سواء، رواه مسلم“.....(الجامع لاحکام القرآن: ۳۶۴، ۳۶۳/۳)

”قال الخطابی سوى رسول الله ﷺ بين آكل الربا وموكله اذ كل لا يتوصل الى اكله الا بمعاونته ومشاركته اياه فهما شريكان في الاثم كما كانا شريكين في الفعل“.....(مرقات المفاتيح : ۶/۴۳)

”وايضا قد نصوا على ان ارکان التوبة ثلاثة الندامة على الماضى والاقلع فى الحال والعزم على عدم العود فى الاستقبال“.....(شرح فقه الاكبر: ۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### درس قرآن کو بند کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۴): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سابقہ رمضان میں محلے کی مسجد میں تبلیغی جماعت کا آنا ہوا تو عصر کی نماز کے بعد ایک شخص کا بیان ہوا، اس نے بیان میں کہہ دیا کہ اجتماعی عمل مسجد میں کیا جاتا ہے اور اجتماعی عمل کی مثال سمندر کی سی ہے اور انفرادی عمل کی مثال پانی کے قطرے کی سی ہے، جو کوئی مسجد میں انفرادی عمل میں مشغول ہو اس کو چاہیے کہ اجتماعی عمل میں پہلے شرکت کرے پھر اپنے انفرادی عمل میں مشغول ہو جائے مثلاً تلاوت ذکر وغیرہ، محلے کی مسجد میں درس قرآن ہوتا ہے ہمارے ساتھی نے تعلیم کے دوران کہہ دیا کہ درس قرآن پاک کو شرعی عذر کے بغیر چھوڑنے والا گناہ گار ہوتا ہے، ان دونوں عملوں پر ایک یادو ساتھیوں نے ناراضگی کا اظہار کیا، اور مسجد کی کمیٹی کو کہہ کر اس ساتھی کا مسجد میں بیان بند کروادیا، کیا قرآن وحدیث کی رو سے کمیٹی اس کا بیان بند کروا سکتی ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

اجتماعی کام واقعی باعث برکت زیادہ ہے مگر درس قرآن بھی تو اجتماعی عمل ہے اس سے نفرت کا اظہار کیوں کیا جاتا ہے، اگر کوئی شخص غلو کرے تو کمیٹی اس کا بیان بند کر دے تو یہ درست ہے، دین کا کام جو بھی کرے وہ دین کا ہی کام ہے، اس لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے نہ کہ مخالفت، اور جس شخص کا بیان کمیٹی نے بند کیا ہے اس نے تو قرآن پاک کے درس کی اہمیت بیان کی ہے اس وجہ سے کمیٹی نے جو اقدام کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔

”قال الوبرى فى المسجد عظة وقراءة القرآن فلاستماع الى العظة اولى  
كذافى القنية“.....(فتاوى الهندية: ٥/٣١٨)

”ولو جلس المعلم فى المسجد والوراق يكتب فان كان المعلم يعلم للحسبة  
والوراق يكتب لنفسه فلا بأس به لانه قرينة وان كان بالاجرة يكره الا ان يقع  
لهما الضرورة“.....(فتاوى الهندية: ٥/٣٢١)

”لابأس بالجلوس للوعظ اذا اراد به وجه الله تعالى“.....(فتاوى  
الهندية: ٥/٣١٩)

”رجل تعلم بعض القرآن ثم وجد فراغا فتعلم القرآن افضل من صلوة  
التطوع“.....(خلاصة الفتاوى: ١/١٠٢)

”التذكير على المنابر للوعظ والاتعاظ سنة الانبياء والمرسلين“.....  
(الدر على هامش الرد: ٥/٢٩٩)

”عن ابى موسى قال كان رسول الله ﷺ اذا بعث احدا من اصحابه فى بعض  
امره قال بشروا ولا تنفروا ويسروا ولا تعسروا متفق عليه، قال بشروا اى  
الناس بالاجر والمثوبات على الطاعات وفعل الخيرات ولا تنفروا اى لا  
تخوفوهم بالمبالغة فى انذارهم حتى تجعلوهم قانطين من رحمة الله بذنوبهم  
واوزارهم“.....(مرقات المفاتيح: ٤/٢٤١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**سکول ٹیچر سے متعلق شریعت کے اوامر و نواہی:**

مسئلہ نمبر (۱۱۵): میں ایک سرکاری سکول میں ڈل ٹیچر ہوں، ششم تا ہشتم کے بچوں کو پڑھاتا ہوں، میرے شعبہ  
سے متعلقہ شریعت کے اوامر و نواہی سے تفصیل سے مطلع فرمادیں تاکہ بندہ اس پر عمل کر سکے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

آپ کے شعبہ سے متعلقہ امر و نہی اس حدیث کے ماتحت ہیں ”کلکم راع و کلکم مسئول عن  
رعیتہ“ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی، لہذا آپ کے لیے وقت

پر آنا جانا اور پڑھائی کے اوقات میں صرف پڑھانا ہوگا، اور جس طرح بچوں نے اپنے اوقات وجان و مال آپ کی خدمت میں حاضر کیا ہے اسی طرح شوق اور مطالعہ کے ساتھ آپ کو پڑھانا ہوگا اور کوشش کریں کہ ان کو ضرور دینی علم پڑھائیں خاص طور پر پاکی، ناپاکی، پردہ وغیرہ کے بارے میں خوب سمجھائیں اور ترغیب دیں۔

بچوں کو مسائل سمجھانے کے لیے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کی کتاب تعلیم الاسلام نہایت مفید ہے۔

”وعن عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس راع وهو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اهل بیتہ وهو مسئول عن رعیتہ والمرءۃ راعیۃ علی بیت زوجها وولده وہی مسئولة عنهم عبدالرجل راع علی مال سیدہ وهو مسئول عنه الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (متفق علیہ) فی شرح السنة معنی الراعی هنا الحافظ المؤتمن علی مایلیہ امرہم النبی ﷺ بالنصیحة فیما یلونهم وحذرہم الخیانة فیہ باخبارہ انہم مسئولون عنہ فالرعاۃ حفظ الشئ وحسن التعہد فقد استوی هؤلاء فی الاسم ولكن معانیہم مختلفۃ امارعاۃ الامام ولایۃ امور الرعیۃ فالحیاطۃ من ورائہم واقامۃ الحدود والاحکام فیہم ورعاۃ الرجل اہلہ فالقیام علیہم بالحق فی النفقۃ وحسن العشرۃ ورعاۃ المرأة فی بیت زوجها فحسن التدبیر فی امر بیتہ والتعہد بخدمۃ اضیافہ ورعاۃ الخادم فحفظ مافی یدہ من مال سیدہ والقیام بشغلہ“

..... (مرقاۃ المفاتیح: ۲۴۱، ۲۴۲/۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

**برکت کی نیت سے گھر میں قرآن خوانی، حمد و نعت اور بیان کروانے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۱۶): محترم و مکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دینی و دنیاوی زندگی میں برکت کے لیے مندرجہ ذیل اعمال جائز ہیں یا ناجائز؟

(۱) تلاوت قرآن پاک (قرآن خوانی)۔

- (۲) حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول ﷺ۔
- (۳) عالم دین کا خطاب اور پھر نبی پاک ﷺ کے لیے درود و سلام پڑھنا۔
- (۴) اجتماعی دعا اور آخر میں شیرینی کے اہتمام سے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

برکت کے لیے گھر کے اندر بغیر عقیدہ تعین تاریخ کے قرآن مجید کی تلاوت کرنا، حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول ﷺ کا پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ نعت میں ایسے کلمات نہ ہوں جو موہم شرک ہوں۔

اسی طرح عالم دین کا خطاب کروانا جو شریعت و سنت کے مطابق ہو جائز ہے، بلکہ بہترین عبادت ہے، بشرطیکہ بدعات کی ترویج پر مشتمل نہ ہو۔

اور حضور علیہ السلام پر درود و سلام پڑھنا بھی بہترین عبادت ہے بشرطیکہ وہ درود و سلام کتاب و سنت سے ثابت اور اس میں ایسے کلمات نہ ہوں جو موہم شرک ہوں۔

اور اجتماعی دعا کرنا بھی جائز ہے، اور آخر میں شیرینی تقسیم کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ شیرینی نذر بغیر اللہ نہ ہو۔

”قال فی الفتاویٰ النسفی القرآن کله بركة قراءة القرآن اشد على الشيطان من سائر الطاعات“..... (خلاصة الفتاویٰ ۱۰۳ / ۱)

”قال فی الضیاء المعنوی العشرون ای من آفات اللسان الشعر سئل عنه ﷺ  
فقال کلام حسنہ حسن و قبیحہ قبیح ومعناه ان الشعر کالنثر یحمد حین  
یحمد و یذم حین یذم ولا بأس باستماع نشید الاعراب و هو انشاد الشعر من  
غیر لحن و یحریم هجوم مسلم ولو بمافیہ قال ﷺ لان یمتلی جوف احدکم  
قیحاً خیر له من ان یمتلی شعراً فما کان منه فی الوعظ والحکم و ذکر نعم الله  
تعالیٰ وصفة المتقین فهو حسن وما کان من ذکر الاطلال والازمان والامم  
فمباح وما کان من هجوم و سخر فحرام وما کان من وصف الخدود و القدود  
والشعور فمکروه“..... (فتاویٰ ۴۸۸ / ۱)

”و کثیر فی شعر حسان رضی الله تعالیٰ عنه من هذا کقوله و قد سمعه النبی

ﷺ تبليت فؤادک فی المنام خريدة تسقى الضجیع ببارد بسام“..... (فتاویٰ الشامی: ۱/۳۵)

”التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنة الانبياء والمرسلين“..... (الدر علی هامش الرد: ۵/۲۹۹)

”قال سئل محمد عن الصلوة علی النبی ﷺ فقال يقول اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد كما صليت علی ابراهيم وعلی آل ابراهيم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد كما بارکت علی ابراهيم وعلی آل ابراهيم انک حمید مجید وهی الموافقة لما فی الصحيحين وغيرهما“..... (فتاویٰ الشامی: ۳۷۸، ۳۷۹/۱)

”رواية النسائي من صلى علی واحدة ﷺ عشر صلوات وحط عنه عشر سيئات ورفعت له عشر درجات“..... (فتاویٰ الشامی: ۱/۳۸۰)

درود شریف کے متعلق علامہ شامی لکھتے ہیں۔

”نص العلماء علی استحبابها فی مواضع يوم الجمعة وليلتها..... واول الدعاء ووسطه وآخره وعقب دعاء القنوت وعند الفراغ من التلبية وعند الاجتماع والافتراق وعند الوضوء وعند طين الاذن وعند نسيان الشيء وعند الوعظ ونشر العلوم وعند قراءة الحديث ابتداء وانتهاء“..... (فتاویٰ الشامی: ۱/۳۸۳)

”ويستحب له اذا ختم القرآن ان يجمع اهله عن انس بن مالك كان اذا ختم القرآن جمع اهله ودعا عن الحكم قال كان مجاهد وعبد بن ابي لبابة وقوم يعرضون المصاحف فاذا ارادوا ان يختتموا وجهوا لينا احضرونا فان الرحمة تنزل عند ختم القرآن“..... (تفسير القرطبي: ۳۰، ۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ادعیہ ماثورہ میں الفاظ کا اضافہ کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۱۷): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال یہ ہے کہ قرآن کریم میں درج دعاؤں کے پڑھنے کے ساتھ پہلے یا بعد میں الفاظ کا اضافہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

قرآن و سنت میں جو دعائیں و اذکار جس طریقہ سے مروی ہیں اولیٰ و افضل یہی ہے کہ انہیں طریقہ کے مطابق انہیں الفاظ کے ساتھ کی جائیں اور اپنی طرف سے ان میں اضافہ یا کمی نہ کی جائے، جیسا کہ بخاری شریف میں باب الوضوء کی آخری روایت میں ایک صحابی نے حضور ﷺ کی دعاء سننے کے بعد کہ جس میں حضور ﷺ اس صحابی کو دعا سکھائی تھی اس میں صحابی نے ”و نبیک الذی ارسلت“ کی بجائے ”و برسولک الذی ارسلت“ پڑھا تو اس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہی الفاظ پڑھو جو میں نے بتائے ہیں، اس پر حافظ ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے کہ ذکر و اذکار کے الفاظ کا متعین ہونا ہی مسموع ہے، اور ثواب ان میں زیادہ ہے، اور بسا اوقات منقولی الفاظ میں ایسے رموز ہوتے ہیں کہ جو دوسرے الفاظ میں نہیں آسکتے، الفاظ میں تغیر نہیں کر سکتا اور نہ ہی درمیان میں اضافہ کرنا چاہیئے، آخر میں کلمات کا اضافہ کر سکتے ہیں۔

”قال الحافظ فی الفتح تحت قوله عليه السلام، قال لا ونبیک الذی

ارسلت، اولان الالفاظ الاذکار توقیفیة فی تعیین اللفظ و تقدیر الثواب

فربما کان فی اللفظ لیس فی الآخر ولویرادفه“..... (فتح الباری :

۱/۲۸۵)

”والتسلیة علی المذهب وھی لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک ان

الحمد و النعمة لک و الملک لا شریک لک و زدندبا فیہا ای علیہا لافی

خلالہا قولہ و زد فیہا و لا تحسب الزیادة من غیر الماثور کما فی العنایة خلافا

لما فی النہر فافہم نعم فی شرح اللباب ما وقع ماثورا یستحب بان یقول

لبیک و سعیدیک و الخیر کلہ بیدیک و الرغباء الیک الہ الخلق لبیک

بحجة حقا تعبدا و رقا لبیک ان العیش عیش الآخرة و مالیس مرویا فجائز

او حسن (قوله ای علیها) فالظرف بمعنى علی كما افاده الزیلعی قال فی النهر  
فما مر من لیبک وسعدیک ونقله فی النهر عن ابن عمر رضی اللہ عنہ یاتی به  
بعد التلبیة لافى اثنائها فافهم“..... (درمع الرد: ۲/۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### استشارہ اور استخارہ میں مقدم کیا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ایک آدمی نے استخارہ کیا اور اس کے بعد مشورہ کیا اور دونوں کے درمیان میں تضاد ہے تو کس پر عمل کرنا چاہیے؟

(۲) اگر استخارہ کیا جائے تو مشورہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر مشورہ کر لیا جائے تو استخارہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(۳) یہ دونوں عمل کرنے چاہئیں یا ایک ہی عمل کافی ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) جائز امور میں جب استخارہ کر لیا تو پھر مشورہ کی ضرورت نہیں کیونکہ استخارہ میں خداوند قدوس جل جلالہ سے مشورہ لینے کی درخواست ہے اور جب اللہ کریم جل شانہ سے مشورہ طلب کر لیا تو پھر اور کسی سے مشورہ کی ضرورت باقی نہیں رہی البتہ اگر پہلے مشورہ کر لیا اور بعد میں استخارہ کر لیا تو جس طرف میلان قلب ہو اسی پر عمل کرنا چاہیے، واضح رہے کہ تمام ایسے امور کے اندر جس میں شرعاً کوئی خلجان محسوس نہ ہو استخارہ کافی ہوتا ہے اور اگر شرعاً اس میں خلجان ہو تو معتمد عالم دین کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، واضح رہے کہ استخارہ سے پہلے مشورہ بہتر ہے۔

”الاستشارة قبل الاستخارة قال النووي يستحب ان يشير قبل الاستخارة من

يعلم من حاله النصيحة والشفقة والخبرة ويثق بدينه ومعرفته قال تعالى

وشاورهم في الامر“..... (كتاب الاذكار للنووي: ۱/۳۶۵)

”وعن جابر قال كان رسول الله ﷺ يعلمنا الاستخارة اي طلب تيسير الخير

فی الامرین من الفعل او الترك من الخیر وهو ضد الشرفی الامور ای التي نرید الاقدام علیها مباحة كانت او عبادة كانت لكن بالنسبة الی ایقاع العبادة فی وقتها وکیفیتها لبالنسبة الی اصل فعلها.....وفی الحدیث ما خاب من استخار ولاندم من استشار ولا عال من اقتصد رواه الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی الله عنه قیل یمضی بعد الاستخارة لمانیشرح له صدره انشراحا خالیا عن هوی النفس فان لم ینشرح لشیء فالذی یظهر انه یکرر الصلوة حتی له الخیر قیل الی سبع مرات وان کان الامر عجلة فلیقل اللهم خر لی بکسر الخاء واخر لی واجعل لی الخیرة بفتح الیاء فیه “.....(مرقات المفاتیح :

۳۶۲ تا ۳۶۷/۳)

”واذا استشار وظهر انه مصلحة استخار الله تعالی فی ذلک قال ابن حجر الهیثمی حتی عند التعارض ای تقدم الاستشارة لان الطمانينة الی قول المستشار منها الی النفس لغلبة حظوظها وفساد خواطرها واما لو كانت لنفسه مطمئنة صادقة ارادتها متخلية عن حظوظها قدم الاستخارة“

.....(الفتوحات البانیة: ۹۴، ۹۵/۳)

”وینبغی ان یکررها سبعاً لماروی ابن السنی یا انس اذا هممت بامر فاستخر ربک فیه سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیه ولو تعذرت علیه الصلوة استخار بالدعاء اه ملخصاً وفی شرح الشرعة المسموع من المشائخ انه ان ینبغی ان ینام علی طهارة مستقبل القبلة بعد قراءة الدعاء المذكور فان رأى فی منامه بیاضاً او خضرة فذلک الامر خیر وان رأى فیه سواداً او حمرة فهو شر ینبغی ان یجتنب“.....(فتاوی الشامی: ۵۰۷، ۵۰۸/۵)

والله تعالی اعلم بالصواب



**سرور کائنات ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں:**

مسئلہ نمبر (۱۱۹): محترمی و مکرمی جناب حضرت اقدس مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ کیا حضور ﷺ کی موت کے بعد امت کے ہر فرد کے اعمال روزانہ یا ہفتہ

وار یا ہر ماہ یا ہر سال حضور ﷺ پر پیش ہوتے ہیں؟

جس کے ذریعے حضور ﷺ امت کے ہر فرد کو جانتے ہیں، یا حضور ﷺ کی موت سے قبل امت کے ہر فرد کا

تفصیلی عرض اعمال ہوا ہے، یا اجمالی عرض اعمال ہوا ہے، یعنی اچھے اور برے اعمال کی فہرست آپ کے سامنے پیش کی گئی، یا عرض اعمال نہ ہوا ہے اور نہ ہی ہوتا ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

”عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله حيا تى خيركم

تحدثون ويحدث لكم ووفاتى خير لكم تعرض على اعمالكم فمارأيت من

خير حمدت الله عليه ومارأيت من شر استغفرت الله لكم رواه البزاز ورجاله

رجال الصحيح“.....(مجمع الزوائد: ۹/۲۴، وفاء الوفاء: ۲/۲۰۶، شفاء

السقام: ۳۴)

شیخ الطائفة حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ (متوفی ۶۳۲ھ) فرماتے ہیں۔

”وقد ورد فى الخبر عن النبى ﷺ تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس على

الله تعالى وتعرض على الانبياء والآباء والامهات يوم الجمعة فيفرون

بحسناتهم وتزداد وجوههم بياضا واشراقا فاتقوا الله ولا تؤذوا موتاكم، وفى

خبر آخر ان اعمالكم تعرض على عشائركم واقاربكم من الموتى فان كان

حسنا استبشروا وان كان غير ذلك قالوا اللهم لاتمتهم حتى تهديهم

كما هديتنا الخ“.....(عوارف المعارف على هامش احياء علوم الدين :

۴/۱۵۳، اور دوسری حدیث مسند احمد: ۳/۱۶۵ پر بھی ہے۔

ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اچھے اعمال پر آپ ﷺ

خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اور برے اعمال پر استغفار کرتے ہیں، اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ پیر اور جمعرات اور جمعہ کو اللہ تعالیٰ اور دیگر انبیاء کرام اور قریبی عزیزوں پر بھی اعمال پیش ہوتے ہیں۔  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریہ کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۲۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھوٹ بولنا تو کبیرہ گناہ ہے لیکن بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک موقع پر جھوٹ بولا تھا؟ تو اس کا کیا مطلب ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بخاری شریف کی اس روایت میں جھوٹ سے مراد حقیقی جھوٹ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد توریہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کلام سے اور معنی مراد لیا ہے اور سننے والوں نے دوسرا معنی سمجھا، ضرورت شدیدہ کے موقع پر توریہ کا استعمال جائز ہے۔

”و المراد بالكذب الكذب صورة لاحقيقة فيؤل ذلك بانه كذب بالنسبة الى

فهم السامعين اما في نفس الامر فلا“..... (حاشیہ بخاری: ۴/۱۷۷)

”قال عليه الصلوة والسلام كل كذب مكتوب لا محاله الاثلاثة الرجل مع

امرء ته او ولده والرجل يصلح بين اثنين والحرب فان الحرب خدعة قال

الطحاوى وغيره هو محمول على المعارض لان عين الكذب حرام قلت

وهو الحق“..... (فتاویٰ شامی: ۳/۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۱۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہر سال ربیع الاول کے موقع پر جلوس نکالے جاتے ہیں اور عید میلاد النبی ﷺ کے عنوان سے بہت کچھ کیا جاتا ہے، عرض یہ ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

رحمت کائنات حضرت محمد ﷺ کے ذکر ولادت کے عنوان سے جو محفلیں منعقد کی جاتی ہیں انہیں محفل میلاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ کرنا اور اس سے آگاہ کرنا تمام مسلمانوں کے لیے موجب خیر و برکت اور باعث فخر و سعادت ہے، لیکن شریعت نے ہر کام اور عبادت کے لیے کچھ حدود و قواعد مقرر کیے ہیں، ان حدود و قواعد کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہر عمل کا انجام دینا ضروری ہے اور ان سے تجاوز کرنا ناجائز اور سخت گناہ ہے، اس کی سادہ سی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت عظیم ثواب کا عمل ہے، لیکن رکوع اور سجدہ کی حالت میں ممنوع ہے، اسی طرح نماز اہم ترین عبادت ہے لیکن آفتاب کے طلوع اور غروب ہونے کے وقت نماز پڑھنا حرام ہے، اسی طرح سیرت طیبہ کے مبارک تذکرے کے لیے کچھ حدود و قواعد ہیں، مثلاً سیرت کے تذکرے کو کسی معین تاریخ یا مہینہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے بلکہ سال کے ہر مہینہ میں اور مہینہ کے ہر ہفتہ میں اور ہفتہ کے ہر دن میں اسے یکساں طور پر باعث سعادت عمل سمجھا جائے اور اس کے لیے کوئی بھی جائز طریقہ اختیار کر لیا جائے مثلاً سیرت پر لکھی گئی معتبر کتابوں کے مطالعہ کا معمول بنالیا جائے یا کسی عالم دین کو بلا کر مہینہ میں ایک مرتبہ سیرت کے موضوع پر وعظ سن لیا جائے ایسا کرنا نہ صرف جائز بلکہ باعث ثواب ہے مگر ان تمام مفاسد اور منکرات سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے جو عام طور پر مروجہ میلاد کی محفلوں میں پائے جاتے ہیں ان میں سے بعض مفاسد اور منکرات درج ذیل ہیں۔

(۱) ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو خصوصیت کے ساتھ محفل میلاد منعقد کرنا یا عید میلاد النبی ﷺ منانا اس کا کوئی ثبوت حضرات صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین کے مبارک دور میں نہیں ملتا، لہذا آپ ﷺ کے ذکر کو کسی معین تاریخ یا معین مہینہ کے ساتھ خصوص کر لینا دین میں اضافہ اور بدعت ہے۔

(۲) مٹھائی حلوہ کے لیے لوگوں سے چندہ وصول کرنا جس میں لوگ عموماً لحاظ و مروت کی خاطر جان چھڑانے کے لیے چندہ دیتے ہیں اور حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

(۳) ان محفلوں میں ضرورت سے زیادہ روشنی اور چراغاں کا اہتمام ہونا، ان کی سجاوٹ میں حد سے زیادہ تکلف کرنا اور غیر ضروری آرائش پر حد سے زیادہ اخراجات کرنا جو بلاشبہ اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

(۴) ان محفلوں میں تصویر اتارنا، جلسوں کے انتظامی انہماک کی وجہ سے یارات کو دیر تک جاگنے کے سبب فرض نماز ترک کرنا یا فرض نماز کا قضاء ہو جانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

(۵) ان محفلوں میں بعض اوقات بے احتیاطی کی وجہ سے ایسی کہانیاں بیان کر دی جاتی ہیں جو صحیح اور معتبر روایات

سے ثابت نہیں ہوتیں حالانکہ اس مقدس موضوع کی نزاکت کا تقاضا یہ ہے کہ صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعات نہایت احتیاط سے بیان کیے جائیں۔

(۶) نبی کریم ﷺ نے ہر شعبہ زندگی سے متعلق واضح ہدایات اور تعلیمات امت کو عطا فرمائی ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی تمام تعلیمات پر روشنی ڈالی جائے، عبادات، معاملات، معاشرت، اور اعمال و اخلاق پر سیر حاصل گفتگو کی جائے، لیکن یہ عام مشاہدہ ہے کہ آج کل کی زیادہ تر میلاد کی محفلوں میں صرف آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا جاتا ہے یا زمانہ نبوت سے پہلے کے حالات بیان کیے جاتے ہیں، یا زیادہ سے زیادہ آپ ﷺ کے معجزات کا کچھ بیان ہو جاتا ہے لیکن عموماً شعبہ ہائے زندگی سے متعلق جامع تعلیمات نبوی کا بیان نہیں ہوتا اور ان کی جگہ خرافات، مفاسد اور منکرات نے لے لی ہے، لہذا مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر مروجہ میلاد کی محفلیں قابل ترک ہیں، البتہ اگر ان مفاسد میں سے کوئی نہ ہو اور شرعی حدود و آداب کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی سیرت کی کوئی محفل محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر منعقد کر لی جائے تو اس میں ان شاء اللہ سراسر خیر و برکت ہے۔

(۷) حاضرین کھڑے ہو کر نعت خوانی کرتے ہیں اس عقیدہ سے کہ آپ ﷺ محفل میں تشریف لارہے ہیں، یہ عقیدہ غلط ہے اور باطل ہے اور اس طرح کا قیام شرعاً ناجائز ہے۔  
علامہ ابن حجر ایشمی فرماتے ہیں

”ونظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولدہ ﷺ ووضع امہ لہ من القیام

وهو ایضاً بدعة لم یرد فیہ شیء“..... (الفتاویٰ الحدیثیہ: ۵۸)

(۸) نیز حضور ﷺ کی ولادت کے بارے میں جو مشہور ہے کہ یہ بارہ ربیع الاول کا دن تھا یقینی طور پر درست نہیں ہے، علامہ نووی نے چار اقوال اس کے بارے میں نقل کیے ہیں اور ترجیح کسی ایک کو بھی نہیں دی، پہلا قول یہ ہے کہ دو ربیع الاول کا دن تھا، دوسرا یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاول کا دن تھا، تیسرا یہ کہ دس تاریخ تھی اور چوتھا قول یہ ہے بارہ ربیع الاول کا دن تھا، جب کہ علامہ حلبی کا رجحان سیرت حلبیہ میں ۹ تاریخ کی طرف ہے۔

”واتفقوا علی انه ولد یوم الاثنين من شهر ربیع الاول واختلفوا هل هو فی الیوم

الثانی او الثامن من ام العاشر او الثانی عشر فہذہ اربعة اقوال مشہورۃ“

..... (تہذیب الاسماء ۵۰ / ۱)

تو جب اس میں اختلاف ہے اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہیں تو بارہ ربیع الاول کو متعین کرنا کیسے درست ہے؟ لہذا آج کل بارہ ربیع الاول کو جو مروجہ عید میلاد منائی جاتی ہے شرعاً جائز نہیں ہے۔

البتہ ان منکرات سے پاک صرف ذکر رسول ﷺ اور مواظب حسنہ صحیحہ باعث اجر و ثواب ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جادو اور جنات کے توڑ کے لیے ایک تعویذ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس عمل کے بارے میں کہ جادو جنات کے علاج کے لیے یہ عمل پڑھنا جائز ہے؟ ان الفاظ کے ادا کرنے میں کسی قسم کی بے ادبی تو نہیں ہوگی؟ مفتیان کرام اس عمل کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں، شکریہ۔  
عمل کے الفاظ یہ ہیں۔

کسی بھی قسم کی مشکل اور سخت کالا جادو ہو یا جنات کے اثرات ہوں تو اول و آخر درود شریف تین تین بار پڑھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم آیت الکرسی دل قرآن آپ چلے تو رحمان ہلکے ہلکے سات آسمان ساتوں کے لیے ایک دربان پاؤں رکھے جبرائیل دھڑ رکھے رحمان کمر رکھے محمد مصطفیٰ ﷺ سر رکھے سبحان سبحان وجود موجود بارگاہ رسول چلا کرے، چلا دو کرے، جادو کرے، جو جو کرے، سو سو کرے، الٹ پھیر اس کا اسی پر پڑے سر ملے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نامے بحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

قبلہ رخ پاک صاف کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر یقین کامل سے کریں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ الفاظ جمیہ کے عقیدے کی تائید کر رہے ہیں لہذا یہ تعویذ اور عمل درست نہیں ہے۔

”قالوا انما تکره العوذۃ اذا كانت بغير لسان العرب ولا یدری ما هو، ولعلہ یدخلہ سحر او کفر او غیر ذلک واما ما کان من القرآن او شیء من الدعوات فلا بأس بہ“..... (درمع الرد :.....)

”عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنانرقی فی الجاہلیۃ فقلنا یا رسول اللہ! کیف تری فی ذلک؟ فقال اعرضوا علی رقاکم لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک رواہ مسلم“..... (مشکوۃ المصابیح : ۲/۴۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## واحد الرحمن نام رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ

(۱) کہ بندہ کا نام والدین نے واحد الرحمان رکھا ہے اور اب بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نام رکھنا درست نہیں ہے، لہذا مہربانی فرما کر شریعت کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرمائیں، اگر یہ نام رکھنا درست نہیں ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

(۲) عبد القیوم، عبد الخالق، عبد القدوس، عبد الواحد وغیرہ جیسے ناموں کو بغیر لفظ عبد کے قصداً پکارنے والے کا کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مسئلہ میں واحد الرحمن نام رکھنا صحیح ہے، اس کا معنی ہے رحمان کا ایسا بندہ جو یکتا ہو کسی وصف یا عہدہ اور منصب کے لحاظ سے ”ہو احد قومہ“ وہ اپنی قوم میں لاثانی ہے فضیلت وغیرہ میں (المنجد: ۹۶۳)

”الواحد بمعنی المتقدم فی علم او یاس او غیر ذلک کانہ لامثل له“

..... (المعجم الوسیط: ۱۰۵۹)

”قال الازهری واما اسم الله عز وجل احد فانه لا یوصف شیء بالاحدية غیره لا یقال رجل احد ولا درهما احد كما یقال رجل واحد ای فرد لان احدا صفة من صفات الله عز وجل التي استخلصها لنفسه ولا یشترکہ فیها شیء و لیس کقولک الله واحد وهذا شیء واحد قال الازهری والواحد من صفات الله عز وجل معناه انه لاثانی له ویجوز ان ینعت الشیء بانه واحد“..... (لسان العرب: ۴۲۳۵: ۸)

”قوله وجاز التسمية بعلى الخ الذى فى التتارخانية عن السراجية التسمية یوجد باسم فى کتاب الله تعالى کالعلی والکبیر والرشد والبديع جائز الخ ومثله فى المنح عنها وظاهره الجواز ولو معرفاً بال“..... (فتاویٰ شامی: ۵/۲۹۶)

(۲) وہ تمام اسماء صفاتیہ کہ جن کا استعمال مخلوق کے لیے جائز ہے بغیر عبد کے پکارنا صحیح ہیں۔

”التسمة باسم يوجد في كتاب الله تعالى والكبير جائزة لانه من اسماء المشتركة ويراد في حق العباد غير ما يراد في حق الله تعالى“.....(سراجية: ٣١٩)

”وقوله تعالى لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم“.....(سورة التوبة)

والله تعالى اعلم بالصواب



### کیا قضاء عمری کی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حدیث بیان کی جاتی ہے قضاء عمری کے بارے میں اس کی تحقیق مطلوب تھی۔

کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جس شخص کی نمازیں قضاء ہوئی ہوں اور تعداد معلوم نہ ہو تو وہ رمضان کے آخری جمعہ کے دن چار رکعت نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ آیۃ الکرسی سات بار اور سورۃ الکوثر پندرہ بار پڑھے، اگر ستر سال کی نمازیں بھی قضاء ہوئی ہوں تو اس کے کفارے کے لیے یہ نماز کافی ہے، تو کیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال یہ روایت نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے بلکہ کسی نے خود بنا کر نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کی ہے جس کو موضوع کہتے ہیں اور اس پر عمل کرنا ناجائز ہے۔

”حدیث من قضی صلوات من الفرائض فی آخر جمعة من رمضان کان ذلک جابر الكل صلاة فائنة فی عمره الی سبعین سنة، قال علی القاری فی موضوعاته الصغریٰ والكبریٰ باطل قطعاً لانه مناقض للاجماع علی ان شیئاً من العبادات لا یقوم مقام فائنة سنوات ثم لا عبرة بنقل صاحب النهاية ولا بقية شراح الهدایة لانهم ليسوا من المحدثين ولا اسندوا الحديث الی احدهم المخرجین انتهى و ذکر الشوکانی فی الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة بلفظ من صلی فی آخر جمعة من رمضان الخمس الصلوات

المفروضة فى اليوم واللييلة قضت عنه ما اخل به من صلوات سنة  
 ..... وقال هذا موضوع بلا شك ولم اجد فى شئ من الكتب التى جمع  
 مصنفوها فيها الاحاديث الموضوعه ولكن اشتهر عند جماعة من المتفقهة  
 بمدينة صنعاء فى عصرنا هذا وصار كثير منهم يفعلون ذلك ولا ادرى من  
 وضع لهم فقبح الله الكذابين ، انتهى، وقال العلامة الدهلوى فى رسالته  
 العجالة النافعه عند ذكر قرائن الوضع الخامس ان يكون مخالفا لمقتضى  
 العقل وتكذيبه القواعد الشرعية مثل القضاء العمرى ونحو ذلك انتهى  
 معربا، قلت وقد الفت لاثبات هذا الحديث الذى يوجد فى كتب الاوراد  
 والوظائف بالفاظ مختلفة مختصرة ومطولة بالدلائل العقلية والنقلية رسالة  
 ب ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان وادرجت فيها فوائد تنشط  
 بها الاذهان وتصغى اليه الآذان فلتطالع فانها نفسية فى بابها رقيقة الشأن“  
 .....(رسالة الآثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة للكهنوى : ٥/٤٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**غیر مسلم ممالک میں سکونت اختیار کرنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۲۵): محترم و مکرم مفتیان کرام و علماء کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسلمان ملک کا مسلمان باشندہ غیر مسلم ملک (برطانیہ، امریکا) میں مستقل سکونت اختیار کرتا ہے، اس کے متعلق قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں وضاحت فرمادیں، نوازش ہوگی۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں غیر مسلم ملک میں مستقل سکونت اختیار کرنا وہاں کا رہائشی اور شہری بننا اگر کسی دینی مقصد کے لیے نہیں بلکہ عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے لیے جانا ہے تو یہ ترک وطن درست نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو منکرات اور فواحش میں ڈالنے کے مترادف ہے، یہاں تک کہ مسلمان کافروں کے ساتھ گھل مل جاتا ہے، اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے کفار کے ساتھ اقامت اختیار کرنے کو ان کی مماثلت قرار دیا ہے۔

لہذا بہتر یہی ہے کہ ان سے دور رہے اور تجارتی حوالے سے بھی دور رہنے کی کوشش کریں۔

”قال محمد رحمه الله تعالى لا بأس بان يحمل المسلم الى اهل الحرب ماشاء الا الكراع والسلاح والسبي ولا يحمل اليهم شيئا احب الي، لان المسلم مندوب الى التباعد عن المشركين قال عليه الصلوة والسلام لاتستضيئوا بنار المشركين وقال عليه الصلوة والسلام انا بريء من كل مسلم مع مشرك لايتراءى نارهما وفي حمل الامتعة اليهم للتجارة نوع معاونة معهم فالاولى ان لايفعل ولانهم يتقوون بمايحمل اليهم من متاع او طعام وينتفعون بذلك والاولى للمسلم ان يتحرز عن اكتساب سبب القوة لهم“.....(المحيط البرهاني: ٤٠/٤)

”قال رسول الله ﷺ من جامع المشرك اى اجتمع معه فى دار او بلد والاحسن ان يقال معناه اجتمع معه اى اشترك فى الرسوم والعادة والهيئة والزى واما قوله وسكن معه علة له اى سكناه معه صار علة لتوافقه فى الهيئة والزى والخصال فانه مثله نقل فى الحاشية عن فتح الودود فانه مثله اى يقارب ان يصير مثاله لتاثير الجوار والصحبة ويحتمل انه تغليظ“.....(بذل المجهود فى حل ابى داؤد: ٢٤/٣)

(۲) اگر اپنے ملک میں خوب تلاش کرنے کے بعد کوئی معاشی وسائل کا حل نہ نکلے تو اس وقت کوئی جائز ملازمت کے لیے ان کے ملک میں جانا اور سکونت اختیار کرنا یہ جائز ہے رزق کے تلاش کے لیے، جیسے قول باری تعالیٰ ہے۔

”هو الذى جعل لكم الارض ذلولا فامشوا فى مناكبها واكلوا من رزقه، واليه النشور“.....(سورة الملك: ۱۵)

لیکن یہاں ملازمت مل سکتی ہے پھر بھی وہاں صرف نوکری کے لیے کمائی میں ضرورت سے زیادتی کے لیے جانا اور سکونت اختیار کرنا ان کی تعداد میں اضافے کا سبب بننا یہ ایسا فعل ہے جس سے عدالت مجروح ہوتی ہے۔

”والاعانة على المعاصى والحث عليها كبيرة ولا تقبل شهادة الطفيلي والرقاص والمجازف فى كلامه والمسخرة بلاخلاف ولا من يحلف فى كلامه كثيرا ولا تقبل شهادة البخيل والذى اخر الفرض بعد وجوبه بغير عذر

ان کان له وقت معین كالصلاة بطلت عدالته وان لم یکن له وقت معین كالزكاة والحج اختلف فيه الراوية والمشائخ وذكر الخاصی عن قاضی خان ان الفتوى على سقوطها بتأخير الزكاة من غير عذر بخلاف تأخير الحج وبركوب بحر الهند لانه مخاطر بنفسه ودينه من سكنی دار الحرب وتكثير سوادهم وعددهم لاجل المال ومثله لا يبالی بشهادة الزور ولا تقبل شهادة من یجلس مجلس الفجور والمجانة والشرب وان لم يشرب كما فی الهندیة..... (تكملة رد المحتار: ۸۵)

(۳) اگر غیر مسلم ملک میں رہائش اس لیے اختیار کرتا ہے کہ اس سے مسلمانوں پر فخر کرنے کا ارادہ ہو تو اس کا مطلب ہے دار الکفر کو دار الاسلام پر ترجیح دے رہا ہے، یہ قطعاً حرام ہے۔

”قال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم، من تشبه بقوم ای من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره او بالفساق او الفجار او باهل التصوف والصلحاء الابرار فهو منهم ای فی الاثم والخير“..... (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۸/۲۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### محاسن ذکر کا انعقاد اور ذکر بالجہر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۶): حضرت اقدس فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مفتی صاحب، بندہ احقر آپ سے ایک مسئلہ کے متعلق استفتاء چاہتا ہے مسئلہ یہ ہے کہ بندہ احقر بعد از نماز مغرب مسجد میں مجلس ذکر بالجہر کرواتا ہے، حضرت اقدس امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں کیا ذکر بالجہر جائز ہے؟ اور مجلس ذکر بھی مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر قرآن وحدیث اور ائمہ سلف کے اقوال کی روشنی میں جواب ضرور عنایت فرمائیں، تقریباً آٹھ دس سال قبل بندہ نے آپ کا ایک وعظ اسی مسجد میں سنا تھا جس میں آپ نے ذکر پر بہت زور دیا تھا، مجھے ایک ساتھی نے بتایا کہ آپ نے ذکر کے موضوع پر ایک کتاب بھی تحریر فرمائی ہے مہربانی فرما کر وہ بھی ارسال فرمادیں، اور میں اپنی کتاب ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں قبول فرما کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

مساجداور غیر مساجد میں مجلس ذکر کا انعقاد اور ذکر بالجہر دونوں جائز ہیں، بشرطیکہ کسی کی نماز، تلاوت قرآن اور آرام میں خلل انداز نہ ہو۔

”وفی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصل او قارئ الخ“..... (رد المحتار: ۱/۴۸۸)

”وقد ذکر الشیخ عبدالوہاب الشعرانی فی کتابہ المسمی ببيان ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور مانصہ واجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعة فی المساجد وغیرہا من غیر نکیہ الا ان یشوش جہرہم بالذکر علی نائم او مصل او قارئ کما هو مقرر فی کتب الفقہ وقد شبہ الامام الغزالی ذکر الانسان وحده و ذکر الجماعة باذان المنفرد و اذان الجماعة قال فکما ان اصوات المؤذنین جماعة تقطع جرم الهوی اکثر من صوت مؤذن واحد کذا لک ذکر الجماعة علی قلب واحد اکثر تاثیرا فی رفع الحجب الكثیفة من ذکر شخص واحد“..... (شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر: ۳/۱۹۱)

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکة یطوفون فی الطرق یلتمسون اهل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون اللہ تنادوا ہلموا الی حاجتکم فیحفونہم باجنتہم الی السماء الدنیا قال فیسئلہم ربہم وهو اعلم منہم ما یقول عبادی قال یقول یسبحونک ویکبرونک ویمجدونک ویمجدونک قال فیقول هل رأونی قال فیقولون لا واللہ ماراوک قال فیقول کیف لوراؤنی قال یقولون لوراوک کانوا اشد لک عبادة و اشد لک تمجیدا و اکثر لک تسبیحا قال یقول فما یسئلون قالوا یسئلونک الجنة قال یقول وهل راوها قال یقولون لا واللہ یارب ماراوها قال یقول فکیف لو انہم راوها قال یقولون لو انہم راوها کانوا اشد علیہا حرصا

واشد لها طلبا واعظم فيهما رغبة قال فمم يتعوذون قال يقولون من النار قال يقول وهل راوها قال يقولون لا والله يارب ماراوها قال يقول فكيف لوراوها قال فيقولون لوراوها كانوا اشد منها فرارا واشد لها مخافة قال فيقول فاني اشهدكم اني قد غفرت لهم قال يقول ملك من الملائكة فيهم فلان ليس منهم انما جاء لحاجة قال هم الجلساء لا يشقى جلسهم“.....(صحيح البخاری: ۲/۴۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



توبہ سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

مسئلہ نمبر (۱۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو مفتی کہلاتا ہے اور کسی مدرسہ کا ناظم بھی ہے اس نے اپنے مدرسہ میں ایک ایسے شخص کو استاذ رکھا ہوا ہے جس نے اسی مفتی جو ناظم ہے کے سامنے زنا کا اقرار کیا ہے کہ میں نے مسجد میں لڑکی سے زنا کیا ہے، اب اس مفتی کے بارے میں کیا حکم ہے جس نے علم کے باوجود ایسے آدمی کو استاذ رکھا ہوا ہے، اور اس مفتی نے اس بات کا اقرار بھی کیا ہے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر یہ استاذ اپنی غلطی پر پشیمان ہو اور توبہ کرے تو اس کا استاذ رکھنا درست ہے، کیونکہ توبہ سے فسق ختم ہو جاتا ہے، البتہ اگر اس میں اب بھی یہ بری عادت موجود ہو تو اس کو استاذ رکھنا درست نہیں ہے۔

”وعن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب إى توبة صحيحة كمن لا ذنب له إى فى عدم المؤاخذه بل قد يزيد عليه بان ذنوب التائب تبدل حسنات ويؤيد هذا ما جاء عن رابعة رضى الله عنها انها كانت تفخر على اهل عصرها كالسفانين والفضيل وتقول ان ذنوبى بلغت من الكثرة ما لم تبغ طاعاتكم فبتوبتى منها بدلت حسنات فصرت اكثر حسنات منكم اه“.....(مراقبة المفاتيح: ۵/۲۶۹)

”وعنه إى عن ابن مسعود موقوفا لكنه فى حكم المرفوع قال الندم توبة إى

رکن اعظمها الندامة اذ يترتب عليها بقية الاركان من القلع والعزم على عدم العود وتدارك الحقوق ما يمكن وهو نظير الحج عرفة الا انه عكس مبالغة والمراد الندامة على فعل المعصية من حيث انها معصية لا غير والتائب من الذنب كمن لا ذنب له“.....(مرقاة المفاتيح ٥/٢٤٠)

”قدنصوا على ان اركان التوبة ثلاثة الندامة على الماضي والاقلاع في الحال والعزم على عدم العود في المستقبل“.....(شرح فقه الاكبر: ٢٦٣)

”عن محمد بن سيرين قال ان هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم“.....(صحيح مسلم: ١/١١)

”حدثنا محمد بن علي حدثنا النضر اخبرنا ابن عوف عن ابن سيرين قال هذا الحديث دين فانظروا عمن تاخذون دينكم“.....(جامع الترمذی: ٢/٤٥٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### نماز جمعہ وعیدین سے قبل بیان کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۱۲۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عیدین و جمعات سے قبل جو بیان کیا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فرض، واجب، سنت، مستحب یا مباح؟ اور اس بیان کی ابتداء کب اور کس نے کی ہے؟ تسلی بخش اور شرعی جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

صورت مسئلہ میں نماز جمعہ وعیدین سے پہلے وعظ و نصیحت کرنا شرعاً جائز ہے، خواہ واعظ خطیب ہو یا غیر خطیب، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

”حدثنا احمد بن كامل بن خلف القاضي ثنا عبد الله بن روح المدائني ثنا شهابه

بن سوار ثنا عاصم بن محمد عن ابيه قال رأيت ابا هريرة رضي الله عنه يخرج

یوم الجمعة فيقبض على رمانتي المنبر قائما ويقول حدثنا ابو القاسم رسول  
 الله ﷺ الصادق المصدوق فلا يزال يحدث حتى اذا سمع فتح باب  
 المقصورة لخروج الامام للصلاة جلس.....(مستدرک حاکم: ۴/۲۳۰)  
 ”عن ابي الزاهرية قال كنت جالسا مع عبدالله بن بسريوم الجمعة فما زال  
 يحدثنا حتى خرج الامام“.....(مستدرک حاکم: ۱/۳۹۶)

والله تعالى اعلم بالصواب



### وتروں کے بعد ایک خاص عمل کا حدیث سے ثبوت:

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں چند افراد وتروں کے بعد دو سجدے کرتے ہیں اور ہر سجدے میں پانچ دفعہ ”سبوح قدوس رب الملائكة والروح“ پڑھتے ہیں اور اس کے درمیان میں ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھتے ہیں، اور اس کا ثواب سوچ اور سو عمروں کا بتاتے ہیں، اور اس کا ثواب ہزار فرشتے لکھتے ہیں، قرآن وحدیث کی رو سے یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

یہ الفاظ من گھڑت ہیں جن کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کی جارہی ہے لہذا اس کا نقل کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

”فی التاتارخانية عن المضمرة ان النبی ﷺ قال لفاطمة مامن مومن  
 ولا مؤمنة يسجد سجدتين يقول في سجوده خمس مرات سبوح قدوس رب  
 الملائكة والروح ثم يرفع رأسه ويقرأ آية الكرسي مرة ثم يسجد ويقول  
 خمس مرات سبوح قدوس ورب الملائكة والروح والذي نفس محمد بيده  
 انه لا يقول من مقامه حتى يغفر الله له واعطاه ثواب مائة حجة ومائة عمرة  
 واعطاه الله ثواب الشهداء وبعث اليه الف ملك يكتبون له الحسنات  
 وكانما اعتق مائة رقبة واستجاب الله له دعاءه ويشفع يوم القيامة في ستين  
 من اهل النار واذامات مات شهيدا فحديث موضوع باطل لا اصل له ولا يجوز

العمل به ولا نقله الالبیان بطلانه كما هو شان الاحادیث الموضوعه ویدلک علی وضعه رکاکتہ والمبالغة الغير الموافقة للشرع والعقل فان الاجر علی قدر المشقة شرعا وعقلا وافضل الاعمال احمزها وانما قصد بعض الملحدين بمثل هذا الحديث افساد الدين واضلال الخلق واغراء هم بالفسق وتثيبتهم عن الجد فی العبادۃ فيغتر به بعض من ليس له خبرة بعلوم الحديث وطرقه ولا ملكة يميز بها بين صحيحه وسقيمه“..... (حلبی کبیری: ۵۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**کلمات کفر کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے:**

مسئلہ نمبر (۱۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کلمہ کفر کہنے کی وجہ سے نکاح پر کچھ اثر پڑتا ہے کہ نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں جن کلمات کی وجہ سے آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ان کلمات کی وجہ سے نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

”وان كانت نية الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتى ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وتجديد النكاح بينه وبين امرء ته“..... (فتاویٰ التاتارخانية: ۵/۳۱۲)

”وان كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتى ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وتجديد النكاح بينه وبين امرء ته“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۲/۲۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**ڈاڑھی اور پگڑی کی توہین کرنے والوں کے ایمان اور نکاح کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۳۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ

- (۱) جو لوگ انٹرنیٹ پر ڈاڑھی اور پگڑی والی تصویر کسی جانور یا حقیر چیز پر چسپاں کرتے ہیں ان کے ایمان اور نکاح کا کیا حکم ہے؟
- (۲) اور جو لوگ اس تصویر کو لائک کرتے ہیں یعنی پسند کرتے ہیں ان کے ایمان اور نکاح کا کیا حکم ہے؟
- مہربانی فرما کر قرآن و سنت اور مذاہب اربعہ کی روشنی میں مدلل جواب دے کر احسان فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) بشرط صحت سوال جو لوگ یہ مذکورہ عمل کر رہے ہیں یہ ڈاڑھی اور پگڑی کی توہین کر رہے ہیں، ڈاڑھی اور پگڑی کی توہین کفر ہے، لہذا ان لوگوں کے ذمہ واجب ہے کہ وہ توبہ کر کے اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں۔
- (۲) جو لوگ اس کفریہ عمل کو پسند کرتے ہیں ان پر بھی لازم ہے کہ وہ توبہ کر کے اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں۔

”ثم قال ولا اعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف ككفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المتهتكين لدلالاتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمد ابل بالمواظبة على ترك سنة استخفافا بها بسبب انه فعلها النبي ﷺ زيادة او استقباحها كمن استقبح من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه واحفاء شاربه قلت ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف لانه لو توقف على قصده لما احتاج الى زيادة عدم الاخلال بمامر لان قصد الاستخفاف مناف للتصديق“..... (فتاوى شامی : ۳/۳۱۱)

”اتفقوا في بعض الافعال على انها كفر مع انه يمكن فيها ان لا ينسلخ من التصديق لانها افعال الجوارح لا القلب وذلك كالهزل بلفظ كفر وان لم يعتقده و كالسجود لصنم و قتل نبي والاستخفاف به وبالمصحف والكعبة واختلفوا في وجه الكفر بها بعد الاتفاق على التكفير“..... (مجموعه رسائل الكشمیری: ۳/۲۸)

”والاستهزاء بشئ من الشرائع كفر“..... (فتاوى شامی : ۳/۳۱۹)

”وفی الظہیریۃ من قال لفقیہ اخذ شاربہ ما عجب قبحا و اشد قبحا قص الشارب و لف طرف العمامۃ تحت الذقن یکفر لانه استخفاف بالعلماء و یعنی و هو مستلزم لاستخفاف الانبیاء علیہم السلام“..... (شرح فقہ الاکبر: ۱۷۳)  
 ”وفی التتمة من اهان الشریعة او المسائل التي لا بد منها کفر و من ضحک من المتیمم کفر“..... (شرح فقہ الاکبر: ۱۷۴)

”قال ابن حجر فی الاعلام فی فصل الکفر المتفق علیہ مما نقله عن کتب الحنفیۃ من تلفظ بلفظ الکفر یکفر فکل من استحسنته او رضی به یکفر“..... (مجموعہ رسائل کشمیری، اکفار الملحدین فی ضروریات الدین: ۳/۵۹)

”وذلك لانه رضى بالكفر والرضى بالكفر کفر“..... (فقہ الاکبر: ۱۵۴)  
 ”ان ما یكون کفرا اتفقا یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجید النکاح“..... (فتاویٰ شامی: ۳/۳۲۸)  
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### رحمان اللہ نام رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ ایک شخص کا نام گرامی ”رحمان اللہ“ ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

رحمان اللہ نام رکھنا شرعاً ناجائز ہے۔

”والاحکام التي يتضمنها قوله بسم الله الرحمن الرحيم الامر باستفتاح الامور لتبرک بذلك والتعظیم لله عز وجل به و ذکرها علی الذبیحۃ و بعد اسطر واستعانة باللہ تعالیٰ و عیاذہ به و فیہ اسمان من اسماء اللہ تعالیٰ المخصوصۃ به لا یسمى بهما غیرہ و هما اللہ والرحمن“..... (احکام القرآن للجصاص: ۱/۲۴)

”اللہ علم علی الرب تبارک وتعالیٰ وبعد اسطر وهو اسم لم یسم به غیرہ  
تبارک وتعالیٰ“.....(تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۱۶)

”واسمہ تعالیٰ الرحمن خاص به لم یسم به غیرہ کما قال تعالیٰ قل ادعوا اللہ  
او دعوا الرحمن ایامات دعوا فله الاسماء الحسنی“.....(تفسیر ابن  
کثیر: ۱/۱۱۹)

”وقد زعم بعضهم ان الرحيم اشد مبالغة من الرحمن لانه اكذبہ  
والمؤكد لا يكون الاقوى من المؤكد والجواب ان هذا ليس من باب التاكيد  
وانما هو من باب النعت بعد النعت ولا يلزم فيه فاذكروه وعلى هذا فيكون  
تقديم اسم الله الذي لم یسم به احد غیرہ ووصفه اولاً بالرحمن الذي منع من  
التسمية به لغيره“.....(تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۱۹)

”فالرحمن خاص الاسم عام الفعل والرحيم عام الاسم خاص الفعل هذا قول  
الجمهور“.....(تفسیر القرطبی: ۱/۱۰۵)

”الرحمن الكثير الرحمة وهو وصف مقصور على الله عز وجل ولا يجوز ان  
يقال لغيره“.....(المعجم الوسيط: ۳۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### عیسائی کو قرآن پاک کی تعلیم دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک قاری صاحب ہیں  
وہ ایک عیسائی کو قرآن پاک سکھاتے ہیں تو کیا عیسائی کو قرآن کی تعلیم دینا جائز ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ وہ قاری صاحب صوفیانہ مزاج کے ہیں، وہ ایک دن مسجد میں تصور شیخ پر ساتھیوں سے  
گپ شپ لگا رہے تھے اور میں بھی وہاں بیٹھا تھا تو کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کا بھی تصور جائز ہے؟  
جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) جی ہاں! عیسائی کو قرآن کی تعلیم دینا جائز ہے۔

”فروع المصحف اذا صار بحال لا يقرء فيه يدفن كالمسلم ويمنع النصراني من مسه وجوزه محمد اذا اغتسل ولا بأس بتعليمه القرآن والفقہ عسی يهتدى“..... (الدر على الرد : ۱۳۰، ۱۳۱/۱)

(۲) جی ہاں تصور شیخ جائز ہے۔

”سوال تصور مرشد کہ عند الصوفیہ معمول است درست است یا نہ جواب جائز است اکابر بہ نیت پاک ایس عمل کردہ اند شاہ ولی اللہ دہلوی در قول جمیل می نویسند قالوا والركن الاعظم ربط القلب بالشيخ على وصف المحبة والتعظيم ويلاحظه صورته قلت ان الله تعالى مظاهر كثيره فما من عابد غيبا كان او ذكيا الا وقد ظهر بحذائه صار معبوداله في مرتبه ولهذا السر نزل الشرع باستقبال القبلة وقال رسول الله ﷺ اذا صلى احدكم فلا يبصق قبل وجهه فان الله تعالى بينه وبين قبلته فلا عليك ان لا تتوجه الا الى الله ولا تربط قلبك الا به ولو بالتوجه الى العرش وتصور النور الذي وضعه عليه او بالتوجه الى القبلة انتهى“..... (مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۳۴۷، ۳۴۸/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## معراج جسمانی کے منکر کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام قرآن و حدیث کی روشنی میں جو امام مندرجہ ذیل عقائد و نظریات کا حامل ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱) معراج کے موقع پر حضور ﷺ نے جسم مثالی کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی۔

(۲) حضور ﷺ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسم مثالی تھا۔

- (۳) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کی روح علین یا سچین میں چلی جاتی ہے، وہاں پر اس کو جسم مثالی ملتا ہے، جزاء و سزا کا تعلق جسم مثالی کے ساتھ ہوتا ہے، قیامت کے دن روح جسم غضریٰ میں لوٹائی جائے گی۔
- (۴) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مماتی تھے، یہ ہمارے امام صاحب نے کہا ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں مذکورہ عقائد و نظریات کا حامل شخص چونکہ بدعتی ہے لہذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

”ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حیث العمل الا ان الفاسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقدہ اهل السنة والجماعة“..... (حلی کبیری: ۴۴۳)

”وفیه اشارة الى انهم لو قدموا فاسقا یا ثمون بناء علی ان کراهة تقدیم کراهة تحریم“..... (حلی کبیری: ۴۴۲)

- (۲) واضح رہے کہ حضور ﷺ کو معراج حالت بیداری میں اسی جسم غضریٰ کے ساتھ کروائی گئی اور حضور ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اسی جسم غضریٰ کے ساتھ نماز پڑھائی۔

”والاکثرون علی ان الله تعالى اسرى بعبدہ محمد ﷺ لیلة المعراج بجسده فی الیقظة وتواترت الاخبار الصحیحة بذلك وعلیه انعقد الاجماع“..... (تفسیر المظہری: ۵/۲۵۱)

”واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن آلهة یعبدون“  
 اختلفوا فی هؤلاء المسؤولين قال عطاء عن ابن عباس لما اسرى بالنبی ﷺ  
 بعث الله له آدم وولده من المرسلین فاذن جبرئیل ثم اقام وقال یا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ من الصلاة قال له جبریل سل یا محمد من ارسلنا قبلک من رسلنا الاية فقال رسول الله ﷺ لا اسأل فقد اکتفیت وهذا قول الزهری وسعید بن جبیر وابن زید قالوا جمع الله له المرسلین لیلة اسرى به وامره ان یسئلهم فلم یشک ولم یسأل“..... (معالم التنزیل: ۴/۱۴۱)

(۳) اور اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں اسی جسم غصری کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا۔

”عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفي رواية هدا بن مررت على موسى ليلة اسرى بي عند الكتيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره“..... (صحيح مسلم: ۲/۲۶۸)

”وقال القرطبي في التذكرة في حديث الصعقة نقلا عن شيخه الموت ليس بعدم محض وانما هو انتقال من حال الى حال ويدل على ذلك ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احياء يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الاحياء في الدنيا واذ كان هذا في الشهداء فالانبياء احق بذلك واولى وقد صح ان الارض لا تأكل اجساد الانبياء وانه ﷺ اجتمع بالانبياء ليلة الاسراء في بيت المقدس وفي السماء ورأى موسى عليه السلام قائما يصلي في قبره“..... (الحاوي للفتاوى: ۵۵۶)

”قال القاضي عياض اكثر الروايات في وصفهم تدل على انه ﷺ رأى ذلك ليلة اسرى به وقد وقع ذلك مبينا في رواية ابي العالية عن ابن عباس..... قال فان قيل كيف يحجون ويلبسون وهم اموات وهم في الدار الآخرة وليست دار عمل فاعلم ان للمشائخ وفيما ظهر لنا عن هذا اجوبة احدها انهم كالشهداء بل افضل منهم والشهداء احياء عند ربهم فلا يبعد ان يحجوا ويصلوا كما ورد في الحديث الآخر وان يتقربوا الى الله بما استطاعوا لانهم وان كانوا قد تواتر فمهم في هذه الدنيا التي هي دار العمل حتى اذا فنيت مدتها وتعقبها الآخرة التي هي دار الجزاء انقطع العمل“..... (شرح مسلم للنووي :

(۱/۹۴)

(۴) اور میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کی روح علیین یا سچین میں چلی جاتی ہے لیکن اس کا تعلق اس جسم کے ساتھ رہتا ہے جس کی وجہ سے اسے عذاب و ثواب کا ادراک ہوتا ہے، نیز یہ کہنا کہ قیامت کے دن روح جسم غصری میں لوٹائی جائے گی یہ بات قرآن وحدیث اور عقائد اہلسنت والجماعت کے خلاف ہے۔

”واعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالى يخلق في الميت نوع حياة في القبر قدر ما يتالم او يتلذذ“.....(شرح فقه الاكبر: ۱۰۱)

”واخرج وكيع وابن جرير عن ابي صالح في الآية قال يميتكم ثم يحييكم في القبر“.....(الدر المنثور: ۱/۹۸)

”قال ويعاد روحه في جسده ويعاد بالتذكير وقيل بالتانيث روحه اى بعد الدفن في جسده اى بعضها و كله“.....(مرقاۃ المفاتيح: ۱/۳۲۴)

”واعادة الروح الى جسد العبد في قبره حق واعادة الروح اى ردها وتعلقها الى العبد اى جسده بجميع اجزائه او ببعضها مجتمعة او متفرقة في حق قبره والواو لمجرد الجمع فلا ينافى ان السؤال بعد اعادة الروح وكمال الحال“.....(شرح فقه الاكبر: ۱۷۱)

(۵) اور یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ممتاں تھے یہ ان پر کذب و افتراء ہے، کتب متداولہ معتبرہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔

”ومن قال ان ضربتك فعبدى حر فهو على الحيوة لان الضرب اسم لفعل مؤلم يتصل بالبدن والا يلام لا يتحقق في الميت ومن يعذب في القبر يوضع فيه الحياة في قول العامة“.....(الهداية: ۲/۴۹۶)

”وسؤال منكر ونكير في القبر حق كائن واعادة الروح الى العبد في قبره حق“.....(فقه اكبر للامام ابى حنيفة: ۱۷۰، ۱۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرور کائنات ﷺ روضہ اطہر میں درود و سلام سنتے ہیں:

مسئلہ نمبر (۱۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام قرآن و حدیث کی روشنی میں کہ ہمارے امام صاحب نے بیان فرمایا کہ

حضور نبی کریم ﷺ اپنے روضہ اطہر میں نہیں سنتے، جن احادیث میں حضور نبی کریم ﷺ کے سننے کا ذکر ہے وہ احادیث گھڑی ہیں کسی شیعہ نے۔

- (۱) جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ہے یا نہیں؟ اور ان کی اقتداء میں نماز کا کیا حکم ہے؟
- (۲) سماع اور عدم سماع کی وضاحت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔

”عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة ﷺ حي في قبره الشريف وحياته ﷺ دنيوية من غير تكليف وهي مختصة به ﷺ وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداء لابرزخية كما هي حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس كمانص عليه العلامة السيوطي في رسالته ”انباء الاذكىء بحياة الانبياء“..... (المهند على المفند: ۳۳)

اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس سے صلوٰۃ و سلام پڑھے تو اس کو آپ ﷺ خود بنفس نفس سنتے ہیں اور دور سے پڑھے ہوئے صلوٰۃ و سلام کو فرشتے آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عندقبری سمعته ای سمعا حقیقیا بلا واسطۃ قال الطیبی هذا لا ینافی ماتقدم من النهی عن الاعتیاد الدافع عن الحشمة ولا شک ان الصلوٰۃ فی الحضور افضل من الغیبة انتہی لان الغالب حضور القلب عند الحضرة والغفلة عند الغیبة ومن صلی علی نائیا ای من بعید کما فی روایۃ ای بعیدا عن قبری ابلاغته و فی نسخة صحیحة بلغته من التبلیغ ای اعلمتہ کما فی روایۃ والضمیر راجع الی مصدر صلی کقولہ تعالیٰ اعدلوا ہوا قرب للتقویٰ رواہ البیہقی فی شعب الایمان، قال میرک نقلا عن الشیخ ورواہ ابو شیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید“..... (مرقاۃ المفاتیح: ۱۸۰، ۱۸۱/۳)

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الار داللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام“..... (ابوداؤد: ۲۹۴، ۲۹۵/۱)  
 ”وینبغی لمن قصد زیارة النبی ﷺ ان یکثر الصلاة علیہ فانه یسمعہا وتبلغ الیہ“..... (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ۷۶)

اور جو شخص اس عقیدے کا منکر ہو وہ فاسق و بدعتی ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔  
 ”ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حیث العمل الا ان الفاسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقدہ اهل السنة والجماعة“..... (حلبی کبیری: ۴۴۳)  
 ”واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمہ بانه لایهتم لامردینہ وبان فی تقدیمہ للامامة تعظیمہ وقد وجب علیہم اهانته شرعا ولا یخفی انه اذا کان اعلم من غیرہ لاتزول العلة فانه لایؤمن ان یصلی بہم بغیر طہارة فهو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریم لما ذکرنا“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



عید کے دن گلے ملنا اور عید مبارک کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۶): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں

- (۱) عید کے دن خوشی سمجھ کر (ثواب کی نیت کیے بغیر) گلے ملنا جائز ہے یا ناجائز؟
- (۲) اسی طرح گلے ملتے وقت عید مبارک کہنا درست ہے یا نہیں؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

- (۱) عید کے دن خوشی کے طور پر گلے ملنا جائز ہے۔

(۲) عید کے دن ملتے وقت عید مبارک کہنا درست ہے۔

”والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لاتنكر قوله لاتنكر خبر قوله والتهنئة وانما قال كذلك لانه لم يحفظ فيها شيء عن ابي حنيفة واصحابه وذكر في القنية انه لم ينقل عن اصحابنا كراهة وعن مالك انه كرهها وعن الاوزاعي انها بدعة وقال المحقق ابن امير حاج بل الاشبه انها جائزة مستحبة في الجملة ثم ساق آثار باسانيد صحيحة عن الصحابة في فعل ذلك ثم قال والتعامل في البلاد الشامية والمصرية عید مبارک علیک ونحوه وقال يمكن ان يلحق بذلك في المشروعية والاستحباب لما بينهما من التلازم فان من قبلت طاعته في زمان كان ذلك الزمان عليه مبارکاً علی انه قد ورد الدعاء بالبركة في امور شتى فيو خدمته استحباب الدعائها هنا ايضاً“..... (فتاوى شامی: ۱/۶۱۳)

”هل التهنة في العيد ومايجرى على السنة الناس عيدك مبارک وماشبهه هل له اصل في الشريعة؟ ام لا؟ واذا كان له اصل في الشريعة فما الذي يقال؟ افنوناً ما جورين فاجاب اما التهنة يوم العيد يقول بعضهم لبعض اذلقه بعد صلاة العيد تقبل الله منا ومنكم واحاله الله عليك ونحو ذلك فهذا قد روى عن طائفة من الصحابة انهم كانوا يفعلونه ورخص فيه الائمة كاحمد وغيره لكن قال احمد انا لا ابتدى احد افان ابتدأني احد اجبته وذلك لان جواب التحية واجب واما الابتداء بالتهنة فليس سنة مأمور بها ولا هو ايضاً مما نهى عنه فمن فعله فله قدوة ومن تركه فله قدوة“..... (فتاوى ابن تيمية: ۲۵۳/۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## قرآن وسنت سے ایصال ثواب کا ثبوت:

مسئلہ نمبر (۱۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن کی تلاوت، نفلی روزوں اور نفلی نماز کا ثواب مردوں کو پہنچایا جاسکتا ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

ایصال ثواب کا ثبوت قرآن وسنت سے موجود ہے، تلاوت، نفلی روزوں اور نفلی عبادات و صدقات وغیرہ کا ثواب مردوں کو پہنچایا جاسکتا ہے۔

”الاصل في هذا الباب ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقه او غيرها عند اهل السنة والجماعة لما روى عن النبي ﷺ انه ضحي بكبشين املحين احدهما عن نفسه والاخر عن امته ممن اقربو حدانية الله وشهد له بالبلاغ جعل تضحية احد الشاتين لامته“..... (الهداية: ۱/۳۱۶)

”والاصل فيه ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقه او قراءة قرآن او ذكر او طواف او حجا او عمرة او غير ذلك عند اصحابنا للكتاب والسنة“..... (البحر الرائق: ۳/۱۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## محرم الحرام اور صفر المظفر کے مہینے میں شادی کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۸): مکرمی و محترمی حضرت مفتی صاحب

مودبانہ گزارش ہے کہ میں اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہوں، اس سلسلہ میں مجھے آپ سے دو باتوں کی وضاحت مطلوب ہے۔

(۱) کیا ہم محرم الحرام کے مہینہ میں اپنی بیٹی کی شادی کی تاریخ رکھ سکتے ہیں؟ اس میں اسلامی نقطہ نظر سے کوئی پابندی ہے کہ نہیں؟

(۲) کیا میں اپنی بیٹی کی شادی صفر کے مہینہ میں کر سکتا ہوں کیونکہ اکثر لوگ اس مہینے کو مصیبتوں کا مہینہ سمجھتے ہوئے شادی نہیں کرتے، براہ مہربانی وضاحت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

شرعاً کوئی پابندی اور گناہ نہیں ہے، ہر مہینہ میں شادی و نکاح ہو سکتا ہے، خواہ محرم ہو یا صفر یا کوئی دوسرا مہینہ، بلکہ اگر غیر شرعی غلط رسم کو ختم کرنے کی نیت سے محرم یا صفر میں شادی کی جائے تو امید ثواب بھی ہے۔

”سألتہ فی جماعة لا یسافرون فی صفر ولا یدون بالاعمال فیہ من النکاح والدخول ویتمسکون بماروی عن النبی ﷺ ”من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة“ هل یصح هذا الخبر وهل فیہ نحوسة ونهی عن العمل وكذا لا یسافرون اذا كان القمر فی برج الاسد العقرب وكذا لا یخیطون الثیاب ولا یقطعونها اذا كان هل الامر كما زعموا قال اما ما یقولون فی حق صفر فذلک شیء كانت العرب یقولونه فی القمر فی العقرب او فی الاسد فانه شیء یدکره اهل النجوم لتنفیذ مقالتهم ینسبون الی النبی ﷺ وهو کذب محض کذا فی جواهر الفتاویٰ“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۵/۳۸۰)

”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد، متفق علیہ، قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الكتاب والسنة سند ظاهر او خفی ملفوظ او مستنبط فهو مردود علیہ قیل فی وصف الامر بهذا اشارة الی ان امر الاسلام کمل وانتہی وشاع وظہر ظہور المحسوس بحیث لا یخفی علی کل ذی بصر وبصيرة فمن حاول الزیادة فقد حاول امر غیر مرضی لانه من قصور فهمہ رآه ناقصا فعلى هذا یناسب ان یقال ان هو راجع الی من ای فذلک الشخص ناقص مردود عن جنابنا مطرود عن بابنا فان الدین اتباع آثار الآیات والاخبار واستنباط الاحکام منها“..... (مرقاۃ المفاتیح: ۳۳۵، ۳۳۶/۱)

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ حین قال رسول اللہ ﷺ لا عدوی ولا صفر ولا ہامة..... (قوله ﷺ ولا صفر) فیہ تاویلان احدهما المراد تاخیرہم تحریم المحرم الی صفر وهو النسیء الذی كانوا یفعلونه وبهذا قال مالک وابو عبیدة والثانی ان الصفر دواب فی البطن وہی دودو كانوا یعتقدون ان فی

البطن دابة تهيج عند الجوع وربما قتلت صاحبها وكانت العرب تراها اعدى من الجرب وهذا التفسير هو الصحيح وبه قال مطرف وابن وهب وابن حبيب وابو عبيدة وخلائق من العلماء وقد ذكر مسلم عن جابر بن عبد الله راوى الحديث فيتعين اعتماده ويجوز ان يكون المراد هذا والاول جميعا وان الصفرين جميعا باطلان لا اصل لهما ولا تعرج على واحد منهما“..... (المسلم مع شرحه للنووى: ۲/۲۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### شیعہ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو شیعہ اثناء عشری مذہب رکھتا تھا وہ فوت ہو گیا ہے، اور ایک شخص جو کہ امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا پیروکار ہے اس کے جنازہ پڑھنے میں شامل ہوا ہے، قرآن و حدیث اور فقہاء احناف کی روشن تحقیقات کے مطابق شرعاً ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے کہ جس نے ایک اثناء عشری شیعہ کے جنازے کی نماز پڑھی ہے۔ بینوا تو جروا۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

اگر اس شیعہ کے عقائد کفریہ تھے جیسے تحریف قرآن اور سب عائشہ وغیرہ اور اس کو ان کے عقائد کا علم تھا تو صورت مسئلہ میں اگر جنازہ کو جائز سمجھتے ہوئے پڑھا ہے تو تجدد ایمان اور تجدد نکاح دونوں ضروری ہیں اور اگر ناجائز سمجھتے ہوئے پڑھا ہے (صرف لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچنے کے لیے) تو توبہ واستغفار کریں اور آئندہ کے لیے احتیاط ضروری ہے۔

”الرافضی اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله تعالى وجهه على ابي بكر رضى الله تعالى عنه لا يكون كافرا الا انه مبتدع والمعتزلى مبتدع الا اذا قال باستحالة الرؤية فحينئذ هو كافر كذا فى الخلاصة ولو قذف عائشة رضى الله عنها بالزنى كفر بالله ولو قذف سائر نسوة النبى ﷺ لا يكفر ويستحق اللعنة ولو قال عمر وعثمان

وعلى رضى الله عنهم لم يكونوا اصحابا لا يكفر ويستحق اللعنة ولو كذا في خزانة الفقه من انكر امامة ابي بكر الصديق رضى الله عنه فهو كافر وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح انه كافر وكذلك من انكر خلافة عمر رضى الله عنه فى اصح الاقوال كذا فى الظهيرية، ويجب اكفارهم باكفار عثمان وعلى وطلحة وزبير وعائشة رضى الله عنهم ..... ويجب اكفار الراوا فى قولهم برجة الاموات الى الدنيا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الى الائمة وبقولهم فى خروج امام باطن وبتعطيلهم الامر والنهى الى ان يخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبريل عليه السلام غلط فى الوحى الى محمد ﷺ دون على ابن ابي طالب رضى الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين كذا فى الظهيرية“..... (فتاوى الهندية: ٢/٢٦٢)

”ولا تصل على احد منهم مات، قال علماؤنا هذا نص فى الامتناع من الصلوة على الكفار وليس فيه دليل على الصلوة على المؤمنين واختلف هل يؤخذ من مفهومه وجوب الصلوة على المؤمنين على قولين يؤخذ لانه علل المنع من الصلوة على الكفار لكفرهم لقوله تعالى انهم كفروا بالله ورسوله“..... (الجامع لاحكام القرآن: ٨/٢٢١)

”ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية“..... (شرح فقه الاكبر: ١٥٢)

”وفى شرح الوهبانية للشربلالى ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولادنا وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح (قوله والتوبة) اى تجديد الاسلام (قوله وتجديد النكاح) اى احتياطا كما فى الفصول العمادية وزاد فيها قسمائلا فقال وما كان خطأ من الالفاظ ولا يوجب الكفر فقائله يقر على حاله ولا يؤمر بتجديد النكاح ولكن يؤمر

بالاستغفار والرجوع عن ذلك وقوله احتياطا ای یامرہ المفتی بالتجدید

لیکون وطؤه حالالا بالاتفاق“..... (درمع الرد: ۳۲۸/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ایک غلط رسم کو ختم کرنے کے لیے امر بالمعروف کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۰): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ میں الحمد للہ ایک مذہبی گھرانہ میں پیدا ہوا ہوں، اور پیدائشی سنی حنفی دیوبندی ہوں، بلکہ میرا سارا خاندان پیدائشی مذہبی گھرانہ سنی حنفی دیوبندی ہے اور ماشاء اللہ سبھی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی کرتے ہیں، قربانی بھی باقاعدگی سے دیتے ہیں، میرے خاندان کے افراد اکثر تبلیغی جماعت کے ساتھ جاتے ہیں، حرام و حلال کو مد نظر رکھتے ہیں، عرصہ چار پانچ سال قبل مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے اس مذہبی دینی خاندان کو ترکہ / وراثت / میراث اور ایسی وصیت جو شرعی وارثوں کو حصہ سے محروم کرنے کے بارے میں ہے کسی بھی شرعی مسئلہ کا علم نہ تھا، ان تمام شرعی مسائل کی تحقیق کی جس میں آپ جیسے جلیل القدر مفتی حضرات نے میری راہنمائی کی، اس کے بعد میں نے خاندان کے لوگوں کو یہ شرعی مسئلہ کی اہمیت بتائی، خاندان کے چند افراد نے اسے قرآن پاک کا حکم سمجھ کر عمل کیا، چند افراد نے کہا کہ ہم انکار کر کے کفر کے مرتکب نہیں ہو سکتے مگر اس پر عمل بھی نہیں کریں گے، گناہ ہوتا ہے تو ہونے دو، چونکہ ہم نے دنیا داری دیکھی ہے اور بعض افراد میرے خلاف ہو گئے لیکن میں نے یہ شرعی مسئلہ خاندان کے ہر گھر پہنچایا ہے، اور انہیں اس پر قرآن و حدیث کی روشنی میں جس کی تشریح سند یافتہ مفتی صاحبان فرما چکے ہیں عمل کرنے کی درخواست کرتا ہوں لیکن بعض افراد مجھے گھور گھور کر دیکھتے ہیں، ہمارے سارے خاندان میں لڑکیوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جس کی شادی کر دیتے ہیں بس اس کے متعلق یہ سوچتے ہیں اب اس لڑکی کا ہمارے گھر میں کوئی حق نہیں رہا، نہ ہی یہ کسی ترکہ / وراثت / یا میراث میں حصہ دار ہوگی، بلکہ گھر کا سربراہ ایسے اقدام کر جاتا ہے کہ مرنے کے بعد کسی لڑکی کو کوئی حصہ ترکہ میں نہ ملے، سربراہ کی نیت پہلے ہی ہوتی ہے کہ لڑکیاں جو بیاہ دی گئی ہیں ان کا حق ختم ہو گیا، بیٹی اور بہن کو شرعی حصہ دینے سے محروم رکھنے کے لیے مختلف حیلے بہانوں سے کام لیا جاتا ہے، اگر کوئی بات کرے تو اس کے خلاف ذہنی طور پر ہو جاتے ہیں۔

ایسے حالات میں میں اپنے مشن کو کیا جاری رکھوں جب کہ اس وجہ سے میرے خلاف ہو جاتے ہیں، اس مسئلہ کو روشناس کروانے میں میری شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور جو لوگ میرے خلاف اس وجہ سے ہو جاتے ہیں اور مختلف حیلے بہانے تلاش کر کے مجھ کو ستاتے ہیں ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بعض افراد یہ شرعی مسئلہ ترکہ/ وراثت/ میراث سننا بھی گوارا نہیں کرتے، بعض افراد میرے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس نے گھر گھر یہ مسئلہ بتا کر فساد پھیلادیا لیکن میں یہ دین کا اہم مسئلہ سمجھ کر لوگوں کو اس پر عمل کرنے کے بارے میں کہتا ہی رہتا ہوں، ایسے حالات میں کیا میں شرعاً خاموش ہو جاؤں یا یہ تبلیغ جاری رکھوں، چونکہ اکثر افراد جو اس پر عمل کرنا نہیں چاہتے ہیں وہ کئی حیلوں بہانوں سے خاموش کرواتے ہیں، مکمل و مفصل قرآن وحدیث کی روشنی میں میری راہنمائی فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

آدمی خدا کے خوف کی بقدر خدا کے حکموں پر عمل کرتا ہے، آپ کے ذمہ اپنے خاندان والوں کو حکمت و بصیرت سے سمجھانا ہے اور منوانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

”وذكر الفقيه ابو الليث ان الامر بالمعروف على وجوه ان كان يعلم باكبر رايه انه لو امر بالمعروف يقبلون ذلك منه ويمتنعون عن المنكر فالامر واجب عليه ولا يسعه تركه ولو علم باكبر رايه انه لو امرهم بذلك قذفوه وشتموه فتركه افضل وكذلك لو علم انهم يضربونه ولا يصبر على ذلك ويقع بينهم العداوة ويهيج منه القتال فتركه افضل وكذلك لو علم انهم لو ضربوه صبر عليه ولم يشك الى احد فلا باس به وهو قول مجاهد ولو علم انهم لا يقبلون منه ولا يخاف منهم ضربا ولا شتما فهو بالخيار والامر افضل“..... (فتاوى التاتارخانية: ۱۸/۱۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



مرغی کی اذان کو منحوس کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۱): مکرمی ومحترمی مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے گاؤں میں ایک رواج عام ہے کہ کوئی بھی مرغاجب عصر اور مغرب کے درمیان اذان دے

تو گھروالے اسے منحوس سمجھ کر فوراً ذبح کر دیتے ہیں، گوشت کھا جاتے ہیں، شرعی طور پر یہ فعل جائز ہے کہ نہیں؟ وضاحت درکار ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اس چیز کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے، قرآن و حدیث میں کہیں اس کو منحوس نہیں کہا گیا ہے، اصل نحوست تو گناہوں کی وجہ سے آتی ہے، ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

”قوله تعالى 'ظهر الفساد في البر والبحر' اختلاف العلماء في معنى الفساد والبر والبحر فقال قتادة والسدي الفساد الشرك وهو اعظم الفساد وقال ابن عباس وعكرمة ومجاهد فساد البر قتل ابن آدم اخاه قابيل قتل هابيل وفي البحر بالملك الذي كان ياخذ كل سفينة غصبا وقيل الفساد القحط وقلة النبات وذهاب البركة ونحوه قال ابن عباس قال هو نقصان البركة باعمال العباد كي يتوبوا قال النحاس وهو احسن ما قيل في الآية وعنه ايضا ان الفساد في البحر انقطاع صيده بذنوب بني آدم“.....(الجامع لاحكام القرآن : ١٣/٢٠)

”عن زيد بن خالد قال قال رسول الله ﷺ لا تسبوا الديك فانه يوقظ للصلوة اي للصلوة التهجد والصبح عن ابي هريرة ان النبي ﷺ قال اذا سمعتم صياح الديكة فسلوا الله من فضله فانها رأت ملكا واذا سمعتم نهيق الحمار فتعوذوا بالله من الشيطان فانها رأت ملكا وانها رأت شيطانا ليس المعنى انها لا تصوت الا اذا رأت ملكا وانها رأت شيطانا ليس المعنى انها لا تصوت الا اذا رأت ملكا او شيطانا فان صياح الديكة وكذلك نهيق الحمار كثيرا ما يكون لعوارض واسباب غير رؤية الملك والشيطان بل المعنى ان صوتهما قد يكون لذلك ايضا فلا يتعين اي الاصوات لذلك وايها لغيره فيستحب الدعوة والتعوذ عند كل تصويت منهما لتقع البعض منهما موقعهما وان لم تقع الكل مقام الرؤية مع ان زيادة الدعوة والتعوذ مطلوبة وان لم يكن في محل اجابة“.....(بذل المجهود : ٥/٣٠١)

”حدثنا محمد بن منہال قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا عمر بن محمد العسقلانی عن ابيه عن ابن عمر قال ذكروا الشؤم عند النبی ﷺ فقال النبی ﷺ ان كان الشؤم فی شیء ففی الدار والمرءة والفرس“..... (صحیح البخاری: ۲/۶۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

**علماء دیوبند ”ماانا علیہ واصحابی“ کے صحیح مصداق ہیں:**

مسئلہ نمبر (۱۴۲): محترم و مکرم قبلہ مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مودبانہ گزارش ہے کہ بندہ کو یہ فتویٰ درکار ہے کہ دیوبندی کے پیچھے بریلوی کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ براہ مہربانی فتویٰ عنایت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

علماء دیوبند کے عقیدے سو فیصد وہی عقیدے ہیں جو اہل السنۃ والجماعۃ کے ہیں اور یہ حضرات امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور ”ماانا علیہ واصحابی“ فرمان رسول ﷺ پر کامل طور پر عمل پیرا ہیں لہذا ان کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔

”حامدا ومصليا ومسلما ليعلم اولا قبل ان نشرع في الجواب انا بحمد الله ومشاخنا رضوان الله عليهما جميعين وجميع طائفتنا وجماعتنا مقلدون لقدوة الانام وذروة الاسلام امام الهمام الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان رحمة الله عليه في الفروع ومتبعون للامام الهمام ابي الحسن الاشعري والامام الهمام ابي منصور الماتريدي رضي الله عنهما في الاعتقاد والاصول ومنتسبون من طرق الصوفية الى الطريقة العلية المنسوبة الى السادة النقشبندية والى الطريقة الزكية المنسوبة الى السادة الجشتية والى الطريقة البهية المنسوبة الى السادة القادرية والى الطريقة المرضية المنسوبة الى

السادة السهروردية رضى الله عنهم“.....(المهند على المفند لمولانا خليل

احمد سهار نفورى رحمه الله تعالى: ۲۵، مترجم)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

**اللہ پاک کے پاس عاجزی نہیں، کہنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۳۳): محترم و مکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) کیا کسی مسلمان کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ ”اللہ پاک کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں عاجزی نہیں“ اگر اس کا جواب ہاں میں ہو تو یہ فرمادیں کہ انسانوں کو عاجزی کہاں سے ملتی ہے؟ اگر اس کا جواب ”نہیں“ میں ہو تو یہ فرمادیں کہ اس مسلمان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

عاجزی بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے خزانے ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے، نقص تب لازم آئے گا جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہو بلکہ اس کے مقابلے میں تکبر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو کہ نقص نہیں بلکہ اس کے شایان شان ہے۔

”الحی القادر العليم السميع البصير الشائی المرید..... ان اضدادها نقائص

وهی الموت والعجز والجهل والصم والبکم والعمی والاضطرار وهی

نقائص یجب تنزیہ اللہ تعالیٰ عنها“.....(نبراس: ۱۰۹)

”ولله خزائن السموات والارض، قال مقاتل یعنی مفاتیح الرزق والمطر

والنبات..... وقال اهل المعانی خزائن الله تعالى مقدوراته لان فیها کل ما یشاء

مما یرید اخراجه“.....(تفسیر کبیر: ۵۴۹/۱۰)

”اعلم ان المتکبر فی حق الخلق اسم ذم لان المتکبر هو الذی یشہر من نفسه

الکبر وذلك نقص فی حق الخلق لانه لیس له کبر ولا علو بل لیس معه

الا الحقارة والذلة والمسکنة فاذا اظهر العلو کان کاذبا فکان ذلك مذموما

فی حقه اما الحق سبحانه فله جمیع انواع العلو والكبریاء“

.....(تفسیر کبیر: ۵۱۴/۱۰)

”يقول الله تعالى لى العظمة والكبرياء والفخر والقدر سرى فمن نازعنى فى  
واحدمنهن كبتته فى النار“.....(الحكيم عن انس ، كنز العمال : ٣١٢ / ٣، رقم  
الحديث، ٤٤٤٤)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا تھا؟**

مسئلہ نمبر (۱۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جب وفات پا گئیں تو ان کا جنازہ کس نے پڑھایا؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اس وقت جنازہ مشروع نہیں ہوا تھا لہذا بغیر جنازہ کے ان کو دفن کیا گیا تھا۔

”فى الطحطاوى على المراقى قال الواقدى لم تكن سرعت يوم موت  
خديجة وموتها رضى الله عنها بعد النبوة بعشر سنين على الاصح“.....(۵۸۰)  
”قال عروة بن الزبير وقد كانت خديجة توفيت قبل ان تفرض الصلوة ثم  
روى من وجه آخر عن الزهرى انه قال توفيت خديجة بمكة قبل خروج  
رسول الله ﷺ الى المدينة وقبل ان تفرض الصلوة“.....(البداية والنهاية  
: ۳/۱۳۸)

”ان العمرى ذكر فى شرح ذات الشفاء ان الجمعة والجنازة وجبتا  
بعد الصلوات الخمس“.....(روح المعانى : ۱۵/۷)  
”وقد اتفق اهل العلم على ان المعراج كان بعد الوحي بنحو من اثنى عشر سنة  
قبل الهجرة بسنة“.....(تفسير المظهرى : ۵/۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## صبح اور شام کی تعریف نیز صبح اور شام کے اذکار کس وقت کرنے چاہئیں:

مسئلہ نمبر (۱۳۵): محترم مفتی صاحبان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسئلہ درپیش ہے برائے مہربانی حل فرمادیں، گزارش ہے کہ کچھ کتابوں میں میں نے صبح، شام، رات کی تعریف کے بارے میں پڑھا ہے، ان کتب میں صبح، شام اور رات کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے۔

صبح: ابتدائے وقت فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک صبح ہے، اس دوران جو پڑھا جائے گا وہ صبح میں شمار ہوگا۔  
شام: ابتدائے وقت ظہر سے غروب آفتاب تک شام ہے، اس دوران جو بھی پڑھا جائے گا وہ شام میں شمار ہوگا۔  
رات: غروب آفتاب یعنی مغرب سے لے کر سحری کا وقت ختم ہونے اور فجر کا وقت شروع ہونے تک رات ہے، اس دوران جو بھی پڑھا جائے گا وہ رات میں شمار ہوگا۔

اب میرا مسئلہ یہ ہے کہ جو اور ادا اور وظائف نبی اکرم ﷺ نے تجویز فرمائے اور کہا کہ یہ صبح اور شام کو پڑھنے ہیں اور جو اور ادا اور وظائف بزرگان دین یہ کہہ کر تجویز فرماتے ہیں کہ ان کو صبح اور شام پڑھیں تو ان کو کس وقت میں پڑھنا چاہیئے، کیا صبح کے اور ادا اور وظائف کو نماز فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا جائے گا، اور کیا شام کے وظائف کو ظہر سے مغرب تک کسی بھی وقت پڑھ سکتے ہیں یا عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے پڑھ لیں۔

مزید یہ کہ زیادہ تر لوگ جن میں اکثر علماء کرام بھی شامل ہیں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ شام سے مراد مغرب کا وقت ہے اور جو اور ادا اور وظائف شام کے لیے تجویز کیے جاتے ہیں ان کو مغرب کی نماز کے بعد پڑھنا چاہیئے، اب میری سمجھ میں ان اوقات کا مسئلہ نہیں آ رہا، اس لیے آپ سے راہنمائی چاہنے کے لیے رجوع کیا ہے، براہ مہربانی اس مسئلہ کو جو میرے ذہن کو منتشر کر رہا ہے دور فرمائیں۔

مزید ایک بات یہ بھی بتادیں کہ طلوع آفتاب سے لے کر ابتدائے وقت ظہر تک کے وقت کو کیا کہتے ہیں کیونکہ اس دورانیے کی تعریف مجھے کہیں نہیں ملی، نیز صبح، شام اور رات کی مکمل تعریف بتادیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صبح کی تعریف: دن کے شروع کے وقت کو یا فجر کے وقت کو صبح کہتے ہیں۔

”الصبح والصبح اول النهار وهو وقت ما احمر الافق بحاجب

الشمس“.....(المفردات فی غریب القرآن: ۶۷۴)

شام کی تعریف: سورج ڈوبنے کے وقت اور اس کے بعد کے اوقات کو شام کہا جاتا ہے، (المفردات: ۲۳۹)  
 دوپہر کی تعریف: ۱۲ بجے دن کا وقت جب سورج سر پر ہو (فیروز اللغات: ۲۴۹)  
 دن کی تعریف: سورج نکلنے سے سورج غروب ہونے کا درمیانی عرصہ، اور شرعاً طلوع فجر سے غروب آفتاب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

(۱) النهار بالفتح لغة ضوء واسع ممتد من الطلوع الى المغرب

الخ..... (کشاف اصطلاحات الفنون: ۱۳۹۶)

(۲) والنهار الوقت الذي ينتشر فيه الضوء الخ..... (المفردات: ۲۳۹)

رات کی تعریف: غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک کا وقت اور شرعاً غروب آفتاب سے طلوع فجر تک کا وقت۔  
 رسول اللہ ﷺ کی مکمل اتباع ہی نجات کا راستہ ہے اور یہ اتباع ذکر واذکار اور دیگر نقلی امور میں بھی ہونی چاہیئے، اب مسنون دعائیں یا ذکر واذکار تین قسم پر ہیں۔

(۱) ایسی دعائیں یا ذکر جو کسی خاص مقام سے متعلق ہوں جیسے مسجد میں داخل ہونے کی دعا، اس نوعیت کی دعاؤں کو ان کے متعلقہ مواقع میں پڑھنا چاہیئے۔

(۲) وہ دعائیں جو کسی وقت کے ساتھ متعلق ہوں جیسے صبح شام یا دن رات کی دعائیں یا ذکر، تو ان کو ان کے اوقات میں پڑھنا چاہیئے کسی بھی وقت میں پڑھ سکتے ہیں البتہ آسانی کی خاطر کسی معین وقت میں پڑھنے میں حرج نہیں۔

(۳) وہ دعائیں جو کسی جگہ یا وقت سے مخصوص نہیں جیسے ”سبحان اللہ و بحمدہ“ انہیں بھی شرعاً کسی وقت سے مخصوص نہ سمجھا جائے، براہ کرم آئندہ فقہی نوعیت کے مسائل دریافت فرمائیے۔

”صبح، الصبح اول النهار والصبح الفجر والصبح نقيض المساء والجمع

اصباح وهو الصبيحة والصبح والاصباح والمصبح“..... (لسان العرب :

۴/۲۱۴۲)

”الصبح الفجر او اول النهار جمع اصباح وهو الصبيحة والصبح والاصباح

والمصبح كمكرم واصبح دخل فيه وبمعنى صار“..... (القاموس المحيط :

۲۳۷)

”المساء، ضد الصباح والامساء نقيض الاصبح قال سيبويه قالوا الصباح والمساء كما قالوا البياض والسواد ولقيته صباح مساء مبنى وصباح مساء مضاف ..... والمساء بعد الظهر الى صلوة المغرب وقال بعضهم الى نصف الليل“..... (لسان العرب : ٣٤٢١)

”المساء والامساء ضد الاصبح“..... (القاموس المحيط : ١٢٣٩)  
 ”ضحاً، والضحو والضحوة والضحية على مثال العشية ارتفاع النهار ..... والضحاء ممدود اذا امتد النهار وقرب ان ينتصف ..... وقيل الضحى من طلوع الشمس الى ان يرتفع النهار وتبيض الشمس جدا ثم بعد ذلك الضحاء الى قريب من نصف النهار“..... (لسان العرب : ٥/٢٢٨٩)  
 ”الضحو والضحوة والضحية كعشية ارتفاع النهار والضحى فويقه ويذكروا يصغر بلاهاء والضحاء بالمد اذا قرب انتصاف النهار“..... (القاموس المحيط : ١٢٩٤)

”والنهار ضياء ما بين طلوع الفجر الى غروب الشمس وقيل من طلوع الشمس الى غروبها وقال بعضهم النهار انتشار ضوء البصر واجتماعه والجمع انهر“..... (لسان العرب : ٢٠٣٣)  
 ”النهار ضياء ما بين طلوع الفجر الى غروب الشمس او من طلوع الشمس الى غروبها او انتشار ضوء البصر واقتراعه جمع انهر ونهر“..... (القاموس المحيط : ٥٢٣)

”اليل عقيب النهار ومبدؤه من غروب الشمس التهذيب الليل ضد النهار والليل ظلام الليل والنهار الضياء“..... (لسان العرب : ٤/٣٦٢٢)  
 ”اليل واليلة من مغرب الشمس الى طلوع الفجر الصادق او الشمس“ ..... (القاموس المحيط : ١١٣٥)

”ليلة وهي في اللغة من غروب الشمس الى طلوع الفجر ويقابلها النهار

ولا يخرج المعنى الاصطلاحي له عن المعنى اللغوي“.....(الموسوعة  
الفقهية، بحواله المصباح المنير، المفردات : ٣٦٠/٣٥)

”والآية وان سقيت للاقتداء به عليه الصلوة والسلام في امر الحرب من  
الثبات ونحوه فهي عامة في كل افعاله صلی اللہ علیہ وسلم اذالم يعلم انها من خصوصياته  
كنكاح ما فوق اربع نسوة اخرج ابن ماجة“.....(روح المعاني : ٢١/١٦٤)  
”وما كان سنته في حق النبي صلی اللہ علیہ وسلم يكون سنة في حق غيره حتى يقوم دليل  
التخصيص“.....(المحيط البرهاني : ٣/٢٢)

”عن عبد الملك بن سعيد بن سويد قال سمعت ابا حميد او ابا اسيد الانصاري  
يقول قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل احدكم المسجد فليسلم على النبي صلی اللہ علیہ وسلم  
ثم ليقل اللهم افتح لي ابواب رحمتك فاذا خرج فليقل اللهم اني اسئلك  
من فضلك“.....(سنن ابى داؤد : ١/٤٩)

”عن ابى هريرة قال كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا أصبح اى دخل في الصباح قال  
اللهم بك أصبحنا وبك امسينا وبك نحيا وبك نموت واليك المصير  
واذا امسى عطف على اذا أصبح قال اللهم بك امسينا وبك أصبحنا وبك  
نحيا وبك نموت واليك النشور“.....(مرقاة المفاتيح : ٥/٣٠٠)

”وعن ابان بن عثمان قال سمعت ابى يقول قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد  
يقول في صباح كل يوم ومساء كل ليلة اى في اوائلها بسم الله الذى  
لا يضر مع اسمه شىء في الارض ولا في السماء وهو السميع العليم ثلاث  
مرات فيضره شىء فكان ابان قد اصابه طرف فالج فجعل الرجل ينظر اليه  
فقال له ابان ما تنتظر الى؟ اما ان الحديث كما حدثتك ولكنى لم اقله يومئذ  
ليمضى الله على قدره رواه الترمذى وابن ماجة وابوداؤد وفي روايته لم تصبه  
فجاءة - بلاء حتى يصبح ومن قالها حين يصبح لم تصبه فجاءة بلاء، حتى  
يمسى وفي الغائتين اعنى حتى يصبح وحتى يمسى ايماء الى ان ابتداء الحفظ  
من الفجاءة والمضرة عقيب قول القائل في اى جزء من اجزاء اوائل الليل

اول النهار بل وفي سائر اثنائهما ودعوى ابن حجر وجزمه بانه لو قال اثناء النهار والليل ولم يقل من اول الليل او اول النهار لايحصل له تلك الفائدة لادليل عليه مع ان الاثبات في وقت لا يدل على النفي في آخر.....(مرقاة المفاتيح: ٣٠٢، ٣٠٣/٥)

”وعن ابي هريرة قال جاءت فاطمة الى النبي ﷺ تسأله خادما اى رقيقا ولم تصادفه فلما علم بها جاءها فقال الا ذلك على ما هو خير من خادم تسبحين الله تعالى ثلاثا وثلاثين وتحمدين الله ثلاثا وثلاثين وتكبرين الله اربعا وثلاثين تكملة للمائة عند كل صلاة اى بعد كل مفروضة كما ورد في الاحاديث وعند منامك ولعل تخصيصها بالخطاب في هذا الحديث لانها الباعث الاصلى في طلب الخادم او هذا الحديث نقل بالمعنى او بالاختصار والله اعلم وكان قراءة هذه الاذكار عند المنام تزيل تعب خدمة النهار والآلام.....(مرقاة المفاتيح: ٣٠٠/٥)

”وعنه اى عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ من قال سبحان الله وبحمده الباء فيه للمقارنة والواو زائدة اى اسبحه تسبيحا مقرونا بحمده او متعلق بمحذوف عطف الجملة على الاخرى معناه وابتدئ بحمده او اثنى بشنائه في يوم اى في اجزائه قال ابن حجر وقال الطيبي اى في يوم مطلق لم يعلم في اى وقت من اوقاته فلا يقيد بشئ منها مائة مرة قال الطيبي سواء كانت متفرقة او مجتمعة في مجلس او مجالس في اول النهار او آخره الا ان الاولى جمعها في اول النهار ولعل اولوية اول النهار للمبادرة والمصارعة الى الاوراد والاذكار والافياتى تقييده في الحديث الآتى بالصباح والمساء، حطت اى سقطت وازيلت عنه خطايا اى الصغيرة ويحتمل الكبيرة وان كانت مثل زبد البحر اى كمية او كيفية قال ابن الملك هذا وامثاله كناية يعبر بها عن الكثرة عرفا.....(مرقاة المفاتيح: ٢٠٩/٥)

والله تعالى اعلم بالصواب



## کلمہ کفر کہنے سے اسلام اور نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت برائے فسخ نکاح دائرہ اسلام سے خارج ہوئی اور کلمات کفریہ استعمال کیے، کیا ان کا نکاح اس سے فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی کا مشورہ اس عورت کے ساتھ ہو اس کا کیا حکم ہے اور جس مولوی نے یا دیگر کسی نے یہ حیلہ بتایا ہو اس کا کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

جو عورت کلمات کفریہ کہہ دے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اور جس شخص نے اپنی مرضی سے کلمات کفریہ کہلوائے ہیں وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کا نکاح بھی اپنی عورت کے ساتھ فسخ ہو جاتا ہے، چاہے وہ لڑکی کا باپ ہو یا وکیل ہو یا مولوی ہو کیونکہ کفر پر رضا کفر ہے، چنانچہ تمام کتب فقہ میں مصرح ہے کہ ”الرضاء بالكفر کفر“

”وفى المنتفى قال اذا ارادت المرأة ان تحرم على زوجها فتكلمت بالكفر والایمان مستقر فى قلبها بانتهى وهى مشركة بذلك الكلام“..... (خلاصة الفتاوى ۴/۳۸۳)

”رجل علم امرأة الردة لتبين على زوجها يكفر المعلم قال الفقيه ابو الليث يعنى علمها وامرهابذلك“..... (خلاصة الفتاوى: ۴/۳۸۷)

”الرضاء بالكفر كفر“..... (شرح فقه الاكبر: ۲۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے تھے؟

مسئلہ نمبر (۱۴۷): محترم و مکرم حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ یہ ہے کہ پچھلے دنوں میں نے ایک کتاب جس کا نام اور حوالہ یہ ہے،

نام کتاب: تاریخ اسلام

مؤلف: مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی،

شائع کردہ: نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، ایڈیشن دہم، مطبوعہ ۱۹۸۶ء

پڑھی، اس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ عورتوں کو طلاق بہت زیادہ دیتے تھے، اس کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمادیا تھا کہ تم میرے بیٹے کو لڑکیاں نہ دو، براہ کرم مسئلہ واضح فرمادیں، کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واقعتاً ایسا کہا تھا؟ اور کیا واقعی حضرت حسن رضی اللہ عنہ عورتوں کو بلاوجہ طلاق بہت زیادہ دیا کرتے تھے؟ مزید حوالے کے لیے اس کتاب کے صفحہ کی فوٹو کاپی ارسال کیے دیتا ہوں، مہربانی فرما کر مسئلہ کی وضاحت فرمادیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

یہ بات تو درست ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کئی نکاح کیے اور طلاق بھی دیں مگر ان روایات میں کچھ زیادہ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے کیونکہ آپ کی اولاد کی تعداد مؤرخین نے صرف آٹھ لکھی ہے، اگر ستر یا تین سو تک عورتیں نکاح میں تھیں تو اولاد بھی اس قدر رہتی، اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ بیک وقت آپ کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں کبھی نہیں رہیں ورنہ حکم قرآنی کے خلاف لازم آئے گا جو کہ ان حضرات سے ناممکن ہے، نیز لوگ اپنی سعادت سمجھ کر رشتہ دیتے تھے، لہذا یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

”قالوا: وکان کثیر التزوج، وکان لایفارقہ اربع حرائر، وکان مطلقاً مصداقاً، یقال، انه احصن سبعین امرءة..... وقد کان علی یقول لاهل الکوفة لا تزوجوه فانه مطلق فيقولون واللہ یا امیر المؤمنین لو خطب الینا کل یوم لزوجناه مناشئنا ابتغاء فی صهر رسول اللہ ﷺ..... الخ“..... (البداية النہایة: ۸/۴۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



# کتاب الطہارة

## (الباب الاول فى احكام الوضوء)

**بیہوشی ناقض وضو ہے:**

- ۱۔ اگر مسجد کا امام فرض نماز کی ادائیگی کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑا کچھ وقفہ کے بعد امام نے ہوش میں آنے کے بعد نماز تراویح شروع کی کیا بے ہوش ہونے کے بعد امام کا وضو قائم رہا؟
- ۲۔ اور اگر امام نے مکرو فریب کر کے نمازیوں میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی تو ایسا شخص امامت کے قابل ہے یا نہیں جبکہ وہ عالم بھی نہیں ہے۔
- ۳۔ بے ہوشی کے بعد ہوش میں آ کر جو نماز تراویح ادا کروائی تو ایسی نماز تراویح کی کیا صورت ہوئی کیا وہ ادا ہوگئی یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال بے ہوش ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہذا بے ہوشی کے بعد تجدید وضو کے بغیر نماز تراویح اور وتر جو اس نے پڑھائے ہیں وہ ادا نہیں ہوئے۔

”(و) ينقضه (اغماء) ومنه الغشى“..... (الدر على هامش الرد: ۱۰۶/۱)

- ۲۔ اگر واقعی امام نے مکرو فریب کے طور پر مذکورہ فعل کیا اور نماز کے مسائل ضروریہ سے بھی واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

”ولذا كره امامة الفاسق العالم لعدم اهانتة بالدين فتجب اهانتة شرعا فلا يعظم بتقدمه الامامة. وكره امامة الجاهل اذ لو كان عالما تقيا لا تكره امامته لان الكراهة للنقص“..... (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۳۰۳، ۳۰۲)

”ومنها الاغماء والجنون والغشى والسكر الاغماء ينقض الوضوء قليلا وكثيره“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۲)

”والاغماء عارض لا يتنبه صاحبه اذ انبه فكان حدثا بكل حال“  
.....(البحر الرائق: ۱/۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**جسم کے گودے ہوئے حصہ کی وجہ سے وضو اور غسل کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۴۹): ایک شخص نے اپنے بازو پر مشین کے ذریعے پکا نام لکھوایا ہے سیاہی کے ساتھ، آیا اس شخص کا وضو غسل ہوگا یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

- ۱۔ مرد و عورت دونوں کے لیے جسم کے کسی بھی حصہ کو گودنا اور گودنا نا جائز ہے اور سخت گناہ ہے حدیث پاک میں دونوں پر لعنت وارد ہوئی ہے۔
- ۲۔ گودے ہوئے حصہ کو اگر با آسانی بلا ضرر صاف کیا جاسکے تو صاف کرنا واجب ہے۔
- ۳۔ تاہم اس شخص کا وضو اور غسل درست ہے اور نماز ادا ہو جائیگی۔

”قال في الشامية: لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة والواشرة المستوشرة والواشمة التي تشم في الوجه والذراع و هو ان تغرز الجلد بآبرة ثم يحشى بكحل أو نيل فيزرق“.....(ردالمحتار: ۵/۲۶۴)

”و أيضا في الشامية عن الفتاوى الخيرية من كتاب الصلوة سنل في رجل على يده وشم هل تصح صلوته و امامته معه ام لا اجاب نعم تصح صلوته و امامته بلا شبهة“.....(أيضا: ۱/۲۴۲)

”يستفاد مما مر حكم الوشم في نحو اليد و هو انه كالاختصاب او الصبغ بالمتنجس لانه اذا غرزت اليد او الشفة مثلا بآبرة ثم حشى محلها لكحل او نيلة ليخضر تنجس الكحل بالدم فاذا جمد الدم والتام الجرح بقي محله الاخضر فاذا غسل طهر لانه اثر يشق زواله لانه لا يزول الا بسلخ الجلد او جرحه فاذا كان لا يكلف بازالة الاثر الذي يزول بماء حار او صابون فعدم

التکلیف هنا ولی وقد صرح به فی القنیة فقال ولواتخذ فی یده وشمالا یلزمه  
السلخ“.....(فتاویٰ شامی: ۱/۲۴۲)

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لعن اللہ الواصلة  
والمستوصلة والواشمة والمستوشمة قال نافع الوشم فی اللثة“.....(جامع  
الترمذی: ۱/۴۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



سر پر مہندی لگی ہو تو مسح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۰): سر پر مہندی لگی ہوئی ہے تو بغیر دھوئے سر پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز وضو میں انگلیوں کا خلال کب کرے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

اگر سر پر مہندی کا لپ کیا ہوا ہو تو اس کو دھوئے بغیر سر پر مسح کرنا درست نہیں نیز وضو میں انگلیوں کا خلال دونوں ہاتھوں کو کہنوں سمیت تین مرتبہ دھونے کے بعد کرے۔

”وان كان على رأسها خضاب فمسحت على الخضاب اذا اختلطت البلة  
بالخضاب و خرجت عن حكم الماء المطلق لا يجوز المسح كذا في  
الخلاصة“.....(الهندي: ۲/۱)

”عن الظهيرية ان التخليل انما يكون بعد التلثيث لانه سنة التلثيث آه“  
.....(رد المحتار: ۸۷/۱)

”لان السنة اكمال الفرض في محله“.....(الهداية: ۲۱/۱)  
”وذكر الناطقي في الهداية اذا اختضب ومسح برأسه عند وضوءه على خضابه  
لا يجزئه وان وصل الماء الى شعره“.....(المحيط البرهاني: ۱/۱۶۵)  
”اذا اختضب ومسح برأسه عند وضوءه على خضابه لا يجزيه وان وصل الماء  
الى شعره“.....(فتاوى التاتارخانية: ۱/۶۸)

”وفی الظہیریۃ والتخلیل انما یكون بعد التلیث“..... (فتاوی التاتارخانیۃ:  
(۱/۸۱)

”وفی الظہیریۃ والتخلیل انما یكون بعد التلیث لانہ سنۃ  
التلیث“..... (البحر الرائق: ۱/۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



وضو سے پہلے تسمیہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۱۵۱): کیا وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے کیا اس کے بغیر وضو ہو جائے گا؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے لہذا اس کے بغیر وضو ہو جائے گا لیکن یہ بات واضح رہے کہ سنت کے چھوڑنے کی عادت بنانا موجب گناہ ہے۔

”(و سننہ) أى الوضوء ..... البداء بالتسمية قولاً و تحصيل بكل ذکر

(قوله و تحصيل بكل ذکر) فلو كبر أو همل أو حمد كان مقيماً للسنة یعنی

لا صلها و كما لها بما يأتي أفاده فى النحر“..... (الدر مع الرد: ۱/۸۰، ۸۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



معذور شخص نماز اور حج کیسے ادا کرے؟:

مسئلہ نمبر (۱۵۲): میری بیگم کا وضو زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا، ایک نماز پڑھنی ہو تو چار دفعہ وضو کرنا پڑتا ہے پیٹ میں گیس کی بہت زیادہ شکایت ہے اب حج کرنے کا ارادہ ہے وہاں بار بار وضو کرنا مشکل ہوگا اور حالت احرام میں بہت مشکل ہوگا کہ چند منٹ بعد ہی دوبارہ وضو کیا جائے۔ ایسی حالت میں کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ کی بیوی اس طرح معذور ہے کہ اس کا وضو بالکل قائم نہیں رہتا مثلاً ایک نماز کے وقت کے داخل ہونے سے لے کر وقت ختم ہونے تک اس کو پانچ سے سات منٹ ایسے نہیں ملتے کہ وضو کر کے صرف فرض نماز پڑھ

سکے یہ صورت کسی ایک نماز کے وقت میں پیدا ہوا اور اس کے بعد ہر نماز کے وقت میں یہ عذر ایک مرتبہ پایا جائے تو ہر وقت کی نماز کے لیے اس کو ایک وضو کرنا ضروری ہے اور اس وضو کے ساتھ اس وقت کی نماز فرض، نفل اور قضاء ادا سب پڑھ سکتی ہے البتہ جب اس نماز کا وقت ختم ہو گیا تو اگلی نماز کے لیے نیا وضو کرنا ہوگا مثلاً ظہر کے لیے وضو کیا ہے تو عصر تک اس کا وضو گیس کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا اور عصر کی نماز کے لیے تازہ وضو کرے اس طرح وہ طواف وغیرہ میں بھی کر سکے گی۔

” (و صاحب عذر من به سلس) بول لا يمكنه امساكه (أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو استحاضة) أو بعينه رمد أو عمش أو غرب و كذا كل ما يخرج بوجع و لو من اذن و ثدى و سرّة (ان استوعب عذره تمام وقت الصلوة مفروضة) بان لا يجد في جميع وقتها زمنا يتوضا ويصلي فيه خاليا عن الحدث (الى ان قال) (و حكمه) الوضوء لا غسل ثوبه و نحوه (لكل فرض) اللام للوقت كما في لدلوك الشمس (ثم يصلي) به (فيه فرضا و نفلا) فدخل الواجب بالاولى فاذا خرج الوقت بطل“..... (الدر المختار على هامش الرد : ٢٢٣/١، ٢٢٤)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



لیکوریانا قضا وضو ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر (۱۵۳): عورتوں کو ایک بیماری (لیکوریا) ہے یہ چند قطرے ہوتے ہیں لیکوریا اگر سوراخ کے اندر ہو اور باہر نہ نکلے کیا وضو ٹوٹ جائے گا یا پھر باہر نکلنے کے بعد وضو ٹوٹتا ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر رطوبت فرج داخل سے تجاوز کر جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ فرج خارج سے نہ نکلے اور اگر رطوبت فرج داخل ہی میں رہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

”وصفة النجاسة الرافعة للطهارة انما هي قائمة بالخارج فالعلة للنقض هي النجاسة بشرط الخروج ، و تأيد هذا بظاهر الحديث، ما الحدث؟ قال ما يخرج من السيلين“..... (البحر الرائق : ٥٩/١)

”و لو خرج البول من الفرج الداخل من المرأة دون الخارج ينقض الوضوء“  
.....(الہندیہ: ۱۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ویسلین سے وضو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۴): سردیوں میں اکثر چہرے اور ہاتھوں پر ویسلین لگائی جاتی ہے کیا تیل کی طرح ویسلین لگی ہونے سے وضو ہو جاتا ہے یا صابن سے دھونا ضروری ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

ویسلین، تیل کی مانند ہے لہذا بغیر صابن استعمال کیے وضو ہو جائے گا، لیکن احتیاطاً اعضاء وضو کو خوب مل کر دھونا بہتر ہے تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، یہ رطوبت ایسی نہیں ہے جس سے عضو خشک رہ جائے۔

”و اذا دهن رجله ثم توضأ و أمر الماء علی رجله فلم یقبل الماء لمكان الدسومة جاز الوضوء کذا فی الذخیرۃ اه“..... (الہندیہ: ۵/۱)

”قوله و کذا دهن) ای کزیت و شیرج بخلاف نحو شحم و سمن جامد (قوله و دسومة) ہی أثر الدهن قال فی الشرنبلالیۃ قال المقدسی و فی الفتاوی دهن رجله ثم توضأ و أمر الماء علی رجله و لم یقبل الماء للدسو مة جاز لو جود غسل الرجلین“..... (ردالمحتار: ۱۱۴/۱)

”ولو بقیت علی العضو لمعة لم یصبها الماء فصرف البلل الذی علی ذلک العضو الی اللمعة جاز کذا فی الخلاصۃ اه“..... (الہندیہ: ۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



آپاشی والے نالے کے پانی سے وضو کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۵): ایک گاؤں کے قریب ایک ندی بہتی ہے، جس ندی میں چشمہ کا پانی آتا ہے راستے میں آپاشی کے لیے ہم نے ایک نالی نکالی ہے جس کی چوڑائی اور لمبائی دو فٹ ہے جس کے اندر پانی کبھی ٹخنوں تک اور کبھی پنڈلی

تک اور کبھی اس سے کم اور کبھی خشک ہو جاتا ہے گٹر کے پائپ اس میں گرتے ہیں اور کبھی اس کا بومزہ بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ اس پانی سے وضو کرنا غسل کرنا کپڑے دھونا جائز ہے یا نہیں، نیز اس پانی سے اگر کپڑے گیلے ہو جائیں تو ان کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نالی کا پانی جاری پانی ہے جب اس کا رنگ، بو یا مزہ گٹر کے پانی کی وجہ سے بدل جائے تو وہ ناپاک ہے اس سے وضو، غسل کرنا اور کپڑے دھونا جائز نہیں ہے اور اگر کپڑوں کو یہ پانی لگ جائے تو وہ بھی نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جائیں گے اور اگر رنگ یا بو یا مزہ نجاست کی وجہ سے تبدیل نہ ہو تو یہ پانی پاک ہے مذکورہ کام اس سے کرنا جائز ہیں۔

”الماء الجاري بعد ما تغير أحد أوصافه و حكم بنجاسته لا يحكم بطهارته ما

لم يزل ذلك التغير بأن يرد عليه ماء طاهر حتى يزول ذلك التغير كذا في

المحيط“..... (الهندية : ١٨/١. بدائع الصنائع : ٢١٦/١)

”ماء النهر أو القناة إذا احتمل عذرة فاغترف انسان بقرب العذرة جاز والماء

طاهر ما لم يتغير طعمه أو لونه أو ريحه“..... (الهندية : ١٨/١)

”الماء الجاري بعد ما تغير أحد أوصافه و حكم بنجاسته لا يحكم بطهارته ما

لم يزل ذلك التغير بأن يرد عليه ماء طاهر حتى يزول ذلك التغير الخ“

..... (الهندية : ١٨/١. بدائع الصنائع : ٢١٦/١)

”ماء النهر أو القناة إذا احتمل عذرة فاغترف انسان بقرب العذرة جاز والماء

طاهر ما لم يتغير طعمه أو لونه أو ريحه“..... (الهندية : ١٨/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**غسل کرنے سے وضو بھی ہو جاتا ہے:**

مسئلہ نمبر (۱۵۶): کیا غسل کرنے سے وضو بھی ہو جاتا ہے؟ اگر کسی نے نہر یا دریا میں غوطہ لگایا کیا اس کا وضو بھی ہو گیا؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کوئی آدمی غسل کرے تو غسل کرنے سے اس کا وضو بھی ہو جائے گا علیحدہ نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں

ہے۔

اگر کوئی آدمی نہریا دریا میں غوطہ لگائے گا تو اس کا وضو بھی ہو جاتا ہے۔

”و تقدیم الوضوء علی الاغتسال فی الجنابة سنة و ليس بفرض عند علمائنا رحمهم الله حتى انه لو لم يتوضأ و افاض الماء على رأسه و سائر جسده ثلاثا جزأه اذا كان قد تمضمض و استنشق اه“  
.....(التاتارخانية: ۲۷ / ۱، مطبوعه جدید کوئٹہ)

”اذا اصاب الرجل المطر و وقع فی نهر جار جاز و وضوءه و غسله ايضا ان اصاب الماء جميع بدنه و عليه المضمضة و الاستنشاق كذا فی السراجية“  
.....(فتاویٰ الہندیہ: ۱ / ۵)

”وقالوا لومكث فی ماء جار او حوض كبير او مطر قدر الوضوء و الغسل فقد اكمل السنة“.....(الدر المختار: ۲۹ / ۱)

”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت كان رسول الله ﷺ يغتسل و يصلي الركعتين و صلاة الغداة و لا اراه يحدث و وضوء بعد الغسل“.....(سنن ابی داؤد: ۴۵ / ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



شرعی معذور کی نماز، وضو اور طہارت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۷): ایک شخص کو پیشاب کرنے کے بعد قطرے آتے ہیں اب کیا کرنا چاہیے؟ اگر ٹشویا مٹی کا ڈھیلا استعمال کرنے کے بعد نماز کے دوران بھی اسے قطرے نکلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں، اگر قطرے کپڑے وغیرہ پر لگ جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں اگر اس شخص پر ایک نماز کا پورا وقت ایسے گزرا کہ وہ بغیر عذر کے فرض نماز نہ پڑھ سکے اور اس کے بعد ہر وقت نماز میں اس کا وجود باقی رہے اگرچہ استیعاب نہ ہو تو یہ شخص معذور ہے تو اس کو ایک نماز کے لیے صرف ایک مرتبہ وضو کرنا ہوگا اور اس وقت میں بقیہ اعمال بھی کر سکتا ہے مثلاً تلاوت، ذکر، نفل وغیرہ اور جب اس نماز کا وقت نکل جائے گا تو اس کا وضو خود بخود ٹوٹ جائے گا، اور دوسری نماز کے لیے دوبارہ وضو کرنا ہوگا، اگر ایسا نہیں تو معذور نہیں، جب قطرہ آئے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور کپڑا ناپاک ہو جائے گا دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

”المستحاضة من به سلس البول أو استطلاق البطن أو انفلات الريح أو  
رعاف دائم أو جرح لا يرقأ يتوضؤون لوقت كل صلوة و يصلون بذلك  
الوضوء في الوقت ما شاؤا من الفرائض والنوافل هكذا في البحر  
الرائق“..... (الهندية : ۱ / ۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### شرعی معذور:

مسئلہ نمبر (۱۵۸): میرے پیٹ میں گیس کی تکلیف کچھ عرصہ سے ہے، وضو کرنے کے فوراً بعد وضو ٹوٹ جاتا ہے، اکثر اوقات نماز بھی سکون سے نہیں پڑھی جاتی یہی دھیان لگا رہتا ہے کہ وضو بھی ٹوٹ گیا اور ایک نماز کے لیے کئی دفعہ دو تین بار وضو کرنا پڑتا ہے اور کبھی مشکل سے ایک نماز پڑھی جاتی ہے، وضو کرتے وقت بھی کتنی دفعہ بار بار وضو کرتی ہوں، مجھے اس مسئلہ کے بارے میں جلد اطلاع دیں کہ ایک ہی بار وضو کر لیا کروں یا بار بار، البتہ یہ معذوری والا مسئلہ ہے اور اگر آپ استنجا چھوڑنے کا حکم فرمائیں تو مجھے اس کے بدلے کیا کرنا چاہیے کیونکہ استنجا کے فوراً بعد گیس بھر جاتی ہے پیٹ میں اور بعض اوقات ویسے بھی ہوا خارج ہو جاتی ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ عورت معذور کے حکم میں ہے کیونکہ معذور وہ ہوتا ہے جس کو وضو کرنے کے بعد پورے وقت میں بغیر حدت کے اتنا وقت بھی نہ مل سکے کہ وہ فرض نماز ادا کر سکے تو یہ شخص وضو کر کے وقت کے اندر فرائض اور نوافل ادا کر سکتا ہے اگرچہ وضو ٹوٹتا رہے البتہ نماز کا وقت جیسے ہی ختم ہوگا تو یہ شخص بے وضو ہو جائے گا۔

”(و صاحب الحدث) الدائم ليس من يتصل به خروج الحدث من غير انقطاع اصلا بل هو من لا يمضى عليه وقت صلوة كامل الا والحدث الذى ابتلى به يوجد منه فيه..... وهذا الذى ذكره تعريف صاحب العذر فى البقاء“..... (حلبى كبرى : ۱۱۸)

”المستحاضة و من به سلس البول أو استطلاق البطن أو انفلات الريح أو رعا ف دائم أو جرح لا يرقأ يتوضؤن لوقت كل صلوة و يصلون بذلك الوضوء فى الوقت ما شاؤا من الفرائض والنوافل هكذا فى البحر الرائق“..... (الهندية : ۴۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### احلیل میں ٹشو پیپر رکھنا اور امساک المرتح:

مسئلہ نمبر (۱۵۹): مجھے ایک بیماری ہے، وہ یہ کہ اگر پیشاب کروں تو اس کے بعد جب وضو کر لوں اور ایک یا دو رکعت ادا کرنے کے بعد رکوع یا سجدے میں قطرہ آجاتا ہے یہ قطرہ ہمیشہ بھی نہیں ہوتا اور اگر نماز سے دس بیس منٹ پہلے پیشاب کر لوں تو اس وقت چلنے پھرنے سے قطرے کا آنا بند ہوتا ہے، اس صورت میں میں ٹشو پیپر کو پیشاب کی جگہ میں رکھ دیتا ہوں تاکہ مجھے شک نہ ہو تو آیا اس صورت میں نماز پڑھنا پڑھانا کیسا ہے اور گیس کی بیماری بھی ہے یعنی نماز میں پیٹ میں گیس آجاتا ہے لیکن گیس کو میں سختی کے ساتھ روک لیتا ہوں اس کی وجہ سے وقتی نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہوتا؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں شخص مذکور کا ٹائیلٹ پیپر کا پیشاب کی نالی میں رکھنا اور بصورت ضرورت پیٹ کے اندر ہوا کا روکنا صحیح ہے، اس طرح نماز کے اندر کوئی خرابی نہیں ہوگی، البتہ جب ٹائیلٹ پیپر ہٹانے کے بعد اگر اس پر تری ہو تو اس وقت اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

”(قوله ولا يمكن حبسه الخ) فيتعين عليه رده متى قدر عليه بعلاج من غير مشقة وفى المضممرات عن النصاب به سلس البول فجعل القطنية فى ذكره

ومنعه من الخروج وهو يعلم انه لو لم يخش ظهر البول فاخرج القطنه وعليها  
بلة فهو محدث ساعه اخراج القطنه فقط وعليه الفتوى واذا لم يمتنع العذر  
بذلك هل يفعله تقليلا للنجاسة بقدر الامكان؟ قالوا ينبغي قال ابن امير حاج  
اي يستحب لما في الخلاصة لو لم يفعل لا بأس به وقال الحلبي اي يجب“  
.....(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : ۱۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### پیشاب کا قطرہ آنے کا شبہ:

مسئلہ نمبر (۱۶۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں  
کہ بندہ کو پیشاب قطرہ قطرہ آتا ہے، ٹشو پیپر سے استنجاء کرتا ہوں پھر بھی شبہ قطرے آنے کا رہتا ہے، کیا اس  
حالت میں نماز ادا ہو جائے گی اور ایک بار وضو سے تہجد فجر اور اشراق پڑھ سکتا ہوں؟ اور اس طرح دعائیں اور قرآن  
پڑھا جا سکتا ہے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جس شخص کو استنجاء کرنے کے بعد قطرہ آنے کا شبہ ہو وہ وضو کر کے ہر قسم کی عبادات یعنی  
نماز قرآن وغیرہ پڑھ سکتا ہے اس کا وضو باقی ہے۔

”اليقين لا يزول بالشك“.....(الاشباه والنظائر: ۷۵)

”ولو ايقن بالطهارة وشك بالحدث او بالعكس اخذ باليقين اه“.....(الدر  
المختار على هامش رد المحتار: ۱/ ۱۱۱)

”بخلاف ما اذا شك في الحدث لانه لم يوجد الا مجرد الشك ولا عبرة له

مع اليقين بحر عن المحيط“.....(رد المحتار: ۱/ ۱۰۲)

علامہ شامیؒ ولو شك کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”قوله ولو شك في التاتارخانية من شك في انائه أو ثوبه أو بدنه أصابته

نجاسة أو لا فهو ظاهر ما لم يستيقن الخ“.....(رد المحتار: ۱/ ۱۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**ادعیہ وضو:**

مسئلہ نمبر (۱۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں جب کہ حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وضو بسم اللہ سے شروع کیا کریں، کیا بسم اللہ پوری پڑھنی چاہیے یا کہ صرف بسم اللہ کے الفاظ ادا کرنے چاہیے۔

۲۔ نیز وضو کرتے وقت ہر عضو کو دھوتے وقت کوئی مسنون کلمات ہیں؟ اس بارے میں بھی وضاحت فرمائیں؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

- ۱۔ واضح رہے کہ وضو شروع کرتے وقت جو بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو سنت پوری ہو جائے گی، لیکن افضل یہ ہے کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھا جائے، نیز وضو شروع کرتے وقت ”بسم اللہ العظیم والحمد لله على دين الإسلام“ پڑھنا بھی ثابت ہے، (ہندیہ: ۱/۶) اس لیے اس کو بھی کبھی کبھی پڑھنا چاہیے۔ اور وضو سے فارغ ہو جانے کے بعد یہ دعا پڑھی جائے ”سبحانک اللہم وبحمدک وأشهد أن لا إله إلا أنت استغفرک واتوب الیک، وأشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله“
- ۲۔ دوران وضو ہر عضو کے دھوتے وقت کوئی مسنون کلمات صحیح احادیث سے ثابت نہیں، البتہ بعض ضعیف روایات میں جو دعائیں مذکور ہیں ان پر فضائل اعمال میں عمل کیا جاسکتا ہے، چنانچہ فقہائے کرام نے مندرجہ ذیل دعائیں پڑھنے کو مستحب لکھا ہے۔

☆ کلی کرتے وقت:

”اللهم أعني على تلاوة القرآن، وذكرک وشکرک وحسن عبادتک“

☆ ناک میں پانی ڈالتے وقت:

”اللهم أرحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار“

☆ چہرہ دھوتے وقت:

”اللهم بیض وجهی يوم تبيض وجوه وتسود وجوه“

☆ دایاں بازو دھوتے وقت:

”اللهم اعطني کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا“

☆ بایاں بازو دھوتے وقت:

”اللهم لا تعطني كتابي بشمالی ولا من وراء ظهري“

☆ سر کا مسح کرتے وقت:

”اللهم اظلني تحت عرشك يوم لا ظل إلا ظلك عرشك“

☆ کانوں کا مسح کرتے وقت:

”اللهم اجعلني من الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه“

☆ گردن کا مسح کرتے وقت:

”اللهم اعتق رقبتی من النار“

☆ دایاں پاؤں دھوتے وقت:

”اللهم ثبت قدمی علی الصراط يوم تزل الأقدام“

☆ بایاں پاؤں دھوتے وقت:

”اللهم اجعل ذنبی مغفورا وسعی مشكورا وتجارتی لن تبور“

نیز اگر مندرجہ بالا دعائیں یاد نہ ہوں تو ہر عضو کے دھوتے وقت ”درود شریف“ یا کلمہ شہادت ”اشہد أن لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبده ورسوله“ کہنا چاہیے۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳)

”فی الدر المختار: (و) البدأة (بالتسمية) قولاً وتحصل بكل ذکر لكن الوارد عنه عليه السلام باسم الله العظيم والحمد لله على دين الاسلام وفي الشامية قوله (وتحصل بكل ذکر) فلو كبر او همل او حمد كان مقيماً للسنة يعنى لأصلها و كما لها بما يأتى أفاده فى النهر (قوله لكن الوارد الخ) قال فى الفتح لفظها المنقول عن السلف وقيل عن النبى ﷺ باسم الله العظيم والحمد لله على الاسلام وقيل الافضل بسم الله الرحمن الرحيم بعد التعوذاه (در مع الرد: ۱/ ۸۰، ۸۱)

”قوله والدعاء بالوارد) فيقول بعد التسمية عند المضمضة اللهم اعنى على تلاوة القرآن و ذكرک وشکرک وحسن عبادتک وعند الاستنشاق اللهم

ارحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار ..... الخ“..... (ردالمحتار : ۱ / ۹۴ مط: رشیدیة)

” (والتسمية) كما مر (عند غسل كل عضو) وكذا الممسوح (والدعاء بالوارد عنده) ای عند كل عضو وقد رواه ابن حبان وغيره عنه عليه الصلاة والسلام من طرق قال محقق الشافعية الرملى فيعمل به في فضائل الاعمال“..... (الدرعلى هامش الرد : ۱ / ۹۴)

”وان يقول عند غسل كل عضو” اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ..... وان يقول بعد الفراغ من الوضوء سبحانك اللهم وبحمدك واشهد ان لا اله الا انت ..... الخ“..... (الهنديّة : ۱ / ۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ستر کھولنا ناقض وضو نہیں:

مسئلہ نمبر (۱۶۲): کیا کپڑے تبدیل کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

کپڑے تبدیل کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، کیونکہ کپڑے تبدیل کرنے سے صرف ستر کا کھلنا لازم آتا ہے اور ستر کا کھلنا ناقض وضو میں سے نہیں ہے؛ نو اقص وضو درج ذیل ہیں۔

”منها ما يخرج من السبيلين من البول والغائط والريح الخارجة من الدبر والودی والمذی والمنی والدودة والحصاة..... ومنها ما يخرج من غير السبيلين ..... ويسيل الى ما يظهر من الدم والقيح والصدید والماء لعله ..... ومنها القي ..... ومنها النوم ..... ومنها الاغماء والجنون والغشى والسكر ومنها القهقهة ..... ومنها المباشرة الفاحشة اه“..... (فتاویٰ الهنديّة : ۱ / ۹ تا ۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ناخن پالش مانع وضو ہے:

مسئلہ نمبر (۱۶۳): اگر ناخن پالش لگی ہو اور عورت وضو کر کے نماز ادا کر لے تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ ایسی تزئین حرام ہے جو شرعی فرائض کے مانع ہو، جو چیز بدن میں پانی پہنچانے سے مانع ہے اس کی موجودگی میں وضو اور غسل صحیح نہیں ہوتا، اگر بال کے برابر بھی جگہ خشک رہ گئی ہو تو وضو اور غسل صحیح نہ ہوں گے لہذا جتنی نمازیں ناخن پالش لگا کر پڑھتی رہی وہ سب واجب الاعادہ ہوں گی اور توبہ استغفار بھی لازم ہے۔

”وہل يجب ایصال الماء الى ماتحت الاظافر؟ قال الفقيه ابو بكر يجب ایصال الماء الى ماتحتہ حتی ان الخباز اذا توضأ وفي اظفاره عجين او الطيان اذا توضأ وفي اظفاره طين يجب ایصال الماء الى ماتحتہ“..... (التاثير خانية: ۲۰۰، ۱۹۹، مطبوعہ جدید رشیدیہ کوئٹہ)

”فی فتاویٰ ماوراء النہر ان بقی من موضع الوضوء قدر رأس ابرة اولزق باصل ظفرہ طین یا بس اور طب لم یجز وان تلطح بدہ بخمیر او حناء جاز“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۴)

”وان کان علی ظاہر بدنہ جلد سمک او خبز ممضوع قد جف فاغسل ولم یصل الماء الى ماتحتہ لایجوز“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳)

”ولا بد من زوال ما يمنع وصول لماء للجسد کشمع وعجین“..... (مراقی الفلاح: ۲۳)

”بخلاف نحو عجین ای کعلک وشمع وقشر سمک وخبز ممضوع متلبد“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۱۱۴)

”وان کان علی ظاہر بدنہ جلد سمک او خبز ممضوع قد جف فاغسل ولم یصل الماء الى ماتحتہ لایجوز“..... (المحیط البرہانی: ۱/۲۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## وضو کے بعد سورت القدر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۴): وضو کے بعد ایک بار سورت القدر پڑھنے سے قیامت کے دن اولیاء کے ساتھ حشر ہوگا اور دو مرتبہ پڑھنے سے شہداء کے ساتھ حشر ہوگا، اور تین مرتبہ پڑھنے سے اصداۃ کے ساتھ حشر ہوگا، اور چار مرتبہ پڑھنے سے انبیاء کے ساتھ حشر ہوگا، اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث بیان کریں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

فضائل مذکورہ والی حدیث کتب احادیث میں نہیں ملی، لہذا اس کو صحیح قرار دینا مشکل ہے، البتہ دوسری روایت میں وضو کے بعد سورت القدر کا پڑھنا ثابت ہے۔

”ومن الآداب ان يقول بعد الفراغ من الوضوء سورة انا انزلناه مرة او مرتين او ثلاثا كذا تورث عن السلف وروى في ذلك آثار لا بأس بها في الفضائل منها ان من قرأها في اثر الوضوء غفر الله له ذنوب خمسين سنة الخ“.....  
(حلی کبیری : ۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## قے ناقض وضو ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر (۱۶۵): اگر بحالت نماز کڑوا پانی معدہ سے منہ بھر کے آئے اور منہ کے اندر ہی سے واپس لوٹایا جائے کیا اس کی نماز اس عمل سے فاسد ہوگی یا نہیں؟ برائے مہربانی فرما کر وضاحت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر شخص مذکورہ کو قے اتنی آئی ہو کہ اس کو ضبط کرنا مشکل ہو گیا اور اس نے اس کو واپس لوٹا دیا تو یہ قے کثیر ہے اور قے کثیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ شخص دوبارہ جا کر وضو کرے اور نماز دوبارہ پڑھ لے۔

”فی المحيط..... وقال الحسن بن زياد رحمه الله تعالى ان كان القيء بحيث لا يمكن للرجل ضبطه و امساكه كان مل الفم و ان كان يمكن ضبطه و امساكه لا يكون مل الفم و زاد على هذا بعض المشائخ و قال : ان كان القيء بحيث لا يمكن ضبطه و امساكه الا بتكلف كان مل الفم و ان كان

بحیث یمكن ضبطه و امساكه من غیر تكلف لا يكون ملء الفم و اليه مال كثير من المشائخ و هو الصحيح“..... (المحیط: ۱/ ۱۹۹)

”و فيه..... قال محمد رحمه الله تعالى في الجامع الصغير رجل قلص أقل من ملأ فيه لا ينتقص وضوءه و لو قلص ملأ فيه مرة أو طعاماً أو ماء ينتقص الوضوء و هذا مذهبنا و هي مسألة الخارج من غير السبيلين“..... (أيضاً: ۱۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### سرخی مانع وضو ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر (۱۶۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتیں ہونٹوں پر سرخی لگاتی ہیں کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے لگانے سے وضو اور نماز ہوگی یا کہ نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

عورتوں کا ہونٹوں پر سرخی لگانا جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ یہ زینت کے لیے ہے اور زینت اختیار کرنا عورتوں کے لیے مباح ہے نیز تحقیق سے معلوم ہوا کہ سرخی مثل گھی کے ہے، اگر تھوڑی لگائی جائے تو وضو اور نماز میں حرج نہ ہوگا اور اگر اتنی زیادہ لگائی جائے کہ جس کی تہہ بن جائے تو پھر نیچے پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے وضو نہ ہوگا البتہ وضو کے بعد لگانے سے نماز ہو جائیگی۔

”و لا ينبغي للصغير أن يخضب يده بالحناء لانه تزين وانه يباح للنساء دون الرجال“..... (خلاصة الفتاوى: ۴/ ۳۷۳)

”(و كذا دهن) أى كزيت و شيرج بخلاف نحو شحم و سمن جامد (قوله و دسومة) هى أثر الدهن قال فى الشرع نبالية قال المقدسى وفى الفتاوى دهن رجليه ثم توضأ و أمر الماء على رجليه و لم يقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلين“..... (رد المحتار: ۱/ ۱۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## دوران نماز وضو ٹوٹنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں  
ہمارے محلے میں ایک صاحب نے فرمایا کہ اگر آدمی کا دوران نماز وضو ٹوٹ جائے تو اسے فوراً نماز توڑ کر وضو  
دوبارہ کر کے نماز میں شامل ہونا چاہیے اگر اس نے ویسے ہی ٹوٹے ہوئے وضو کے ساتھ نماز مکمل کی تو وہ اسلام سے  
یا ایمان سے خارج ہو جائے گا، یعنی کافر ہو جاتا ہے کیا یہ مسئلہ ایسے ہی ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

جب وضو ٹوٹ گیا تو نماز ٹوٹ گئی، اس شخص کو فوراً باہر نکل کر وضو کر کے نماز ادا کرنا لازم ہے، اگر بلا وضو  
بلا قصد، تو ہین واستہزاء کے پڑھتا رہے گا تو گنہگار ہوگا کافر نہیں۔

”فی الدر المختار “وفی کفر من صلی بغیر طہارة مع العمد خلف فی  
الروایات یسطر“

وفی الشامیة: (قوله خلف) أى اختلاف بین أهل المذهب و المعتمد عدم  
التکفیر كما هو ظاهر المذهب الخ..... (الدر مع الرد: ۱/۲۰)  
”و لو صلی بغیر طہارة لا یکفر“..... (التتارخانیة: ۳۲۲/۷، مطبوعہ  
جدید رشیدیہ کوئٹہ)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## وضو کے بعد اعضاء کو خشک کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۶۸): وضو کے بعد اعضاء کو کسی کپڑے وغیرہ سے صاف کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے مولوی صاحب فرماتے  
ہیں کہ وضو کے بعد اعضاء کو صاف کرنا درست نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

وضو کے بعد اعضاء وضو کو کپڑے وغیرہ سے صاف اور خشک کر سکتے ہیں مگر بہتر یہی ہے کہ صاف کرنے  
میں مبالغہ نہ کیا جائے۔

”(و التمسح بمندیل) ذکرہ صاحب المنیة فی الغسل و قال فی الحلیة و لم

أرمن ذكره غيره وانما وقع الخلاف في الكراهة ففي الخانية و لا بأس به  
للمتوضئ والمغتسل روى عن رسول الله ﷺ انه كان يفعله و منهم من كره  
ذلك و منهم من كرهه للمتوضئ دون المغتسل و الصحيح ما قلنا الا انه  
ينبغي أن لا يبالغ و لا يستقصى فيبقى أثر الوضوء على اعضائه اهـ  
.....(ردالمحتار : ٩٤/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

**اعضاء وضو کئے ہوں تو وضو کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۶۹): جن لوگوں کے ہاتھ پاؤں یعنی اعضائے وضو کئے ہوئے ہوں تو وہ وضو کیسے کریں اور ان لوگوں کی نماز کیسے درست ہوگی؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

اعضائے وضو میں سے جو عضو کٹا ہوا ہو اسے دھونا اس کے ذمہ سے ساقط ہے، باقی اعضا کو دھو کر نماز پڑھے۔

”و لو قطعت يده أو رجله فلم يبق من المرفق والكعب شيء سقط الغسل و لو  
بقي وجب“..... (البحر الرائق : ٢٩/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

**رگ میں انجکشن لگوانا ناقض وضو ہے؟**

مسئلہ نمبر (۱۷۰): انجکشن کے ذریعہ جو خون نکالا جائے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

انجکشن کے ذریعہ جو خون نکالا جاتا ہے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وضو ٹوٹنے کے لیے خون کا خروج اور اخراج دونوں برابر ہیں، لہذا جس طرح خون نکلتا ناقض وضو ہے اسی طرح نکالنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

”لانه اذا فصدوا خراج منه دم كثير ولم يتلطح رأس الجرح فانه ينقض الخ“..... (حلی کبیری : ۱۱۵)

”واما ما سال بعصر وكان بحيث لو لم يعصر لم يسئل قالوا لا ينقض الوضوء لانه ليس بخارج وانما هو مخرج وهو مختار صاحب الهداية وقال شمس الائمة ينقض وهو حدث عمدا عنده وهو الاصح كذا في فتح القدير معزيا الى الكافي لانه لا تاثير يظهر للاخراج وعدمه في هذا الحكم بل لكونه خارجا نجسا وذلك يتحقق مع الاخراج كما يتحقق مع عدمه فصار كالفصد كيف وجميع الادلة الموردة من السنة والقياس يفيد تعليق النقض بالخارج النجس وهو ثابت في المخرج“..... (البحر الرائق : ۱/۶۵)

”لا تاثير بظهور للاخراج وعدمه بل لكونه خارجا نجسا وذلك يتحقق مع الاخراج كما يتحقق مع عدمه فصار كالفصد كيف وجميع الادلة الموردة من السنة والقياس تفيد تعليق النقض بالخارج النجس وهو ثابت في المخرج“..... (رد المحتار : ۱/۱۰۱)

”فالا حسن ما في النهر عن بعض المتأخرين من ان المراد السيلان ولو بالقوة اي فان دم الفصد ونحوه سائل الى ما يلحقه حكم التطهير حكما تامل“..... (فتاوى شامی : ۱/۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**کیا بچے کو دودھ پلانا ناقض وضو ہے؟**

مسئلہ نمبر (۱۷۱): ایک عورت نے وضو کیا اور پھر بچے کو دودھ پلایا تو آیا اس سے اس کا وضو ٹوٹ گیا؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں دودھ کا پستانوں سے نکلنا ناقض وضو نہیں، بلکہ وضو باقی رہے گا اس لیے کہ وضو نجاست کے نکلنے کی وجہ سے ٹوٹتا ہے اور دودھ نجس نہیں لہذا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

”وینقضه خروج کل خارج (نجس منه) الخ (الدر المختار علی هامش

الرد : ۱ / ۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



زخم کی پٹی پر مسح کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

پاؤں پر زخم ہو اور اس کے اوپر پٹی وغیرہ ہو اور پاؤں کا بقیہ حصہ خالی ہو تو اس صورت میں وضو کرتے ہوئے

کیا طریقہ کار اختیار کریں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر زخم پر مسح کرنا اس کو نقصان دے تو پٹی کے اوپر سے مسح کرے اور اگر گرد کی جگہ کو دھو

لے اور اگر زخم پر مسح کرنا اس کو نقصان نہ دے تو زخم پر مسح کرے اور اگر گرد کی جگہ کو دھو لے۔

”وفی الخلاصة وان كان يضره المسح ولا يضره الحل فانه يمسح على

الخرقة التي على الجرح ويغسل حوالها وما تحت الخرقة الزائدة“.....

( الفتاوى التاتارخانية : ۲۵ / ۱ ، مطبوعه جديدر شيديه كوئٹہ )

”وان ضرها المسح لا الحل يمسح على الخرقة التي على راسها ويغسل ما

حولها وان لم يضره المسح ولا الحل غسل ما حولها ومسحها

نفسها“..... (الهندية : ۱ / ۳۵)

”(فحققت الضرورة الى جواز المسح على الزائد على الجراحة ايضا اذا

كان يضره حلها لغسل غير موضع الجراحة وان كان لا يضره ذلك مسح

على ما فوق الجراحة وغسل ما حولها لان المسح للضرورة فيقدر

بقدرها“..... (حلبی کبیری : ۱۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**سر کے مسح کا مستحب طریقہ:**

مسئلہ نمبر (۱۷۳): سر کے مسح میں انگلیوں کا کوئی خاص طریقہ ہے یا نہیں؟ وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

سر کے مسح میں اصل تو پورے سر کا مسح کرنا مسنون ہے البتہ فقہاء کرام سے کچھ کیفیات مسح منقول ہیں جن میں سے رائج یہ ہے کہ متوضی اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور انگلیوں کو اپنے سر کے ابتدائی حصہ پر رکھے پھر دونوں کو ایسے طریقہ سے گدی تک کھینچ کر لے جائے کہ سارے سر کا مسح ہو جائے۔

”فی الشامیة ..... (قوله مستوعبة) هذا سنة ايضا كما جزم به في الفتح ثم نقل عن القنية انه اذا داوم على ترك الاستيعاب بلا عذريته قال وكأنه لظهور رغبته عن السنة قال الزيلعي وتكلموا في كيفية المسح ”والاظهر“ أن يضع كفيه واصابعه على مقدم رأسه ويمدهما الى القفا على وجه يستوعب جميع الرأس ثم يمسح اذنيه باصبعيه اه وما قيل من انه يجافى المسبحتين والابهامين ليمسح بهما الاذنين والكفين ليمسح بهما جانبي الرأس خشية الاستعمال فقال في الفتح لا اصل له في السنة لان الاستعمال لا يثبت قبل الا نفضال والاذنان من الرأس اه“..... (فتاوى شامی: ۸۹/۱)

”وفی الخانیة ..... الاستيعاب فی مسح الرأس سنة وصورة ذلك ان يضع اصابع يديه على مقدم رأسه وكفيه على فؤديه؟ ويمدهما الى قفاه فيجوز“..... (قاضی خان علی هامش الهندية: ۳۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

**عریانا وضو کرنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۷۴): غسل کرتے وقت غسل خانے میں بغیر کپڑے پہنے ہوئے وضو ہو سکتا ہے یا کہ نہیں؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

غسل خانے میں غسل کرتے وقت عریانا (بغیر کپڑے پہنے ہوئے) وضو ہو جاتا ہے۔

”قوله (وقيل يجوز ان يتجرد للغسل وحده) اعلم انه ذكر في القنية اختلافا في جواز الكشف في الخلوة فقال تجرد في بيت الحمام الصغير لقصر ازاره او حلق عانته ياثم وقيل يجوز في المدة اليسيرة وقيل لا بأس به وقيل يجوز ان يتجرد الى آخر ما ذكره المؤلف قوله (مقدار عشرة اذرع) وفي الشرح خمسة اذرع وانظر ما وجه هذا التحديد ولعل وجهه في الاول ان العشرة تعد كثيرا كما قد رواه في المياه فيكون المحل اذا كان بهذا القدر متسعا والله تعالى اعلم، (قوله كالوضوء) بل الغسل اولى لانه وضوء وزيادة والى ذلك اشار بقوله لأنه يشملہ“..... (حاشية طحطاوى على مراقي الفلاح: ۱۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### پٹی پر مسح کرنا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۷۵): ایک آدمی کے وضو کے اعضاء میں سے کسی پر زخم ہے، پٹی باندھی ہوئی ہے جلدی سے یا کسی وجہ سے وضو کر کے مسح بھول گیا بعد میں یاد آیا تو نماز ہوئی یا دوبارہ وضو کر کے مسح کر کے نماز لوٹائے۔ بینواتو جروا

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں زخم پر مسح کر کے نماز لوٹانا ضروری ہے۔

”(وحکم مسح جبيرة) ہی عیدان یجبر بہا الکسر (وخرقة قرحة وموضع فصد) وکی (ونحو ذلک) کعصابة جراحة ولو برأسه (کغسل لما تحتها) فيكون فرضا یعنی عمليا لثبوته بظني وهذا قولهما وإليه رجع الإمام خلاصة وعليه الفتوى ..... لكن قال تلميذه العلامة قاسم في حواشيه أن قوله أقعد بالأصول وقولهما أحوط وقال في العيون الفتوى على قولهما الخ“..... (الدر مع الرد: ۲۰۴، ۲۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## گردن پر مسح کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

- ۱۔ گردن کا مسح کیسے کرنا چاہیے، یہاں کے لوگ مختلف طریقوں سے مسح کرتے ہیں؟
- ۲۔ گلے کا مسح کرنا کیسا ہے، اس کے بارے میں علماء سے جو اختلاف منقول ہے، ان کی باحوالہ وضاحت کر کے مفصل جواب ارسال فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

گردن کا مسح انگلیوں کی پشت کو کھینچ کر کرنا چاہئے اور رقبہ (گردن) کا مسح کرنا مستحب ہے اور گلے (حلقوم) کا مسح بقول فقہاء کرام بدعت ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔  
علامہ حلبی شرح کبیر للمدنیہ ص ۲۳، ۲۴ میں تحریر فرماتے ہیں:

”وقال بعضهم هو (أى مسح الرقبة) (أدب) وقال فى فتاوى قاضى خان وأما مسح الرقبة فليس بأدب ولا سنة (وقال بعضهم هو سنة) وعند اختلاف الأقاويل كان فعله أولى من تركه انتهى .

”وفى الاختيار (شرح المختار) قيل هو سنة وقيل مستحب واقتصر فى الكافى على أنه مستحب وهو الأصح لرواية فعله صلى الله عليه وسلم فى بعض الأحاديث دون غالبها فأفاد عدم المواظبة وهو دليل الاستحباب ومسح الحلقوم بدعة“

علامہ شامیؒ نے رد المحتار (۹۲/۱) میں اسی قول کے متعلق وہو الصّحیح کہہ دیا ہے۔

”ومسح الرقبة بظہر يديه لا الحلقوم لانه بدعة“..... (الدرع الرد : ۱/۹۲)

”والثانى مسح الرقبة وهو بظہر اليدين وامام مسح الحلقوم فبدعة كذا فى البحر الرائق“..... (فتاوى الهندية: ۱/۸)

”قوله ومسح رقبته يعنى بظہر اليدين لعدم استعمال بلتھما وقد اختلف فيه فقيل بدعة وقيل سنة وهو قول الفقيه ابى جعفر وبه اخذ كثير من العلماء

کذا فی شرح مسکین وفي الخلاصة الصحيح انه ادب وهو بمعنى المستحب

كما قدمناه وامام مسح الحلقوم فبدعة“..... (البحر الرائق: ۱/۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**ایک ہاتھ سے سر پر مسح کرنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۷۷): بغیر کسی عذر کے ایک ہاتھ کو تر کر کے سر پر مسح کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

ایک ہاتھ کو تر کر کے سر پر مسح کیا جاسکتا ہے، اگر ایک ہاتھ سے پورے سر کا مسح کر دیا تو بھی درست ہے بشرطیکہ ہاتھ پر تری باقی رہے اور اگر بغیر کسی عذر کے پورے سر کے مسح کے چھوڑنے کی عادت بنائے تو گناہ گار ہوگا، ایک ہاتھ سے مسح کرنے سے فرض مسح ادا ہو جاتا ہے، لیکن دونوں ہاتھوں سے مسح کرنا سنت ہے۔

”وقوله ومسح ربع رأسه (هو في اللغة امرار اليد على الشيء واصطلاحاً

اصابة اليد المبتلة العضو ولو بلبل باق بعد غسل لا بعد مسح“..... (البحر

الرائق: ۱/۳۰)

”ولو مسح بالسبابة والابهام مفتوحين فيضعهما مع ما بينهما من الكف على

راسه فحينئذ يجوز لانهما اصبعان وما بينهما من الكف قدر اصبع فيصير ثلاثة

اصابع هكذا في المحيط وفتاوى قاضيخان“..... (فتاوى الهندية: ۱/۵)

”وقال الزيلعي تكلموا في كيفية المسح والأظهر أن يضع كفيه وأصابعه على

مقدم رأسه ويمدهما إلى القفا على وجه يستوعب جميع الرأس ثم يمسح

أذنيه بأصبعيه“..... (البحر الرائق: ۱/۵۳)

”قوله الا ان يكون مع الكف لانهما مع الكف او مع ما بين الابهام والسبابة يصير

ان مقدار ثلاث اصابع او اكثر فاذا مدهما وبلغ قدر الربع جاز“

..... (رد المحتار: ۱/۷۴)

”وان داوم على ترك الاستيعاب الرأس بغیر عذر یاثم کذا فی القنیة“

..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۷)

”قوله مستوعبة هذا سنة ايضا كما جزم به في الفتح ثم نقل عن القنية انه

اذا داوم على ترك الاستيعاب بلا عذر ياثم“..... (رد المحتار: ۱/۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### مہندی یا خضاب پر مسح کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ڈاڑھی یا سر کے بالوں پر کالی مہندی یا خضاب (کالا کولایا سیمسول) وغیرہ ہو تو اس پر وضو اور غسل ہو جاتا ہے؟ اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

اس صورت میں لگی ہوئی مہندی دھونے سے پہلے چونکہ تہہ دار ہوتی ہے جس کے ساتھ پانی ملنے سے پانی ماء مطلق کے حکم سے نکل جاتا ہے جو کہ مانع وضو و غسل ہے، البتہ لگی ہوئی مہندی دھونے کے بعد وضو اور غسل ہو جائیں گے، کیونکہ اس وقت بالوں پر رنگ چڑھ جاتا ہے جس سے پانی ماء مطلق کے حکم سے نہیں نکلتا، کالا کولایا سیمسول اگر خضاب کی طرح تہہ دار ہو تو وضو اور غسل جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔

”وان كان على رأسها خضاب فمسحت على الخضاب اذا اختلطت البلة

بالخضاب وخرجت عن حكم الماء المطلق لا يجوز المسح كذا في

الخلاصة“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### پٹی کے ارد گرد جگہ دھونے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر پاؤں پر زخم ہو اور اس کے اوپر پٹی لگی ہوئی ہو اور پاؤں کا بقیہ حصہ خالی ہو تو اس صورت میں وضو کرتے ہوئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہو تو اگر پٹی کھولنے سے اور دھونے سے زخم کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو تو پھر اس پر مسح جائز نہیں بلکہ زخم کے ارد گرد کے حصہ کو دھونا ضروری ہے، البتہ زخم والے حصہ پر مسح کیا جائے، اور اگر کھولنے اور دھونے

سے نقصان پہنچتا ہو تو پوری پٹی پر مسح کرنا جائز ہے اور پاؤں کے جس حصہ پر پٹی بندھی ہوئی نہیں ہے اس کو دھونا ضروری ہے پٹی کے اکثر حصہ پر مسح کرنے سے مسح ہو جائے گا۔

”قال الشامي لكن اذا كانت زائدة على قدر الجراحة فان ضره الحل والغسل مسح الكل تبعا والا فلا بل يغسل ماحول الجراحة ويمسح عليها لا على الخرقه مالم يضره مسحها فيمسح على الخرقه التي عليها ويغسل حوالها وماتحت الخرقه الزائدة لان الثابت بالضرورة يتقدر بقدرها كما اوضحه في البحر عن المحيط والفتح“..... (رد المحتار: ۱/ ۲۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے؟ اور کیا اس کے بغیر وضو ہو جائے گا؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

وضو سے پہلے تسمیہ مستحب ہے اگر وضو سے پہلے تسمیہ نہیں پڑھی تو اس کے بغیر بھی وضو ہو جائے گا۔

”تتمة ما ذكره المصنف من ان البداءة بالتسمية سنة هو مختار الطحاوی وكثير من المتأخرين ورجح في الهداية ندبها قيل وهو ظاهر الرواية نهر وتعجب صاحب البحر من المحقق ابن الهمام حيث رجح هنا وجوبها ثم ذكر في باب شروط الصلوة ان الحق ما عليه علماءنا من انها مستحبة كيف وقد قال الامام احمد لا اعلم فيها حديثا ثابوتا“..... (رد المحتار: ۱/ ۸۱)

”قال لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه وصححه الحاكم في المستدرک واسند الى الأثر انه قال سالت احمد بن حنبل عن التسمية في الوضوء فقال احسن ما جاء فيها حديث كثير بن زيد ولا اعلم فيها حديثا ثابوتا وارجو ان يجزيه الوضوء لانه ليس فيه حديث به“..... (البنایہ شرح الهدایة: ۱/ ۹۰)

”وقال البزار لكنه ماول و معناه انه لافضل لوضوء من لم يذكر اسم الله عليه

لاعلى انه لايجوز وضوء من لم يسم“.....(اعلاء السنن: ۶۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### کیا وضو کے بعد سورۃ القدر پڑھنا ثابت ہے؟:

مسئلہ نمبر (۱۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو کے بعد ایک بار سورۃ القدر پڑھنے سے قیامت کے دن اولیاء کے ساتھ حشر ہوگا اور دوسرے پڑھنے سے شہداء کے ساتھ حشر ہوگا اور تین مرتبہ پڑھنے سے اصداقاء کے ساتھ حشر ہوگا اور چار مرتبہ پڑھنے سے انبیاء کے ساتھ حشر ہوگا اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث بیان کریں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

وضوء کے بعد ادعیہ ماثرہ میں سے سورۃ القدر کے بارے میں ایک حدیث کنز العمال میں موجود ہے لیکن اس کی صحت پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ کے حوالے سے بحث کی ہے کہ وہ ضعیف ہے، سب سے پہلے ہم وہ حدیث بیان کریں گے، اس کے بعد علامہ شامی کی عبارت ذکر کریں گے۔

”قوله من قرء فی اثر وضوئہ انا انزلناہ فی لیلة القدر واحدة کان من الصديقین

ومن قرء ہا مرتین کان فی دیوان الشہداء ومن قرء ہا ثلاثا یحشرہ اللہ

محشر الانبیاء“ (الدیلمی عن انسؓ).....(کنز العمال: ۱۳۲/۹)

”(وقراءة سورۃ القدر) لاحادیث وردت فیہا ذکرہا الفقیہ ابو الیث فی

مقدمتہ لکن قال فی الحلیۃ سئل عنہا شیخنا الحافظ ابن حجر العسقلانی

فاجاب بانہ لم یثبت منہا شیء عن النبی ﷺ لا من قوله ولا من فعلہ والعلماء

یتساهلون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل بہ فی فضائل

الاعمال“.....(رد المحتار: ۹۷/۱)

”من قرء فی اثر وضوئہ انا انزلناہ فی لیلة القدر مرة واحدة کان من الصديقین

ومن قرء ہا مرتین کتب فی دیوان الشہداء ومن قرء ہا ثلاثا حشرہ اللہ

محشر الانبیاء اخرجہ الدیلمی وقال فی الحاشیۃ ولما ذکرہ الفقیہ ابو الیث

فی مقدمته ذکرہ المصنف فی کبیرہ قال فی المقاصد الحسنة حدیث قراءة  
انا نزلناه عقب الوضوء لاصل له انتهى' ويعنى به ما ذكر فى المقدمة ولفظه  
يدل على وضعه“.....(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۷۹/۱)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ بعد الوضوء سورۃ القدر کے بارے میں کوئی حدیث صحیح منقول نہیں، البتہ ایک  
حدیث ضعیف ہے اور اس میں اتنا شدید ضعف ہے کہ بعض محدثین نے اس کو موضوع قرار دیا ہے، لہذا ضعف شدید کی  
وجہ سے فضائل اعمال میں بھی قابل استدلال نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### منہ بھر کر کڑوا پانی آنا:

مسئلہ نمبر (۱۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بحالت نماز کڑوا پانی معدہ سے منہ  
بھر کے آئے اور منہ کے اندر ہی واپس لوٹایا جائے، کیا اس کی نماز اس عمل سے فاسد ہوگی یا نہیں؟ برائے مہربانی  
وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

اگر بحالت نماز معدہ سے منہ بھر کر کڑوا پانی آئے اور وہ نگل لے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

”وان قاء ملء الفم وابتلعه وهو يقدر على ان يمجه  
تفسد صلواته“.....(الهندية: ۱۰۲/۱)

”وجه قول ابى يوسف انه نجس لاختلاطه بالانجاس لان المعدة معدن  
الانجاس فيكون حدثا كما لو قاء طعاما او ماء“.....(بدائع الصنائع  
للکاسانى: ۱۲۵/۱)

”لو قلّس ملء فيه مرة او طعاما او ماء نقض كذا فى  
المحيط“.....(الهندية: ۱۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## تمسح بالمندیل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو کے بعد اعضاء کو کسی کپڑے وغیرہ سے صاف کر سکتے ہیں؟ جب کہ ہمارے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وضو کے بعد اعضاء کو صاف کرنا درست نہیں ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

وضو کے بعد اعضاء کو کسی کپڑے یا تولیہ وغیرہ سے صاف کر سکتے ہیں۔

”ولا باس بالتمسح بالمندیل بعد الوضوء كذا في التبيين“..... (الهندية: ۹/۱)

”قال الشامي (والتمسح بالمندیل)..... ففي الخانية ولا باس به للمتوضي

والمغتسل روى عن رسول الله انه كان يفعله“..... (رد المحتار: ۹۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## لیکچر یا کے پانی سے وضو ٹوٹا ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۸۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کو جو لیکچر یا (پانی) کی تکلیف ہوتی ہے اور زیادہ تکلیف کی صورت میں کپڑے بھی خراب ہو سکتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں وضو اور غسل قائم رہتا ہے یا نہیں جب کہ مجبوری اور معذوری ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

عورتوں کو جو لیکچر یا کی تکلیف ہوتی ہے اس سے نکلنے والا پانی نجس ہے، اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کپڑوں کو لگنے کی صورت میں کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں البتہ غسل قائم رہتا ہے، لہذا لیکچر یا کی وجہ سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، محض وضو کافی ہے، البتہ اگر لیکچر یا کی تکلیف اتنی زیادہ ہو کہ سب سے مختصر وقت والی نماز مثلاً مغرب کی نماز کے شروع سے لے کر آخر تک پاکی کی حالت میں اتنا وقت بھی نہ مل سکے جس سے فرض نماز پڑھ سکے تو اس صورت میں یہ عورت معذور ہے لہذا ہر نماز کے وقت کے لیے دوبارہ وضو کرے گی اور اس وضو سے جتنے نوافل اور فرائض چاہے اسی وقت کے اندر پڑھ سکتی ہے۔

”قوله برطوبة الفرج، ای الداخل بدلیل قوله اولج واما رطوبة الفرج الخارج

فطاهرة اتفاقا اه وفي منهاج الامام النووي رطوبة الفرج ليست بنجسة في  
الاصح قال ابن حجر في شرحه وهي ماء ابيض متردد بين المذی والعرق  
يخرج من باطن الفرج الذي لا يجب غسله بخلاف ما يخرج مما يجب غسله  
فانه ظاهر قطعاً ومن وراء باطن الفرج فانه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن  
كالماء الخارج مع الولد اوقيله“.....(ردالمحتار: ۱/ ۲۲۹)

”وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه امساكه او استطلاق بطن او انفلات  
ريح او استحاضة.....(ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة)  
.....(وحكمه الوضوء) لا غسله ثوبه ونحوه (لكل فرض)“.....(درمختار على  
هامش ردالمحتار: ۱/ ۲۲۳)

”المستحاضة ومن به سلس البول او استطلاق البطن او انفلات الريح  
اور عاف دائم او جرح لا يرقأ يتوضئون لوقت كل صلاة ويصلون بذلك  
الوضوء في الوقت ماشاءوا من الفرائض والنوافل هكذا في البحر“.....  
(هندية: ۱/ ۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**بار بار وضو ٹوٹے تو کیا کرے؟**

مسئلہ نمبر (۱۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کا وضو بار بار ٹوٹ جائے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اگر وہ واقعی شرعی معذور ہو یعنی اس کا عذر اتنا زیادہ ہو کہ اس کا یہ عذر فرض نماز کے تمام وقت کو گھیر لے کہ اسے فرض نماز ادا کرنے کا موقع بھی نہ ملے تو اس کو چاہیے کہ ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کرے اور اس وضو سے جتنے فرائض قضاء اور نوافل چاہے پڑھ سکتا ہے، اور اگر وہ شرعی معذور نہیں ہے تو وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے

گا۔

”المستحاضة ومن سلس البول او استطلاق البطن او انفلات الريح اور عاف  
دائم او جرح لا يرقأ يتوضؤون لوقت كل صلوة ويصلون بذلك الوضوء في  
الوقت ماشاءوا من الفرائض والنوافل هكذا في البحر الرائق“.....(الهندية :  
٣١/١)

”وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه امساكه او استطلاق بطن او انفلات  
ريح او استحاضة او بعينه رمد او عمش او غرب..... ان استوعب عذره تمام  
وقت صلاة مفروضة بان لا يجد في جميع وقتها زمنا يتوضا ويصلي فيه خاليا  
عن الحدث“.....(الدر على الرد: ٢٢٣/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



آنکھوں سے پانی نکلنے سے وضو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی آنکھیں دکھتی  
ہوں اور تکلیف کی وجہ سے آنکھوں سے پانی نکلے تو وضو کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں مفتی بہ قول کے مطابق وضو ٹوٹ جائے گا۔

”فدمع من بعينه رمد او عمش ناقض فان استمر صار ذاعذر مجتبی والناس عنه  
غافلون“.....(در علی الرد: ۱۰۹/۱)

”قوله ناقض الخ قال في المنية وعن محمد اذا كان في عينيه رمد وتسيل  
الدموع منها آمره بالوضوء لوقت كل صلوة لاني اخاف ان يكون مايسيل  
منها صديدا فيكون صاحب العذر اه قال في الفتح وهذا التعليل يقتضي انه  
امر استحباب فان الشك والاحتمال لا يوجب الحكم بالنقض اذ اليقين  
لا يزول بالشك نعم اذ اعلم باخبار الاطباء او بعلا مات تغلب ظن المبتلي  
يجب اه قال في الحلية ويشهد له قول الزاهدي عقب هذه المسئلة وعن

ہشام فی جامعہ ان کان قیحا فکالمستحاضۃ والا فکالصحیح اہ ثم قال فی الحلیۃ وعلى هذا ینبغی ان یحمل علی ما اذا کان الخارج من العین متغیرا اہ اقول الظاہر ان ما استشهد به روایۃ اخرى لا یمکن حمل مامر علیہا بدلیل قول محمد لانسی اخاف ان یمکن صدیدا لانه اذا کان متغیرا یمکن صدیدا او قیحا فلا یناسبہ التعلیل بالخوف وقد استدرک فی البحر علی ما فی الفتح بقولہ لکن صرح فی السراج بانہ صاحب عذر فکان الامر للایجاب اہ ویشہد لہ قول المجتبیٰ ینتقض وضوءہ (قولہ مجتبیٰ) عبارتہ الدم والقیح والصدید وماء الجرح والنقطۃ وماء البثرۃ والثدی والعین والاذن لعلۃ سواء علی الاصح وقولہم والعین والاذن لعلۃ دلیل علی ان من رمدت عینہ فسال منها ماء بسبب الرمد ینتقض وضوءہ وهذه مسئلۃ الناس عنہا غافلون اہ وظاہرہ ان المدار علی الخروج لعلۃ وان لم یمکن معہ وجع تامل وفی الخانیۃ الغرب فی العین بمنزلۃ الجرح فیما یسئل منه فهو نجس قال فی المغرب والغرب عرق فی مجری الدمع یسقی فلا ینقطع مثل الباسور وعن الاصمعی بعینہ غرب اذا كانت تسیل ولا تنقطع دموعہا والغرب بالتحریک ورم فی المآقی وعلى ذلک صح التحریک والتسکین فی الغرب اہ اقول وقد سئلت عمن رمد وصال دمعہ ثم استمر سائلا بعد زوال الرمد وصاریخرج بلا وجع فاجبت بالنقض اخذاما مرلان عروضہ مع الرمد دلیل علی انه لعلۃ وان کان الآن بالارمد ولا وجع خلافا لظاہر کلام الشارح فتدبر..... (فتاویٰ شامی: ۱۱۰، ۱۰۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



رتح کی وجہ سے معذور شخص کی طہارت کے احکام:

مسئلہ نمبر (۱۸۷): محترم المقام واجب الاحترام مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسائل میں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔

- (۱) اگر ایک شخص ریح کے اخراج کی وجہ سے شرعاً معذور ہو تو کیا یہ شخص پانچ خانہ کی وجہ سے بھی معذور سمجھا جائے گا کہ مخرج دونوں کا ایک ہے؟ اور کیا نیند اس کے لیے ناقض وضو ہوگی؟
- (۲) ایک معذور کی ریح ہر وقت ہی خارج ہوتی رہتی ہے (یعنی اس کو پانچ خانہ اور ریح روکنے پر قدرت نہیں) تو اس کا مسجد جانا اور باجماعت نماز پڑھنا کیسا ہے؟ تلاوت اور قرآن کو ہاتھ لگانا کیسا ہے؟ مختلف مجالس اور اجتماعات میں جانا کیسا ہے؟ نماز کا گھر میں پڑھنا کیسا ہے؟
- (۳) اگر ریح کے مسلسل اخراج کی وجہ سے نماز میں توجہ اور خشوع خضوع نہ رہے اور صرف فرض واجبات ہی پورے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟
- (۴) اس عذر کی وجہ سے نماز کا مختصر پڑھنا کیسا ہے؟ اور سنت نوافل ترک کر دینا کیسا ہے؟
- (۵) وضو کے دوران بھی اگر یہ عذر ہو تو اس وضو کا کیا حکم ہے؟ اور کیا ایسی حالت میں موزوں پر مسح کی اجازت ہے؟
- (۶) ایک عورت حمل ضائع کرنے کا کام جانتی ہے، اب ایک عورت جو زنا سے حاملہ ہوئی ہے اپنا عیب چھپانا چاہتی ہے اور توبہ تائب بھی ہے تو کیا اس کا حمل ضائع کر دیا جائے تاکہ وہ زانیہ رسوا نہ ہو؟
- (۷) DSP FUND کٹوانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟
- (۸) اگر با وضو شخص ناخن کاٹ لے یا بازو پر خارش کر لے تو جسم کا وہ حصہ عیاں ہو جاتا ہے جو وضو میں دھویا ہی نہیں گیا تو اس کا وضو پر کیا اثر پڑتا ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) صورت مسئلہ میں جو آدمی ریح کی وجہ سے معذور ہو تو وہ پانچ خانہ کی وجہ سے معذور نہیں ہوگا بلکہ پانچ خانہ کی وجہ سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور نیند بھی اس کے لیے ناقض وضو میں سے ہے۔
- ”و كذا اذا سال الدم من احد منخريه فتوضاً ثم سال من المنخر الاخر فعليه الوضوء هكذا في البحر الرائق“..... (ہندیہ: ۱/۴۱)
- ”ومنها النوم ينقضه النوم مضطجعا في الصلاة وفي غيرها بلا خلاف بين الفقهاء وكذا النوم متوركا بان نام على احد وركيه هكذا في البدائع“..... (ہندیہ: ۱/۱۲)
- (۲) معذور آدمی کا فرض نماز کے لیے مسجد جانا اور باجماعت نماز پڑھنا قرآن کی تلاوت کرنا اور مختلف مجالس میں جانا درست ہے بشرطیکہ نجاست سے تلویث مسجد کا خطرہ غالب نہ ہو۔

”المستحاضة ومن به سلسل البول او استطلاق البطن او انفلات الريح  
اور عاف دائم او جرح لا يرقأ يتوضؤون لوقت كل صلاة ويصلون بذلك  
الوضوء في الوقت ماشاءوا من الفرائض والنوافل هكذا في  
البحر الرائق“..... (ہندیہ: ۱/۴۱)

(۴۳) آدمی اپنی طرف سے نماز میں توجہ رکھنے کی کوشش کرے، اس کے باوجود اگر خیالات آئیں تو اس پر کوئی  
مواخذہ نہیں ہوگا اور نوافل چھوڑ سکتا ہے البتہ سنت مؤکدہ کو چھوڑنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

”ووقت حضور طعام تاقت نفسه اليه و) كذا كل (ما يشتغل باله عن افعالها  
ويخل بخشوعها) قوله ويخل بخشوعها عطف لازم على ملزوم فافهم قال ط  
ومحل الخشوع القلب وهو فرض عند اهل الله تعالى وورد في الحديث ان  
الانسان ليس له من صلاته الا بقدر ما استحضر فيها فتارة يكون له عشرها  
او اقل او اكثر“..... (شامی: ۱/۲۷۹)

”ثم قيل لا بأس بترك سنة الفجر والظهر اذا صلى وحده وقيل لا يجوز  
تركهما بكل حال وهذا احوط رجل ترك سنن الصلاة ان لم ير السنن حقا  
فقد كفر لانه تركها استخفافا وان راها حقا فالصحيح انه ياثم لانه جاء الوعيد  
بالترك كذا في محيط السرخسي“..... (ہندیہ: ۱/۱۱۲)

(۵) اگر وہ آدمی شرعاً معذور ہے تو ایسی حالت میں اس کا وضو درست ہوگا اور اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا بھی  
جائز ہے۔

”شرط ثبوت العذر ابتداء ان يستوعب استمراره وقت الصلاة كاملا  
وهو الاظهر كالانقطاع لا يثبت ما لم يستوعب الوقت كله حتى لو سال دمها  
في بعض وقت الصلاة فتوضأت وصلت ثم خرج الوقت ودخل وقت صلاة  
اخرى وانقطع دمها فيه اعادت تلك الصلاة لعدم الاستيعاب“  
..... (ہندیہ: ۴۰، ۱/۴۱)

”المسح على الخفين رخصة ولواتي بالعزيمة بعد ما راي جواز المسح كان  
اولى كذا في التبيين“..... (ہندیہ: ۱/۳۲)

(۶) صورت مذکورہ میں چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت کے بعد یعنی جان پڑ جانے کے بعد حمل ساقط کروانا جائز نہیں ہے، لہذا مذکورہ صورت میں اگر چار ماہ سے کم مدت ہوئی ہے تو ضرورت شدیدہ کی وجہ سے اسقاط حمل جائز ہے۔

”ویکروہ ان تسقی لاسقاط حملها و جاز لعذر حیث لا یتصور (قوله ویکروہ الخ ای مطلقاً قبل التصور وبعده علی ما اختاره فی الخانیة کما قدمناہ قبیل الاستبراء وقال الا انها لا تأثم اثم القتل (قوله و جاز لعذر) کالمرضعة اذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها و لیس لابی الصبی ما یستاجر به الظئر و یخاف هلاک الولد قالوا یباح لها ان تعالج فی استئصال الدم مادام الحمل مضغعة او علقه و لم یخلق له عضو و قدر و ا تلك المدة بمائة و عشرين یوما و جاز لانه لیس بآدمی و فیہ صیانة الآدمی خانیة (قوله حیث لا یتصور) قید لقوله و جاز لعذر و التصور کما فی القنیة ان یتظہر له شعر او اصبع او رجل او نحو ذلک“..... (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۰۴، ۳۰۵/۵)

(۷) DSP FUND کی وضاحت کریں کہ یہ کیا ہوتا ہے پھر اس کا جواب لکھا جائے گا۔

(۸) ناخن کاٹنے یا خارش وغیرہ کرنے سے وضو پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت ہے۔

”ولا الوضوء (بحلق شاربه و حاجبه و قلم ظفره) و کشط جلده“..... (در علی هامش الرد: ۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



سر پر مہندی لگی ہو تو مسح کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے سر پر مہندی لگی ہوئی ہے تو بغیر دھوئے سر پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں، شکریہ۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں زید کے سر پر اگر مہندی لگی ہوئی ہو تو اس کو بغیر دھوئے سر پر مسح

کرنا جائز نہیں ہے۔

”اذا اختضب ومسح برأسه عند وضوئه على خضابه لايجزيه وان وصل الماء الى شعره“.....(التاتارخانية: ۲۰۲ / ۱، مطبوعه جديد رشيديه كوئٹہ)  
 ”وان كان على رأسها خضاب فمسحت على الخضاب اذا اختلطت البلة بالخضاب وخرجت عن حكم الماء المطلق لايجوز المسح كذا في الخلاصة“.....(الهندية: ۱ / ۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**وضو کرنے سے کون کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں؟**

مسئلہ نمبر (۱۸۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو کرنے سے کون کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

احسن طریقہ سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کرنے سے حقوق اللہ میں سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ ضروری ہے۔

”وعن عثمان رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطايا من جسده حتى تخرج من تحت اظفاره متفق عليه (خرجت خطاياہ) تمثيل وتصوير لبراءته لكن هذا العام خص بالصغائر المتعلقة بحقوق الله تعالى لماسيأتى (مالم يأت كبرية) وللاجماع على ما حكاہ ابن عبد البر على ان الكبائر لا تغفر الا بالتوبة وان حقوق الآدميين منوطة برضاہم كذا نقله ابن حجر“.....(مراقبة المفاتيح: ۲ / ۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**کیا واش روم میں بیسن پر وضو کرتے وقت دعائیں پڑھی جائیں گی؟**

مسئلہ نمبر (۱۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ واش روم کے اندر ہی بیسن لگا ہوا ہے

تو واش روم کے اندر داخل ہو کر اگر وضو کرنا پڑے تو واش روم کے اندر داخل ہو کر وضو کی دعا پڑھنی ہے یا باہر دعا پڑھنی ہے، اور وضو کرنے سے پہلے واش روم میں داخل ہونے کے لیے کون سا پاؤں پہلے اندر رکھیں گے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں واش روم میں وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ آج کل مروجہ بیسن لگے ہوئے ہیں، ان پر وضو کیا جاسکتا ہے لیکن وضو کی دعائیں واش روم سے باہر ہی پڑھے گا، کیونکہ واش روم میں دعا پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اگر دل ہی دل میں پڑھ لے تو گنجائش ہے، واش روم میں داخل ہوتے وقت بائیں پاؤں پہلے رکھیں گے اور باہر نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھیں گے۔

”وَيَسْتَحِبُّ لَهُ عِنْدَ الدُّخُولِ فِي الْخِلَاءِ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ  
الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ وَيَقْدُمُ رِجْلَهُ الْيُسْرَىٰ وَعِنْدَ الْخُرُوجِ يَقْدُمُ الْيُمْنَىٰ كَذَا فِي  
التَّبْيِينِ وَلَا يَكْشِفُ عَوْرَتَهُ وَهُوَ قَائِمٌ وَيُوسِعُ بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَيَمِيلُ عَلَى الْيُسْرَىٰ  
وَلَا يَتَكَلَّمُ وَلَا يَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَىٰ وَلَا يَشْمِتُ عَاطِسًا وَلَا يَرِدُ السَّلَامَ وَلَا يَجِيبُ  
الْمُؤَذِّنَ فَإِنْ عَطَسَ بِحَمْدِ اللَّهِ بِقَلْبِهِ وَلَا يَحْرُكُ لِسَانَهُ الْخ“..... (فتاویٰ  
ہندیہ: ۵۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## بغیر وضو کے درود اور تسبیحات پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ درود ابراہیمی بغیر وضو کے پڑھ سکتے ہیں، مجھے کسی نے کہا ہے کہ بغیر وضو کے درود پڑھنا گناہ ہے، قرآن و سنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

درود ابراہیمی اور تمام درودوں کو بغیر وضو پڑھنا جائز اور درست ہے گناہ نہیں ہے، اسی طرح تمام اوراد و وظائف کی تسبیحات بغیر وضو پڑھی جاسکتی ہیں حتیٰ کہ قرآن کریم کی تلاوت بھی بغیر وضو درست ہے، ہاں قرآن کریم کو ہاتھ لگانا بغیر وضو کے درست نہیں ہے، تاہم وضو کر کے درود وغیرہ پڑھنے سے ثواب اور برکات میں اضافہ ہو جاتا ہے، وضو کرنا مستحب ہے۔

”ولابأس لحائض وجنب بقراءة ادعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى  
وتسبيح وقال الشامي قوله ولا بأس يشير الى ان وضوء الجنب لهذه الاشياء  
مستحب كوضوء المحدث“.....(درمع الرد: ۱/۲۱۵)  
”وان قرأ مادون الآية بقصد القرآن او قرأ الفاتحة لا بقصد القرآن بل على  
قصد الدعاء او قرأ الآيات التي تشبه الدعاء مثل ربنا اتنا في الدنيا حسنة وفي  
الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ونحوها على نية الدعاء وكذا لو سمع خبرا  
سارا فقال الحمد لله او خبر سوء فقال ان الله وانا اليه راجعون وكذا قراءة  
بسم الله الرحمن الرحيم على وجه الشناء لا على قصد القرآن  
يجوز“.....(حلبی كبرى: ۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جس کا وضو قائم نہ رہ سکتا ہو وہ کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی کا وضو زیادہ دیر قائم نہیں  
رہ سکتا، ایک نماز پڑھنی ہو تو چار دفعہ وضو کرنا پڑتا ہے پیٹ میں گیس کی بہت زیادہ شکایت ہے، اب حج کرنے کا ارادہ  
ہے وہاں بار بار وضو کرنا مشکل ہے اور حالت احرام میں بہت مشکل ہوگا، چند منٹ بعد دوبارہ وضو کیا جائے، ایسی  
حالت میں کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ اگر اتنا وقت بھی نہیں ملتا کہ وضو کر کے فرض نماز ادا کی جاسکے تو پھر وہ ہر وقت  
صلوٰۃ کے لیے وضو کر کے اس وقت میں جو نماز پڑھنا چاہیں پڑھ لیں، خواہ ہوا خارج بھی ہوتی رہے اور اگر اتنا وقت  
بغیر عذر کے ملتا ہے کہ اس میں وضو کر کے فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے تو وہ شرعاً معذور نہیں ہے، لہذا جب بھی ہوا خارج  
ہوگی تو تجدید وضو لازم ہے۔

”(ولا يصير) من ابتلى بناقض (معذورا حتى يستوعبه العذر وقتا كاملا ليس فيه  
انقطاع) لعذره (بقدر الوضوء والصلاة) اذ لو وجد لا يكون معذورا“  
.....(حاشية الطحطاوى مراقى الفلاح: ۱۵۰)

”ومما يتصل بذلك احكام المعذور شرط ثبوت العذر ابتداء ان يستوعب استمراره وقت الصلاة كاملا وهو الاظهر كالانقطاع لا يثبت ما لم يستوعب الوقت كله“.....(الفتاوى الهندية: ۱/۴۰)

”(ومن به عذر كسلس بول او استطلاق بطن) وانفلات ريح ورعاف دائم وجرح لا يرقأ ولا يمكن حبسه بحشو من غير مشقة ولا بجلوس ولا بالايماء في الصلاة فبهذا يتوضؤون (لوقت كل فرض) لالكل فرض ولا نفل لقوله عليه السلام المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلوة رواه سبط ابن الجوزي عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى فسائر ذوى الاعذار في حكم المستحاضة فالدليل يشملهم (ويصلون به) اى بوضوئهم في الوقت (ماشأوا من الفرائض) اداء للوقتيّة وقضاء لغيرها ولولزم الذمة زمان الصحة (و) ماشأوا من (النوافل) والواجبات كالوتر والعيد و صلاة جنازة وطواف ومس مصحف“.....(حاشية الطحطاوى مراقى الفلاح: ۱۴۹، ۱/۱۵۰)

”وتتوضأ المستحاضة ومن به سلس البول واستطلاق البطن وانفلات ريح اورعاف دائم او جرح لا يرقأ لوقت كل فرض ويصلون به فرضا ونفلا ويبطل بخروجه فقط وهذا اذا لم يمض عليهم وقت فرض الاوذلك الحدث يوجد فيه“.....(كنز الدقائق: ۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### کیا سرخی لگانے سے وضو اور نماز ہو جائے گی؟

مسئلہ نمبر (۱۹۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتیں ہونٹوں پر سرخی لگاتی ہیں، کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے لگانے سے وضو اور نماز ہوگی یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

مندرجہ بالا عبارت میں دو سوال مذکور ہیں، پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ شوہر کی اجازت سے گھر میں رہتے

ہوئے زینت اختیار کرنے کی اسلام نے اجازت دی ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی ناپاک چیز شامل نہ ہو، اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ سرخی ایسی ہے کہ جس کی تہہ ہونٹوں پر جم گئی ہے اور طہارت میں پانی چمڑے تک نہیں پہنچتا تو طہارت نہیں ہوگی اور نماز بھی نہ ہوگی۔

”وقیل ان صلبا منع وهو الاصح“..... (در مختار) قوله وهو الاصح صرح به فی شرح المنیة وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحر ج اه“.....  
(فتاویٰ شامی: ۱/۱۱۴)

”ولو كان جلد سمک او خبز ممضوغ قد جف وتوضأ ولم یصل الماء الى ماتحتہ لم یجز لان التحرز عنه ممکن“..... (بحوالہ بالا)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### وضو کے شروع میں تسمیہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وضو بسم اللہ سے شروع کیا کریں کیا بسم اللہ پوری پڑھنی چاہیئے یا کہ صرف بسم اللہ کے الفاظ ادا کرنے چاہئیں؟ نیز وضو کرتے وقت ہر عضو کو دھوتے وقت کوئی مسنون کلمات ہیں اس بارے میں بھی وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں بسم اللہ سے وضو شروع کرنے کا جو حکم ہے اس سے مراد محض اللہ تعالیٰ کا نام ہے علی التبعین خاص تسمیہ مراد نہیں اسی لیے سلف سے مختلف اقوال منقول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ”بسم اللہ العظیم والحمد لله علی دین الاسلام“ ایک قول یہ ہے کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھے ایک قول یہ ہے کہ تعوذ اور تسمیہ دونوں پڑھے اسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ اگر ”لا الہ الا اللہ الحمد لله یا اشہد ان لا الہ الا اللہ“ پڑھے تب بھی سنت ادا ہو جائیگی، کیونکہ مقصود تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے وہ ان سب سے پورا ہو جاتا ہے۔

(۲) اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر عضو کو دھوتے وقت شہادتین کا پڑھنا آداب وضو میں سے ہے باقی ہر

عضو کے لیے علیحدہ مستقل دعائیں مذکور ہیں اگرچہ ان کا ثبوت ضعیف روایات سے ہے، لیکن چونکہ فقہاء نے ان کا پڑھنا ہی آداب وضو میں سے لکھا ہے لہذا ان ادعیہ کا پڑھ لینا بھی بہتر ہے۔

”قوله وتسمية الله تعالى في ابتداء الوضوء (الكلام فيها في ثلاثة مواضع  
كيفية وصفها ووقتها اما كيفية بسم الله العظيم والحمد لله على دين  
الاسلام وان قال بسم الله الرحمن الرحيم اجزأه لان المراد من التسمية  
هنا مجرد ذكر اسم الله تعالى لا التسمية على التعيين“..... (الجوهرة  
النيرة: ۱/۶)

”قال الطحاوی والاستاذ العلامة مولانا فخر الدين الماتمرغی المنقول عن  
السلف في تسمية الوضوء باسم الله العظيم والحمد لله على دين الاسلام  
وفى الخبازية هو المروى عن رسول الله ﷺ كذا فى معراج الدراية ولوقال  
فى ابتداء الوضوء لا اله الا الله او الحمد لله او اشهد ان لا اله الا الله صار مقیما  
لسنة التسمية كذا فى القنية“..... (الهنديّة: ۱/۶)

”ومن الآداب ان يقول عند غسل كل عضو اشهد ان لا اله الا الله وحده  
لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله ورد به الاثر عن رسول الله  
ﷺ“..... (المحيط البرهانی ۱/۱۷۸)

”وفى الفتاوى العالمكيرية فى الفصل الثالث فى المستحبات الوضوء وان  
يقول عند غسل كل عضو اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان  
محمدا عبده ورسوله وان لا يتكلم فيه بكلام الناس كذا فى المحيط“  
..... (فتاوى الهنديّة: ۱/۸)

”قال صاحب الهداية فى مختارات النوازل ويسمى عند غسل كل  
عضو او يدعو بالدعاء المأثور فيه او يذكر كلمة الشهادة او يصلى على النبى  
ﷺ“..... (رد المحتار على الدر المختار: ۱/۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کیا برف کو اعضاء پر پھیرنے سے وضو ہو جائے گا؟

مسئلہ نمبر (۱۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی جگہ اور علاقے میں پانی سے برف بن جاتی ہے تو آیا برف کو اپنے اعضاء پر پھیرنے سے وضو اور غسل ہو جاتا ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر برف پگھل جاتی ہے اور پانی اعضاء پر بہہ جاتا ہے تو وضو اور غسل کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔

”ولو توضأ بالثلج ان كان يذوب ويسيل الماء على اعضائه جاز والا فلا“..... (قاضیخان علی ہامش الہندیہ: ۱/۱۷)

”ولو توضأ فی حوض انجمد ماء ہ الا انه رقیق ینکسر بتحریک الماء جاز الوضوء فیہ“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۸)

”(یرفع الحدث) مطلقاً بماء مطلق ہو ما یتبادر عند الاطلاق (کماء سماء واودیة وعیون و ابار و بحار و ثلج مذاب) بحیث یتقاطر“..... (الدر المختار علی ہامش الرد: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کیا قطروں کے شک کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

مسئلہ نمبر (۱۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کو پیشاب قطرہ قطرہ آتا ہے، ٹشو پیپر سے استنجاء کرتا ہوں پھر بھی شبہ قطرے آنے کا رہتا ہے، کیا اس حالت میں نماز ادا ہو جائے گی اور ایک بار وضو سے تہجد فجر اور اشراق پڑھ سکتا ہوں؟ اور اس طرح دعائیں اور قرآن پڑھا جاسکتا ہے؟ میں فالج کا مریض ہوں کیا ایسی حالت میں مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری ہے؟ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک کہ یقین نہ ہو، اگر حقیقتاً قطرے آتے ہیں اتنا وقت بھی نہیں رکتے کہ پورے وقت میں فرض نماز ادا کر سکیں تو اس صورت میں آپ معذور ہیں، معذور کے لیے یہ حکم ہے

کہ وہ ہر نماز کے وقت میں وضو کرے اور اس وقت میں جو چاہے پڑھے، اس مرض کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا جب کوئی اور نقض وضو کا سبب نہ ہو، معذور ہونے کی وجہ سے تہجد، فجر اور اشراق کے لیے علیحدہ علیحدہ وضو کرنا ہوگا، فاج کا مریض ہونے کی وجہ سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری نہیں اگر چلنے کی استطاعت نہ ہو۔

”ان الیقین لایزول بالشک ہکذا فی شرح منیۃ المصلی لابراہیم الحلبی“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۴۷)

”واما صاحب الجرح الذی لایرقا..... ومن بہ سلس البول..... والمستحاضۃ یتوضون لوقت کل صلوۃ فیصلون بذلک الوضوء فی الوقت ماشاؤا من الفرائض والنوافل“..... (منیۃ المصلی: ۱۱۶)

” (منہا مطر وبرد) شدید (وخوف) ظالم (وظلمۃ) شدیدۃ فی الصحیح (وحبس) معسر ومظلوم (وعمی وفلج وقطع) یدور جل قوله وفلج ای لایستطیع معہ المشی“..... (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی :

(۲۹۸، ۲۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**گردن کے اگلے حصے کا مسح کرنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۹۷): براہ کرم درج ذیل مسئلہ کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیجئے۔  
میں وضو میں سر کے مسح کے بعد گردن کی اگلی اور پچھلی دونوں سمتوں کا مسح کرتا ہوں لیکن ایک صاحب نے مجھے کہا کہ گردن کے اگلے حصہ کا مسح کرنا بدعت ہے کیا یہ بات درست ہے؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

گردن کے اگلے حصہ یعنی حلقوم کا مسح بدعت ہے۔

” (ومسح الرقبۃ) بظہر یدیه (لا الحلقوم) لانه بدعة“..... (الدر المختار علی

ہامش رد المحتار: ۱/۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## خروج ریح کے مریض کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کہ کافی عرصہ سے معدہ کی بیماری میں مبتلا ہوں اور اخراج ریح بار بار ہوتا ہے، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ پوری نماز میں ہوا خارج نہ ہو اس لیے تنگ آ کر نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے، سوال یہ ہے کہ نماز میں ہوا خارج ہونے کے بعد وضو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر اس شخص کا خروج ریح کا مرض مسلسل جاری رہتا ہے اور اتنا وقت بھی اس سے خالی نہیں ملتا جس میں چار رکعت فرض نماز صحیح طریقہ سے ادا کر سکے تو یہ شخص شریعت کی روشنی میں معذور کے حکم میں ہے، اس کے لئے حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت نیا وضو کر لے اور اس وضو سے فرض و نفل وقت کے اندر جو عبادت کرنا چاہے کر سکتا ہے، جب نماز کا وقت گزر جائے تو اس کا یہ وضو ٹوٹ گیا ہے، اب اگلی نماز کے لیے دوبارہ وضو کر لے۔ اگر مرض کبھی بھی پورے وقت پر محیط نہیں ہے اور اتنا وقت مل جاتا ہے کہ جس میں فرض نماز ادا کر سکے تو یہ شخص معذور کے حکم میں نہیں اس کو چاہیے کہ اس خالی وقت میں مختصر نماز پڑھ لے اگر نماز کے دوران وضو ٹوٹ گیا تو دوبارہ کرے۔

”و صاحب عذر من به سلس (بول لا یمكنه امساكه) او استطلاق بطن

او انفلات ریح او استحاضة)..... ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة

بان لا یجد جمیع وقتها ز منایتوضا ویصلی فیہ خالیاً عن

الحدث“..... (درمختار علی هامش الرد: ۱/۲۲۳)

”(و حکمہ الوضوء)..... لكل فرض ثم یصلی به (فیہ فرضاً ونفلاً)..... فاذا

خرج الوقت بطل اه“..... (درمختار علی هامش رد المحتار: ۲۲۳، ۱/۲۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کیا گانے کی آواز سننا ناقض وضو ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر وضو کر کے گھر سے مسجد میں نماز

پڑھنے جارہے ہوں راستے میں کسی دکان یا گھر سے گانے کی آواز آرہی ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ یا گھر میں کوئی گانے لگا کر بیٹھا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اور اگر نماز پڑھنے کے دوران گانا سنائی دے، تو کیا نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

گانا سنائی دینا ناقض وضو میں داخل نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ نماز فاسد ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے مثلاً جھوٹ غیبت وغیرہ اس کے بعد وضو کرنے کو فقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے۔

”ينقص الوضوء اثنا عشر شيئا منها ما خرج من السبيلين) وان قل (الريح

القبل الخ)..... والقسم (الثالث) وضوء (مندوب) في احوال كثيرة

.....(وبعد) كلام (غيبة و كذب) ونميمة (و) بعد (كل خطيئة وانشاد شعر)

قبيح لان الوضوء يكفر الذنوب الصغائر“.....(مراقى الفلاح شرح

نور الايضاح: ٨٦، ٨٣، ٨٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## بغیر وضو کے قرآن پاک کو ہاتھ لگانے کا حکم؟

مسئلہ نمبر (۲۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) قرآن پاک کو بغیر وضو پکڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھنے یا لے جانے کا کیا حکم ہے؟

(۲) تفسیر کو بغیر وضو پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(۳) اور عورت کا حیض کی حالت میں آیۃ الکرسی یا کوئی آیت پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟

برائے مہربانی واضح فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) قرآن پاک کو بغیر وضو ایسے کپڑے کے ساتھ پکڑنا جو قرآن پاک یا بدن کے ساتھ ملا ہوا ہو جائز نہیں۔

”لايمسه الا المطهرون“.....(سورة الواقعة: ۲۷)

”ومنہا حرمة مس المصحف لايجوز لهما وللجنب والمحدث مس

المصحف الا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لابما  
هو متصل به هو الصحيح هكذا في الهداية وعليه الفتوى كذا في الجوهره  
النيرة“.....(الفتاوى الهندية: ۳۸، ۱/۳۹)

”(وقوله ومسه) ای القرآن ولوفی لوح اودرهم اوحائط لكن لا يمنع الامن  
مس المكتوب بخلاف المصحف فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض منه  
وقال بعضهم يجوز وهذا اقرب الى القياس والمنع اقرب الى التعظيم كما في  
البحر ای والصحيح المنع كما ذكره ومثل القرآن سائر الكتب  
السموية“.....(فتاوى شامی: ۱/۲۱۴)

(۲) تفسیر کو بغیر وضو پڑھنا اور مس کرنا جائز ہے بشرطیکہ تفسیر غالب ہو ورنہ صرف پڑھنا جائز ہے، مس کرنا جائز  
نہیں ہے۔

”قالوا يكره مس كتب التفسير والفقه والسنن لانها لاتخلوا عن آيات  
القرآن“.....(البحر الرائق: ۱/۳۵۰)

(۳) عورت کا حیض کی حالت میں آیت الکرسی پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ ایسی آیت جس میں دعائیہ کلمات ہوں  
وہ پڑھ سکتی ہے۔

”ومنها حرمة قراءة القرآن لاتقرء الحائض والنفساء والجنب شيئا من  
القرآن والآية ومادونها سواء في التحريم على الاصح الا ان لا يقصد بمادون  
الآية القراءة مثل ان يقول الحمد لله يريد الشكر او بسم الله عند الاكل  
او غيره فانه لا باس به هكذا في الجوهره النيرة“.....(الفتاوى الهندية: ۳۸، ۱/۳۸)  
”قوله بقصده فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء او شيئا من الآيات التي  
فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا باس به كما قدمناه عن العيون لا بى الليث  
وان مفهومه ان ما ليس فيه معنى الدعاء كسورة ابي لهب لا يؤثر فيه قصد  
غير القرآنية“.....(فتاوى شامی: ۱/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## مسواک کس درخت کی ہونی چاہئے؟

مسئلہ نمبر (۲۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسواک کس درخت کی کر سکتے ہیں؟ بہتر کس درخت کی مسواک ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بائس، انار، ریحان کے علاوہ کسی بھی درخت کی مسواک کر سکتے ہیں، پیلو اور زیتون کی مسواک افضل ہے۔

”قوله ويكره) بمؤذ قال في الحلية وذكر غير واحد من العلماء كراهته

بقضبان الرمان والريحان اه“

”وفى شرح الهداية للعيني روى الحارث فى مسنده عن ضمير بن حبيب قال

نهى رسول الله ﷺ عن السواك بعود الريحان وقال انه يحرك عرق

الجدام وفى النهر ويستاك بكل عود الا الرمان والقصب وافضله الاراك ثم

الزيتون“..... (ردالمحتار: ۱/۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کیا نذی کا خارج ہونا مفسد صوم ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مریض کا معائنہ کرتے وقت نذی خارج ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

مریض کا معائنہ کرتے وقت نذی خارج ہو جانے کی صورت میں روزہ تو نہیں ٹوٹا البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے،

اور نذی خارج ہو جانے کی صورت میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مریض کے بدن پر کپڑے ہوں یا معالج کے ہاتھ پر کپڑا

وغیرہ ہو اور معائنہ کرتے وقت حرارت بدن میں محسوس نہ ہو تو پھر روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اگر کپڑا نہ ہو یا کپڑا تو ہو لیکن اتنا

نرم ہو کہ حرارت بدن میں محسوس ہو تو پھر روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

واضح رہے کہ روزہ ٹوٹنے کی صورت میں صرف قضاء لازم ہے، کفارہ لازم نہیں ہے۔

”ولومس المرأة ورأى ثيابها فامنى فان وجد حرارة جلدها  
فسدوا لافلا“..... (فتاوى الهندية: ۱/۲۰۴)

”وكذا اذا قبل امرأة بشهوة فامنى او مسها بشهوة فامنى عليه القضاء دون  
الكفارة لوجود قضاء الشهوة بصفة النقصان“..... (قاضیخان علی هامش  
الهندية: ۱/۲۰۹)

(کذا فی التاتارخانیة: ۳۸۶/۳، مطبوعه جدید رشیدیہ کوئٹہ)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### قطرے آنے سے کب وضو ٹوٹتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا؟

مسئلہ نمبر (۲۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

بندہ کو پیشاب کا قطرہ قطرہ آتا ہے ٹشو پیپر کے ساتھ استنجاء کرتا ہوں پھر بھی شبہ قطرے آنے کا رہتا ہے کیا اس  
حالت میں نماز ادا ہو جائے گی اور ایک وضو سے تہجد، فجر اور اشراق پڑھ سکتا ہوں؟ اور اس طرح دعائیں اور قرآن  
پڑھا جاسکتا ہے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

جب قطرہ آنے کا یقین ہو جائے اور قطرہ ذکر سے نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور بغیر وضو کے نماز ادا نہیں  
ہوتی، لہذا استنجاء اور وضو کر کے نماز پڑھ لے لیکن اگر صرف قطرہ آنے کا شک و شبہ ہو حقیقتاً قطرہ نہ نکلا ہو تو اس کا کوئی  
اعتبار نہیں کیونکہ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا، لہذا اس کا وضو برقرار ہے اور نماز ادا ہو جائے گی البتہ اگر  
بعد از نماز دیکھنے پر پتہ چلا کہ پیشاب کا قطرہ واقعی نکل آیا ہے تو دوبارہ استنجاء اور وضو کر کے نماز دہرائے۔  
اور ایک مرتبہ کے وضو سے تہجد، اشراق، فجر اور قرآن مجید پڑھ سکتا ہے، غرض جب تک وضو نہ ٹوٹے تب  
تک اسی وضو سے ہر قسم کی عبادت کر سکتا ہے۔

”الفصل الخامس في نواقض الوضوء منها ما يخرج من السبيلين من البول  
والغائط والريح الخارجة من الدبر..... الغائط يوجب الوضوء قل اوكثر  
وكذلك البول والريح الخارجة من الدبر كذا في المحيط..... ولونزل البول

الى قصة الذكر لم ينقص الوضوء ولو خرج الى القلفة نقض الوضوء كذا في  
الذخيرة وهو الصحيح هكذا في البحر الرائق..... (فتاوى الهندية:  
٩، ١٠ / ١)

”اليقين لا يزول بالشك“..... (الاشباه والنظائر: ١٢)  
”مصل سبقه الحدث في الصلوة من بول او غائط او ريح اور عاف بغير قصده  
انصرف فتوضأ وبنى على صلاته ما لم يتكلم استحسانا وان تكلم واستقبل  
فهو افضل“..... (المبسوط: ٣٢٢ / ١، باب الحدث في الصلوة)  
”منها جواز المسح على الخف وجواز الصلوات المفروضة والنوافل  
بوضوء واحد ما لم يحدث وهذا جائز باجماع من يعتد به“..... (نوى على  
مسلم: ١٣٥ / ١، باب جواز الصلوات كلها بوضوء واحد)  
”قال وصرح في غاية البيان بفساده لصحة الاكتفاء بوضوء واحد لصلوات  
مادام متطهرا“..... (فتاوى شامى: ٦٣ / ١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



وضو کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو کے بعد آسمان کی طرف  
نظر اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ نہیں؟ ہماری مسجد میں ایک غیر مقلد نے طوفان  
برپا کر رکھا ہے کہ یہ کسی حدیث میں نہیں آیا، براہ کرم مسئلہ بحوالہ نقل فرمائیں، بغیر دلیل کے مسئلہ مطلوب نہیں ہے، بندہ  
خود اپنے علماء کی زبان پر بھی مطمئن ہے لیکن شور شرابہ کرنے والے حضرات قبول نہ کریں گے، ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ ابھی  
چند سالوں سے جاہل مولویوں نے لکھنا شروع کر دیا ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

وضو کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھنا احادیث سے ثابت ہے۔

”عن عقبه بن عامر الجهني عن النبي ﷺ نحوه ولم يذكر امر الرعاية قال

عند قوله فاحسن الوضوء ثم رفع نظره الى السماء.....(سنن ابی داؤد: ۱/۳۵)

”وزاد فی النية ايضا وان يقول بعد فراغه سبحانه اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب اليک واشهد ان محمدا عبدک ورسولک ناظرا الى السماء“.....(ردالمحتار: ۱/۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



کیا شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کپڑے کی آڑ کے بغیر اگر شرم گاہ کو ہاتھ لگایا جائے تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

”فصل عشرة- اشیاء لا یغتسل منها مذی..... وهو ماء ابیض رقیق یخرج عند شهوة لا بشهوة ولا ذفق ولا یعقبه فتور وربما لا یحس نحو وجهه وهو اغلب فی النساء من الرجال“.....(حاشیة الطحطاوی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۱۰۰)

”(ل) اینقضه (مس ذکر) لکن یغسل یدہ ندبا (قولہ لکن یغسل یدہ ندبا) لحديث من مس ذكره فليتوضأ ای لیغسل یدہ جمعاً بینہ وبين قوله ﷺ هل هو الا بضعة منك حين سئل عن الرجل یمس ذكره بعد ما يتوضأ“.....(فتاویٰ شامی: ۱/۱۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## اختلاج کس کو کہتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۲۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فتاویٰ شامی میں نواقض وضو کے بیان میں ہے۔

”لانه اختلاج حتى لو خرج ريح من الدبر وهو يعلم انه لم يكن من الاعلى فهو اختلاج فلا ينقض“..... (الدر على هامش الرد: ۱/۱۰۱)  
ازراہ کرم اختلاج کی تشریح فرمادی جائے نیز من الاعلیٰ سے کیا مراد ہے؟ عبارت کا پورا مطلب واضح فرمادیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

در مختار کی پوری عبارت یہ ہے۔

”(لا خروج ريح من قبل وذكر) لانه اختلاج حتى لو خرج ريح من الدبر وهو يعلم انه لم يكن من الاعلى فهو اختلاج فلا ينقض اه“..... (۱۰۱، ۱۰۰)  
یہ مسئلہ اس بات پر متفرع ہے کہ رتخ بذات خود نجس نہیں ہے بلکہ فی نفسہ طاهر ہے، چونکہ رتخ محل نجاست سے ہو کر آتی ہے تو نجاست کی مجاورت کی وجہ سے اس کو ناقض شمار کیا گیا ہے، چنانچہ جہاں نجاست سے مجاورت ہوگی وہاں رتخ ناقض وضو ہوگی اور جہاں نجاست سے مجاورت نہ ہوگی وہاں رتخ ناقض وضو نہ ہوگی، یہی وجہ ہے کہ اگر رتخ قبل امرء غیر مفضاۃ سے خارج ہو یا ذکر رجل سے خارج ہو وہ رتخ ناقض وضو نہیں ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ بتلائی ہے ”لانه اختلاج“ کہ یہ درحقیقت رتخ ہے ہی نہیں بلکہ عضو کا پھڑکنا ہے اور اگر رتخ مان بھی لیا جائے کہ ذکر اور فرج سے رتخ خارج ہوتی ہے تب بھی یہ ناقض وضو نہ ہوگی کیونکہ یہ رتخ محل نجاست سے نہیں آئی، اور یہی وجہ ہے کہ اگر رتخ دبر سے بھی خارج ہو جائے لیکن اسے ظن غالب ہو کہ یہ رتخ اعلیٰ یعنی محل نجاست سے نہیں آئی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، اعلیٰ سے مراد جوف ہے جو کہ محل نجاست ہے۔

”ولا يرد على المصنف الريح الخارجة من الذكر وفرج المرأة فانها لا تنقض

الوضوء على الصحيح لان الخارج منهما اختلاج وليس بريح خارجة

ولو سلم فليست بمنبثثة عن محل النجاسة والريح لا ينقض الا لذلك لان

عينها نجسة لان الصحيح ان عينها طاهرة“..... (البحر الرائق: ۱/۵۹)

”لا خروج ریح من قبل ذکر لانه اختلاج حتی لو خرج ریح من الدبر وهو يعلم  
انه لم یکن من الاعلیٰ فهو اختلاج فلا ینقص“.....(الدرا المختار علی هامش  
الرد: ۱۰۱، ۱۰۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### مسواک کرنے اور سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ:

مسئلہ نمبر (۲۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسواک کرنے اور سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اور حضور ﷺ کو نسارمہ استعمال فرماتے تھے، قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ:

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، داہنے ہاتھ کی چھنگلیا مسواک کے نیچے رکھے، اور انگوٹھا مسواک کے اوپر والے سرے کے نیچے رکھے، اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رکھے۔  
مسواک کرنے کا مسنون طریقہ:

دانتوں کے ظاہر، باطن، اطراف منہ کے اندر اور دونوں جبروں پر مسواک کرے تاکہ تمام حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

”والسنة فی اخذه ان تجعل خنصر یمینک اسفله والبنصر والسبابة فوقه  
والابهام اسفل رأسه کما رواه ابن مسعود..... ویستحب ان یدلک الاسنان  
ظاہرها وباطنها واطرافها والحنک وهو باطن واعلی الفم من داخل والاسفل  
من طرف مقدم اللحیین“..... (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مع حاشیة  
الطحطاوی : ۶۸)

”قوله ویستاک عرضا لا طولا ای لانه یجرح لحم الاسنان وقال الغزنوی  
طولا و عرضا والاكثر علی الاول بحر لکن وفق فی الحلیة بانه یستاک عرضا  
فی الاسنان وطولا فی اللسان جمعا بین الاحادیث ثم نقل عن الغزنوی انه

یستاک بالمداراة خارج الاسنان وداخلها اعلاها واسفلها ورؤس الاضراس

وبین کل سنین“.....(فتاویٰ شامی: ۱/۸۵)

(۲) حضور ﷺ ائمہ سرمہ استعمال فرماتے تھے۔

سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ:

اس میں علماء سے مختلف اقوال مروی ہیں، جن میں سے رائج قول یہ ہے کہ ہر آنکھ میں تین تین سلاخیاں یکے بعد دیگرے لگائے اور اسی قول کو ملا علی القاری رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے۔

”وعن ابن عباس ان النبی ﷺ قال اکتحلوا بالاثمد فانه یجلو البصر وینبت

الشعر وفی رواية للترمذی عن ابن عباس ان خیر اکحالکم الاثمد، قال

التوربشتی هو الحجر المعدنی وقیل هو الکحل الاصفهانی ینشف الدمعة

والقروح“.....(مرقات المفاتیح: ۸/۳۰۹)

”عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من اکتحل فلیوتر

ومن فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج.....ای ثلاثا متوالیة فی کل عین وقیل

ثلاثا فی الیمنی واثین فی الیسری لکن المجموع وترا والتلیث علم من فعله

علیہ الصلوۃ والسلام والافالوتر صادق علی مرة“.....(مرقات المفاتیح:

۲/۲۳)

”وزعم ان النبی ﷺ كانت له مکحلة یکتحل بها کل لیلة ثلاثة فی هذه

وثلاثة فی هذه.....(وثانیہما ان یکتحل فیہما خمسة ثلاثة فی الیمنی ومرتین

فی الیسری علی ماروی فی شرح السنة.....وارجحہما الاول لما ذکر من

حصول الوتر شفعا مع انه یتصور ان یکتحل فی کل عین واحدة ثم وثم

ویؤول امرہ الی الوترین بالنسبة الی العضوین لکن القیاس علی باب طہارة

الاعضاء بجامع التنظیف والتزین هو الاول فتأمل)“.....(مرقات المفاتیح:

۸/۳۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## سر پر لگائے ہوئے بالوں پر مسح اور غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۰۸): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت میں ایک پلاسٹک سرجن ہوں، آپ سے گزارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں یہ بتائیے کہ بالوں کی پیوند کاری جائز ہے؟ میرے پاس وہ حضرات جو کہ جوانی میں ہی گنچے پن کا شکار ہو جاتے ہیں، وہ لڑکیاں جو گنچے پن کی وجہ سے مسائل کا شکار ہوتی ہیں آتی ہیں، ایک چھوٹے سے آپریشن کے ذریعے میں بالوں کی جڑیں سر کے پچھلے حصے سے لے کر آگے لگا دیتا ہوں، بال کچھ عرصے کے بعد نکلتا شروع ہو جاتے ہیں اور بڑھتے رہتے ہیں اسی طرح کچھ ایسے کیس بھی کیے ہیں جن میں ڈاڑھی لگائی جاتی ہے، آپ پلیز مجھے گائیڈ کیجئے کہ میں صحیح کرتا ہوں یا نہیں؟ اور اس طرح کے بالوں کا کیا حکم ہے؟ ان پر غسل یا مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں بشرط صحت بیان اگر متاثر شخص ہی کے سر کے بال لے کر اسی کے جسم پر پیوند کر دیے جائیں تو اس کی گنجائش ہے، اور اس پر ملنے والی فیس بھی جائز ہوگی، اور جب بال جسم کے اندر پیوست کر دیے جائیں اور اس کا حصہ بن جائیں تو ان پر مسح اور غسل دونوں درست ہو جائیں گے، لیکن کسی اور انسان کے بال کسی دوسرے انسان کو لگانا چونکہ شرعاً حرام ہے اس لیے اس پر فیس لینا بھی درست نہیں ہے، اور اس امر کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ متاثرہ مرد کے لیے مرد ہی آپریشن کرے اور متاثرہ خاتون کے لیے خاتون ہی آپریشن کرے۔

”وفی البدائع الصنائع والثانی ان استعمال جزء منفصل عن غیرہ من بنی آدم

اھانة بذلك الغیر والادمی بجمیع اجزائه مکرم ولا اھانة فی استعمال جزء

نفسه فی الاعادة الی مکانه“..... (بدائع الصنائع : ۳۱۶/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

## پیشاب کے تھوڑی دیر بعد آنے والے قطرے ناقض وضو ہیں:

مسئلہ نمبر (۲۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک بیماری ہے وہ یہ کہ اگر پیشاب کروں تو اس کے بعد جب وضو کر لوں اور ایک یا دو رکعت ادا کرنے کے بعد رکوع یا سجدے میں قطرہ آجاتا ہے یہ قطرہ ہمیشہ بھی نہیں ہوتا اور اگر نماز سے دس بیس منٹ پہلے پیشاب کر لوں تو اس وقت چلنے پھرنے سے قطرے

کا آنا بند ہوتا ہے، اس صورت میں میں ٹائمیلٹ پیپر پیشاب کی جگہ رکھ دیتا ہوں تاکہ مجھے شک نہ ہو، تو آیا اس صورت میں نماز پڑھنا پڑھنا کیسا ہے؟ اور گیس کی بیماری بھی ہے یعنی نماز کے دوران پیٹ میں گیس آ جاتا ہے، لیکن گیس کو میں سختی کے ساتھ روک لیتا ہوں اس کی وجہ سے وقتی نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

نماز کے دوران اگر قطرہ آنے کا یقین ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اس لئے دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھ لیں، پھر خواہ برعایت شرائط بنا کی جائے یا نماز دوبارہ پڑھ لی جائے، اگر قطرہ آنے کا وہم ہو تو وہم سے کچھ نہیں ہوتا لہذا اپنی نماز پوری کر لے۔

پیشاب کی جگہ ٹائمیلٹ پیپر رکھنا درست ہے، جب تک پیشاب کی تری باہر کے حصے پر ظاہر نہ ہو وضو نہیں ٹوٹتا، لہذا نماز پڑھنا اور پڑھنا دونوں درست ہیں۔  
خروج ریح سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اگر ریح کو سختی سے روک کر نماز پڑھی جائے تو نماز مع الکراہت ہو جاتی ہے، لیکن اگر بیماری ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے۔

”منہما ما يخرج من السبيلين من البول والغائط والريح الخارجة من الدبر

والودی والمذی والمنی والدودة والحصاة“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۹)

”وينقص الوضوء خروج نجس من المتوضيء“..... (البحر الرائق: ۱/۵۸)

”المراد من الطرف الظاهر بانه ما كان عاليا عن الرأس الاحليل او مساويا له

ای ما كان خارجا من رأسه زائدا عليه او محاذيا لرأسه لتحقيق خروج النجس

بابتلاله“..... (رد المحتار: ۱/۱۱۰)

”واذا خاف الرجل خروج البول فحشا احليله بقطنة ولولا القطنة يخرج منه

البول فلا بأس به ولا ينتقص وضوءه حتى يظهر البول على القطنة كذا في

فتاویٰ قاضی خان“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۰)

”وان احتشى احليله بقطنة خوفا من خروج البول ولولا القطنة لخرج منه

البول فلا بأس به ولا ينتقص وضوءه حتى يظهر البول على القطنة“

..... (فتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۹۰)

”وان حشی احلیلہ بقطنۃ فخر وجہ بابتلال خارجه“.....(البحر الرائق : ۱/۶۰)

”قوله مثل ریح فانها تنقض لانها منبعثة عن محل النجاسة“.....(ردالمحتار: ۱/۱۰۰)

”ویکرہ التمی و تغمیض عینہ وان یدخل فی الصلاة وهو یدافع الاخبثین وان شغله قطعها وكذا الريح وان مضى عليها اجزأه وقدا ساء“.....(فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### کیا لیکوریا کے قطرے ناقض وضو ہیں؟

مسئلہ نمبر (۲۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لیکوریا کی بیماری سے وضو کب ٹوٹتا ہے؟ اس کے قطرے سوراخ کے اندر ہوں یا ان کا باہر نکلنا ضروری ہے؟ نیز اگر اعضاء وضو پر ویسلین لگی ہوئی ہو وضو ہو جائے گا یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

لیکوریا اگر فرج داخل کے اندر ہو اور باہر نہ نکلے تو اس سے وضو ٹوٹتا نہیں، البتہ فرج داخل سے خارج ہو جائے فرج خارج کی طرف تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

”رطوبة الفرج فيكون مفرعا على قولهما بنجاستها وقال ابن عابدين تحته.....ومن وراء باطن الفرج فانه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن عابدين كالماء الخارج مع الولد او قبيله“.....(درالمختار: ۱/۳۱۳)

”وهي ماء ابيض متردد بين الابيض والعرف يخرج من باطن الفرج الذي لا يجب غسله.....بخلاف ما يخرج مما يجب غسله فانه طاهر قطعاً ومن وراء باطن الفرج فانه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن كالماء الخارج في الولد او قبيله“.....(ردالمحتار: ۱/۳۲۲)

وسلین چونکہ تیل کی طرح ہی ہے لہذا اگر یہ اعضاء وضو پر لگی ہوئی ہو تو اس سے وضو ہو جاتا ہے۔  
 ”قال ينبغي للمتوضي في الشتاء ان يبل اعضاءه بالماء شبه الدهن ثم يسهل  
 الماء عليها لان الماء يتجافى عن الاعضاء في الشتاء“.....(بدائع الصنائع:  
 ۱/۲۶)

”وإذا دهن رجله ثم توضا وأمر الماء على رجله فلم يقبل الماء لمكان  
 الدسومة جاز الوضوء“.....(فتاوى الهندية: ۱/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جس شخص کا وضو بار بار ٹوٹتا ہو کیا وہ معذور ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے وضو کیا بجماعت فرض نماز ادا کرنے کے بعد ہی اس کا وضو ٹوٹ گیا، سنتیں ادا کیں پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا، پھر اس نے وضو کیا اور قرآن پاک کی تلاوت کی پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا، اب اس صورت حال میں کیا ہر بار وضو کرنا پڑے گا یا صرف فرضوں کے لیے وضو کر لینا کافی ہے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں یہ شخص شرعی معذور نہیں ہے لہذا وقت کے اندر بھی ہر نماز کے لیے الگ وضو کرنا ضروری ہے۔

”وحکم الاستحاضة والعذر يبقى اذا لم يمض على اصحابهما وقت صلوة  
 الا والحدث الذي ابتليت به يوجب فيه ولو قليلا حتى لو انقطع وقتا كاملا خرج  
 عن كونه عذرا“.....(البحر الرائق: ۱/۳۷۶)  
 ”انما يصير صاحب عذرا اذا لم يجد في وقت صلوة زمانا يتوضأ فيه خاليا عن  
 الحدث“.....(البحر الرائق: ۱/۳۷۶)

”فالحاصل ان صاحب العذر ابتداء من استوعب عذر تمام وقت صلاة  
 ولو حكما لان الانقطاع اليسير ملحق بالعدم وفي البقاء من وجد عذره في

جزء من الوقت وفي الزوال يشترط استيعاب الانقطاع حقيقة“  
.....(البحر الرائق: ۱/۳۷۷)

”ومن به عذر كسلس بول واستطلاق بطن لوقت كل فرض ويصلون به  
ماشاء وا من الفرائض والنوافل ويبطل وضوء المعذورين بخروج الوقت فقط  
ولا يصير معذورا حتى يستوعبه العذر وقتا كاملا ليس فيه انقطاع  
بقدر الوضوء والصلوة وهذا شرط ثبوته وشرط دوامه وجوده في كل وقت  
بعد ذلك ولو مرة وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن كونه معذورا خلو وقت  
كامل عنه“.....(نور الايضاح: ۵۰، ۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### نسوار رکھنے سے وضو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسوار رکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور جو امام نسوار رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

اگر نسوار رکھنے سے منہ میں دانے بن جائیں یا نشہ آجائے جیسا کہ پہلی مرتبہ نسوار رکھنے سے بعض لوگوں کو کبھی یہ کیفیت ہو جاتی ہے، تو ان دانوں کے ٹوٹنے سے اور نشہ آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر دانے نہ بنیں اور نشہ وغیرہ نہ آئے تو نسوار رکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے البتہ ایسے شخص کو چاہیے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت منہ کی صفائی کا خیال رکھے۔

واضح رہے کہ سگریٹ کا پینا اب جدید تحقیق کے مطابق بالاتفاق مضرت ہے لہذا بغیر تدوی کے اس کا پینا بطور تلبیٰ مکروہ تحریمی ہے۔

”اعلم ان شرب الدخان التنباك لم يكن في زمن النبي ﷺ ولا في زمن الصحابة ولا في زمن من بعدهم وانما حدث بعد الالف من الهجرة ولذلك ترى كتب السلف ساكتة عن حكمه وقد اختلف الخلف في حله وحرمة

فمنہم کالفاضل الشربلالی والشیخ ابراہیم القانی المتوفی سنة ۱۰۴۱ ،  
احدی واربعین بعد الالف فی رسالته نصیحة الاخوان باجتناہ الدخان  
وغیرہما من افتی بتحريمہ ومنہم من افتی بتحليلہ والیہ مال العلامة الحموی  
والحق انه ان شرب بحیث اسکر او اضره فحرام والا فلا وجه لتحريمہ نعم  
لا یخلو عن کراہتہ“.....(رسائل اللکھنوی: ۲/۳۲۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### قطرات گرنے والے شخص کے لیے شرعی رعایت؟

مسئلہ نمبر (۲۱۳): محترم وکرم حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ مجھے قطرات گرنے کی بیماری ہے، آپ سے پوچھنا ہے کہ میں دن میں پانچ سات دفعہ  
نہانے سے تو رہا خاص طور پر سردیوں میں علیٰ ہذا القیاس اتنی دفعہ کپڑے بدلنا بھی ناممکن ہے، لہذا مجھے اپنی  
نماز کو باقاعدہ رکھنے کے لیے اگر کوئی شرعی رعایت ہو تو ازراہ کرم مجھے بتائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

نہانا صرف اس صورت میں ضروری ہے جب منی کے خروج کی وجہ سے شہوت ہو اگرچہ خروج کے وقت  
شہوت باقی نہ ہو، اس کے علاوہ قطرہ وغیرہ نکلنے سے صرف وضو ٹوٹ جاتا ہے غسل کی ضرورت نہیں، البتہ کپڑے پاک  
کرنا ضروری ہے اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ انڈروئیر استعمال کریں اور اس کو تبدیل کر لیں تمام کپڑے تبدیل  
کرنے کی ضرورت نہیں اگر قطرات کی مقدار زیادہ ہو تو انڈروئیر کے اندر ٹشو یا روئی وغیرہ رکھ لیں۔

”والمعانی الموجبة للغسل انزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل

والمرءة حالة النوم والیقظة“.....(الهدایة: ۱/۳۱)

”وتعتبر الشهوة عند انفصاله عن مكانه لا عند خروجه من رأس الاحلیل“

.....(فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۴)

”ولیس فی المذی والودی غسل وفيہما الوضوء“.....(الهدایة: ۱/۳۳)

”تطهير النجاسة واجب من بدن المصلى وثوبه والمكان الذى يصلى عليه“.....(الهداية: ١/٦٨)

”اذا خاف الرجل خروج البول فحشا حليله بقطنة ولولا القطنة لخرج منه البول فلا بأس به ولا ينتقض وضوءه حتى يظهر البول على القطنة“.....(خانيه على هامش الهندية: ١/٣٤)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



کیا بغیر وضو قرآن مجید کو مس کر سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۲۱۴): محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی! ہم نے آج تک پڑھا ہے اور لوگوں/ علماء کرام سے سنا ہے کہ قرآن مجید جو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظیم الشان اور لاریب کتاب ہے اسے بغیر طہارت کے (بے وضو) چھونا منع ہے، جب کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن پاک کو بغیر طہارت (بے وضو) چھونے میں کوئی حرج نہیں اور ساتھ ہی وہ شخص قرآن مجید کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر یہ کہتا ہے کہ میں بے وضو ہوں، مجھے کیا ہو گیا ہے؟

جناب عالی! آپ سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں کہ قرآن مجید کو بغیر طہارت (بے وضو) چھونا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس امر کی بھی وضاحت فرمائیں کہ جو شخص مذکورہ کلمات کہتا ہے اور پھر ایسا عمل کرتا ہے تو شریعت اسلامیہ میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینو اتوجروا۔ اللہ رب العزت آپ کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

حدث دو قسم پر ہے (۱) حدث اکبر (۲) حدث اصغر، اور قرآن پاک کو چھونے کے لیے ان دونوں قسموں کی ناپاکیوں سے پاک ہونا ضروری ہے اور بے وضو شخص کو حدث اکبر سے تو پاک کہا جاسکتا ہے لیکن حدث اصغر سے پاک نہیں کہا جاسکتا، لہذا بغیر وضو کے قرآن کو چھونا جائز نہیں ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”لَا يَمَسُّهُ الا المطهرون“ (الواقعة) یعنی قرآن کو تو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں، البتہ بغیر وضو قرآن کی تلاوت زبانی کی

جاسکتی ہے، اور اس شخص کا کہنا کہ ”قرآن پاک کو بغیر طہارت (بے وضو) چھونے سے کوئی حرج نہیں، اور ساتھ ہی وہ شخص قرآن مجید کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر یہ کہتا ہے کہ میں بے وضو ہوں مجھے کیا ہو گیا ہے؟“ انتہائی لاعلمی اور جہالت کی بات ہے، اسے اپنے اس فعل سے توبہ کرنی چاہیے۔

”ولیس للحائض والجنب والنفساء قراءة القرآن لقوله ﷺ لا تقراء الحائض والجنب شيئا من القرآن..... وليس لهم مس المصحف الا بغلافه ولا اخذ درهم فيه سورة من القرآن الا بصرته وكذا المحدث لا يمس المصحف الا بغلافه بقوله عليه السلام لا يمس القرآن الا طاهر، ثم الحدث والجنبه حلالا فيستويان في حكم المس والجنبه حلت الفم دون الحدث فيفترقان في حكم القراءة“..... (الهداية: ٢٢، ٢٣/١)

”قوله ولا يجوز لمحدث مس المصحف وانما لم يذكر الحائض والنفساء والجنب لانه يعلم ان حكمها حكمه بطريق الاولى، لان حكم القراءة اخف من حكم المس فاذا لم تجز لهم القراءة فلا يجوز لهم المس اولی“..... (الجوهرة النيرة: ٨٩/١)

”ويحرم قراءة آية من القرآن..... بقوله ﷺ لا تقراء الحائض ولا جنب شيئا من القرآن والنفساء كالحائض ويحرم مسها اي الاية لقوله تعالى لا يمسها الا المطهرون سواء كتب على قرطاس او درهم او حائط الا بغلاف متجاف عن القرآن والحائل كالخريطة في الصحيح“..... (مراقی الفلاح: ٣٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## (الباب الثانی فی احکام الغسل)

**مذی، منی اور ودی سے غسل کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۱۵): میاں بیوی کے قریب بیٹھنے سے پیار کرنے سے جو پانی کے قطرے عضو تناسل سے نکلتے ہیں، جسے مذی کہتے ہیں اس سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں یا اس کو دھوئے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں؟  
نیز مذی اور ودی اور منی کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں کہ کس حالت میں غسل فرض ہوتا ہے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

کپڑوں پر لگی ہوئی مذی اگر درہم کی مقدار سے زائد ہے تو اس کا دھونا فرض ہے، اسے دھوئے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اگر بقدر درہم ہو تو بھی اس کا دھونا واجب ہے، دھوئے بغیر اگر نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر درہم سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے۔

”النجاسة ان كانت غليظة و هي أكثر من قدر الدرهم فغسلها فريضة والصلاة بها باطلة و ان كان مقدار درهم فغسلها واجب والصلاة معها جائزة و ان كانت أقل من قدر الدرهم فغسلها سنة و ان كانت خفيفة فانها لا تمنع جواز الصلاة حتى تفحش كذا في المضمرات“..... (الهندية: ۱/ ۵۸)  
منی اگر دفت اور شہوت سے نکلے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

”و فرض عند منی ذی دفت و شهوة عند انفصاله ۱۰“..... (کنز الدقائق: ۹/۱)

مذی اور ودی کے نکلنے سے صرف وضو واجب ہوتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا۔  
”و أجمع العلماء انه لا يجب الغسل بخروج المذی والودی كذا في شرح المذهب و اذا لم يجب بهما الغسل وجب بهما الوضوء“..... (البحر الرائق: ۱۱۵/۱)

”و ليس في المذی والودی غسل و فيهما الوضوء لقوله عليه السلام كل فحل يمدى وفيه الوضوء“..... (هدايہ: ۳۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## وہمی شخص کا طریقہ غسل:

مسئلہ نمبر (۲۱۶): میں ایک وہمی مریض ہوں، عرصہ چار سال سے اس مرض میں مبتلا ہوں، میں جوانی سے نماز پڑھتا ہوں لیکن مسئلے کا علم نہیں تھا کہ نجاست کو دھوتے ہوئے جو پٹھینٹیں پڑتی ہیں وہ بھی نجس ہوتی ہیں۔ اب مجھے مسئلے کا علم ہوا اب میں بہت پریشان ہوں اور اسی طرح میں جب غسل کرتا ہوں تو غسل کرتے وقت چھینٹے بدن پر پڑ جاتے ہیں آیا یہ نجس ہوتے ہیں یا نہیں؟ بندہ اس مسئلہ میں بہت پریشان ہو رہا ہے اور کبھی چاہتا ہے کہ نماز چھوڑ دوں، لیکن اللہ کے خوف کی وجہ سے نماز نہیں چھوڑتا۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

آپ فقہ کے اصول کے مطابق اپنے بدن پر تین مرتبہ پانی بہالیں اور پاک صاف کپڑے پہن کر نماز پڑھیں اس سے زیادہ جسم پر پانی نہ بہائیں ورنہ گنہگار ہوں گے، آپ اپنے ذہن سے وہم نکال دیں۔

”(و) يطهر محل (غيرها) ای غیر مرئية (بغلبة ظن غاسل)..... (طهارة محلها) بلا عدد به يفتى (وقدر) ذلك لموسوس (بغسل وعصر ثلاثا) او سبعا (فيما ينعصر) مبالغاً بحيث لا يقطر..... الخ“..... (الدر على هامش الرد :

۲۴۳ / ۱، ۲۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## جنبی کے لیے کھانے پینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا احتلام کے بعد کچھ کھانے سے پہلے نہانا ضروری ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

نہانا ضروری نہیں ہے ہاں البتہ کلی کرنا اور ہاتھ دھونا مستحب ہے۔

”وَأَن ارَادَ أَن يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ فَيَنْبَغِي أَنْ يَتَمَضَّمُ وَيَغْسِلَ يَدَيْهِ كَذَا فِي

السراج الوهاج“..... (الهنديّة : ۱ / ۱۶)

”واذا أراد الجنب الأكل فينبغي أن يغسل يديه ثم يتمضمض ثم يأكل“..... (الفتاوى الثاثر رخانه: ۲۹۲ / ۱، مطبوعه جدید مکتبه رشیدیہ)  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### وضو اور غسل میں بدن کو پانی پہنچانا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۱۸): اگر جسم کے کسی حصہ پر ایسی چیز لگی ہوئی ہو جو پانی کو وہاں نہ پہنچنے دے تو کیا وضو اور غسل ہو جائے گا یا اس چیز کو دھونا ضروری ہوگا جو جلد تک پانی پہنچنے سے مانع ہے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

اگر جسم پر ایسی چیز لگی ہوئی ہے جو پانی کو جسم تک پہنچنے سے مانع ہو تو اس کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل نہ ہوگا، بلکہ اسے زائل کرنا ضروری ہے، ہاں اگر ایسی چیز ہے جو پانی کو جلد تک پہنچنے سے مانع نہیں جیسے ویسلین اور تیل وغیرہ تو ان کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل ہو جاتا ہے ان کا زائل کرنا ضروری نہیں۔

”(و) لا یمنع (ما علی ظفر صباغ و) لا (طعام بین اسنانہ) او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وهو الاصح وفي الشامیة (قوله و کذا دهن) ای کزیت وشیرج بخلاف نحو شحم و سمن جامد..... (قوله و دسومة) ہی اثر الدهن قال فی الشرنبلالیة قال المقدسی وفي الفتاوی دهن رجلیه ثم توضاء و امر الماء علی رجلیه ولم یقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلین اه“..... (الرد علی الدر: ۱ / ۱۱۴)

”وان کان علی ظاهر جلد سمک او خبز ممضوع قد جف فاعتسل ولم یصل الماء الی ماتحتہ لا یجوز“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱ / ۱۱۳)

”ولا بد من زوال ما یمنع وصول لماء للجسد کشمع وعجین“..... (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱۰۲)

”بخلاف نحو عجین ای کعلک وشمع وقشر سمک و خبز ممضوع متلبد“..... (فتاویٰ شامی: ۱ / ۱۱۴)

”وان كان على ظاهر بدنه جلد سمك او خبز ممضوغ قد جف فاغسل ولم

يصل الماء الى ماتحته لايحوز“..... (المحيط البرهاني: ۱/۲۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جریان موجب غسل ہے یا نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۱۹): جناب والا بچپن کی غلطیوں کی وجہ سے مجھے ایک بیماری لاحق ہو گئی ہے، گرم چیز کھاؤں یا نہ کھاؤں تو پیشاب کے بعد قطرے آتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ احتلام ہے کوئی کہتا ہے کہ بیماری ہے پتہ نہیں کیا ہے مگر میرے کپڑے بھی بعض دفعہ گندے ہو جاتے ہیں، اب اگر میں دفتر میں ہوں یا باہر ہوں مجھے نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے تو میں کیا صرف وضو کر کے نماز ادا کر سکتا ہوں یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ گندگی میرے کپڑوں پر لگ جائے تو میں کیا کروں کیونکہ میں تو کافی عرصہ سے ایسے ہی نماز پڑھتا ہوں، اب تو وہ دو سال سے میں نے غلط کام چھوڑ دیے ہیں مگر انسان ہوں جب بھی کسی لڑکی سے بات کرتا ہوں تو ذہن اس طرف چلا جاتا ہے تو پھر کپڑے گندے ہو جاتے ہیں اور مجھے رات کو کبھی سوتے میں احتلام نہیں ہوا، ہمیشہ اسی طرح پیشاب کے بعد مواد نکلتا ہے، مہربانی کر کے مسئلہ کا حل بتائیں، کیا اس سے میں ہر مرتبہ غسل کروں گا یا صرف وضو کافی ہو جائیگا؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

آپکی بیماری کو طبی اصطلاح میں جریان کہتے ہیں، اس بیماری میں پیشاب کے بعد منی کے قطرے آتے ہیں ان کے نکلنے کے بعد غسل فرض نہیں ہوتا، صرف وضو کافی ہے، البتہ اگر کپڑوں پر لگ جائے جتنی جگہ وہ لگ گئی ہے تو اس کا دھونا ضروری ہے۔

”النجاسة ان كانت غليظة وهي اكثر من قدر الدرهم فغسلها فريضة والصلاة

بها باطلة وان كانت مقدار درهم فغسلها واجب والصلاة معها جائزة وان

كانت اقل من قدر الدرهم فغسلها سنة“..... (فتاوى الهندية: ۱/۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## انزال قبل الدخول موجب غسل ہے:

مسئلہ نمبر (۲۲۰): محترم مفتی صاحب ایک مسئلہ عرض کر رہا ہوں اس کا حل ارسال فرمائیں، جب میاں بیوی آپس میں ہم بستری کریں تو وہ کس وقت جنبی ہوں گے اور ان پر غسل کب فرض ہوگا، اس کی علامت تحریر فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

جب دخول ہو گیا تو ان پر غسل فرض ہو گیا چاہے انزال ہو یا نہ ہو، اگر مرد اور عورت کو دخول سے پہلے بھی انزال ہو تو بھی غسل فرض ہو جاتا ہے۔

”والمعاني الموجبة للغسل انزال المنى على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة..... والتقاء الختانين من غير انزال لقوله عليه السلام اذا التقى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل انزل او لم ينزل ولانه سبب للانزال“..... (الهداية: ۱ / ۳۱)

”(الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل) وهي ثلاثة منها الجنابة وهي تثبت بسببين احدهما خروج المنى على وجه الدفق والشهوة من غير ايلاج باللمس او النظر او الاحتلام او الاستنماء كذا في المحيط السرخسي من الرجل والمرأة في النوم واليقظة كذا في الهداية“..... (فتاوى الهنديّة: ۱ / ۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## حالت جنابت میں کھانا پینا:

مسئلہ نمبر (۲۲۱): کیا احتلام کے بعد کچھ کھانا درست ہے، یا پہلے نہانا ضروری ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ جب غسل واجب ہو جائے تو سب سے پہلے غسل کرنا چاہیے، بعد میں کھانا وغیرہ کھایا جائے، البتہ اگر کسی وجہ سے غسل میں تاخیر ہو جائے تو ہاتھ منہ دھو کر کھانا، پینا بلا کراہت جائز ہے۔

”الجنب اذا اراد ان يأكل او يشرب فالمستحب له ان يغسل يديه وفاه وإن ترك لا بأس به“.....(قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ۴۶/۱)  
 ”ویجوز للجنب ان يذكر الله تعالى ويأكل ويشرب اذا تمضمض“.....(فتح القدیر: ۵۰/۱)

”وان اراد ان يأكل او يشرب فينبغي ان يتمضمض ويغسل يديه كذا في السراج الوهاج“.....(الہندیہ: ۱۶/۱، البحر: ۸۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**غسل کرنا فوراً واجب نہیں:**

مسئلہ نمبر (۲۲۲): جب آدمی پر غسل فرض ہو جائے تو فوراً غسل کرنا ضروری ہوتا ہے یا کچھ تاخیر کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں بہتر تو یہی ہے کہ جلدی غسل کر لیا جائے لیکن اگر نماز کے وقت تک غسل کو مؤخر کر دے تو گناہ گار نہیں ہوگا۔

”الجنب اذا اخر الاغتسال الى وقت الصلاة لا ياثم كذا في المحيط“.....  
 (فتاویٰ الہندیہ: ۱۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**غسل کرنے کے بعد دوبارہ منی کا قطرہ نکلے تو کیا دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے:**

مسئلہ نمبر (۲۲۳): اگر کسی آدمی کو احتلام ہو جائے اور وہ فوراً غسل کر لے، غسل کے بعد اس کو شرمگاہ کے سوراخ پر دوبارہ کچھ منی نظر آئے تو کیا وہ دوبارہ غسل کرے یا پہلا غسل کافی ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر اس شخص نے غسل سے پہلے پیشاب کر لیا ہو تو پہلا غسل کافی ہے اور اگر غسل سے پہلے پیشاب نہ کیا ہو تو اس پر دوبارہ غسل کرنا واجب ہے۔

”لواغتسل من الجنابة قبل ان يبول او ينام و صلى ثم خرج بقية المنى فعليه ان يغتسل عندهما خلافا لأبي يوسف رحمه الله تعالى ولكن لا يعيد تلك الصلاة في قولهم جميعا كذا في الذخيرة ولو خرج بعد ما بال او نام او مشى لا يجب عليه الغسل اتفاقا كذا في التبيين“..... (الهندية : ۱/۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### کیا احتیاطاً غسل کرنا واجب ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۲۴): مجھے یہ مسئلہ کنفرم کرنا ہے کہ میں نے بہشتی زیور (مؤلفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی) کے گیارہویں حصہ یعنی بہشتی گوہر کے صفحہ ۱۶، ۱۷ پر یہ مسئلہ پڑھا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ ”یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو“ تو اس صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا واجب ہے اگر غسل نہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی اور سخت گناہ ہوگا، جبکہ میں نے دو عدد دوسری کتب میں بھی یہی مسئلہ پڑھا ہے کہ ”یقین ہو جائے کہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو“ غسل واجب نہیں ہوتا“ ان کتب کے نام ”عمدة الفقہ“ صفحہ ۱۶۷ (حضرت مولانا زوار حسین شاہ) اور معدن الحقائق (اردو شرح کنز الدقائق) صفحہ ۸۹ (حضرت مولانا حنیف گنگوہی) مجھے یہ پوچھنا ہے کہ کس کتاب میں یہ مسئلہ درست ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بہشتی گوہر کا مسئلہ صحیح نہیں ہے عمدۃ الفقہ کا صحیح ہے، البحر الرائق ج: ۱ ص ۱۰۵ اور فتاویٰ شامیہ: ۱/۱۲۰ میں اس کی تائید موجود ہے۔

”ولا يجب اتفاقا فيما اذا علم انه ودى مطلقا وفيما اذا علم انه مذى او شك في الاخيرين مع عدم تذكر الاحتلام اه“..... (رد المحتار: ۱/۱۲۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### مذی کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۵): اگر بیوی کے ساتھ بات چیت کرتے وقت یا بوس و کنار کرتے وقت پانی خارج ہو تو اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں بیوی سے بات چیت کرتے وقت یا بوس و کنار کے وقت جو پانی خارج ہوتا ہے اگر وہ پانی شہوت کے ساتھ علی وجہ الدفق نکلے اور وہ پانی سفید اور گاڑھا ہو اور اس پانی کے نکلنے کے بعد عضو تناسل ڈھیلا پڑ جائے اور جوش ٹھنڈا ہو جائے تو وہ منی ہے، اس سے غسل کرنا واجب ہے، اور اگر وہ پانی رقیق ہے گاڑھا نہیں ہے سفیدی مائل ہے اور نہ ہی اس کے نکلنے کے بعد عضو ڈھیلا ہوا ہے اور نہ ہی جوش ٹھنڈا ہوا ہے تو یہ منی ہے اس کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

”والمعاني الموجبة للغسل انزال المني على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة“..... (الهداية : ۳۱)

”وليس في المذي والودي غسل وفيهما الوضوء..... والمذي رقيق يضرب الى البياض يخرج عند ملاعبة الرجل اهله والتفسير ماثور عن عائشة رضي الله عنها“..... (الهداية : ۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



دوران غسل عورت کے لیے مینڈیاں کھولنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۲۶): کیا عورتوں کے لیے غسل کے وقت سر کے تمام بال گیلے کرنا ضروری ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر عورتوں کے بال کھلے ہوئے ہوں تو سارے بال گیلے کرنا ضروری ہے بصورت دیگر اگر پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے تو کافی ہے مینڈیاں کھولنے کی ضرورت نہیں جس وقت مینڈیاں کھولنے میں حرج ہو اور اگر حرج نہ ہو تو کھول کر سارے بال گیلے کرنا ضروری ہے۔

”و(لا) يفترض نقض (المضفور من شعر المرأة إن سري الماء في أصوله) اتفاقا لحديث أم سلمة أنها قالت يا رسول الله إني امرأة أشد ضفر رأسي أفأنقضه لغسل الجنابة قال إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلاث حثيات

من ماء ثم تفيض على سائر جسدك الماء فتطهرين“.....(حاشية  
الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۱۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جنابت اور اس کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۷): میاں بیوی کب جنبی ہوتے ہیں اور ان پر غسل کب فرض ہوتا ہے؟ اس کی علامت کیا ہے۔  
براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

جنابت دو طریقے سے ثابت ہوتی ہے:

(۱) منی کا شہوت کے ساتھ نکلنا، چاہے چھونے سے یا احتلام کی وجہ سے یا دیکھنے کے ساتھ یا دخول سے یعنی  
حشفہ کے سبیلین میں چھپ جانے سے جنبی ہو جائیں گے اور ان پر غسل فرض ہو جائے گا۔

”الفصل الثالث فى المعانى الموجبة للغسل وهى ثلاثة منها الجنابة وهى  
تثبت بسببين أحدهما خروج المنى على وجه الدفق والشهوة من غير إيلاج  
باللمس أو النظر أو الاحتلام أو الاستمناء كذا فى المحيط السرخسى من  
الرجل والمرأة فى النوم واليقظ كذا فى الهداية..... السبب الثانى الإيلاج  
فى أحد السبيلين إذا توارت الحشفة يوجب الغسل على الفاعل والمفعول  
به أنزل أو لم ينزل وهذا هو مذهب لعلمائنا كذا فى المحيط وهو  
الصحيح كذا فى فتاوى قاضى خان“.....(فتاوى هندية: ۱/۱۵، ۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



حالت جنابت میں یا بغیر طہارت کے قرآن اور مسنون دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں:

مسئلہ نمبر (۲۲۸): بغیر طہارت کے قرآن پاک زبانی پڑھایا جاسکتا ہے اور مسنون دعائیں پڑھی جاسکتی ہے کہ نہیں؟  
بینواتو جروا

## الجواب باسم الملك الوهاب

بغیر وضو کے قرآن پاک پڑھا جا سکتا ہے البتہ مس نہیں کر سکتا اور جنابت کی صورت میں قرآن پاک کی تلاوت ممنوع ہے، ہاں اگر جنابت کی صورت میں ایک ایک کلمہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھاتا ہو تو اس کی گنجائش ہے اور مسنون دعائیں یعنی تسبیحات وغیرہ دونوں صورتوں میں پڑھنا جائز ہے۔

” (ویحرم) الحدث (الاکبر دخول مسجد) ..... (ولو للعبور) خلافاً  
لشافعی<sup>ؒ</sup> (الضرورة) ..... (و) یحرم به (تلاوة قرآن) ولو دون آية علی  
المختار (بقصده) فلو قصد الدعاء أو الثناء أو افتتاح أمر أو التعليم ولقن  
كلمة كلمة حل فی الأصح حتی لو قصد بالفاتحة الثناء فی الجنابة لم یكره  
الا اذا قرأ المصلی قاصدا الثناء فانها تجزیه لانها فی محلها فلا یتغير حکمها  
بقصده الخ“ ..... (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۲۶، ۱۲۷)  
”ولا باس بان یقرء القرآن لماروی عن بعض الصحابة ان رسول الله ﷺ  
كان لا یحجزه شیء عن قراءة القرآن الا الجنابة“ ..... (المحیط البرهانی :  
۱/۲۱۹)

”ویجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الاذان ونحو ذلك کذا فی  
السراجیة“ ..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۳۸)  
”ویكره لهما قراءة دعاء الوتر لان ابيا يجعله من القرآن سورتين من اوله  
اللهم ایاک نعبد سورۃ ومن هنا الی اخره اخرى وظاهر المذهب لا یكره  
وعليه الفتوی“ ..... (فتح القدير: ۱/۱۴۹)

”عن علی رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ یقرئنا القرآن علی کل حال  
مالهم یکن جنبا (رواه ابو داؤد والترمذی) ثم کل من الحدیثین یصلح مخصصا  
لحدیث مسلم عن عائشة انه کان یذكر اللہ علی کل احيانه بعد القول بتناول  
الذكر قراءة القرآن“ ..... (البحر الرائق : ۱/۳۴۵)

”واما الاذکار فالمنقول اباحتها مطلقا ويدخل فيها اللهم اهدنا الى اخره واما اللهم انا نستعينك الخ الذى هو دعاء القنوت عندنا فالظاهر من المذهب انه لا يكره لهما وعليه الفتوى“.....(البحر الرائق: ١/٣٢٤)

”وليس للحائض والجنب والنفساء قراءة القرآن لقوله ﷺ لا تقراء الحائض والجنب شيئا من القرآن“.....(هدايه: ١/٦٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**مہندی اور خضاب لگایا ہو تو مسح کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۲۹): کیا ڈاڑھی یا سر کے بالوں پر کالی مہندی یا خضاب (یا کالا کولا / سمیول وغیرہ) لگانے سے وضو اور غسل ہو جاتا ہے، اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کسی نے ایسا خضاب یا مہندی لگائی، جس کا جرم ہو اور وہ پانی کو بالوں تک پہنچنے سے مانع ہو تو اس سے وضو اور غسل نہیں ہوتا بصورت دیگر اگر ذی جرم نہ ہو اور پانی پہنچنے سے مانع نہ ہو تو وضو اور غسل ہو جاتا ہے۔

”وذكر الناطقى فى الهداية إذا اختضب ومسح برأسه عند وضوءه على خضابه لا يجزئه وإن وصل الماء إلى شعره قال وهو كالمرأة إذا مسحت على الوقاية فوصل الماء إلى شعرها وذلك لا يجوز ففهمنا كذلك ورأيت فى مسألة الخضاب فى شرح بعض المشائخ رحمهم الله تعالى أنه إذا اختلطت البلة بالخضاب وخرجت من حكم الماء المطلق فلا يجوز المسح وهو بمنزلة الماء الزعفران“..... (المحيط البرهاني: ١/١٢٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**بیماری کی وجہ سے عورت سر کے بال نہیں دھو سکتی تو کیا بالوں کو کاٹ سکتی ہے؟:**

مسئلہ نمبر (۲۳۰): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کئی سالوں سے بیمار پڑی ہے صاحب

فراش ہے چار پائی سے اٹھ نہیں سکتی اور نہ غسل کر سکتی ہے، لہذا سر کے بالوں میں بہت گندگی میل جمع ہو چکی ہے، اس عورت کے لیے سر کے بال کاٹنے جائز ہیں یا نہیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر عورت کو سر کے دھونے سے ہلاکت کا خطرہ نہ ہو، سر دھولے اگر دھونے سے ہلاکت کا خطرہ ہو، لیکن نہ دھونے کی وجہ سے زیادہ تکلیف نہ ہو، بیماری میں اضافے کا خطرہ نہ ہو، پھر نہ دھوئے، لیکن دونوں صورتوں میں سر کے بال کاٹنا جائز نہیں ہے۔

”لما في الدر المختار عن المجتبیٰ قطعت شعر رأسها أثمت ولعت ، زاد في البزازیة وإن بأذن الزوج لأنه لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق ولذا يحرم على الزوج قطع لحية والمعنى المؤثر التشبه بالرجال“..... (الدر علی هامش الر: ۵/۲۸۸)

”فی الأشباه أحكام الأنثی قوله وتمنع من حلق رأسها أى حلق شعر رأسها إلى قوله والظاهر أن المراد بحلق رأسها إزالته سواء كان بحلق أو قص أو تنف أو نورة فليحرم والمراد بعدم الجواز كراهة التحريم كما فى مفتاح السعادة ولو حلقت فإن فعلت ذلك تشبها بالرجال فهو مكروه لأنها ملعونة“..... (شرح الاشباه والنظائر المسمى بغمز عیون البصائر للعلامة الشیخ السید احمد بن محمود الحموی المصری رحمه الله: ۷۳)

”وعن علی رضی الله عنه قال نهی رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تحلق المرأة رأسها رواه النسائی“..... (مشکوٰۃ باب الترجل: ۲/۳۹۷)

ہاں اگر عورت کو سر در دیا دوسری تکلیف ہے اور بالوں کو کاٹنے کے بغیر ازالہ تکلیف مشکل ہو، طیب مسلمان حاذق بتائے کہ دھونا مضر ہے، کاٹنے میں تکلیف رفع ہو جائے گی پھر کاٹنا جائز ہے۔

”ولو حلقت المرأة رأسها فإن فعلت لوجع أصابها لا بأس به وإن فعلت ذلك تشبها بالرجال فهو مكروه كذا فى الكبرى“..... (فتاویٰ الہندیة: ۵/۳۵۸)

بہر صورت بوجہ ضرورت گنجائش ہے، بغیر ضرورت کے مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## جنیہ سے مباشرت کے بعد غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس آدمی پر آسیب آتی ہے، آسیب عورت ہے یہ عورت قطعی نظر نہیں آتی ہے اور نہ گفتگو کرتی ہے، لیکن ہاتھ لگانے سے یا جسم کے حصہ سے مکمل احساس اور علم ہوتا ہے، یہ باقاعدہ مباشرت کراتی ہے، بوقت مباشرت بھی صرف ممسوس ہوتی رہتی ہے دیکھائی نہیں دیتی، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ باقاعدہ مباشرت کرنے کے بعد انزال اگر نہ ہو یا انزال فرج میں ہو تو کیا غسل لازم ہے یا نہیں، کیا اس حالت کے ساتھ جماع کرنے سے زنا لازم آتا ہے یا نہیں، یا نکاح کرانے کا طریقہ ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر یہ جنیہ عورت انسانی صورت میں ظاہر ہو کر اس کے ساتھ جماع ہو جائے تو بغیر انزال بھی غیبیہ حشفہ کے بعد غسل واجب ہونے کا قول علامہ شامیؒ نے باب الغسل میں نقل کیا ہے، اور نکاح کرنا جنیہ سے حرام قرار دینا ذکر کیا ہے، عبارت یہ ہے۔

”و كذا إذا ظهر للرجل جنية في صورة آدمية فوطئها وجب الغسل لوجود المجانسة الصورية المفيدة لكمال السببية اللهم إلا أن يقال هذا إنما يتم لو لم توجد بينهما مباينة معنوية في الحقيقة. ومن ثم علل به بعضهم حرمة التناكح بينهما فينبغي أن لا يجب الغسل إلا بالإنزال“..... (ردالمحتار: ۱/ ۱۱۹)

سوال میں یہ ذکر ہے وہ کہ دکھائی نہیں دیتی پس مذکورہ روایت کے مطابق بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہے لیکن سوال میں یہ ذکر کہ باقاعدہ مباشرت کراتی ہے تو جب شوہر اور بیوی کی طرح بیداری کی حالت میں لذت جماع محسوس ہو رہی ہو تو احتیاطاً بغیر انزال کے بھی غسل کر لیا جائے۔

”وبالجملة التقيد..... الأدمى للاحتراز عن الجنى ليس بشئ“..... (السعاية

(۳۱۶)

یہ تو ظاہر ہے کہ جنیہ سے جماع حرام اور گناہ ہے،

”والذین هم لفروجهم حافظون إلا علی أزواجهم أو ما ملکت أیمانهم فإنهم غیر ملومین“..... (سورة المؤمنون، آیت نمبر ۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

**مجامعت سے غسل کرنے کے بعد عورت کے فرج سے شوہر کی منی خارج ہونا:**

مسئلہ نمبر (۲۳۲): مجامعت کے بعد جب غسل کر لیتی ہوں تو غسل سے فارغ ہونے کے بعد تک مجھے اپنے میاں کے مادہ منویہ کے قطرات جائے مخصوصہ سے رستے اور گرتے محسوس ہوتے ہیں، تو کیا اس صورت میں مجھ پر دوبارہ غسل کرنا واجب ہے یا صرف استنجاء کر لینا کافی ہوگا۔

**الجواب باسم الملك الوهاب**

صورت مسئلہ میں آپ پر دوبارہ غسل کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ صرف استنجاء اور وضو کافی ہے۔  
”إذا اغتسلت بعد ما جامعها زوجها ثم خرج منها منی الزوج فعليها الوضوء  
دون الغسل“..... (الہندیۃ: ۱/۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

**حالت احتلام میں قبل غسل کھانا پینا:**

مسئلہ نمبر (۲۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا احتلام کے بعد اور غسل کرنے سے پہلے کچھ کھانا پینا جائز ہے؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

صورت مسئلہ میں کھانا پینا جائز ہے مگر مناسب یہ ہے کہ کلی کر لے اور ہاتھوں کو دھو لے۔  
”وان اراد ان یاکل او یشرب فینبغی ان یتمضمض ویغسل یدیه کذا فی  
السراج الوہاج“..... (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۶)  
”واذا اراد الجنب الاکل فینبغی ان یغسله یدیه ثم یتمضمض ثم  
یاکل“..... (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۱/۲۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

**ناپاکی کی حالت میں قرآن زبانی پڑھنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ناپاکی کی حالت میں قرآن زبانی پڑھا جاسکتا ہے؟ اور تسبیحات پڑھی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

جنابت کی حالت میں قرآن زبانی نہیں پڑھ سکتے ہیں، البتہ تسبیحات واذکار پڑھ سکتے ہیں اور بے وضو ہونے کی حالت میں قرآن کو بغیر چھوئے پڑھنا جائز ہے۔

”ولا باس بان یقرأ القرآن لما روی عن بعض الصحابة رضوان الله تعالى

عليهم اجمعين ان رسول الله ﷺ كان لا يحجزه شيء عن قراءة القرآن

الا لجنابة“..... (المحيط البرهانی: ۱/ ۲۱۹)

”واما الاذکار فالمنقول اباحتها مطلقا“..... (البحر الرائق: ۱/ ۳۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**جنابت کی حالت میں کھانا پینا:**

مسئلہ نمبر (۲۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنابت کی حالت میں کھانا کھانا کیسا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

جنابت کی حالت میں بغیر منہ ہاتھ دھوئے کھانا کھانا مکروہ ہے۔

”ویکره للجنب رجلا كان او امرأة ان ياكل طعاما او يشرب قبل غسل اليدين

والفم“..... (ہندیۃ: ۵/ ۳۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**عورتوں کے لیے غسل کے وقت بال گیلے کرنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورتوں کے لیے تمام بال غسل کے وقت گیلے کرنا ضروری ہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

عورت کے بال اگر گندھے ہوئے ہوں تو سارے بالوں کا گیلیا کرنا ضروری نہیں، البتہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے اور اگر بال کھلے ہوئے ہوں تو تمام بالوں کو گیلیا کرنا ضروری ہے۔

”وکفی بل اصل ضفیر تھا ای شعر المرءة المضفور للخرج اما المنقوص  
فی فرض غسل کله اتفاقا ولو لم یبتل اصلها یجب نقضها مطلقا هو الصحیح“  
.....(الدر المختار: ۲۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



دانتوں میں روٹی کے ٹکڑے پھنسے ہوں تو غسل ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۲۳۷): اگر کوئی شخص غسل کر رہا ہو اور اس کے دانتوں کے درمیان روٹی کے چھوٹے ٹکڑے پھنسے ہوئے ہوں اور ان کو نکال کر پانی نہ پہنچائے تو کیا غسل درست ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

دانتوں میں روٹی کے پھنسے ہوئے ٹکڑے نکالنے کے بعد غسل کرتے وقت اگر پانی ان سوراخوں تک نہ بھی پہنچے تو اس سے غسل ادا ہو جائے گا البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ وہاں تک پانی پہنچائے۔

”ذکر الصدر الشہید حسام الدین فی موضع آخر اذا کان فی اسنانه کوات  
یبقی فیها الطعام لایجزیہ مالم یخرجہ ویجرى الماء علیہا وفی فتاوی الفضلی  
والفقیہ ابی الیث خلاف هذا فالاحتیاط ان یفعل اه وفی معراج الدراية  
الاصح انه یجزیہ“.....(البحر الرائق: ۱/۸۸)

”ویجزیہ عن المضمضة والاستنشاق اذا اصاب جمیع فمه کذا فی الظہیریة  
ولو کان سنہ مجوفاً بقی فیہ اوبین اسنانه طعام اودرن رطب فی انفه تم غسله  
علی الاصح کذا فی الزاہدی والاحتیاط ان یخرج الطعام عن تجويفه ویجرى  
الماء علیہ کذا فی فتح القدیر“.....(فتاوی الہندیة: ۱۳/۱)

”قوله غسل الفم والانف) ای بدون المبالغة فیہما فانہا سنة فیہ علی المعتمد

وشرب الماء عبايقوم مقام غسل الفم لامصا ولو كان سنه مجوفا فبقی فيه  
طعام او بین اسنانه او كان فی انفه درن رطب اجزأه ..... (حاشیة الطحطاوی  
علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۱۰۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### منی مذی اور ودی میں کس حالت میں غسل واجب ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مذی، ودی اور منی میں سے کس حالت میں غسل فرض ہوتا ہے؟ تفصیل سے آگاہ کریں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

منی نکلنے سے غسل فرض ہوتا ہے لیکن اگر منی کسی اونچی جگہ سے گرنے کی وجہ سے یا وزن اٹھانے کی وجہ سے  
بغیر شہوت کے نکلے تو اس سے غسل فرض نہیں ہوتا، باقی مذی اور ودی کے نکلنے سے صرف وضو فرض ہوتا ہے غسل نہیں۔

”الفصل الثالث فی المعانی الموجبة للغسل وهي ثلاثة منها الجنابة وهي  
تثبت بسببين احدهما خروج المنی علی وجه الدفق والشهوة من غير ايلاج  
باللمس او النظر او الاحتمام او الاستمنا كذا فی محیط السرخسی من الرجل  
والمرءة فی النوم واليقظة كذا فی الهداية“..... (الهندية: ۱۴/۱)  
”المذی ینقض الوضوء وكذا الودی والمنی اذا خرج من غير شهوة بان حمل  
شیئا فسبقه المنی او سقط من مكان مرتفع یوجب الوضوء كذا فی  
المحیط“..... (هندية: ۱۰/۱)

”وخروج المنی لاعن شهوة بان سقط من مكان مرتفع او ما شبه ذلك  
لا یوجب الغسل ینقض الوضوء والمذی ینقض الوضوء وهو ماء رقیق یخرج  
عند الشهوة وكذا الودی وهو ماء غلیظ یخرج بعد البول“..... (فتاویٰ قاضیخان  
علی هامش الهندية: ۳۸/۱)

”اسباب الغسل ثلاثة الجنابة والحیض والنفاس الجنابة تثبت بسببين

احدها انفصال المنی عن شهوة والثانی الایلاج فی الآدمی“..... (فتاویٰ قاضیخان علی هامش الہندیہ: ۴۲/۱، فصل فیما یوجب الغسل) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### میاں بیوی ہمبستری کے وقت کب جنبی ہوتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۲۳۹): محترم مفتی صاحب ایک مسئلہ عرض کر رہا ہوں اس کا حل ارسال فرمائیں، جب میاں بیوی آپس میں ہمبستری کریں تو وہ کس وقت جنبی ہوتے ہیں اور ان پر غسل کب فرض ہوتا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں زوجین کے باہمی ملاپ سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب مرد کے ذکر کی سپاری عورت کے ختنہ کی جگہ میں غائب ہو جائے اور ذکر کی سپاری کا غائب ہو جانا ہی ان پر غسل واجب ہونے کا سبب ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

”كما قال الشامي في بحث وجوب الغسل..... (قوله وعندا يلاج) ای ادخال وهذا اعم من التعبير بالتقاء الختانين لشموله الدبر ايضا..... (قوله هي مافوق الختان) كذا في القاموس زاد الزيلعي من راس الذكر وفي حاشية نوح افندی هي راس الذكر الى الختان وهو ای الختان موضع قطع جلد القلفة فموضع القطع غير داخل في الحشفة“..... (رد المحتار: ۱۱۹/۱)

”واذا التقى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل انزل اولم ينزل“..... (فتح القدیر: ۵۶/۱)

”الايلاج في احد السيلين اذا تواترت الحشفة يوجب الغسل على الفاعل والمفعول به انزل اولم ينزل وهذا هو المذهب لعلمائنا كذا في المحيط“..... (ہندیہ: ۱۵/۱)

”(وتواری حشفة فی قبل اودبر علیہما) ای فرض الغسل عند غیوبہ مافوق الختان وكذلك غیوبہ مقدار الحشفة من مقطوعها فی قبل امرأة یجامع

مثلاً.....والاجماع علی وجوب الغسل بالایلاج وان لم یکن معه انزال.....  
(البحر الرائق: ۱۰۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۰): حضرت مفتی صاحب حالت جنابت میں غسل کیے بغیر بچے کو دودھ پلانا کیسا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

عورت حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔

”ولا باس) لحائض وجنب (بقراءة ادعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى  
وتسبيح) وزيارة القبور ودخول مصلى عيد(واكل وشرب بعدمضمضة  
وغسل يد.....(در المختار علی هامش رد المحتار: ۲۱۵/۱)

”قد نقل الشيخ سراج الدين الهندي الاجماع على انه لا يجب الوضوء على  
المحدث والغسل على الجنب والحائض والنفساء قبل وجوب الصلاة  
اوارادة ما لا يحل الا به كذا في البحر الرائق“.....(الهندية: ۱۶/۱)

”وان اراد ان ياكل او يشرب فينبغي ان يتمضمض ويغسل يديه كذا في  
السراج الوهاب“.....(الهندية: ۱۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



غیر ضروری بال کاٹنے سے غسل کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غیر ضروری بال کاٹنے سے غسل فرض ہو جاتا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

غیر ضروری بال صاف کرنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

” (ولا يعاد الغسل) ولومن جنابة (ولا المسح) في الوضوء (على موضع الشعر بعد حلقه) لعدم طرق حدث به (و) كذا (لا) يعاد (الغسل) بقص ظفره (و) شاربه) لعدم طرق حدث به وان استحب الغسل“..... (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۶۳، ۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جنابت کی حالت میں قرآن کمپوزنگ کرنا:

مسئلہ نمبر (۲۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنابت کی حالت میں قرآن مجید کا لکھنا کمپوزنگ کرنا اور اس کو ٹائپ کرنا درست ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

جنابت کی حالت میں قرآن پاک لکھنا کمپوزنگ کرنا اور ٹائپ کرنا درست ہے جب کہ اس میں لکھائی کا محل مس نہ ہوتا ہو، ہاتھ کے ساتھ لکھنے میں تفصیل ہے کہ اگر قرآن پاک لکھنے کے دوران اس کاغذ کے اس حصے پر جس پر قرآن مجید کی لکھائی ہے ہاتھ رکھے تو ناجائز ہے، اگر اسی کاغذ کے اس حصے پر جس پر لکھائی نہیں ہے ہاتھ رکھے تو ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔

”وذكر في الجامع الصغير المنسوب الى قاضي خان لا باس للجنب ان يكتب القرآن والصحيفة او اللوح على الارض او الوسادة عند ابي يوسف خلافا لمحمد لانه ليس فيه مس القرآن ولذا قيل المكروه مس المكتوب لا مواضع البياض ذكره الامام التمر تاشي وينبغي ان يفصل فان كان لا يمس الصحيفة بان وضع عليها مايحول بينها وبين يده يؤخذ بقول ابي يوسف لانه لم يمس المكتوب ولا الكتاب والا فبقول محمد لانه ان لم يمس المكتوب فقد مس الكتاب“..... (حلبی کبیری : ۵۱، ۵۰)

”وفي الخ جندی يكره للجنب والحائض كتابة القرآن اذا كان مباشر اللوح والبياض وان وضعهما على الارض وكتبه من غير ان يضع يده على المكتوب لا باس به“..... (الجوهرة النيرة : ۳۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کیا ٹانگوں پر پیشاب لگنے سے غسل کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی وجہ سے خود بخود پیشاب نکل جائے تو ٹانگیں دھونا کافی ہے یا غسل کرنا واجب ہوگا؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

ٹانگیں دھونا کافی ہے غسل واجب نہیں۔

”وان كانت غير مريئة يغسلها ثلاث مرات كذا في

المحيط“..... (الهنديّة: ۱/۴۲)

”فصل فيما يوجب الغسل، اسباب الغسل ثلاثة الجنابة والحيض والنفاس

الجنابة تثبت بسببين احدهما انفصال المني عن شهوة والثاني الايلاج في

الآدمي“..... (فتاوى خانية على هامش الهنديّة: ۱/۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کیا فحس دانتوں کو وضو اور غسل میں اتارنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۴۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگر فحس دانت نفی لگے ہوئے ہوں تو وضو کرتے وقت یا غسل کرتے وقت ان کو اتارنا لازمی ہوگا یا نہیں؟ یا ان

کو اتارے بغیر وضو یا غسل نہیں ہوگا؟

(۲) اگر جسم کا کوئی حصہ ظاہری جل گیا ہو یا کٹ گیا ہو وہاں اگر سرجری کروائی جائے تو ان کو اتارے

بغیر وضو یا غسل ہو جائے گا؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مسئلہ میں اگر مصنوعی دانت کے ہٹانے میں دقت نہ ہو تو اس دانت کو ہٹا کر وضو یا غسل کیا جائے

اور اگر مصنوعی دانت کو ہٹانے میں دقت ہو تو پھر مجبوری کی وجہ سے اس دانت کے ساتھ ہی وضو یا غسل کرے۔

(۲) اگر جسم کے کسی حصے کی سرجری ایسی کروائی ہو کہ اس مصنوعی جزء کے ہٹانے میں دقت یا ضرر ہو تو مجبوری کی

وجہ سے اس سرجری کے ساتھ ہی وضو یا غسل کیا جائے گا۔

” (لاغسل باطن العینین) والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحية والشارب وونیم ذباب للخرج (قوله لاغسل باطن العینین) لانه شحم یضره الماء الحار والبارد ولهذا لو اکتحل بکحل نجس لا یجب غسله کذا فی مختارات النوازل لصاحب الهدایة (قوله والانف والفم) معطوفان علی العینین ای لا یجب غسل باطنهما ایضا“..... (درمع الشامی: ۱/۷۲)

”وهو تطهیر جمیع البدن واسم البدن یقع علی الظاهر والباطن الا ان ما یتعذر ایصال الماء الیه خارج عن قضیة النص وکذا ما یتعسر لان المتعسر منفی کالمتعذر کداخل العینین فان فی غسلهما من الحرج ما لا یخفی فان العین شحم لا تقبل الماء وقد کف بصر من تکلف له من الصحابة کابن عمرو وابن عباس ولهذا لا تغسل العین اذا اکتحل بکحل نجس“..... (البحر الرائق: ۱/۸۷)

”ولا یجب ایصال الماء الی داخل العینین کذا فی محیط السرخسی“..... (فتاویٰ ہندیہ: ۱/۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### کیا غسل میں آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل اور وضو کرتے وقت آنکھوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

وضو کرنے والے اور غسل کرنے والے کو آنکھوں کے اندرونی حصہ میں پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے لیکن آنکھوں کو کھولنے اور بند کرنے میں تکلف نہ کرے پس پلکیں اور آنکھوں کے جوانب تک پانی پہنچانا کافی ہے۔

”وايصال الماء الى داخل العينين ليس بواجب ولا سنة ولا يتكلف في الاغماض والفتح حتى يصل الماء الى الاشفاق وجوانب العينين كذا في

الظہیریۃ، وعن الفقیہ احمد بن ابراہیم ان غسل وجهه وغمض عینیه تغمیضا شدیداً لایجوز کذا فی المحيط..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۴)  
اور دوسری بات یہ ہے کہ آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا معتذر ہے۔  
”قوله ولنا قوله تعالیٰ وان کنتم جنبا فاطہروا وهو امر بتطہیر جمیع البدن) لانه  
اضاف التطہیر الی مسمی الواو وهو جملة بدن کل مکلف فیدخل کل  
مایمکن الایصال الیہ الامافیہ حرج وهو المراد بقوله یتعذرو ذلک کداخل  
العینین“..... (فتح القدیر: ۵۰، ۱/۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### دوران غسل ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر غسل فرض تھا، غسل کرنے کے بعد فجر کی سنتوں کی نیت کر لی دوران سنت اس کو یاد آیا کہ ناک میں پانی ڈالتے وقت ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہیں پہنچایا اس لیے غسل ناقص ہے لیکن وہ خیال کرتا ہے کہ سنتیں پڑھنے کے بعد ناک میں پانی ڈال لوں گا، چنانچہ وہ اسی حالت میں فجر کی سنتیں پڑھ لیتا ہے، اور پھر ناک میں پانی ڈال کر بعد میں فرض ادا کر لیتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ اس حالت میں سنتیں ادا کرنے سے کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟ یا اس کے ایمان میں کوئی فرق تو نہیں آیا؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

دوران غسل ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اس میں مبالغہ کرنا (نرم ہڈی تک پہنچانا) سنت ہے لہذا ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہ پہنچانے کی وجہ سے غسل ناقص نہیں ہوا بلکہ غسل کامل ہوا ہے، ترک سنت سے غسل تو ہو جاتا ہے لیکن اس کو عادت نہ بنایا جائے لہذا اس حالت میں سنتیں پڑھنے سے کوئی گناہ نہیں ہوا اور ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا۔

”والمبالغة فی الاستنشاق ان یضع الماء علی منخریه ویجرہ حتی یصعد الی ما اشتد من أنفه وقال بعضهم المبالغة فی الاستنشاق الاستنثار“..... (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۲۲۲/۱، مطبوعہ جدید کوئٹہ)

”والمبالغة فيهما سنة ايضا وفي شرح الطحاوى الا ان يكون صائما“  
.....(الفتاوى التاتارخانية: ٢٢٢ / ١، جديد مطبوعه رشيديه كوئٹہ)

”والاستنشاق لغة من النشق وهو جذب الماء ونحوه بريح الانف الى داخله واصطلاحا ايصال الماء الى مارن الانف كذا في الخلاصة والمارن مالان من الانف والمبالغة سنة فيهما ايضا كذا في الوافي لحديث اصحاب السنن الاربعة بالغ في المضمضة والاستنشاق ”الا ان تكون صائما“ وهي في المضمضة بالغرغرة وفي الاستنشاق بالاستنشاق كذا في الكافي“.....(البحر الرائق: ١ / ٢٣)

”وحد الاستنشاق ان يصل الماء الى المارن كذا في الخلاصة“  
.....(الهندية: ١ / ٦)

”قال صاحب البدائع : ومنها المبالغة في المضمضة والاستنشاق إلا في حال الصوم فيرفق ، لما روى أن النبي ﷺ قال للقيظ بن صبرة : ”بالغ في المضمضة والا ستنشاق الا أن تكون صائما فأرفق“ ولأن المبالغة فيهما من باب التكميل في التطهير فكانت مسنونة إلا في حال الصوم لما فيها من تعريض الصوم للفساد“.....(بدائع الصنائع : ١ / ١١٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**چاندی کے لگائے ہوئے دانت میں وضو اور غسل کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اپنے دانتوں کے اوپر یا کوئی دانت نکلنے کے بعد چاندی وغیرہ کا دانت لگواتے ہیں تو کیا وضو اور غسل میں اسے دھویا جائے یعنی وضو اور غسل بغیر ہٹانے کے درست ہو جائے گا یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر چاندی کے دانت کو ہٹانا ممکن ہو تو اس دانت کو ہٹا کر وضو یا غسل کرے، اگر چاندی کے دانت کو ہٹانا ممکن نہ ہو تو پھر مجبوری کی وجہ سے اس دانت کے ساتھ ہی وضو یا غسل کرے۔

” (لاغسل باطن العینین) والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیة والشارب وونیم ذباب للخرج..... قوله لاغسل باطن العینین لانه شحم یضره الماء الحار والبارد ولهذا لو اکتحل بکحل نجس لا یجب غسله کذا فی مختارات النوازل لصاحب الهدایة (قوله والانف والفم) معطوفان علی العینین ای لا یجب غسل باطنهما ایضاً..... (درمع رد المحتار: ۱/۷۲)

”وهو تطهیر جمیع البدن واسم البدن یقع علی الظاهر والباطن الا ما یتعذر ایصال الماء الیه خارج عن قضیة النص وكذا ما یتعسر لان المتعسر منفی کالمتعذر کداخل العینین فان فی غسلهما من الحرج ما لا یخفی فان العین شحم لا تقبل الماء وقد کف بصره من تکلف له من الصحابة کابن عمرو وابن عباس ولهذا لا تغسل العین اذا اکتحل بکحل نجس “..... (البحر الرائق: ۱/۸۷)

”ولا یجب ایصال الماء الی داخل العینین کذا فی المحيط السر خسی“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### حدث کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا:

مسئلہ نمبر (۲۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ناپاکی کی حالت میں قرآن پاک زبانی پڑھا جاسکتا ہے؟ اور تسبیحات پڑھی جاسکتی ہیں؟ کیا گھر میں فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے جب کہ آدمی کو معلوم ہو کہ مسجد میں نماز ہو چکی ہوگی۔

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

صورت مسئلہ میں قرآن پاک حدث اصغر کی حالت میں (بغیر وضو کے) زبانی پڑھنا جائز ہے، اور حدث اکبر (جنابت اور حیض اور نفاس) کی صورت میں قرآن پاک کی تلاوت ممنوع ہے، ہاں اگر قرآن پاک پڑھنا ہو تو ایک ایک کلمہ پڑھ کر پڑھا سکتا ہے، اور تسبیحات حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں صورتوں میں پڑھنا جائز ہیں،

اگر محلہ کی مسجد میں جماعت ہو جائے اور معلوم بھی ہو کہ جماعت ہو چکی ہے، پھر اگر گھر میں جماعت کی کوئی صورت بن سکتی ہو تو گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اچھا ہے۔

” (و یحرم الحدث الاکبر دخول مسجد) ..... ولوللعبور الاضرورة ..... و یحرم به (تلاوة قرآن) ولودون آية على المختار بقصده فلو قصد الدعاء او الشاء او افتتاح امر او التعليم ولقن كلمة كلمة حل في الاصح حتى لو قصد بالفتاحة الشاء في الجنابة لم یکره الا اذا قرء المصلی قاصدا الشاء فانها تجزیه لانها فی محلها فلا یتغیر حکمها بقصده ..... (در المختار علی هامش ردالمحتار: ۱۲۷، ۱۲۶/۱)

” (قوله ولوفاتته ندب طلبها) فلا یجب علیه الطلب فی المساجد بلا خلاف بین اصحابنا بل ان اتی مسجد الجماعة آخر فحسن وان صلی فی مسجد حیه منفردا فحسن وذكر القدوری یجمع باهله ویصلی بهم یعنی وینال ثواب الجماعة کذا فی الفتح ..... (فتاوی شامی: ۱۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**پیشاب کے بعد آنے والے قطروں سے غسل کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۴۹): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بچپن کی غلطیوں کی وجہ سے مجھے ایک بیماری لاحق ہو گئی ہے گرم چیز کھاؤں یا نہ کھاؤں پیشاب کے بعد قطرے آتے ہیں، کوئی کہتا ہے احتلام ہے کوئی کہتا ہے بیماری ہے پتہ نہیں کیا ہے مگر میرے کپڑے بھی بعض دفعہ گندے ہو جاتے ہیں اب اگر میں دفتر میں ہوں یا باہر ہوں تو مجھے نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے تو میں کیا صرف وضو کر کے نماز ادا کر سکتا ہوں یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ گندگی میرے کپڑوں پر لگ جائے تو میں کیا کروں کیونکہ میں تو کافی عرصہ سے ایسے ہی نماز پڑھتا ہوں اب تو دو سال سے میں نے غلط کام چھوڑ دیے ہیں مگر انسان ہوں جب بھی کسی لڑکی سے بات کرتا ہوں یا ذہن اس طرف چلا جاتا ہے تو پھر کپڑے گندے ہو جاتے ہیں اور مجھے رات کو کبھی سوتے میں احتلام نہیں

ہوا ہمیشہ اسی طرح پیشاب کے بعد مواد نکلتا ہے مہربانی کر کے مسئلے کا حل بتائیں، اور کچھ پڑھنے کو بھی بتائیں تاکہ میں اس بیماری سے جان چھڑا سکوں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) پیشاب کے بعد جو قطرے گرتے ہیں یہ ودی کہلاتی ہے اور اس سے غسل فرض نہیں ہوتا صرف وضو کرنا ضروری ہے۔

”والودی بول غلیظ وقیل ماء یخرج بعد الاغتسال من الجماع وبعد البول  
کذا فی التبیین“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۰)

”اوودی بل الوضوء منه (قوله بل الوضوء منه) الخ ای بل یجب الوضوء منه  
ای من الودی ومن البول جمیعاً“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۲۲)

(۲) اگر ودی کپڑوں کو لگ جائے اور درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو دھونا فرض ہے بغیر دھوئے نماز جائز نہیں، اگر پڑھ لی تو اعادہ فرض ہے اور اگر درہم کی مقدار کے برابر ہے تو دھونا واجب ہے بغیر دھوئے انہی کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اور اگر درہم کی مقدار سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے اور بغیر دھوئے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

”النجاسة ان كانت غلیظة وهي اکثر من قدر الدرهم فغسلها فريضة والصلاة  
بها باطلة وان كانت مقدار درهم فغسلها واجب والصلاة معها جائزة وان  
كانت اقل من قدر الدرهم فغسلها سنة“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۵۸)  
”وعفی الشارع عن قدر الدرهم وان کره تحریم فیجب غسله ومادونه تنزیہا  
فیسن“..... (الدر المختار: ۱/۵۴)

(۳) اگر اجنبی عورت کی طرف دیکھتے وقت شہوت تھی اور شہوت کے بعد مواد نکلا اور اس سے کپڑے گندے ہو گئے تو غسل فرض ہوگا کیونکہ یہ منی ہے اور جتنا حصہ کپڑے کا گندا ہوا ہے اس کو دھونا فرض ہے۔

”والثانی اذا نظر الی امرأة بشهوة فزال المنی عن مکانہ بشهوة فامسک  
ذکره حتی انکسرت شهوته ثم سال بعد ذلک لا عن دفع فعلی هذا  
الخلافا“..... (البحر الرائق: ۱/۱۰۳)

بہر حال اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے سے پرہیز کریں کیونکہ ان کی طرف شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور اس کو حدیث میں آنکھ کا زنا کہا گیا ہے، لہذا اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی اجنبی عورت پر نظر پڑے تو فوراً نظر پھیر لے اور یہ سوچے کہ اس گناہ کی وجہ سے آنکھیں جہنم میں جلیں گی اور یہ وظیفہ پڑھے۔

”وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ“..... (سورة القلم: ۵۲، ۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### کیا احتلام کے بعد سارے کپڑے کو دھونا ضروری ہے یا متعلقہ جگہ کو؟

مسئلہ نمبر (۲۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

- (۱) اگر بندہ کو احتلام ہو جائے تو آیا اسے صرف ناپاک جگہ ہی دھونی چاہیے یا سارے کپڑے کو دھونا چاہیے؟ اور کپڑا دھوتے وقت کلمہ شریف پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔
- (۲) اگر انسان کی منی خارج ہو جائے تو غسل ضروری ہے یا نہیں؟ ایک منی ہوتی ہے دوسری مذی اور تیسری ودی ہوتی ہے، لیس دار قطرہ کے بعد غسل کا کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔
- (۳) اگر بندہ کچھ وقت یا ساری رات عورت کے پاس لیٹا رہے تو سنا ہے کہ اس پر بھی غسل ضروری ہے کیونکہ اس وقت مذی بھی نکل آتی ہے، وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) مسئلہ مسئلہ میں احتلام ہونے پر تمام کپڑے ناپاک نہیں ہوتے بلکہ کپڑے پر جہاں منی لگی ہو اسی قدر ناپاک ہیں باقی سب پاک ہیں، کپڑے دھوتے وقت کلمہ شریف پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

” (ولو اصابه من) نجاسة غليظة..... (وغسل طرف ثوب) او بدن (اصابه

نجاسة محلامنه ونسي) المحل (مطهر له“..... (درمختار علی هامش

الرد: ۲۳۵، ۲۴۰/۱)

- (۲) خروج مذی اور ودی پر غسل واجب نہیں ہے لیکن ان دونوں پر وضو واجب ہے البتہ اگر منی اپنے مقام سے شہوت کے ساتھ خارج ہو تو غسل واجب ہے، اگر بغیر شہوت کے خارج ہو تو غسل واجب نہیں ہے۔

”واجمع العلماء انه لا يجب الغسل بخروج المذی والودی کذا فی شرح المہذب واذا لم يجب بهما الغسل وجب بهما الوضوء“.....(البحر الرائق: ۱/۱۱۵)

”(وفرض) الغسل (عند) خروج (منی)..... منفصل عن مقره..... بشهوة ای لذة ولو حکما کمحتلم ولم يذكر الدفق ليشمل منی المرأة..... ولانه ليس بشرط عندهما خلافا للثانی“.....(درمختار علی هامش الرد: ۱/۱۱۸)

”وفرض عند منی ذی دفق وشهوة عند انفصاله“.....(کنز الدقائق: ۹)

”ولو خرج منی بعد البول وذكره منتشر وجب الغسل وان لم يكن ذكره منتشرا لا يجب الغسل کذا فی فتاوی قاضی خان“.....(البحر الرائق:

۱/۱۰۴

(۳) عورت کے پاس لیٹے رہنے سے غسل ضروری نہیں، مذی کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

### مصنوعی بال لگوانے سے غسل اور وضو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ہے اس کے سر کے بال نہیں ہیں، اس نے سر کی زینت کے لیے مصنوعی بال لگوائے ہیں اور یہ بال اتارے نہیں جاسکتے، مسئلہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا شخص اگر غسل جنابت کرے گا تو اس کا غسل جنابت صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور اگر وہ وضو کرے گا تو اس صورت میں اس کا وضو ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ وضو میں سر کا مسح فرض ہے، اور اگر یہ امامت کروائے تو اس کی امامت درست ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں بالوں کی پیوند کاری کے لیے آدمی اپنے ہی بالوں کی جڑوں کو اپنے جسم کے دوسرے متاثرہ حصے پر لگا سکتا ہے، کسی دوسرے شخص کے بال لے کر لگانا جائز نہیں، اگر آپریشن کر کے ایسے طریقے سے پیوند کاری کی کہ اصلی جلد تک پانی کے پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تو وضو اور غسل اور امامت وغیرہ ان بالوں کی موجودگی میں جائز ہے ورنہ یہ تمام امور جائز نہیں ہیں۔

”ان استعمال جزء منفصل عن غيره من بنى آدم اهانة بذلك الغير والادمي بجميع اجزائه مكرم ولا اهانة في استعمال نفسه في الاعادة الى مكانه“  
.....(بدائع الصنائع: ۶/۳۱۶)

”الفصل الثالث في الغسل في التحفة الغسل اسالة الماء على جميع مايمكن غسله من بدنه مرة واحدة حتى لو ترك شيئا يسيرا لم يصبه الماء لم يخرج من الجنابة وكذا في الوضوء“.....(فتاوى التاتارخانية: ۲/۲۷۷، جدید)  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جب نہ دخول ہو اور نہ انزال ہو تو کیا غسل لازم ہوگا؟

مسئلہ نمبر (۲۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی بیوی سے لذت حاصل کرنے کے لیے اگر مرد اپنا عضو تناسل بیوی کی شرمگاہ پر گرگڑتا رہے اور دونوں کی رطوبت بھی خارج ہونے لگ جائے لیکن نہ ہی شرمگاہ میں حشفہ کا دخول ہوتا ہے اور نہ ہی انزال ہوتا ہے کیا اس صورت میں غسل واجب ہوگا؟ اور کیا ایسا کرنا درست بھی ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

ایسا کرنا جائز ہے اور اس صورت میں غسل لازم نہیں ہوگا البتہ وضو کرنا ضروری ہے۔

”قال والمعاني الموجبة للغسل انزال المنى على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة..... والتقاء الختانين من غير انزال“.....(الهداية: ۱/۳۱)  
”وليس في المذى والودى غسل وفيهما الوضوء“.....(الفتاوى التاتارخانية: ۱/۲۸۴، مطبوعه جديد الهداية: ۱/۳۳)

”الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل وهي ثلاثة، منها الجنابة وهي تثبت بسببين احدهما خروج المنى على وجه الدفق والشهوة من غير ايلاج باللمس او النظر او الاحتلام او الاستنماء كذا في محيط السرخسى من الرجل والمرأة في النوم واليقظة كذا في الهداية الى قوله (السبب الثاني

الایلاج) الایلاج فی احد السبیلین اذا تواترت الحشفة یوجب الغسل علی  
الفاعل والمفعول به انزل اولم ينزل وهذا هو المذهب لعلماننا کذا فی  
المحیط وهو الصحيح کذا فی فتاوی قاضی خان“..... (فتاوی  
الہندیة: ۱۵، ۱۴/۱)

”قال ابویوسف رحمہ اللہ تعالی سأل اباحنیفة رحمہ اللہ تعالی عن رجل  
یمس فرج امرأته وهی تمس فرجه لتحرك آلتہ هل ترى بذلك بأسا قال  
لا وارجوا ان يعطى الاجر کذا فی الخلاصة“..... (فتاوی الہندیة: ۲۸/۵)  
واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

### کیا غسل میں آنکھوں کے لینز اتارنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتیں اپنی آنکھوں میں لینز لگاتی ہیں  
اور غسل کی حاجت پیش آتے وقت لینز کو اتارنا کبھی بھول جاتی ہیں، غسل کے بعد یاد آنے سے کیا دوبارہ غسل کرنا  
ضروری ہے یا نہیں؟

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

آنکھوں کے اندر والے حصے کو دھونا غسل میں ضروری نہیں، لہذا اگر لینز نہ اتارے ہوں تب بھی غسل ہو جاتا  
ہے۔

”الباب الثانی فی الغسل وفيه ثلاثة فصول الفصل الاول فی فرائضه ولا یجب  
ایصال الماء الی داخل العينین کذا فی محیط السرخسی“..... (الفتاوی  
الہندیة: ۱۳/۱)

”وقال فی التاتارخانیة وایصال الماء الی داخل العينین ساقط“..... (الفتاوی  
التاتارخانیة: ۱۹۷/۱، جدید)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

## غسل کا پانی اگر ٹپ میں گر جائے تو کیا وہ ناپاک ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۵۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا آدمی جس پر غسل فرض ہو اور وہ غسل کر رہا ہو، غسل کرنے کے دوران پانی کے کچھ قطرے بالٹی یا ٹپ میں گر گئے، تو اس پانی کا کیا حکم ہے؟ لیکن نہانے سے قبل وہ استنجاء وغیرہ کر لیتا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

جنسی آدمی کے غسل کرنے کے دوران اگر بالٹی یا ٹپ میں پانی کے چھینٹے گر جائیں تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا، اس پانی سے غسل، وضو وغیرہ جائز ہے جب کہ غسل سے قبل ظاہری نجاست کا ازالہ کر چکا ہو۔  
 ”جنب اغتسل فانتضح من غسله شئ فی انائه لم یفسد علیه الماء“  
 ..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

### اگر غسل کی سنتیں پوری نہ کی ہوں تو غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غسل کرنے سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے؟ اور جو غسل کی سنتیں ہیں کیا ان کو پورا کرنا لازمی ہے یا نہیں؟ اگر سنتیں پوری نہیں کریں گے تو کیا غسل ہوگا یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بہتر یہ ہے کہ سنت کے مطابق غسل کیا جائے البتہ ترک سنت سے غسل تو ہو جاتا ہے لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیئے۔

”وسنته ان یبدا المغتسل فی غسل یدیه وفرجه ویزیل النجاسة ان کان علی بدنہ  
 ثم یتوضأ وضوءه للصلوة الارجلیه ثم یفیض الماء علی رأسه وسائر جسده ثلاثاً  
 ثم یتنحی عن ذلک المكان فی غسل رجلیه هکذا حکت میمونة رضی اللہ  
 عنها اغتسال رسول اللہ ﷺ“..... (ہدایہ: ۱/۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

**بیوی سے بوس و کنار کرتے وقت اگر پانی خارج ہو جائے تو غسل کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بیوی کے ساتھ بات چیت کرتے وقت یا بوس و کنار کرتے وقت پانی خارج ہو جائے تو اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر پانی شہوت کے ساتھ کوڈر نکلے اور اس کے نکلنے سے عضو سست ہو جائے، شہوت اور جوش جاتا رہے تو غسل واجب ہوگا، اور اگر بلا شہوت بغیر کوڈر نکلے تو غسل واجب نہیں، صرف وضو کر لینا کافی ہے۔

”قال في المبسوط (وفي المنى الغسل) لقوله ﷺ انما الماء من الماء يعني الاغتسال من المنى (المنى خائر ابيض ينكسر منه الذكر) وفي المذی الوضوء والمذی رقيق يضرب الى البياض يخرج عند ملاعبة الرجل اهله“..... (مبسوط سرخسی: ۱۸۴، ۱۸۵/۱)

”قال في الهداية والمعاني الموجبة للغسل انزال المنى على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرءة حالة النوم واليقظة“..... (هداية: ۱/۳۱)

”وليس في المذی والودی غسل وفيهما الوضوء لقوله عليه السلام كل فحل يمدی وفيه الوضوء..... والمنی حائر ابيض ينكسر منه الذكر والمذی رقيق يضرب الى البياض يخرج عند ملاعبة الرجل اهله“..... (هداية: ۱/۳۳)

”فصل ما يوجب الاغتسال، يفترض الغسل بواحد من سبعة اشياء خروج المنى وهو ماء ابيض ثخين ينكسر الذكر بخروجه يشبه رائحة الطلع ومنی المرءة رقيق اصفر (الى ظاهر الجسد) اذا انفصل عن مقره بشهوة من غير جماع“..... (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الايضاح:

(۹۶، ۹۵)

”عشرة اشياء لا يغتسل منها مذی وهو ماء ابيض رقيق يخرج عند شهوة لا بشهوة ولا دفق ولا يعقبه فتور وربما لا يحس نحووجه وهو اغلب في النساء

من الرجال“.....(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح:

(۱۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**غسل جنابت سے پہلے وضو کرنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا کیا سنت ہے یا مستحب، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا سنت ہے۔

”وتقديم الوضوء على الاغتسال في الجنابة سنة“.....(المحيط البرهانی :

(۱/۲۲۵)

”ثم يتوضأ وضوءه للصلاة الا رجليه هكذا في الملتقط“.....(فتاویٰ الہندیہ:

(۱/۱۴)

”وستنته ان يغسل يديه وفرجه ونجاسة لو كانت على بدنه ثم يتوضأ ثم يفيض

الماء على بدنه ثلاثا“.....(کنز الدقائق : ۱/۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**غسل جنابت میں کتنی تاخیر جائز ہے؟**

مسئلہ نمبر (۲۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیض ونفاس یا صحبت کی وجہ سے جو غسل فرض ہو جاتا ہے اس میں روزہ رکھ کر کتنی دیر تاخیر کر لینے سے روزہ ہو جائے گا، اور رات کے کسی حصہ میں میاں بیوی صحبت کے بعد صبح کی نماز تک غسل کو مؤخر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

غسل جنابت میں فرض نماز کی ادائیگی کے وقت تک غسل میں تاخیر جائز ہے، اس کے بعد گناہ گار ہوگا، البتہ

روزہ حالت جنابت میں بھی ہو جائے گا، غسل کا تعلق روزہ سے نہیں ہے بلکہ نماز سے ہے، اسی طرح صحبت کے بعد فجر کی نماز تک تاخیر جائز ہے اور اگر فوراً نہ ایلے تو افضل ہے۔

”ویصح من الجنب اداء الصوم دون الصلوة لان الطهارة شرط جواز الصلوة دون الصوم ويجب عليه كلاهما حتى يجب عليه قضاءهما بالترك لان الجنابة لا تمنع من وجوب الصوم بلا شك ويصح اداءه مع الجنابة“ ..... (بدائع الصنائع : ۱/۱۵۱)

”عن غضيف بن الحارث قال قلت لعائشة ارأيت رسول الله ﷺ كان يغتسل من الجنابة في اول الليل او في اخره قالت ربما يغتسل في اول الليل وربما اغتسل في اخره قلت الله اكبر الحمد لله الذي جعل في الامر سعة“ ..... (بذل المجهود شرح ابوداؤد : ۱/۱۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### صحبت میں جب دخول نہ ہو تو غسل لازم نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی بیمار ہے اور خاوند صحبت کرنے پر مجبور کرتا ہے، بوجہ مجبوری وہ لڑکی کی ٹانگوں میں صحبت کر لیتا ہے تو کیا اس صورت میں اس کی بیوی پر غسل فرض ہے یا کہ نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

شوہر اگر اپنی بیوی کی ٹانگوں میں صحبت کرے تو اس کی بیوی پر غسل واجب نہیں ہوتا۔

”وقال في الهندية اذا جمعت المرأة فيمادون الفرج ووصل المنى الى رحمها وهي بكر او ثيب لا غسل عليها لفقد السبب وهو الانزال او مواراة الحشفة“ ..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۵)

”قال محمدرحمه الله تعالى في البكر اذا جمعت المرأة فيمادون الفرج فدخل من ماءه فرجها فلا غسل عليها لان الغسل انما يجب بالتقاء الختانين او ينزل الماء ولم يوجد واحد منهما“ ..... (المحيط البرهاني : ۱/۲۲۷)

”وفی الفتاویٰ فلو جامعها فیمادون الفرج فدخل من مائه فرجها لاغسل علیها  
الا اذا حبلت فحينئذ يجب الغسل علیها“..... (خلاصة الفتاویٰ: ۱/۱۳)  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### استنجاء اور غسل کرنے کا شرعی طریقہ؟

مسئلہ نمبر (۲۶۰): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
برائے مہربانی مجھے استنجاء اور غسل کرنے کا شرعی طریقہ تفصیل سے بتادیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

غسل کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر استنجہ کی جگہ دھوئے، پھر بدن میں جہاں  
نجاست لگی ہو پاک کرے، پھر وضو کرے اس کے بعد تین مرتبہ سر پر پانی ڈالے، پھر تین تین مرتبہ دائیں اور بائیں  
کندھے پر اس طرح ڈالے کہ سارے بدن پر پانی بہہ جائے، غسل میں تین چیزیں فرض ہیں (۱) اس طرح کلی کرنا  
کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے (۲) ناک میں پانی ڈالنا جہاں تک نرم ہے (۳) سارے بدن پر پانی پہنچانا، ان  
میں سے اگر کوئی چیز رہ جائے تو اگر آدمی ناپاک تھا تو ناپاک ہی رہے گا۔

استنجاء کرنے کے لیے پہلے دونوں ہاتھ دھوئیں، پھر بدن ڈھیل کر کے بیٹھیں اور اتنا دھوئیں کہ دل کہنے لگے  
کہ اب بدن پاک ہو گیا اگر کوئی وہمی آدمی تو زیادہ سے زیادہ سات بار دھوئے پھر وہم نہ کرے۔

”قوله وسننه ان يغسل يديه وفرجه ونجاسة لو كانت على بدنه ثم يتوضأ ثم  
يفيض الماء على بدنه ثلاثاً..... فقال الحلواني يفيض الماء على منكبيه الايمن  
ثلاثاً ثم الايسر ثلاثاً ثم على سائر جسده وقيل يبدأ بالايمن ثم بالايسر ثم  
بالرأس وقيل يبدأ بالرأس وهو ظاهر لفظ الهداية“..... (البحر الرائق :  
۱/۹۳، ۹۴)

”قوله وفرض الغسل غسل فمه وانفه وبدنه..... حتى لو بقيت لمعة لم يصبها  
الماء لم يجز الغسل وان كانت يسيرة“..... (البحر الرائق : ۱/۸۶)  
”واما صفته بالماء فهو ان يستنجى بيده اليسرى بعدما ترخى موضع

الاستنجاء مع الادخال حتى يتم التنظيف اذالم يكن صائما ..... ويستعمل الماء الى ان يقع في غالب ظنه انه قد طهر الا اذا كان المستنجى موسوسا فيقدر بالثلاث في حقه وقيل بالسبع“.....(البنایة شرح الهدایة: ٤٥٠، ٤٥٦/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**غسل میں اگر ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہ پہنچا ہو تو پڑھی ہوئی نمازوں کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں

(۱) غسل میں ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہ پہنچا یا تو جو نمازیں بغیر پانی پہنچائے ہوئے پڑھی گئی ہیں کیا ان کی قضاء لازم آئے گی یا کہ نہیں؟

(۲) کیا ہر مسلمان پر اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ وہ جس سے اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے طریقوں پر گزار سکے اور اسے پاکی اور ناپاکی، حرام اور حلال، جائز اور ناجائز کا پتہ چل سکے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) غسل میں ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانا فرض ہے، جو نمازیں ناک کی نرم ہڈی تک غسل میں بغیر پانی پہنچائے پڑھی گئی ہیں ان کی قضاء واجب ہے کیونکہ مصلیٰ کے بدن کا پاک ہونا نماز کی شرائط میں سے ہے اور جب غسل میں ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہ پہنچا گیا تو حدیث اکبر سے پاکی حاصل نہ ہوئی جس کی وجہ سے نمازیں نہیں ہوئیں اور ان کی قضاء واجب ہے۔

(۲) ہر مسلمان پر اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضرت محمد ﷺ کے طریقوں پر گزار سکے اور اسے حرام اور حلال، پاکی اور ناپاکی، جائز اور ناجائز کا پتہ بھی ہو۔

”قوله وفرض الغسل فمه وانفه وبدنه..... و امار كنه فهو اسالة الماء على

جميع ما يمكن اسالته عليه من البدن من غير حرج مرة واحدة حتى لوبقیت

لمعة لم يصبها الماء لم يجز الغسل وان كانت يسيرة لقوله تعالى (وان كنتم

جنباً فاطهروا، النساء) امر الله سبحانه وتعالى بالاطهر..... ولهذا وجبت

المضمضة والاستنشاق في الغسل لانه لا حرج في غسلهما فشملمهما نص الكتاب من غير معارض كما شملهما قوله صلی اللہ علیہ وسلم تحت كل شعرة جنباً قبلوا الشعر واتقوا البشرة رواه الترمذی من غير معارض والبشرة ظاهر الجلد بخلافهما في الوضوء لان الواجب فيه غسل الوجه ولا تقع المواجهة بداخلهما واما قوله صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرة وذكر منها المضمضة والاستنشاق لا يعارضه اذ كونهما من الفطرة لا ينفي الوجوب لانها الدين ..... بدليل قوله صلی اللہ علیہ وسلم انهما رمضان في الجنابة سنتان في الوضوء ..... وفي معراج الدراية الاصح انه يجزيه والدرن اليابس في الانف كالخبز المضبوغ والعجين يمنع تمام الاغتسال ..... (البحر الرائق: ٨٦، ٨٨ / ١)

”باب شروط الصلوة قوله هي طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه ومكانه اما طهارة بدنه من الحدث فبآية الوضوء والغسل ..... ولحديث فاطمة بنت ابي حبيش اغسلى عنك الدم وصلى ..... وقدم الحدث لقوته لان قليله مانع بخلاف قليل الخبث وقدم الحدث لقوته لان قليله مانع فيه نظر ..... ويمكن ان يراد بقليله اللبنة تساهلاً وما اورده في غاية البيان غير وارد على الصحيح من طهارة المستعمل وعلى القول بنجاسة يجاب بان المراد بالاغظية من حيث منع الصلوة ..... (البحر الرائق مع منحة الخالق: ٢٦٢، ٢٦٣، ٢٦٤ / ١)

”كل صلاة فاتت عن الوقت بعد وجوبها فيه يلزمه قضاءها سواء ترك عمداً او سهواً او بسبب نوم وسواء كانت الفوائت كثيرة او قليلة الخ ..... (فتاوى الهندية: ١ / ١٢١)

”قوله واعلم ان تعلم العلم اى العلم الموصل الى الآخرة او الاعم منه قال العلامة في فصوله من فرائض الاسلام تعلم ما يحتاج اليه العبد في اقامته دينه واخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم

وعلم الزکاة لمن له نصاب والحج لمن وجب عليه والبیوع على التجار  
لیحترزوا عن الشبهات والمکروهات فی سائر المعاملات وكذا اهل الحرف  
وكل من اشتغل بشئ يفرض عليه علمه وحكمه یمتنع عن الحرام فيه وفي  
تبیین المحارم لاشک فی فرضیة علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان  
صحة العمل موقوفة عليه وعلم الحلال والحرام وعلم الرؤیا لان العابد  
محروم من ثواب عمله بالریاء وعلم الحسد والعجب اذ هما یا کلان العمل  
کما تاكل النار الحطب وعلم لبيع والشراء والنکاح والطلاق لمن  
اراد الدخول فی هذه الاشياء وعلم الفاظ المحرمة اوالمکفر ولعمری هذا من  
اهم المهمات فی هذا الزمان لانک تسمع کثیر امن العوام یتکلمون بما یکفر  
وهم غافلون والاحتیاط ان یجدد الجاهل ایمانه کل یوم ویجدد نکاح امرأته  
عند شاهدين فی کل شهر مرة او مرتین اذا الخطاء وان لم یصدر من الرجل  
فهو من النساء کثیر.....(فتاویٰ شامی: ۳۱، ۳۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### زوجہ بیمار ہو اور پانی نقصان دہ ہو تو مجامعت اور غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۲): محترم و کرم جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ میری زوجہ محترمہ کی عمر تقریباً 40 برس ہوگی، پھیپھڑوں کے مرض میں مبتلا ہے، اس وقت زیادہ علیل ہونے کی وجہ سے باتھ روم میں بھی آکسیجن سلنڈر کی بعض اوقات ضرورت پڑتی ہے کیونکہ سانس اکھڑ جاتی ہے۔

اس وجہ سے غسل کرنے میں سخت دشواری محسوس کرتی ہے، سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے، اب اس حالت میں غسل کی وجہ سے میں اس کے پاس کافی دور تک جانے سے قاصر رہتا ہوں اور اس کے غسل کی وجہ سے نہیں جاسکتا، کیونکہ پانچ وقت کی پکی نماز پڑھنے والی ہے، اور تلاوت قرآن کریم کرتی رہتی ہے، پچھلے دو ہفتہ میں اس کے پاس گیا تھا، بعد اس کے حالت جنابت میں غسل کرنے سے شاید اس کو انفکشن ہوگئی اور ہسپتال لے جانا پڑا، اب حالت قدرے بہتر ہے، چند ایام کے بعد غسل بطور سے نہ سہی مگر بیٹیوں کی مدد سے غسل کیا، اور نمازیں شروع کر دیں اب

یہی کہتی ہے کہ کیونکہ غسل میرے بس میں نہیں اس لیے آپ کا میرے پاس آنا درست نہیں ہے، برائے کرم شرعی طور سے اس مسئلہ کا حل بتادیں، اور ہم دونوں کی صحت کے لیے دعا فرمادیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر زوجہ کی بیماری کی رعایت کرتے ہوئے آپ ازدواجی تعلق قائم کریں یا نہ کریں اس میں آپ کو اختیار ہے اور یہ تعلق قائم کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، ہاں اگر جنابت یا حیض وغیرہ سے پاک ہونے کے بعد پاک ہونا چاہے تو اگر پانی کا استعمال مضر نہ ہو تو غسل کرنا لازم ہوگا، ہاں اگر پانی کے استعمال سے مرض بڑھنے یا جان جانے کا یا کسی بھی عضو اور جسم کے حصہ کے تلف اور ہلاک ہونے کا قوی امکان اور غالب ظن ہو تو پاک ہونے کے لیے غسل کرنا ضروری نہیں ہوگا بلکہ اس صورت میں چونکہ آپ کی زوجہ معذور ہوگی اور اس کے لیے تیمم کر لینا ہی کافی ہوگا، اور جس طرح غسل سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے تیمم سے بھی اس درجہ کی پاکی حاصل ہو جائے گی، اور اس سے نماز تلاوت وغیرہ اعمال درست ہوں گے۔

”کما فی الہدایۃ، ولو کان یجد الماء الا انه مریض فخاف ان استعمال الماء اشتد مرضه یتیمم..... ولو خاف الجنب ان اغتسل ان یقتله البرد او یمرضه یتیمم بالصعیذ (وبعد اسطر) والحدث والجنابة فیہ سواء وکذا الحيض والنفاس لما روی ان قوما جاؤا الی رسول اللہ ﷺ قالوا انا قوم نسکن هذه الرمال الخ“..... (ہدایۃ: ۴۹، ۴۸ / ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## غسل کے بعد منی نکلنے سے دوبارہ غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک آدمی کو احتلام ہوا اور اس نے غسل کر لیا، غسل کرنے کے بعد دوبارہ اس کی منی خارج ہوئی تو کیا اس شخص پر نئے سرے سے غسل کرنا ضروری ہے یا پہلے والا غسل کفایت کر جائے گا؟ جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں یہ شخص مفتی بہ قول کے مطابق دوبارہ غسل کرے گا۔

”ومنها ان ينفصل المني عن شهوة ويخرج لاعن شهوة وانه يوجب الغسل في قول ابي حنيفة ومحمد وعند ابي يوسف لا يوجب فالمعتبر عندهما الانفصال عن شهوة وعنده المعتبر هو الانفصال مع الخروج عن شهوة وفائدته تظهر في موضعين ..... والثاني اذا جامع فاغتسل قبل ان يبول ثم خرج منه بقية المني وجه قول ابي يوسف ان جانب الانفصال يوجب الغسل وجانب الخروج ينفيه فلا يجب مع الشك ولهما انه اذا احتمل الوجوب والعدم فالقول بالوجوب اولى احتياطاً“ ..... (بدائع الصنائع: ١/١٢٨)

”وقولهما احوط لان الجنابة قضاء بالشهوة بالانزال فاذا وجدت مع الانفصال صدق اسمها“ ..... (فتح القدير: ١/٥٣)

”(قوله قلت الخ) ظاهر الميل الى اختياره مافي النوازل ولكن اكثر الكتب على خلافه حتى البحر والنهر ولا سيما قد ذكرنا ان قوله قياس وقولهما استحسان وانه الاحوط فينبغي الافتاء بقوله في المواضع الضرورة فقط“ ..... (ردالمحتار: ١/١١٩)

”ولهما انه متى وجب من وجه معناه انا ذكرنا ان للشهوة مدخلا في وجوب الغسل وقد وجدت في حاله وهو الانفصال دون الاخرى وهو الخروج فبالنظر الى الاول يجب وبالنظر الى الثاني لا يجب والباب باب العبادات فتوجهه احتياطاً“ ..... (العناية على فتح القدير: ١/٥٣)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**کیا صحبت کے فوراً بعد غسل واجب ہے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے؟**

مسئلہ نمبر (۲۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رات کے کسی حصہ میں میاں بیوی صحبت کرنے کے بعد غسل کو کتنی دیر تک مؤخر کر سکتے ہیں؟ یا فوراً ان پر غسل کرنا لازم ہے؟ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

غسل جنابت میں فرض نماز کی ادائیگی کے وقت تک غسل میں تاخیر جائز ہے اس کے بعد گناہ گار ہوگا، لہذا صورت مسئلہ میں صحبت کے بعد فجر کی نماز تک تاخیر جائز ہے، البتہ فوراً نہا لے تو افضل ہے۔

”ويصح من الجنب اداء الصوم دون الصلوة لان الطهارة شرط جواز الصلوة دون الصوم ويجب عليه كلاهما حتى يجب عليه قضاءهما بالترك لان الجنب لا تمنع من وجوب الصوم بلا شك ويصح اداءه مع الجنبه“ ..... (بدائع الصنائع: ۱/۱۵۱)

”عن غفيف بن الحارث قال قلت لعائشة ارأيت رسول الله ﷺ كان يغتسل من الجنبه في اول الليل اوفى اخره قالت ربما تغتسل في اول الليل وربما تغتسل في اخره قلت الله اكبر الحمد لله الذي جعل في الامر سعة ..... في اول الليل اى على الفور بعد الفراغ من الجنبه اوفى اخره اى يغتسل في اخر الليل اى يؤخر الغسل الى اخر الليل قالت اى عائشة كانت له تارات وحالات مختلفة ربما اغتسل في اول الليل وهذا اقوى واقرب الى التنظيف وربما اغتسل في اخره تيسيرا على الامة وليبيان الجواز“ ..... (بذل المجهود: ۱/۱۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



دوران غسل مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ نہ کرنے سے غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے غسل کرتے وقت منہ اور ناک میں پانی تو ڈال لیا لیکن اس میں مبالغہ نہیں کیا اس کے بعد اس نے نماز پڑھ لی پھر اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں نے مبالغہ نہیں کیا، اب سوال یہ ہے کہ اس شخص کا غسل ہو گیا یا نہیں؟ اگر غسل نہیں ہوا تو اس نماز پڑھنے سے وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟ نیز ایسے شخص کے ایمان کا کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

اس شخص کا غسل تو ہو گیا ہے کیونکہ غسل کے فرائض ادا ہو گئے ہیں، اور اس حالت میں نماز پڑھنے سے وہ گناہ گار نہیں ہوگا، لیکن ایسے شخص کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آئے گا:

”الفصل الاول فى فرائضه وهى ثلاثة المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن على ما فى المتون وحد المضمضة والاستنشاق كما مر فى الوضوء“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳)

”وحد الاستنشاق ان يصل الماء الى المارن كذا فى الخلاصة“..... (فتاوى الهندية: ۱/۶)

”وفرض الغسل غسل فمه وانفه حتى ماتحت المارن وبدنه“..... (الدر المختار: ۱/۲۸)

”والاستنشاق اصطلاحا ايصال الماء الى المارن“..... (رد المحتار: ۱/۸۵)

”واما المضمضة والاستنشاق فهما بمعنى الفرض لانه يفوت الجواز بفوتهما فالمراد بالواجب ادنى نوعيه“..... (رد المحتار: ۱/۱۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## کیا غسل میں عورت کے لیے بالوں کا کھولنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کے لیے غسل کرتے وقت اپنے تمام بالوں کو کھولنا ضروری ہے؟ یا صرف ان کو تر کر لینا کافی ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں دو صورتیں ہیں۔

- (۱) اگر عورت کے بال کھلے ہوئے ہوں تو تمام بالوں کا گیلنا ضروری ہے۔
- (۲) اور اگر عورت نے سر کے بالوں کی مینڈھیاں بنائی ہیں تو بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا کافی ہے، ان کو کھولنا ضروری نہیں ہے۔

”وکفی بل اصل ضفیرتها ای شعر المرءة المصفور للخرج اما المنقوض  
یفرض غسل کله اتفاقا ولولم يتل اصلها يجب نقضها مطلقا هو الصحيح“  
.....(ردالمحتار: ۱/۳۱۴)

”وکذا يجب على المرءة ایصال الماء الى اثناء شعرها اذا كان منقوضا  
كذا ذكره الفقيه ابو جعفر الهندواني لانه يمكن ایصال الماء الى ذلك من  
غير خرج“.....(بدائع الصنائع: ۱/۱۴۲)

”وليس على المرءة ان تنقض ضفائرها في الغسل اذا بلغ الماء اصول الشعر  
وليس عليها بل ذوائبها هو الصحيح كذا في الهداية“.....(فتاویٰ  
الهندية: ۱/۱۳)

”حتى ان المرءة اذا كانت لا تخرج في ایصال الماء الى اثناء الشعر بان  
كانت منقوضة الشعر يفترض عليها ایصال الماء الى اثناء الشعر هكذا حكى  
عن الفقيه ابی جعفر“.....(المحیط البرهانی : ۲۲۳، ۱/۲۲۴)  
”ويجب عليها الايصال الى اثناء شعرها اذا كان منقوضا لعدم الخرج“  
.....(البحر الرائق : ۱/۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### غسل کے فرائض نہ جاننے والے کی نماز اور حج کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی عمر ۲۶ سال ہے، زید کو حال ہی میں غسل جنابت کے فرائض معلوم ہوئے ہیں وہ ساری عمر غسل جنابت اس طرح کرتا رہا ہے کہ نہ کلی مع غرارہ کیا نہ مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی ڈالا اور نہ ناک میں گیلی انگلی ڈالی اور نہ مبالغہ کے ساتھ احتیاط کی کہ جسم کا کوئی حصہ غسل کرتے ہوئے خشک نہ رہے، درج ذیل امور کا جواب مطلوب ہے۔

(۱) زید نے ۲۴ سال کی عمر میں حج ادا کیا اور غسل جنابت کے فرائض اسے بعد میں معلوم ہوئے ہیں، کیا اس کا حج ادا ہوا یا نہیں؟

(۲) ۲۶ سال تک زید نے جو نمازیں پڑھی ہیں وہ ادا ہوئیں یا نہیں؟

(۳) ۲۶ سال تک زید نے جو روزے رکھے ہیں وہ بلوغت کے بعد ادا ہوئے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

محض شک و شبہ کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے، اور یہ بات بھی مد نظر رہے کہ کسی مسئلہ سے لاعلمی کوئی عذر نہیں ہوتی، پس اگر دوران غسل کلی نہیں کی تھی یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تھا تو غسل نہیں ہوا، تاہم اگر پانی منہ بھر کے پی لیا یا وضو کرتے ہوئے ناک میں پانی ڈال لیا تو اس کا غسل اداء ہو گیا، اور اس کے بعد اداء کی گئی نمازیں درست ہو گئیں اور حج بھی درست ہو گیا۔

اگر جنابت کی حالت میں طواف زیارت کر لیا تو اس پر بدست لازم ہوگا، نیز فرض غسل میں مضمضہ اور استنشاق فرض ہیں، مبالغہ یعنی غرغہ یا ناک میں اوپر زور دے کر پانی لے جانا فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔  
”قوله لتفرغها للعلم ای لانها تتفرغ لمعرفة احكام الشرع والداردار العلم فلم تعذر بالجهل بحر ای انها يمكنها التفرغ للتعلم لفقد ما يمنعها منه وان لم تكلف به قبل بلوغها“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۳۷)

”رجل اغتسل من الجنابة ولم يتمضمض الا انه شرب الماء هل يقوم شرب الماء مقام المضمضة؟ كان الفقيه احمد بن ابراهيم رحمه الله يقول نعم وهكذا جواب ابی بكر محمد بن الفضل وحكى عن الفقيه ابی جعفر رحمه الله انه اذا بلغ البلل نواحي الفم حيث ما يبلغ اذا تمضمض تجوز وما لا فلا“..... (فتاویٰ التاتارخانية: ۱/۱۱۴)

”واذا نسي المضمضة والاستنشاق في الجنابة حتى صلى لم يجزه وهو عندنا فان المضمضة والاستنشاق فرضان في الجنابة سنتان في الوضوء“..... (المبسوط: ۱/۱۷۷)

”المبالغة فيهما سنة وفي شرح الطحاوی الا ان يكون صائما وقال شمس الائمة الحلواني المبالغة في المضمضة الغرغرة“..... (فتاویٰ التاتارخانية:

”ویحرم به (ای بالحیض) طواف لوجوب الطہارۃ فیہ قولہ (لوجوب الطہارۃ) حتی لو لم یکن ثمة مسجد لایحل فعلہ بدونها وتمامہ فی البحر قال الرحمتی وكان المناسب ان يذكره ای الطواف مع مابعدہ لانہ کما تجب الطہارۃ فیہ من الحدث الاکبر تجب من الاصغر“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۱۲۸)

”ومن طاف طواف الزيارة محدثا فعليه شاق وان كان جنباً فعليه بدنة لان الجنابة اغلظ من الحدث فيجبر بالبدنة اظهارا للتفاوت ولان المنع في الجنابة من وجهين الطواف ودخول المسجد وفي الحدث من وجه واحد فلتفاحش النقصان او جنباً البدن وكذا اذا طاف اكثره جنباً لان للاكثر حكم الكل“..... (الجوهرة النيرة: ۱/۲۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### محض بیوی کے ساتھ لیٹنے سے غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی بندہ کچھ وقت یا ساری رات اپنی بیوی کے ساتھ لیٹا رہے، تو سنا ہے کہ اس پر بھی غسل ضروری ہے کیونکہ اس وقت مذی بھی نکل آتی ہے، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

صرف بیوی کے ساتھ لیٹنے سے غسل فرض نہیں ہوتا البتہ اگر منی شہوت سے نکلے تو غسل فرض ہوگا، مذی اور ودی کے نکلنے سے صرف وضو لازم ہوتا ہے۔

”والمعاني الموجبة للغسل انزال المنى على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرءة حالة النوم واليقظة..... والتقاء الختانين من انزال..... والحیض..... وكذا النفاس بالاجماع“..... (ہدایہ: ۱/۳۱)

”ولیس فی المذی والودی غسل وفيهما الوضوء والودی الغلیظ من البول

یتعقب الرقيق والمذى رقيق يضرب الى البياض يخرج عند ملاعبة الرجل  
اهله..... (فتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۱۱۸)

”ولیس فی المذى والودی غسل وفيهما الوضوء لقوله عليه السلام كل فحل  
يمذى وفيه الوضوء“..... (ہدایہ: ۱/۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### مذی اور منی کا فرق اور ان کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۹): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
مذی اور منی میں فرق کیا ہے؟ نیز ان دونوں کا حکم کیا ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

دو اعلیٰ جماع کے وقت شروع میں جو نرم سفید پانی نکلتا ہے جس کے نکلنے سے شہوت کم نہیں ہوتی، اس کو مذی کہتے ہیں، اور سفید گاڑھا پانی جو شہوت سے تکمیل جماع کے وقت نکلتا ہے جس کے بعد آلہ تناسل میں انکسار آ جاتا ہے اس کو منی کہتے ہیں، مذی سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور منی کے نکلنے سے غسل لازم ہو جاتا ہے۔

”والمذى رقيق يضرب الى البياض يخرج عند ملاعبة الرجل اهله وليس في  
المذى والودی غسل وفيهما الوضوء“..... (فتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۱۱۸)

”يجب ان يعلم بان المنى ماء دافق خائر ابيض ينكسر منه الذكر هذا  
هو المذكور في عامة الكتب، وزاد في الشافعي ويخلق منه الولد“..... (فتاویٰ

التاتارخانیہ: ۱/۱۱۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### پیشاب کے ساتھ اگر منی کے قطرات آئیں تو غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر پیشاب کے ساتھ منی کے قطرات بھی نکل آئیں تو کیا غسل کرنا واجب یا فرض ہو جاتا ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں غسل فرض نہیں ہوتا، اس لیے غسل کے فرض ہونے کے لیے منی کا شہوت سے نکلنا ضروری ہے، جب کہ صورت مسئلہ میں یہ بات نہیں پائی جا رہی۔

”الجنابة يثبت بشيئين احدهما انفصال المنى عن شهوة“..... (فتاویٰ التاتارخانية: ۱/۱۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### کیا مذی کا نکلنا بھی موجب غسل ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۲۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرتا ہے اور اس کو انزال ہو جاتا ہے تو اس پر غسل کرنا فرض ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے پیار کرتا ہے اور اس کے جسم کو چھوتا ہے، اس کو اپنے سینے سے لگاتا ہے پلینتا ہے تو اس کا پتلا پانی لیس دار یعنی جس کو شاید مذی کہتے ہیں وہ پانی نکل جاتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں غسل فرض ہے یا صرف اس جگہ کو دھو لینا ہی کافی ہے جہاں پر گندگی لگی ہو، اس کا حل بتلا دیجئے، آپ کی عین نوازش ہوگی۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

مذی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا اور مذی کی علامت یہ ہے کہ اس کے نکلنے کے بعد شہوت میں کمی نہیں آتی جب کہ منی کے نکلنے سے شہوت میں کمی آ جاتی ہے اور سکون حاصل ہو جاتا ہے، بنا بریں اس طرح پیار وغیرہ کرتے ہوئے اگر منی نکلے گی جو کہ شہوت سے ہوگی اور اس کے بعد شہوت میں کمی بھی آئے گی تو غسل فرض ہو جائے گا، اور اگر مذی یعنی صرف لیس دار مادہ ہی خارج ہوا تو غسل فرض نہیں ہوگا۔

”فصل عشرة اشیاء لا يغتسل منها مذی وهوماء ابيض رقيق يخرج عند شهوة  
لابشهوة ولا دفق ولا يعقبه فتور وربما لا يحس بخروجه وهو اغلب في النساء  
من الرجال ويسمى في جانب النساء قذی ومنها ودی وهوماء ابيض  
كدر تخين لارائحه له يعقب البول وقد سبقه اجمع العلماء على انه لا يجب  
الغسل بخروج المذی والودی“..... (مراقی الفلاح: ۲۳)

”المنی خائر ابيض ينكسر منه الذكر وذكر الشافعي في كتابه ان له رائحة الطلع والمذى رقيق يضرب الى البياض يخرج عند ملاعبة الرجل اهله والودى رقيق يخرج منه بعد البول وتفسير هذه المياه مروى عن عائشة رضى الله عنها بهذه الصفة“..... (مبسوط : ۱/۱۸۵)

”يجب ان يعلم بان المنى ماء دافق خائر ابيض وينكسر منه الذكر هو المذكور فى عامة الكتب وزاد فى الشافى ويخلق منه الولد فمتى كان حركته يعنى مفارقتة عن مكانه وخروجه عن شهوة..... يجب الغسل بلا خلاف ومتى كان مفارقتة ومكانه وخروجه لا عن شهوة لا يجب الغسل عند علمائنا المتقدمين وعامة مشائخنا المتأخرين رحمهم الله تعالى“..... (البرهانی : ۱/۲۲۹)

”والمنى ماء ابيض ثخين يندفق فى خروجه ويخرج بشهوة ويتلذذ بخروجه ويستعقبه الفتور وله رائحة كراهة الطلع ورائحة الطلع قريبة من رائحة العجين“..... (معارف السنن : ۱/۳۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### غسل جنابت کے بعد نکلنے والے قطروں کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) کہ میں نے اپنی بیوی سے جماع کیا پھر پیشاب وغیرہ کر کے غسل کیا، پھر فجر کی نماز پڑھی، پھر نماز کے تھوڑی دیر بعد کچھ پانی نکلتا ہوا دیکھ لیا جو کہ بغیر شہوت کے تھا اور ذکر بھی منتشر نہ تھا تو آیا میں نئے سرے سے غسل اور نماز کو لوٹاؤں گا یا نہیں؟

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

بشرط صحت سوال نہ غسل کا اعادہ ہے نہ نماز کا۔

”ان المجامع اذا اغتسل قبل ان يبول او ينام ثم سال منه بقية المنى من

غیر شہوة یعید الاغتسال عندهما خلافاً له فلو خرج بقية المنی بعد البول والنوم او المشی لا یجب الغسل اجماعاً لانه مذی لیس بمنی لان البول والنوم والمشی یقطع مادة الشهوة اه وفي فتح القدیر وكذا لا یعید الصلوة التي صلاها بعد الغسل الاول قبل خروج ما تاخر من المنی اتفاقاً“ ..... (البحر الرائق: ۱/۱۰۳)

”وكذا لو خرج منه بقية المنی بعد الغسل قبل النوم او البول او المشی الكثير نهراى لابعده لان النوم والبول والمشی یقطع مادة الزائل عن مكانه بشهوة فيكون الثانى زائلاً عن مكانه بلا شهوة فلا یجب الغسل اتفاقاً (وبعد اسطر) قوله تقييد قولهم اى فيقال ان عدم وجوب الغسل بخروجه بعد البول اتفاقاً اذالم یكن ذكره منتشر ا فلو منتشر ا وجب“ ..... (فتاوى الشامی: ۱/۱۱۸، ۱/۱۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ٹب میں غسل کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ٹب میں پانی جمع کر کے غسل کرنا درست ہے، ٹب میں پانی اکٹھا رہتا ہے اور اسی کے اندر بار بار جسم کو بھگو یا دھویا جاتا ہے، جب کہ نل کے ساتھ پانی غلاظت وغیرہ ساتھ لیکر بہتا رہتا ہے؟

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

آج کل مکانوں میں جو ٹب لگائے جاتے ہیں ان میں بیٹھ کر غسل کرنے سے غسل فرض ادا نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ پانی تھوڑا ہوتا ہے اور جسم کا بعض حصہ داخل کرنے کی وجہ سے وہ مستعمل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے باقی بدن کا غسل نہیں ہوتا، نیز غلاظت وغیرہ بھی اس میں موجود رہتی ہے اس لیے اس میں بیٹھ کر غسل نہیں کرنا چاہیئے، اگر یہ ممکن ہو کہ اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو اور دوسری طرف سے ان کی نکاسی ہوتی رہے تو یہ ماء جاری بن جائے گا اور غسل ہو جائے گا۔

”وامار كنه فهو اسالة الماء على جميع ما يمكن اسالته عليه من البدن من غير حرج مرة واحدة حتى لوبقيت لمعة لم يصبها الماء لم يجز الغسل“  
.....(بدائع الصنائع: ١/١٢٢)

”الماء المستعمل هو ماء ازيل به حدث او استعمل في البدن على وجه القربة“.....(الهداية: ١/٣٨)

”والمعتبر في مقدار الراكد اكبر رأى المبتلى به فيه فان غلب على ظنه عدم خلوص اى وصول النجاسة الى الجانب الآخر جازوالالا، هذا ظاهر الرواية عن الامام واليه رجع محمد وهو الاصح“.....(درعلى هامش الرد : ١/١٢١، ١٢٠)

”حوض صغير تنجس ماء ه فدخل الماء الطاهر فيه من جانب وسال ماء الحوض من جانب آخر كان الفقيه ابو جعفر رحمه الله يقول كما سال ماء الحوض من الجانب الآخر يحكم بطهارة الحوض“.....(الهندية: ١/١٤٠)  
”قوله والحقوا بالجارى حوض الحمام“ اى فى انه لا ينجس الا بظهور اثر النجاسة اقول وكذا حوض غير الحمام لانه فى الظهيرية ذكر هذا الحكم فى حوض اقل من عشر فى عشر ثم قال وكذلك حوض الحمام“  
.....(فتاوى شامى: ١/١٣٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## (الباب الثالث فی المیاہ)

**گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے؟**

مسئلہ نمبر (۲۷۴): گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک ہے؟ بینوا تو جروا

## الجواب باسم الملك الوهاب

گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

”فی الدر: (فسؤر آدمی مطلقاً و مأکول لحم) ومنه الفرس فی الأصح ومثله ما لا دم له (طاهر الفم) قيد للكل (طاهر) طهور بلا كراهة (وقال الشامي: تحت قوله ”ومنه الفرس“ فی الأصح) وهو ظاهر الرواية عن الإمام وهو قولهما وكراهة لحمه عنده لإحترامه لأنه آلة الجهاد لا لنجاسته فلا يؤثر في كراهة سؤره بحر والفرس اسم جنس كالحمار فيعم الذكر والأنثى اه..... (در مع الرد: ۱/ ۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

**بارش کے پانی کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ راستے سے گزرتے ہوئے اگر بارش کے پانی کی چھینٹیں پڑ جائیں تو وہ کپڑے پہن کر نماز ہو جائے گی؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

راستہ کے کچھڑ اور گندے پانی کی چھینٹیں اگر کپڑوں کو لگ جائیں اور اس آدمی کی آمد و رفت ایسے علاقہ (شہر، بستی) سے ضرورت کی وجہ سے اکثر ہوتی رہتی ہے اور کچھڑ سے بچنا مشکل ہو تو ایسا شخص اگر بغیر کپڑے دھوئے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہو جائیگی، البتہ اگر عین نجس چیز لگ گئی تو اس کا دھونا ضروری ہے، لیکن اگر اس کی آمد و رفت ایسے علاقہ سے زیادہ نہیں ہوتی تو اسے کپڑے دھو کر نماز پڑھنا چاہیے، بلا ضرورت ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

” (قوله وطین شارع ) مبتدأ خبره قوله عفو والشارع الطريق وفي الفيض طين الشوارع عفو إن ملأ الثوب للضرورة ولو مختلطاً بالعدرات وتجوز الصلاة معه اه..... والحاصل أن الذي ينبغي أنه حيث كان العفو للضرورة وعدم إمكان الاحتراز ان يقال بالعفو وان غلبت النجاسة ما لم ير عينها لو أصابه بلا قصد وكان ممن يذهب ويجيء بالإفلا ضرورة“..... (ردالمحتار : ۱ / ۲۳۷، ۲۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ٹینکی میں چھپکلی گر کر مر جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۲۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک مسجد میں ٹینکی صورت ذیل کے مطابق ہے، عموماً جب نمازی وضو کرتے ہیں تو موٹر چلا لیتے ہیں اور تازہ پانی موٹر والا اور کچھ ٹینکی والا کس ہو کر آتا رہتا ہے، ایک دن بجلی نہ ہونے کی وجہ سے موٹر نہ چلائی گئی نمازی وضو کرنے لگے تو پانی میں بو محسوس ہوئی ٹینکی میں دیکھا تو چھپکلی مری پڑی تھی اور دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ پھولی ہوئی تھی اور چار پانچ دن کی لگتی تھی، مطلوب یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں ان نمازوں کا کیا حکم ہے جو اس پانی سے وضو کر کے ادا کی گئی ہیں، حالانکہ وضو میں استعمال ہونے والے پانی میں موٹر کا پانی غالب ہے اور صرف ایک دن ہی اس بدبودار پانی سے نماز ادا کی بجلی نہ ہونے کی وجہ سے تو مطلوب یہ ہے کہ ان صورتوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر موٹر چل رہی ہے اور تازہ پانی اور کچھ پانی ٹینکی والا کس ہو کر آ رہا ہے اور دوسری طرف نمازیوں نے ٹوٹیاں کھولی ہوئی ہیں تو جب تک موٹر چلتی رہی اور نمازی ٹوٹیاں کھول کر وضو کرتے رہے اس وقت تک تو یہ ماء جاری رہا ہے اور ماء جاری نجاست کے گرنے سے نجس نہیں ہوتا جب تک کہ تین اوصاف رنگ، بو، اور ذائقہ میں سے کوئی ایک وصف متغیر نہ ہو۔

لیکن عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ کچھ دیر کے بعد ٹینکی بھر جاتی ہے تو لامحالہ موٹر بند کر دی جاتی ہے تو موٹر کے بند کرنے کے بعد یہ ماء جاری نہ رہا اور نجاست کے گرنے کی وجہ سے نجس ہو جائے گا، اب جب کہ ٹینکی میں مری ہوئی چھپکلی ملی اور پھولی ہوئی تھی اور بو آ رہی تھی تو اگر چھپکلی بڑی تھی تو اس میں چونکہ دم سائل ہوتا ہے لہذا پانی نجس

ہو گیا، اب امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک تین دن اور تین رات کی نمازوں کا اعادہ کرے اگر گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک کسی بھی نماز کے اعادے کی ضرورت نہیں جب تک کہ گرنے کے وقت کا تعین نہ ہو لیکن اگر چھپکلی چھوٹی ہے تو چونکہ اس میں دم سائل نہیں ہوتا لہذا پانی نجس نہیں ہوا اور کسی بھی نماز کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

”وفی بعض الفتاوی قال مشائخنا المطر مادام یطر فله حکم الجریان حتی لو اصاب العذرات علی السطح ثم اصاب ثوبا لایتنجس الا ان یتغیر“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۷)

”الاول الماء الجاری وهو ما یدھب بتبنة کذا فی الكنز والخالصة“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶)

”و(اذا وقع) فی البئر سام ابرص ومات ینزح منها عشرون دلوا فی ظاہر الروایة“..... (فتاویٰ خانیہ علی هامش الہندیہ: ۱/۱۲)

” (موت) ما لادم له کالسمک والسرطان والحیة وکل ما یعیش فی الماء لا یفسد ماء الاوانی وغیره وموت ما لادم له کالسمک ونحوہ کما لا یفسد الماء لا یفسد غیرہ کالعصیر ونحوہ فی روایة عن ابی یوسف وکذا الضفدع بریة کانت او بحریة فان کانت الحیة او الضفدع عظیمہ لہادم سائل یفسد الماء وکذا الوزغة الکبیرة“..... (فتاویٰ خانیہ علی هامش الہندیہ: ۱/۱۰)

”وکذا الوزغة اذا کانت کبیرة ای بحیث یکون لہا دم فانہا تفسد الماء“..... (حلبی کبیری: ۱۴۵)

”واذا وجد فی البئر فارة او غیرہا ولا یدری متی وقعت ولم تنتفخ اعدوا صلاة یوم وليلة اذا کانوا توضعوا منها وغسلوا کل شیء اصابہ ماؤها وان کانت قد انتفخت او تفسخت اعدوا صلاة ثلاثة ايام ولیالیہا وهذا عند ابی حنیفة رحمہ اللہ وقالوا لیس علیہم اعادة شیء حتی یتحققوا متی وقعت کذا فی الہدایة وان

علم وقت وقوعها یعيدون الوضوء والصلاة من ذلك الوقت بالاجماع“  
.....(فتاویٰ الہندیہ: ۲۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**ناپاک حوض میں مزید جمع شدہ پانی کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حوض میں تھوڑا پانی رہ کر نجس ہو گیا، بعد میں بارش برس کر اس حوض میں پانی کی مقدار عشرانی عشر کی حد تک پہنچ گئی، لیکن وہ تھوڑا ناپاک پانی حوض میں پہلے سے موجود تھا تو اس حوض کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

پانی اب بھی نجس ہے پانی جتنا بھی تالاب میں جائے پاک نہیں ہے، اگر تالاب بھرنے کے بعد اس سے پانی جاری ہو جائے تو پاک ہو جائے گا، عشرانی عشر تک پہنچنے سے مذکورہ تالاب از روئے فقہ حنفی پاک نہیں ہو سکتا ہاں اگر بھر کر جاری ہو جائے کہ اس سے نجس پانی کی مقدار بہہ کر نکل جائے تو پھر پاک ہے۔

”حوض هو عشر ففی عشر قل ماء ه و وقعت فيه نجاسة حتى تنجس ثم امتلا“

الحوض ولم يخرج منه شيء لا يجوز التوضوء به لانه كلما دخل الماء

يتنجس“.....(المحیط البرہانی: ۲۹۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**جس ندی میں گٹر کے پائپ گرتے ہوں اس کے پانی کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کے قریب ایک ندی بہتی ہے جس ندی میں چشمہ کا پانی آتا ہے راستے میں آبپاشی کے لیے ہم نے ایک نالی نکالی ہے جس کی چوڑائی اور لمبائی دو فٹ ہے جس کے اندر پانی کبھی ٹخنوں تک اور کبھی پنڈلی تک اور کبھی اس سے کم اور کبھی خشک ہو جاتا ہے گٹر کے پائپ اس میں گرتے ہیں اور کبھی اس کا بومزہ بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ اس پانی سے وضو کرنا غسل کرنا کپڑے دھونا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس پانی سے اگر کپڑے گیلے ہو جائیں تو ان کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ نالی میں اگر پانی ٹخنوں یا پنڈلی تک یا اس سے تھوڑا کم ہو مگر بہہ رہا ہو تو یہ ماء جاری ہے، اس سے وضو کرنا، غسل کرنا، کپڑے دھونا جائز ہے، گٹر کے پائپ یا کسی اور نجاست کے گرنے سے اگر پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے تو یہ پانی نجس ہے، اس سے وضو کرنا غسل کرنا کپڑے دھونا جائز نہیں، البتہ جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف موجود نہ ہو تو پانی پاک ہے۔

”الماء الجاری وهو ما يذهب بتبينة كذا في الكنز والخلاصة وهذا هو الحد الذي ليس في دركه حرج هكذا في شرح الوقاية وقيل ما يعده الناس جاريا وهو الاصح كذا في التبيين وفي النصاب والفتوى في الماء الجاری انه لا يتنجس مالم يتغير طعمه اولونه اوريحه من النجاسة كذا في المصمرات“ ..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۶)

”والماء الجاری اذا وقعت فيه نجاسة جاز الوضوء به اذالم ير لها اثر لانها لا تستقر مع جريان الماء والاثر هو الطعم او الرائحة او اللون والجاری ما لا يتكرر استعماله وقيل ما يذهب بتبينة“ ..... (الهداية: ۱/۳۵)

”يجوز التوضوء بالماء الجاری ولا يحكم بتنجسه بوقوع النجاسة فيه مالم يتغير طعمه اولونه اوريحه وبعد ما تغير احد هذه الاوصاف وحكم بنجاسته لا يحكم بطهارته مالم يزل ذلك التغير بان ير دعليه ماء طاهر حتى يزول ذالك التغير“ ..... (المحيط البرهانی: ۱/۲۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ناپاک حوض کے پانی کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حوض میں تھوڑا سا پانی باقی رہ گیا اور وہ پانی نجس ہو گیا، بعد میں بارش برس کر اس حوض میں پانی کی مقدار عشرینی عشر کی حد تک پہنچ گئی لیکن وہ تھوڑا ناپاک پانی حوض میں پہلے سے موجود تھا تو اس حوض کا پانی اب پاک ہے یا ناپاک؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں حوض کا پانی ناپاک ہے۔

”حوض هو عسرفی عسرقل ماء ه و وقعت فيه نجاسة حتى تنجس ثم امتلأ الحوض ولم يخرج منه شيء لا يجوز التوضؤ به لانه كلما دخل الماء يتنجس“..... (الفتاوى التاتارخانية: ۱/۱۳۲، المحيط البرهانی: ۱/۲۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### گول تالاب کا قطر شرعی کیا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۸۰): حضرت مفتی صاحب گول تالاب کی شرعی حدود تحریر فرما کر مشکوٰۃ فرمائیں کہ گول تالاب کا قطر شرعی لحاظ سے کتنا ہونا چاہیئے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

گول تالاب کا قطر شرعی لحاظ سے 18 فٹ 8 انچ سے ہرگز کم نہ ہو اور اگر قطر 20 فٹ رکھ دیا جائے تو اس میں رفاہ عام بھی ہوگا اور شرعی احتیاط کے لحاظ سے بھی درست رہے گا۔

”قوله وفي المدور ستة وثلاثين اى بان يكون دوره ستة وثلاثين ذراعا وقطره احد عشر ذراعا وخمس ذراع ومساحته ان تضرب نصف القطر وهو خمسة ونصف وعسرفى نصف الدور وهو ثمانية عشر يكون مائة ذراع واربعة اخماس ذراع اه“..... (فتاوى شامی: ۱/۱۴۲)

”وان كان مدورا اعتبارا يكون قطره احد عشر ذراعا وخمس ذراع ودوره ستة وثلاثين ذراعا فمساحته ان يضرب نصف القطر وهو خمسة ونصف عسرفى نصف الدور وهو ثمانية عشر يكون مائة ذراع واربعة اخماس ذراع“..... (الجوهرة النيرة: ۱/۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**اس چھوٹے تالاب کا حکم جس کا پانی نیچے سے جاری ہو:**

مسئلہ نمبر (۲۸۱): حضرت مفتی صاحب

پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ مروت علاقہ دیہات میں آب پانی کے واسطے تالاب بنارہا ہے، ان تالابوں میں ہر وقت ۲۴ گھنٹے پائپ لائن کے ذریعے تازہ اور صاف پانی چلتا رہے گا، یہ تالاب اوپر سے ہر وقت بند ہوں گے، یعنی تالاب میں ہر وقت پانی جاری ہوگا اور گندگی غلاظت سے محفوظ رہے گا، ہم ۱۴ فٹ گولائی یعنی ۷ فٹ نصف قطر والے تالاب بنارہے ہیں، مہربانی فرما کر اس سائز والے تالاب کی صفائی کا شرعی مسئلہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں گول تالاب کے لیے مقدار مذکور شرعی لحاظ سے کم ہے لیکن اگر ۲۴ گھنٹے مسلسل اس تالاب میں ایک طرف سے پانی آرہا ہے اور اسی طرح سے مسلسل ۲۴ گھنٹے دوسری طرف نکلتا رہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ پانی شرعاً جاری ہے۔

”قوله وفي المدور بستة وثلاثين اى بان يكون دوره ستة وثلاثين ذراعاً وقطره احد عشر ذراعاً وخمس ذراعاً ومساحته ان تضرب نصف القطر وهو خمسة ونصف عشر فى النصف الدور وهو ثمانية عشر يكون مائة ذراعاً واربعة اخماس“..... (درمع الرد: ۱/۱۴۲)

”واذا كان الحوض صغيراً يدخل فيه الماء من جانب ويخرج من جانب يجوز الوضوء فيه من جميع جوانبه وعليه الفتوى“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۷)

”ففى الحوض الصغير اذا كان يدخل فيه الماء من جانب ويخرج من جانب يجب ان يكون هكذا لان هذا ماء جار والماء الجارى يجوز التوضؤ فيه وعليه الفتوى“..... (المحيط البرهاني: ۱/۲۵۱)

”واذا كان حوض صغيراً يدخل فيه الماء من جانب ويخرج من جانب يجوز الوضوء فى جميع جوانبه وعليه الفتوى“..... (البحر الرائق: ۱/۱۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## (الباب الرابع فی التیمم)

کیا بیمار اور کمزور وضو کی جگہ تیمم کر سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۸۲): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی عمر رسیدہ اور انتہائی کمزور ہے، وضو کرنے سے میرے اعضاء کا غپنے لگتے ہیں، بیمار ہونے کے خطرے کے علاوہ مجھے پہلے سے ہی کمزوری اور نقاہت ہے تو کیا ایسی صورت میں میرے لیے تیمم کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

مسئلہ مذکورہ میں مرض کے بڑھ جانے کے خوف کی وجہ سے اس بزرگ کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔

”ويجوز للمريض ان يتيمم في المصرا اذا لم يستطع الوضوء او الغسل للمرض او يخاف على نفسه الهلاك بسبب استعمال الماء او يخاف تلف عضوم من اعضائه وان كان لا يخاف الهلاك ولا تلف العضو ولكن يخاف زيادة المرض او ابطاء البرء يجوز التيمم عندنا“..... (خلاصة الفتاوى : ۱/۲۸)

”ولنا قوله تعالى وان كنتم مرضى او على سفر الى قوله فتييمموا صعيدا طيبا الخ اباح التيمم للمريض مطلقا من غير فصل بين مرض ومرض الا ان المرض الذي لا يضر معه استعمال الماء ليس بممراد بقى المرض الذي يضر معه استعمال الماء مراد بالنص“..... (بدائع الصنائع : ۱/۱۷۱)

”كما يباح التيمم عند خوف الهلاك او تلف عضو يباح له التيمم عندنا اذا خاف زيادة المرض“..... (فتاوى قاضی خان علی هامش الہندیۃ: ۱/۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سمیٹ پر تیمم کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۳): بخد مت اقدس محترم وکرم جناب مفتی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی خدمت میں گزارش یہ ہے کہ سینٹ پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو وجہ عدم جواز کیا ہے؟  
ذرا تفصیل سے لکھ دیں، عقلی و نقلی دلائل سے اچھی طرح واضح فرمادیں۔ جزاک اللہ خیرا

## الجواب باسم الملك الوهاب

سینٹ پر تیمم کرنا جائز ہے۔

”دلیلہ قوله ﷺ اعطيت خمسا لم يعطهن احد من الانبياء قبلي نصرت  
بالرعب مسيرة شهر وجعلت لي الارض وفي رواية ولا متي مسجدا وطهورا  
..... الخ“..... (ردالمحتار علی درالمختار: ۱/۱۶۸)

”ويجوز التيمم عند ابي حنيفة ومحمد بكل ما كان من جنس الارض كالتراب  
والرمل والحجر والجص والنورة والكحل والزرنيخ“..... (الهداية: ۱/۵۰)  
”(ولو جنبوا وحائضا) طهرت لعادتها او نفساء بمطهر من جنس الارض وان  
لم يكن عليه نفع..... (فلا يجوز بمنطع مترمد) قوله من جنس الارض الفارق  
بين جنس الارض وغيره ان كل ما يحترق بالنار فيصير رمادا كالشجر  
والحشيش او ينطبع ويلين كالحديد والصفير والذهب والزجاج ونحوها  
فليس من جنس الارض ابن كمال عن التحفة“..... (ردالمحتار علی  
درالمختار: ۱/۱۷۴، ۱/۱۷۵، ۱/۱۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



مریض کے لیے تیمم کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۴): حضرت مفتی صاحب گزارش ہے کہ ہم بے سمجھ لوگ ہیں، جس طرح دل کہے اسی طرح کر لیتے  
ہیں، فکر ہوا کہ ہم تیمم کے بعض مسائل کو نہیں جانتے، گزارش ہے کہ جو صاحب ایسا ضعیف ہو کہ وضو کرنے سے بیمار  
ہونے کا خطرہ ہو تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی واضح فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

وضو کرنے سے بیمار ہونے کا خطرہ ہو تو صحیح قول کے مطابق تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، وضو کرنا ضروری ہے البتہ اگر پہلے سے بیمار ہو اور بیماری بڑھنے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

”و اذا خاف المحدث ان توضأ ان يقتله البرد او يمرضه يتييم هكذافي الكافي واختاره في الاسرار لكن الاصح عدم جوازه اجماعا كذا في النهر الفائق والصحيح انه لا يباح له التيمم كذا في الخلاصة وفتاوى قاضى خان ولو كان يجد الماء الا انه مريض يخاف ان يستعمل الماء اشتد مرضه او باطأ برؤه يتييم“..... (فتاوى الهندية: ۱/۲۸)

”قوله يهلك الجنب او يمرضه قيد بالجنب لان المحدث لا يجوز له التيمم للبرد في الصحيح خلافا لبعض المشائخ كما في الخانية والخلاصة وغيرهما وفي المصنفى انه بالاجماع على الاصح“..... (رد المحتار: ۱/۱۷۲)

”(اولمرض) يشتد او يمتد بغلبة ظن او قول حاذق مسلم“..... (درمختار على هامش رد المحتار: ۱/۱۷۱)

”قوله او برد) اى ان خاف الجنب او المحدث ان اغتسل او توضأ ان يقتله البرد او يمرضه تيمم سواء كان خارج المصر اوفيه وعندهما لا يتييم فيه كذا في الكافي وجوازه للمحدث قول بعض المشائخ والصحيح انه لا يجوز له التيمم كذا في فتاوى قاضى خان والخلاصة وغيرهما وذكر المصنف فى المستصفى انه بالاجماع على الاصح“..... (البحر الرائق: ۱/۲۴۷، ۲۴۶)

”(اولمرض) يعنى يجوز التيمم للمرض واطلقه وهو مقيد بما ذكره فى الكافي من قوله بان يخاف اشتداد مرضه لو استعمل الماء“..... (البحر الرائق: ۱/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف سے پانی پر قدرت کے باوجود تیمم کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۸۵): نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف سے پانی پر قدرت کے باوجود تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

غیر ولی کے لیے جائز ہے اگرچہ پانی پر قادر ہو اور اس ولی کے لیے بھی جائز ہے جس سے مقدم ولی موجود

ہو۔

”قوله وجاز لخوف فوت صلاة جنازة) ای ولو كان الماء قريبا“..... (درمع

ردالمحتار: ۱/ ۱۷۷)

”فاما في هاتين الصلوتين فليس بشرط بل الشرط فيهما خوف الفوت

لو اشتغل بالوضوء حتى لو حضرته الجنازة وخاف فوت الصلاة لو اشتغل

بالوضوء تیمم وصلى“..... (بدائع الصنائع: ۱/ ۱۷۷)

”ويجوز التيمم اذا حضرته جنازة والولى غيره فخاف ان اشتغل بالطهارة ان

تفوته الصلاة ولا يجوز للولى وهو الصحيح هكذا فى الهداية ، ولا لمن امره

الولى هكذا فى الخلاصة ويجوز التيمم للولى اذا كان من هو مقدم عليه

حاضر اتفاقا لانه يخاف الفوت“..... (فتاوى الهندية: ۱/ ۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**نماز جنازہ کے لیے تیمم کرنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۸۶): نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف سے پانی پر قدرت کے باوجود تیمم جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نماز جنازہ سے رہ جانے کے خوف سے پانی پر قدرت رکھنے کے باوجود تیمم کر کے نماز

جنازہ پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ ساری تکبیرات کے چھوٹ جانے کا خوف ہو، البتہ ولی کے لیے تیمم جائز نہیں ہے، کیونکہ

ولی کے پاس اعادہ نماز جنازہ کا حق موجود ہے۔

”ویتیّم الصّحیح فی المصر إذا حضرت جنازة والولی غیره فخاف إن اشتغل بالطهارة ان تفوته الصلوة ) لأنها لا تقضى فيتحقق العجز ..... وقوله والولی غیره إشارة إلى أنه لا يجوز للولی وهو رواية الحسن عن أبی حنیفة هو الصّحیح لأن للولی حق الاعادة فلا فوات فی حقه اه“.....  
(الهدایة: ۱/ ۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### تیمم کب جائز ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں:  
کہ تیمم کب جائز ہوتا ہے کیا اس آدمی کے لیے تیمم کرنا جائز ہے جو نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہتا ہے وہ پانی کے موجود ہونے کے باوجود تیمم اس لیے کرے کہ پانی سے اگر وضو کرے گا تو نماز جنازہ ختم ہو جائے گی؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں تیمم کرنا جائز ہے۔

”ویتیّم الصّحیح فی المصر إذا حضرت جنازة والولی غیره فخاف ان اشتغل بالطهارة ان تفوته الصلوة لأنها لا تقضى فيتحقق العجز“..... (الهدایة: ۱/ ۵۲)

”(وجاز) لخوف فوت صلاة جنازة (ای ولو كان الماء قريبا“.....  
(الدر مع الرد: ۱/ ۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### مریض کو تیمم کروانا:

مسئلہ نمبر (۲۸۸): فالج کے مریض کو تیمم کروانا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر یہ شخص فالج کے مرض میں وضو پر قادر نہیں ہے، اور مرض کی وجہ سے تیمم بھی خود نہیں کر سکتا تو دوسرے آدمی کا اس کو تیمم کروانا درست ہے، تاہم نیت تیمم وہ خود کرے گا۔

”وفی معراج الدراية ولو امر غيره أن ييممه ونوى هو جازاه“..... (البحر

الرائق: ۱/ ۲۵۳)

”مريض ييممه غيره فالنية على المريض دون الميمم كذا في القنية“

.....(فتاوى الهندية: ۱/ ۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



تنگی وقت کی وجہ سے تیمم کرنا:

مسئلہ نمبر (۲۸۹): سورج نکلنے میں دس منٹ رہتے ہوں اور غسل بھی ضروری ہو تو اس صورت میں تیمم کر کے نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

تیمم سے نماز نہ ہوگی، البتہ بہتر صورت یہ ہے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور بعد وقت کے غسل کر کے قضا کر لے۔

”قال في التنوير (من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا) (الى قوله) (تيمم)

وفى الشامية (قوله لبعده) الضمير يرجع الى من ط وقيد بالبعد لانه عند

عدمه لا يتيمم وان خاف خروج الوقت فى صلوة لها خلف خلافا لزفر

وسيدكر الشارح ان الاحوط ان يتيمم ويصلى ثم يعيد ويتفرع على هذا

الاختلاف ما لو ازدحم جمع على بئر لا يمكن الاستقاء منها الا بالمناوبة او

كانوا عراة ليس معهم الا ثوب يتناوبونه وعلم ان النوبة لا تصل اليه الا بعد

الوقت فانه لا يتيمم ولا يصلى عاريا بل يصبر عندنا وكذا لو اجتمعوا فى مكان

ضيق ليس فيه الاموضع يسع ان يصلى قائما فقط يصبر ويصلى قائما

بعد الوقت كعاجز عن القيام والوضوء في الوقت ويغلب على ظنه القدرة بعده وكذا من معه ثوب نجس و. ماء يلزمه غسل الثوب وان خرج الوقت بحر ملخصا عن التوشيح“..... (تنوير رد المحتار: ١/ ٤٠١ تا ٤٣١)

”وايضا في شرح التنوير لا يتيمم لفوت جمعة ووقت ولو وترا لفواتها الى بدل وقيل يتيمم لفوات الوقت قال الحلبي فلاحوط ان يتيمم ويصلي ثم يعيده وفي الشامية تحت (قوله قال الحلبي)..... ونظير هذا مسألة الضيف الذي خاف ريبة فانهم قالوا يصلي ثم يعيد والله تعالى اعلم“..... (الدرمع الرد: ١/ ١٨٠)

والله تعالى اعلم بالصواب



## (الباب الخامس فی المسح علی الخفین)

چڑے یار یکسین کے بنے ہوئے جوتے پر مسح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چڑے یار یکسین کا بنا ہوا جوتا نما جو موزوں یا جرابوں پر پہنا جاتا ہے اگر جرابوں پر پہنا جائے تو کیا اس پر مسح جائز ہے؟ اور کیا اس کا جرابوں کے ساتھ سلا ہوا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

جر موق چاہے چڑے کے ہوں یا یکسین کے اگر ٹخنوں سمیت تمام پاؤں کو مستور ہوں تو چاہے ان کے نیچے جرابیں یا کوئی اور چیز پہنی ہوئی ہو تو ان پر مسح کرنا درست ہے اور اگر جر موق ٹخنوں کو مستور نہ ہو تو ان پر مسح کرنا درست نہیں ہے۔

”والخف شرعا الساتر للكعبين فاكثر من جلد ونحوه“..... (الدرہامش علی الشامی: ۱/۱۹۱)

”فمنها ان يكون خفا يستر الكعبين لان الشرع ورد بالمسح على الخفين وما يستر الكعبين ينطلق عليه اسم الخف وكذا ما يستر الكعبين من الجلد مما سوى الخف كال McKعب الكبير والميثم لانه في معنى الخف ..... واما المسح على الجوربين فان كانا مجلدين ولا منعيلين يجزيه بلا خلاف عند اصحابنا وان لم يكونا مجلدين او منعيلين فان كان رقيقين يشفان الماء لا يجوز المسح عليهما بالاجماع وان كان ثخينين لا يجوز عند ابي حنيفة وعند ابي يوسف ومحمد يجوز“..... (بدائع الصنائع: ۱/۸۳)

”منها ان يكون الخف مما يمكن قطع السفر به وتتابع المشي عليه ويستتر الكعبين وستر ما فوقهما ليس بشرط هكذا في المحيط حتى لو لبس خفا لاساق له يجوز المسح ان كان الكعب مستورا ويمسح على الجورب المجلد وهو الذي وضع الجلد على اعلاه واسفله هكذا في الكافي والمنعلا وهو الذي وضع الجلد على اسفله كالنعل للقدم هكذا في السراج الوهاج

والثخين الذی ليس مجلدا ولا منعلا بشرط ان يستمسک علی الساق  
بلا ربط ولا یرى ماتحته وعلیه الفتوى“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### جوابوں پر مسح کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹۱): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معمولی جراب پر مسح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جب کہ غیر مقلدین حضرات بھی بخاری شریف کی حدیث کا حوالہ دے کر جواز پیش کرتے ہیں، میں آپ سے متمسک ہوں کہ آپ احادیث کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرمائیں آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔

(۲) ڈاکٹر حضرات پوسٹ مارٹم کرتے ہیں جس میں مردہ جسم کے جسم کو کاٹا جاتا ہے، اور تحقیق کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، تاکہ آئندہ بیماریوں کے علاج کے لیے آسانی پیدا ہو جائے، نیز ایک مردہ جسم کے کسی حصہ کو دوسرے زندہ غیر محرم کے لیے استعمال کرنا مثلاً گردہ لگانا، آنکھ تبدیل کرنا، جائز ہے یا ناجائز؟  
نوٹ: اگر بلیڈ خون لگایا جاسکتا ہے تو جسم کے دوسرے اعضاء کے بارے میں کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال عام مروجہ جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں کیونکہ جرابوں پر مسح کرنے کے لیے چند شرائط ہیں، یعنی جرابیں اس قدر گاڑھی ہوں کہ پنڈلی پر باندھے بغیر قائم رہ سکیں، وہ جرابیں اس قدر موٹی ہوں کہ مسلسل تین میل کا سفر کرنے سے نہ پھٹیں، اور اس قدر موٹی ہوں کہ مسح کرتے وقت پانی اندر جذب نہ ہو سکے، چونکہ یہ شرائط معمولی جرابوں میں مفقود ہیں لہذا ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

”واما المسح علی الجوربین فان كانا مجلدين او منعلين یجزیه بلا خلاف  
عند اصحابنا وان لم یكونا مجلدين ولا منعلين فان كانا رقیقین یشفان الماء  
لا یجوز المسح علیہما بالا جماع“..... (بدائع الصنائع: ۱/۸۳)

”واما المسح علی الجوارب فلا یخلوا اما ان كان الجورب رقیقا غیر منعلا وفي  
هذا الوجه لا یجوز المسح بلا خلاف واما ان كان ثخینا منعلا ففي هذا الوجه  
یجوز المسح بلا خلاف لانه یمکن قطع السفر وتتابع المشی علیہ فكان

بمعنی الخف والمراد من الثخين ان يستمسك على الساق من غير ان يشد بشيء ولا يسقط فاما اذا كان لا يستمسك ويسترخى فهذا ليس بثخين ولا يجوز المسح عليه واما اذا كان ثخيناً غير منعل ففي هذا الوجه لا يجوز المسح عند ابی حنیفة وعندهما يجوز“.....(المحیط البرهانی : ۱/۳۴۳)

” (شرط مسحہ) ثلاثة امور الاول (كونه ساتر) محل فرض الغسل (القدم مع الكعب) الى ان قال (و) الثاني (كونه مشغول) ا بالرجل الى ان قال (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعه المشى) المعتاد“.....(در علی هامش الرد : ۱/۱۹۳، ۱۹۲، ۱۹۱)

(۲) اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکرم بنایا ہے جس طرح انسان کا احترام اس کی زندگی میں کیا جاتا ہے انسان کی موت کے بعد بھی یہ انسان قابل احترام ہے، اسی وجہ سے فقہاء کرام نے انسان کی موت کے بعد انسانی اعضاء کی قطع و برید کو خلاف شرع قرار دیکر پوسٹ مارٹم کو ایک قبیح اور ناجائز عمل قرار دیا ہے۔

”عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ ﷺ قال کسر عظم لمیت ککسره حیا“.....(سنن ابی داؤد: ۲/۱۰۴)

”ولا يجوز بيع شعر الانسان مع قولنا بطهارته والانتفاع به لان الآدمی مکرم غیر مبتذل فلا يجوز ان یکون شیء من اجزائه مهانا ومبتذلا“.....(فتح القدیر: ۶/۶۳)

”ولا یکسر عظام اليهود اذا وجدت فی قبورهم لان حرمة عظامهم کحرمة عظام المسلم لانه لما حرم ایذاؤہ فی حیاته تجب صیانتہ عن الکسر بعدموته“.....(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیۃ: ۱/۱۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



موزوں پر مسح کی مدت:

مسئلہ نمبر (۲۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موزوں پر مسح کی مدت کیا ہے؟ کب

شروع ہوتی ہے، موزہ پہننے کے وقت سے یا حدث ہونے کے وقت سے نیز خف حنفی کیا ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

موزوں پر مسح کی مدت حدث ہونے کے وقت سے شروع ہوتی ہے نہ کہ موزہ پہننے کے وقت سے، اور خف حنفی وہ موزہ ہے جس میں ٹخنوں سے نیچے چڑھا ہوا اور وہ ٹخنوں سے اوپر شلوار کے ساتھ سی دیا جائے جس سے ٹخنے چھپ جائیں خف حنفی پر مسح کرنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، اگرچہ رائج مسح کا جواز ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اس پر مسح نہ کرے۔

”و ابتداء المدة يعتبر من وقت الحدث بعد اللبس“..... (الهندية: ۱/۳۳)

”وفى المبسوط لشمس الائمة السرخسى وابتداءها عقيب الحدث لانه

لا يمكن اعتبار المدة من وقت اللبس فانه لو لم يحدث بعد اللبس حتى يمر يوم

وليلة لا يجب عليه نزع الخف“..... (البحر الرائق: ۱/۲۹۹)

”يعتبر من وقت الحدث بعد اللبس فيمسح من وقت الحدث الى وقت

الحدث“..... (بدائع الصنائع: ۱/۷۹)

”ويعلم ايضا مما نقلناه جواز المسح على الخف الحنفى اذا خيط

بما يسترا الكعبين كالسروال المسمى بالشخشير“..... (رد المحتار: ۱/۱۹۲)

”ويكون حينئذ في المسئلة قولان ولم نرم من مشايخ المذهب ترجيح احدهما

على الاخر بل وجدنا فروعا تؤيد قول السمرقنديين كما علمت

وسند كرم ما يؤيده ايضا ثم رایت رسالة اخرى لسيدى عبدالغنى رديها على

رسالة الشارح وسماها الرد الوفى على جواب الحصكفى فى مسألة الخف

الحنفى وحقق فيها ما قاله فى رسالته الاولى المسماة ببغية المكتفى فى

جواز المسح على الخف الحنفى وبين فيها ان ما استدلل به الشارح فى رسالته

لا يدل له لان التنصيص على الشيء لا ينفى ما عداه الى غير ذلك مما ينبغي

مراجعته ولكن لا يخفى ان الورع في الاحتياط وانما الكلام في اصل

الجواز وعدمه والله تعالى اعلم“.....(ردالمحتار: ۱/ ۱۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### موزوں پر مسح کی مدت:

مسئلہ نمبر (۲۹۳): موزوں پر مسح کی مدت کب سے شروع ہوتی ہے موزے پہننے کے وقت سے یا حدث ہونے کے وقت سے؟

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

موزوں پر مسح کی مدت کی ابتداء موزے پہننے کے بعد حدث کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔  
 ”قال في الدر “ و ابتداء المدة من وقت الحدث و قال ابن عابدين ” تحت  
 قوله (من وقت الحدث) أي لا من وقت المسح الاول كما هو رواية عن  
 أحمد و لا من وقت اللبس كما حكى عن الحسن البصري و تمامه في البحر  
 . و ذكر الرملي أن صريح كلام البحر أن المدة تعتبر من اول وقت الحدث لا  
 من آخره كما هو عند الشافعية و ما قلنا أولى لانه وقت عمل الخف و لم أر  
 من ذكر فيه خلافا عندنا“.....(ردالمحتار: ۱/ ۱۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## (الباب السادس فى احكام الحيض والنفاس)

حالت استحاضہ میں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو دس دن سے زیادہ حیض آجائے تو ان دنوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر عورت عادت والی ہے تو اسکی عادت کے بعد والے دنوں کا خون حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے چاہے اس کی عادت دس دن کی ہو یا دس دن سے کم کی ہو اور معتادہ عورت کے لیے استحاضہ کے دنوں میں حکم یہ ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے لیے وضو کرے اور اس سے جو چاہے فرائض و نوافل میں سے اس وقت کے اندر ادا کرے، اور اگر عورت معتادہ نہیں ہے تو اس کے دس دنوں کے بعد کے دنوں کا خون استحاضہ ہے اور استحاضہ کا حکم اوپر مذکور ہے۔

”و دم الاستحاضة كالرعاف الدائم لا يمنع الصلوة ولا الصوم ولا الوطئ كذا فى الهداية“..... (فتاوى الهندية: ۱/ ۳۹)

”المستحاضة ومن به سلس البول او استطلاق البطن او انفلات الريح او رعاف دائم او جرح لا يرقاء يتوضؤون لوقت كل صلوة ويصلون بذلك الوضوء فى الوقت ما شاء وامن الفرائض والنوافل هكذا فى البحر“..... (الهندية: ۱/ ۴۱)

”ولو زاد الدم على اكثر الحيض والنفاس فمازاد على عاداتها استحاضة لان ما رآته فى ايامها حيض بيقين وما زاد على العشرة استحاضة بيقين“..... (البحر الرائق: ۱/ ۳۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ایام حیض میں قضاء نمازوں کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹۵): ایام حیض میں قضاء نمازوں کا کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

ایام حیض میں قضاء نمازوں سے مراد اگر وہ نمازیں ہیں جو درمیان حیض قضاء ہوئی ہیں تو وہ نمازیں از روئے شریعت معاف ہیں ان کی قضاء نہیں ہے۔ اور اگر قضاء نمازوں سے مراد وہ نمازیں ہیں جو ایام حیض سے پہلے کی ہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ ان ایام حیض میں ادا نہیں کی جائیں گی، بلکہ ایام طہر میں ادا کی جائیں گی، کیوں کہ حیض میں عورت پاک نہیں ہوتی۔

”تطهير النجاسة واجب من بدن المصلی وثوبه“..... (هداية: ۱/۲۸)

”باب شروط الصلوة وهی طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه ومكانه“.....

(کنز الدقائق: ۲۸)

”المستحاضة ومن به سلس البول او استطلاق البطن او انفلات الريح

او رعاف دائم او جرح لا يرقاء يتوضؤون لوقت كل صلوة ويصلون بذلك

الوضوء في الوقت ما شاء وامن الفرائض والنوافل هكذا في

البحر“..... (الهنديّة: ۱/۴۱)

”ولو زاد الدم على اكثر الحيض والنفاس فما زاد على عاداتها استحاضة لان

ما رآته في ايامها حيض بيقين وما زاد على العشرة استحاضة

بيقين“..... (البحر الرائق: ۱/۳۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ایام حیض میں استعمال شدہ کپڑوں وغیرہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹۶): عورت مخصوص ایام میں ناپاک ہوتی ہے تو ان ایام کے بعد بدن کی پاکی کے علاوہ ان چیزوں کو بھی پاک کرنا پڑتا ہے جو اس کے زیر استعمال رہ چکی ہوں مثلاً اس کے کپڑے کنگھی، بستر، دوپٹہ، وغیرہ؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مذکورہ عورت پر صرف غسل کرنا واجب ہے اور اگر ان ایام میں کپڑے ناپاک ہو گئے ہوں تو ان

کا دھونا بھی ضروری ہے، دیگر اشیاء مثلاً کنگھی، بستر، دوپٹہ وغیرہ (جبکہ ان کو نجاست نہ لگی ہو) دھونے کی ضرورت نہیں۔

”الحادی والعشرون یوجب الغسل بشرط الإنقطاع علی ما حققناه.....“ (البحر الرائق : ۱/۳۳۷)

”قوله وحیض ونفاس ( ای وفرض الغسل عند حیض ونفاس اه“ ..... (البحر الرائق : ۱/۱۱۲)

”ویدل علیه ایضا حدیث فاطمة بنت ابی حبیش ان النبی ﷺ قال لها اذا اقبلت الحيضة فدعى الصلاة واذا ادبرت فاغتسلي وصلي“ ..... (البحر الرائق : ۱/۱۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



حائضہ عورت کا سجدہ تلاوت کرنا اور دعائیں پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۲۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

حائضہ عورت کے پاس اگر کوئی آدمی سجدے والی آیت پڑھے تو اس عورت پر پاک ہونے کے بعد وہ سجدہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟  
۲۔ حائضہ عورت دعائیں پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں حائضہ عورت پر سجدہ تلاوت ضروری نہیں ہے۔

”وفی الصغری الحائض اذا سمعت آية السجدة لا سجدة علیها کذا فی التتارخانیة اه“ ..... (الهنديّة : ۱/۳۸)

۲۔ حائضہ عورت دعائیں پڑھ سکتی ہے۔

”ولا بأس لحائض وجنب بقراءة أدعية اه وقال الشامي تحت قوله ”بقراءة أدعية“ شمل دعاء القنوت وهو ظاهر المذهب كما قدمناه“ ..... (الدر مع الرد : ۱/۲۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## حائضہ عورت تلاوت قرآن مجید نہیں کر سکتی:

مسئلہ نمبر (۲۹۸): کیا حائضہ عورت کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کی ممانعت کسی حدیث شریف سے ثابت ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

حائضہ عورت کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کی ممانعت حدیث شریف سے ثابت ہے۔

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال لا تقرأ الحائض

ولا الجنب شیاً من القرآن“..... (ترمذی، باب ما جاء فی الجنب والحائض

انہما لا یقران القرآن : ۱ / ۱۲۹)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ

ﷺ نے فرمایا کہ حائضہ عورت اور جنبی آدمی قرآن میں سے کچھ (بنیت تلاوت)

نہ پڑھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ایام حیض میں درس و تدریس:

مسئلہ نمبر (۲۹۹): ایک عزت مآب خاتون اپنے علاقہ میں خواتین کو جمع کر کے ان کے سامنے قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کر کے اس کی تفسیر اور تشریح بیان کرتی ہے اور اس طرح وہاں کی خواتین اور بالغ لڑکیوں کو ترجمہ تلاوت آیات پڑھاتی ہے، کیا موصوفہ کے لیے اپنے مخصوص ایام کے اندر قرآن مجید کو علیحدہ کپڑے میں پکڑ کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھنا جائز ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

عورت کے لیے ایام مخصوصہ میں قرآن مجید کی درس و تدریس جائز ہے بشرطیکہ وہ عورت آیات قرآنی کو ایک ایک کلمہ پر ٹھہر کر ادا کرے اور قرآن مجید کو ہاتھ بھی نہ لگائے یا تلاوت غیر حائض عورت کرے اور ترجمہ و تشریح یہی استانی کریں، جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ دوسری لڑکی سے تلاوت کروائے اور خود تفسیر و تشریح کرے۔

”وقرأ قرآن بقصدہ ومسہ ولو مکتوبا بالفارسیۃ فی الاصحح الا بغلافہ المنفصل

کما مر قال ابن عابدین تحت قوله (وقراءة قرآن) ای ولو دون آية من

المרכبات لا المفردات لانه جوز للحائض المعلمة تعلیمه کلمة

کلمة“..... (رد المحتار : ۱ / ۲۱۴)

”وإذا حاضت المعلمة فينبغي لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين ولا يكره لها التهجي بالقرآن كذا في المحيط“..... (الهندية : ٣٨ / ١)  
(و كذا في المحيط : ٣٠٣ / ١ والبحر : ٣٢٨ / ١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ایام حیض میں حفظ کرنا اور دینی تعلیم حاصل کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۰۰): حفظ کے دوران طالبات کو ماہواری آجائے تو کیا حفظ کی طالبات ان دنوں میں حفظ کی تعلیم جاری رکھ سکتی ہیں یا کر نہیں؟ مدارس کی طالبات اگر اس وجہ سے چھٹی کریں تو اس میں ان کے تعلیمی نقصان کا اندیشہ ہے، تو یہ طالبات اپنی تعلیم کس طرح جاری رکھ سکتی ہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

حفظ کے دوران ایام ماہواری میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا بالکل درست نہیں ہے، لہذا اس دوران تعلیم جاری نہیں رکھ سکتیں اور جو طالبات مدارس میں دینی کتب پڑھتی ہیں وہ تعلیم جاری رکھ سکتی ہیں، کتابوں کو چھو سکتی ہیں پڑھ سکتی ہیں، ہاں البتہ وہ تفسیر جس میں قرآن غالب ہو وہ قرآن کے حکم میں ہے اس کو چھونا مکروہ ہے اور وہ تفسیر جس میں قرآن غالب نہ ہو تو اس کو چھونا درست ہے۔

”ومنہا ان لا تقرأ القرآن عندنا لحديث ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان ینہی

الحائض والجنب عن قراءة القرآن ، والآية ومادونها في تحريم القراءة سواء )

هكذا ذكر الكرخي في كتابه“..... (المحيط البرهاني : ٢٠٢ / ١)

”ولا يجوز للجنب والنفساء قراءة القرآن ، لقوله عليه السلام لا تقرأ الحائض

والجنب شيأ من القرآن، رواه الترمذی وابن ماجه“..... (منية المصلى : ٢٩)

”(والتفسير كمصحف لا الكتب الشرعية) فانه رخص مسها باليد لا

تفسير(قوله لكن في الاشباه)..... اقول الاظهر والاحوط القول الثالث ای

کراہتہ فی التفسیر دون غیرہ لظہور الفرق فان القرآن فی التفسیر اکثر منه

فی غیرہ“..... (ردالمحتار : ١٣٠ / ١)

”قوله ولو قيل به ( ای بهذا التفصيل بان يقال ان كان التفسير اكثر لا يكره وان كان القرآن اكثر يكره“..... (ردالمختار : ۱ / ۱۳۰)  
 ”ولا يكره قراءة القنوت في ظاهر الرواية كذا في التبيين وعليه الفتوى كذا في التجنيس والظهيرية ويجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الاذان ونحو ذلك كذا في السراجية“..... (الهنديّة : ۱ / ۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ایام حیض ونفاس میں اذان کا جواب دینا:

مسئلہ نمبر (۳۰۱): میں بے وضو ہونے کی حالت میں اذان کا جواب دے سکتی ہوں کہ نہیں اور اسی طرح جب مجھے کپڑے آتے ہیں ان ایام میں، اذان کا جواب دینا ٹھیک ہے کہ نہیں۔؟ برائے کرم جواب عنایت فرمادیجئے۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں ایام حیض ونفاس وغیرہ میں اذان کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

”ومن سمع الاذان فعليه ان يجيب وان كان جنبا لان اجابة الاذان ليس

بأذان“..... (خلاصة الفتاوى : ۱ / ۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### حالت حیض میں عمرہ ادا کرنے کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۳۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک عورت مدینہ منورہ سے ایام حیض میں احرام باندھ کر مکہ معظمہ آجاتی ہے اور اپنی عادت کے چھ دن پورے کر کے پاک ہو جاتی ہے اور عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیتی ہے، ایک دن بعد اپنی واپسی پرواز سے پاکستان آجاتی ہے پھر اچانک بالکل خلاف عادت اور خلاف معمول دسویں دن سے پھر خون آنے لگتا ہے۔

۱۔ کیا اس کا عمرہ درست ہوگا؟

۲۔ اگر درست نہیں ہوا تو تلافی کیسے ہو سکتی ہے؟

وضاحت: خون دسویں، گیارہویں بارہویں اور تیرہویں دن بھی آتا رہا۔  
نوٹ: حیض کے اختتام کے قریب احتیاطاً حیض بند کرنے والی دوا کھائی تھی شاید اس کی وجہ سے یہ خرابی واقع ہوئی ہے۔ حیض کے معمول میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اس عورت کا عمرہ ادا ہو گیا ہے کیونکہ بقول آپ کے خون دسویں دن سے تجاوز کر کے گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں دن بھی آتا رہا تو اس میں عادت کے چھ دن کو حیض شمار کیا جائے گا اور بعد میں آنے والے خون کو استحاضہ شمار کیا جائے گا۔

”وان جاوز العشرة ففي المبتدأة حیضها عشرة ايام وفي المعتادة معروفتها في الحيض حیض والطهر طهر هكذا في السراج الوهاج“..... (الهنديّة : ٣٤٠/١)

” (قوله وكذا الحيض ) یعنی ان زاد على عشرة في المبتدأة فالزائد استحاضة وترد المعتادة لعادتها اه“..... (ردالمحتار : ٢٢٠/١)

” (ولو زاد الدم على عشرة ايام ولها عادة معروفة دونها ردت الى ايام عادتها) فيكون الزائد على العادة استحاضة اه“..... (فتح القدير : ١٥٤/١)

”وان جاوز العشرة فعادتها حیض وما زاد عليها استحاضة“..... (بدائع الصنائع : ١٥٨/١)

”ومما يتصل بهذه مسائل ، اذا عاودها الدم في العشرة بطل الحكم بطهارتها مبتدئة كانت او معتادة..... وهذا الذي ذكرناه اذا عاودها الدم في العشرة ولم تزد على العشرة وطهرت بعد ذلك طهر اصحاحا..... اما اذا زاد على العشرة اولم يزد لكن انتقص الطهر بعد ذلك عن خمسة عشر ففي المبتدئة العشرة حیض ، وفي المعتادة ايامها المعتادة حیض“..... (التارخانية : ٢٨٥/١ ، مطبوعه جديد)

”وان كانت عادتها خمسة فالزيادة عليها حیض معها الى تمام العشرة لما ذكرناه في المبتدئة بالحیض وان جاوز العشرة فعادتها حیض وما زاد عليها استحاضة“..... (بدائع الصنائع : ١٥٨/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ایام نفاس کتنے دن ہیں؟:

مسئلہ نمبر (۳۰۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بچے کی پیدائش سے بعض لوگ چالیس دن اور بعض تیس دن کہتے ہیں اصل میں کتنے دن نماز نہیں پڑھنی ہوتی ہے اس کا تعلق جنس سے ہے، بچہ، بچی سے ہے یا خون کے آنے اور نہ آنے سے ہے جواب تحریر فرمائیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے اس کو نفاس کا خون کہتے ہیں اور حالت نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے، چاہے خون جاری بھی رہے، اور اس کی کم از کم مدت متعین نہیں چنانچہ ایک لمحہ بھی ہو سکتا ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ حالت نفاس میں صوم و صلوٰۃ ممنوع ہے، لہذا چالیس دن تک جب تک نفاس کا خون آتا رہے تو نماز نہ پڑھے اور جب بھی چالیس دن کے اندر خون آنا بند ہو جائے تو اس وقت سے غسل کر کے نمازیں پڑھنا شروع کر دے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ چالیس دن یا تیس دن نمازیں نہیں پڑھے گی یا اس کا تعلق جنس ولد کے ساتھ ہے، ان کی بات بالکل غلط ہے۔

”ولا حد لأقله واكثره اربعون يوما“..... (کنز الدقائق : باب الحيض، ۲۳)

”إذا انقطع دم المرأة دون عاداتها المعروفة في حيض او نفاس اغتسلت حين

تخاف فوت الصلوة وصلت“..... (خلاصة الفتاوى : ۱ / ۲۳۱)

”ولو انقطع دمها دون عاداتها يكره قربانها وان اغتسلت حتى يمضي عاداتها

وعليها ان تصلي وتصوم للاحتياط هكذا في التبيين“..... (الهندية : ۱ / ۳۹)

”وذكر شيخ الاسلام في مبسوطه اتفق اصحابنا على ان اقل النفاس ما يوجد

فانها كما ولدت اذا رأت الدم ساعة ثم انقطع الدم عنها فانها تصوم وتصلي

وكان ما رأت نفاسا لا خلاف في هذا بين اصحابنا“..... (البحر الرائق :

۳۸۰ / ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت:

مسئلہ نمبر (۳۰۴): ایک عورت جو ان حیض کے ساتھ اور اس کا خون جاری ہوا اور دس دن سے تجاوز کر گیا بلکہ پورا مہینہ خون جاری رہا تو اب اس کی ترتیب کیا ہوگی جب کہ عند الاحناف اکثر مدت حیض دس دن ہے۔

بینواتو جروا

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مذکورہ عورت کے ابتدائی دس دن حیض کے شمار ہونگے اور ان میں عورت صوم و صلوٰۃ اور دیگر ایام حیض کے درمیان ممنوع اشیاء ترک کر دے گی اور بقیہ دن استحاضہ کے شمار ہونگے اور ان دنوں میں عورت صوم و صلوٰۃ اور دیگر احکام شرعیہ کی پابند ہوگی۔

”قوله ولو مبتدأة فحيضها عشرة ونفاسها اربعون اى لو كانت المستحاضة ابتدأت مع البلوغ مستحاضة او مع الولد الاول فحيضها ونفاسها الاكثر لان الاصل الصحة فلا يحكم بالعارض الا بيقين اه“..... (البحر الرائق : ۱ / ۳۷۲)

”الا لمن بلغت مستحاضة فيقدر حيضها بعشرة و طهرها بخمسة عشر يوما ونفاسها باربعين“..... (حاشية طحطاوى على مراقى الفلاح : ۱۴۱)

”والحاصل ان المبتدأة اذا استمر دمها فحيضها فى كل شهر عشرة و طهرها عشرون كما فى عامة الكتب“..... (رد المحتار : ۱ / ۲۰۹)،

”والحيض يسقط عن الحائض الصلوة ويحرم عليها الصوم وتقضى الصوم ولا تقضى الصلوات لقول عائشة رضى الله عنها كانت احدا نا على عهد رسول الله ﷺ اذا طهرت من حيضها تقضى الصيام ولا تقضى الصلوات ولان فى قضاء الصلوات حرجا لتضاعفها ولا حرج فى قضاء الصوم“..... (الهداية : ۱ / ۲۲)

”وان جاوز العشرة ففى المبتدأة حيضها عشرة ايام“..... (الهندية : ۱ / ۳۷)

”اما المبتدأة بالحيض وهى التى ابتدئت بالدم واستمرت بها فبالعشرة من أول

الشهر حیض لان هذا دم فی ایام الحيض وأمكن جعله حیضاً، وما زاد على العشرة يكون استحاضة، لانه لا مزيد للحيض على العشرة“.....(بدائع الصنائع: ۱/ ۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۳۰۵): اگر کوئی آدمی حالت حیض میں اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے ؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنا حرام ہے، لہذا ایسا آدمی توبہ واستغفار کرے اور مستحب یہ ہے کہ یہ صدقہ بھی کرے، اگر حیض کے ابتدائی دنوں میں اس گناہ کا ارتکاب ہوا ہے تو پھر ایک دینار کی مالیت صدقہ کرے اور اگر آخری ایام میں جماع کیا ہے تو پھر نصف دینار کی مالیت صدقہ کرے۔

”(و) يحرم بالحيض والنفاس ( الجماع والاستمتاع بما تحت السرة الى تحت الركبة ) لقوله تعالى ولا تقربوهن حتى يطهرن ، وقوله ﷺ لك ما فوق الا زار فان وطئها غير مستحل له يستحب ان يتصدق بدینار او نصفه ويتوب ولا يعود وجزم فی المبسوط وغيره بكفر مستحله“.....(حاشیة طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱۴۵، ۱۴۶)

”قوله ( يستحب ان يتصدق بدینار او نصفه ) قيل ان كان الدم اسود تصدق بدینار ، وان كان اصفر فبنصفه ، ويشهدله ما رواه ابو داؤد وصححه الحاكم اذا وقع الرجل اهله وهی حائض ان كان دما احمر فليصدق بدینار وان كان اصفر فبنصف دینار وقيل ان كان فی اول الحيض فبدینار والا فبنصفه“..... ( حاشیة الطحطاوی : ۱۴۶ )

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**حالت نفاس میں نکاح کرنا:**

مسئلہ نمبر (۳۰۶): ایک عورت کو تین طلاقیں دی گئیں اور عدت گزر گئی ہے یعنی حاملہ نہیں تھی، لیکن بعد میں اس نے زنا کیا اس سے حاملہ ہو گئی اور پھر اس کا حمل ضائع کرادیا، اب اس کو نفاس آ رہا ہے آیا ایسی حالت میں نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

صورت مسئلہ میں نکاح درست ہے، البتہ وطی نہ کرے جب تک عورت نفاس سے پاک نہ ہو۔  
 ”(و) صح نکاح (جسلی من زنا) لاجسلی (من غیر الخ) وان حرم وطؤها  
 ودواعیہ (حتی تضع الخ) و صح نکاح الموطوءة بملک او الموطوءة بزنا اہ“  
 ..... (الدر المختار : ۲ / ۳۱۶، ۳۱۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

**ایام ماہواری میں صرف نماز معاف ہے:**

مسئلہ نمبر (۳۰۷): ایام ماہواری میں جس طرح نماز معاف ہوتی ہے کیا اس طرح روزے بھی معاف ہو جاتے ہیں؟ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح نماز ایام ماہواری میں معاف ہوتی ہے تو اس طرح روزے بھی معاف ہو جاتے ہیں کیا یہ بات درست ہے۔؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

ایام ماہواری میں صرف نماز معاف ہوتی ہے، البتہ روزے بعد میں قضا کرنا ضروری ہے۔  
 ”والحيض يسقط عن الحائض الصلوة ويحرم عليها الصوم وتقضى الصوم  
 ولا تقضى الصلوات لقول عائشة رضي الله تعالى عنها كانت احدا نا على  
 عهد رسول الله ﷺ اذا طهرت من حيضها تقضى الصيام ولا تقضى  
 الصلوات ولان في قضاء الصلوات حرجا لتضاعفها ولا حرج في قضاء  
 الصوم“ ..... (الهداية: ۱ / ۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب عورتیں حیض سے پاک ہو جاتیں تو روزوں کی قضا کرتی تھیں اور نمازوں کی قضا نہیں (صاحب ہدایہ فرماتے ہیں) دوسری وجہ یہ ہے کہ نمازوں کی قضا میں حرج ہے جبکہ روزوں کی قضا میں حرج نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

### ایام حیض میں تلاوت کے علاوہ دیگر اذکار کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰۸): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

- ۱۔ ایام حیض میں تلاوت قرآن مجید کے علاوہ تمام اذکار جائز ہیں؟
  - ۲۔ جن، جادو وغیرہ کے توڑ کے لیے بطور علاج قرآنی آیات سے نہانا اور خصوصاً ایام حیض میں نہانا شرعاً کیسا ہے؟
  - ۳۔ غسل کی حاجت میں آیات قرآنیہ کے علاوہ مثلاً اسماء اللہ پڑھ کر دم کرنا از روئے شریعت کیسا ہے؟
- کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیکر مطمئن فرمائیں۔ (شکریہ)

### الجواب باسم الملك الوهاب

ایام حیض میں تلاوت قرآن مجید کے علاوہ تمام اذکار جائز ہیں۔

”ويستحب للحائض إذا دخل وقت الصلوة أن تتوضأ وتجلس عند مسجد

بيتها تسبح وتهلل قدر ما يمكنها أداء الصلوة لو كانت طاهرة كذا في

السراجية“..... (الهنديّة: ۳۸/۱)

- ۲۔ ایام حیض میں آیات قرآنیہ سے لکھے ہوئے تعویذ سے نہانا مناسب نہیں ہے، ادب کے خلاف ہے۔

- ۳۔ حائضہ اور جنبی کے لیے اسماء اللہ پڑھ کر دم کرنا جائز ہے۔

”ولا بأس لحائض وجنب بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى

وتسبيح الخ“..... (الدر المختار على هامش الرد: ۲۱۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

## ایام حیض میں عورت کا قرآن کو چھونے اور پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰۹): یہاں امریکہ میں کچھ اسلامی ادارے ہیں جہاں عورتیں قرآن و تفسیر پڑھاتی ہیں، البتہ یہ قرآن کو چھونا، پڑھنا اور پڑھنا ایام حیض میں بھی جاری رکھتی ہیں اور اسی طرح طالبات بھی کرتی ہیں یہ کہتی ہیں کہ بحرین (مشرق وسطی) کے علماء نے اجازت دی ہے۔

سوالات یہ ہیں:

- ۱۔ کیا ایک مسلمہ ایام حیض میں قرآن پاک چھو کر قرأت کر سکتی ہے؟
  - ۲۔ کیا طالبہ قرآن کو ایام حیض میں چھو کر پڑھ سکتی ہے؟
  - ۳۔ کیا کوئی حافظہ ایام حیض میں قرآن پڑھ سکتی ہے؟
  - ۴۔ کیا ایک حفظ قرآن کی طالبہ ایام حیض میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی ہے یا نہیں؟
- ہمیں جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیا جائے، چونکہ یہاں امریکہ میں سلفیوں اور اہل حدیث لوگوں کے باعث بڑی جہالت پھیلی ہوئی ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۴-۱) حائضہ عورت تلاوت کلام پاک نہیں کر سکتی، چاہے وہ حافظہ ہو یا غیر حافظہ البتہ استثنائی (معلمہ) حالت حیض میں قرآن مجید پڑھا سکتی ہے، لیکن وہ پوری آیت نہیں پڑھ سکتی، بلکہ ایک ایک کلمہ کو الگ الگ کر کے پڑھا سکتی ہے۔

”فی الدر المختار: (و) یحرم به (تلاوة القرآن) ولو دون آية علی المختار

(بقصدہ) وفي الرد (قوله أى من المركبات لا المفردات لأنه جواز للحائض

المعلمة تعليمه كلمة كلمة الخ) (الدر مع الرد: ۱/ ۱۲۷)

البتہ حافظہ ایام حیض میں نہ جہرا پڑھے نہ سرا پڑھے، صرف ذہن میں تصور کرے تو جائز ہے اس لیے کہ قرأت قرآن منع ہے اور متصور کو کوئی بھی قاری نہیں کہتا۔

”ولیس للحائض والجنب والنفساء قراءة القرآن (لقوله عليه السلام لا تقرأ

الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن“..... (الهداية: ۱/ ۶۲)

البتہ حائضہ بوقت ضرورت قرآن مجید کو ایسے کپڑے کے ساتھ چھو سکتی ہے جو اس نے پہنا نہ ہو مثلاً رومال

وغیرہ سے۔

”ومنها حرمة مس المصحف لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به هو الصحيح هكذا في الهداية وعليه الفتوى كذا في الجوهر النيرة ..... ولا يجوز لهم مس المصحف بالثياب التي هم لا بسوها ويكره لهم مس كتب التفسير والفقه والسنن“..... (الهندية: ٣٩، ٣٨ / ١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### حالت حیض میں جماع کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۱۰): السلام علیکم گزارش ہے کہ اس مسئلہ میں علماء ومفتیان کرام کیا فرماتے ہیں کہ ایک عورت حالت حیض میں ہے جب کہ اس کے خاوند کو شدت سے طلب تھی اور اس حالت میں خاوند نے عورت کے فرج میں دخول کر دیا، اب اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ حالت حیض میں مرد سے صبر نہ ہو تو اس صورت میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ اپنی اس خواہش کو کیسے پورا کرے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

حالت حیض میں جماع کرنا حرام ہے، اگر حالت حیض میں جماع کر لیا تو اس گناہ کی تلافی کے لیے کثرت سے توبہ واستغفار کرے، البتہ بہتر ومستحب یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ صدقہ کر دے، اگر مرد سے صبر نہ ہوتا ہو تو ناف سے گھٹنوں تک کے علاوہ جسم کے کسی حصہ سے اپنی خواہش کو پورا کر لے۔

”قوله ومنها حرمة الجماع هكذا في النهاية والكفاية“..... (الهندية: ٣٩ / ١)

”قوله وقربان ماتحت الازار ای ویمنع الحیض قربان زوجها ماتحت ازارها اما حرمة وطئها عليه فمجمع عليها لقوله تعالى ولا تقر بوهن حتى يطهرن وطؤها في الفرج عالما بالحرمة عامدا مختارا كبيرة لا جاهلا ولا ناسيا ولا مكرها فليس عليه الا التوبة والاستغفار وهل يجب التعزير ام لا ويستحب ان يتصدق بدينار او نصفه“..... (البحر الرائق: ٣٢٢ / ١)

”يجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها وبالركبة وماتحتها والمحرم الاستمتاع

بما بینہما وہی احسن من عبارة بعضهم يستمتع بما فوق السرة وماتحت  
الركبة كما لا يخفى فيجوز له الاستمتاع فيما عدا ما ذكر بوطء وغيره  
ولو بلا حائل“.....(البحر الرائق : ۱/۳۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### حالت حیض میں قرآن کی تلاوت کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وہ طالبات جو کہ قرآن مجید حفظ کر رہی ہوں کیا وہ قرآن پاک کو ہاتھ لگائے بغیر حالت حیض میں قرآن پاک پڑھ سکتی ہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں حالت حیض میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے البتہ آیت کو توڑ توڑ کر یعنی علیحدہ علیحدہ ایک ایک کلمہ ٹھہر ٹھہر کر یاد عاوی آیات کو بنیت دعا پڑھنا جائز ہے۔

”ومنها حرمة قراءة القرآن لاتقرء الحائض والنفساء والجنب شيئا من القرآن والاية ومادونها سواء فى التحريم على الاصح الا ان لا يقصد بمادون الآية القراءة مثل ان يقول الحمد لله يريد الشكر او بسم الله عند الاكل او غيره فانه لا باس به“.....(الفتاوى الهندية: ۱/۳۸)

”واذا حاضت المعلمة فينبغى لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين ولا يكره لها التهجي بالقرآن كذا فى المحيط“.....(الفتاوى الهندية: ۱/۳۸)

”واما قراءة القرآن قالوا ان القرآن يخرج عن كونه قرآنا بالقصد فجوز للجنب والحائض قراءة ما فيه من الاذكار بقصد الذكر والادعية بقصد الدعاء“.....(الاشباه والنظائر: ۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## لڑکی کی عمر بلوغت:

مسئلہ نمبر (۳۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی جس کی عمر تیرہ سال یا ساڑھے تیرہ سال ہو تو آیا وہ شرعی لحاظ سے بالغ ہو چکی ہے یا نہیں؟ اور کس عمر کی لڑکی یقیناً بالغ شمار ہوتی ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ نو سال سے پہلے لڑکی نابالغ شمار ہوتی ہے، اگر علامات بلوغ میں سے کوئی علامت ظاہر ہو جائے تو وہ بالغ ہے اور علامات بلوغ لڑکی کے حق میں تین ہیں، (۱) احتلام ہونا (۲) حیض آنا (۳) حمل ٹھہر جانا، اگر پندرہ سال تک کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال پورے ہونے پر شرعاً بالغ شمار ہوگی۔

”فصل بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل هو الانزال والجارية بالاحتلام والحیض والحبل ولم يذكر الانزال صریحاً لانه قلما يعلم منها فان لم يوجد فيهما شيء حتى تم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى لقصر اعمار اهل زماننا وادنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين هو المختار كما في احكام الصغار (في الشامية قوله فان لم يوجد فيهما) اى في الغلام والجارية شيء مما ذكر الخ مفاده انه لا اعتبار لنبات العانة خلافا للشافعى ورواية عن ابى يوسف ولا اللحية واما نهود الثدى فذكر الحموى انه لا يحكم به فى ظاهر الرواية وكذا نقل الصوت كما فى شرح النظم الها ملئ ابو السعود وكذا شعر الساق والابط والشارب“..... (الدرمع الرد: ۵/ ۱۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## حائضہ عورت کا بغیر وضو کے روٹی کھانا:

مسئلہ نمبر (۳۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حائضہ عورت بغیر وضو کے روٹی کھا سکتی ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

حائضہ عورت بغیر وضو کے روٹی کھا سکتی ہے لیکن منہ کا دھونا مستحب ہے۔

”ویکرہ للجنب رجلا كان او امرأة..... ولا يكره ذلك للحائض والمستحب  
تطهير الفم في جميع المواضع كذا في فتاوى قاضى خان“  
.....(ہندیہ: ۳۳۷/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



حالت حیض میں جماع کرنے سے غسل کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱۴): حضرت مفتی صاحب حالت حیض میں عورت سے جماع کیا گیا اس پر غسل ضروری ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

اس صورت میں عورت پر غسل جنابت واجب نہیں ہے لیکن حالت حیض میں صحبت کرنا حرام ہے اس کا گناہ

ہوگا۔

”ویکفی غسل واحد لعيدو جمعة اجتماع جنابة كما لفرضی جنابة  
وحیض“.....(در المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۲۵)  
”قال فی التارخانیة تحت نوع آخر فی الاحکام التی تتعلق بالحیض ومنها انه  
یلزمها الاغتسال عند انقطاع الدم“.....(التارخانیة: ۱/۸۲، مطبوعه  
جدید رشیدیہ کوئٹہ)

”ویمنع الحیض قربان زوجها مات تحت ازارها اما حرمة وطئها علیه فمجمع  
علیها لقوله تعالی ولا تقر بهن حتی یطهرن ووطؤها فی الفرج عالم بالحرمة  
عامدا مختارا کبیرة لاجاها ولا ناسیا ولا مکرها فلیس علیه الا التوبة  
والاستغفار“.....(البحر الرائق: ۱/۳۴۲)

”ومن اتی المرءة فی حیضها فعليه الاستغفار والتوبة“.....  
(تاتارخانیة: ۱/۴۷۹، مطبوعه جدید رشیدیہ کوئٹہ)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ایام مخصوصہ کے بعد ہر چیز کی صفائی:

مسئلہ نمبر (۳۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حیض کے بعد جب عورت غسل کرے گی تو کیا ان چیزوں کو پاک کرنا بھی لازمی ہوگا جو دوران حیض اس کے استعمال میں رہ چکی ہوں، یعنی دوران حیض اس نے جن چیزوں کو استعمال کیا ان کا کیا حکم ہے؟ وہ ناپاک ہیں یا پاک ہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

ایام مخصوصہ کے بعد عورت کے لیے بدن کی پاکی کے علاوہ ہر اس چیز کو بھی پاک کرنا ضروری ہے جس پر دم حیض لگا ہو اور جس چیز پر دم حیض نہیں لگا اسے پاک کرنا ضروری نہیں ہے۔

”قوله يختص بالاول) وهو الحقيقي وازالته من البدن والثوب والمكان فرض ان كان القدر المانع وامكن ازالته من غير ارتكاب ما هو اشد“..... (حاشية الطحطاوى على الدر: ۱/ ۱۵۷)

”كل ما يخرج من بدن الانسان مما يوجب خروجه الوضوء او الغسل فهو مغلط كالغائط والبول..... وكذا دم الحيض والنفاس والاستحاضة الى ان قال فاذا اصاب الثوب اكثر من قدر الدرهم يمنع جواز الصلوة كذا في المحيط“..... (الهندية: ۱/ ۲۶)

”وروى انه عليه السلام قال لعائشة رضي الله عنها ناوليني الخمرة فقالت اني حائض فقال ليست حيضتك في يدك“..... (بدائع الصنائع: ۱/ ۲۰۸)

والله تعالى اعلم بالصواب



## جنبی اور حائضہ تعویذ باندھ سکتے ہیں:

مسئلہ نمبر (۳۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر تعویذ وغیرہ پر قرآن مجید یا اسمائے الہی لکھا گیا ہو تو ایسے تعویذات کو جنبی اور حائضہ بھی پہن سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کون سی شرائط کے ساتھ؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں تعویذات کو حائضہ اور جنبی بھی پہن سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ چہرہ وغیرہ میں بند ہوں۔

”ولابأس بان يشد الجنب والحائض التعاويذ على العضد اذا كانت ملفوفة“  
.....(شامية: ۵/۲۵، ومثله في قطب الارشاد: ۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### کیا ایام حیض میں دستاں پہن کر قرآن پاک پڑھا جاسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۱۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قاری صاحب چند عورتوں کو پڑھاتے ہیں اور عورتیں کہتی ہیں کہ ہمیں ایک قاری صاحب نے کہا تھا کہ ایام حیض میں بھی عورتیں ہاتھوں پہ دستاں چڑھا کر قرآن پاک کا سبق پڑھ سکتی ہیں کیونکہ یہاں یہ مقصد ثواب حاصل کرنا نہیں بلکہ تعلیم حاصل کرنا ہے اور اس کے لیے گنجائش ہے، کیا واقعی سبق پڑھنے کے لیے گنجائش ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں ایام حیض میں عورتوں کے لیے تعلیم کی غرض سے بھی تسلسل کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا یا پڑھانا جائز نہیں ہے، بلکہ ایک ایک کلمہ علیحدہ علیحدہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا یا پڑھانا ہوگا۔

”قوله وقراءة قرآن) ای ولودون آية من المركات لا المفردات لانه جوز

للحائض المعلمة تعليمه كلمة كلمة كما قدمناه وكالقرآن التوراة والانجيل

والزبور كما قدمه المصنف“.....(فتاویٰ شامی: ۱/۲۱۴)

البتہ حائضہ بوقت ضرورت قرآن مجید کو ایسے کپڑے کے ساتھ چھو سکتی ہے جو اس نے پہنا نہ ہو مثلاً رومال وغیرہ سے۔

”ومنها حرمة مس المصحف لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس

المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو

متصل به هو الصحيح هكذا في الهداية وعليه الفتوى كذا في الجوهرة

النيرة ..... ولا يجوز لهم مس المصحف بالثياب التي هم لا بسوها ويكره لهم

مس كتب التفسير والفقه والسنن“.....(الهندية: ۳۹، ۱/۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ایام ماہواری میں قضاء شدہ نمازوں اور روزوں کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کیا ایام ماہواری میں جو روزے اور نمازیں رہ جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت کریں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

ایام ماہواری میں عورت سے جو روزے رہ جاتے ہیں ان کی قضاء عورت پر لازم ہے البتہ ان ایام کی نمازوں کی قضاء نہیں ہے۔

”قال ولا تصلى الحائض ولا تصوم لقوله عليه الصلوة والسلام فى بيان نقصان دين المرأة تقعد احداهن شطرا عمرها لاتصوم ولا تصلى يعنى زمان الحيض فاذا طهرت قصت ايام الصوم ولا تقضى الصلاة لما تقدم بيانه“..... (مبسوط للسرخسى: ۳/۸۸)

”الفصل الرابع فى احكام الحيض والنفاس والاستحاضة الى ان قال ومنها ان يسقط عن الحائض والنفاس الصلوة فلا تقضى هكذا فى الكفاية الى ان قال ومنها ان يحرم عليهما الصوم فتقضيانه هكذا فى الكفاية“..... (فتاوى الهندية: ۱/۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## دوران حفظ حائضہ طالبات کے لیے قرآن مجید پڑھنے کی صورت:

مسئلہ نمبر (۳۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران حفظ طالبات کو اگر ماہواری آجائے تو کیا حفظ کی طالبات ان دنوں میں حفظ کی تعلیم جاری رکھ سکتی ہیں یا نہیں؟ جو طالبات مدارس میں پڑھتی ہیں اگر وہ چھٹی کریں تو کافی نقصان ہوتا ہے تو یہ طالبات ان ایام میں چھٹی کریں یا اپنی تعلیم کو جاری رکھیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر طالبات کو دوران حفظ ماہواری آجائے تو علیحدہ علیحدہ ایک ایک کلمہ کر کے قرآن پاک پڑھ بھی سکتی ہیں اور پڑھا بھی سکتی ہیں اور اپنی تعلیم کو اس طرح جاری رکھ سکتی ہیں۔

”واذا حاضت المعلمة فينبغي لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين ولا يكره لها التهجي بالقرآن كذا في المحيط“..... (فتاوى الهندية: ٣٨ / ١)

”قوله وقراءة القرآن اى ولودون آية من المركبات لا المفردات لانه جوز للحائض المعلمة تعلية كلمة كلمة“..... (رد المحتار: ٢١٢ / ١)

”واذا حاضت المعلمة فينبغي لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين على قول الكرخي رحمه الله وعلى قول الطحاوي رحمه الله تعلم نصف آية وتقطع ثم تعلم نصف آية ولا يكره لها التهجي بالقرآن“..... (فتاوى التاتارخانية: ٢٨٠، ٢٨١ / ١، مطبوعه جديدرشيديه كوئٹہ)

”وفى النهاية وغيرها واذا حاضت المعلمة فينبغي لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين على قول الكرخي وعلى قول الطحاوي تعلم نصف آية الخ اه“..... (البحر الرائق: ٣٢٨ / ١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**اگر ہمبستری کے دوران عورت کو حیض آجائے تو وہ غسل کب کرے گی؟**

مسئلہ نمبر (۳۲۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) بیوی سے ہمبستری کرتے وقت اگر اس کو حیض کا خون آجائے یا ہمبستری کے بعد خون آجائے تو کیا عورت کو اسی وقت غسل کرنا چاہیئے یا کہ حیض کا خون بند ہونے پر؟
- (۲) کیا کوئی اپنی بیوی کو نام لے کر پکار سکتا ہے؟ اور کبھی محترمہ کے لفظ کے ساتھ بھی پکار سکتا ہے؟
- (۳) کیا مرد اپنی بیوی کے پستان چوس سکتا ہے؟ اس سے کوئی گناہ تو نہیں جب کہ دودھ کی حالت میں نہ ہو؟
- (۴) کیا کوئی عورت اپنے خاوند کے پاؤں چوم سکتی ہے؟ اس میں کوئی مضائقہ تو نہیں ہے؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات بالترتیب مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) جب عورت جنبی تھی اور ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ حیض آ گیا تو اب حکم یہ ہے کہ اس پر فی الحال غسل واجب نہیں بلکہ جب حیض سے پاک ہو تو تب غسل کرے، ایک ہی غسل دونوں کی طرف سے ہو جائے گا۔
- (۲) اپنی بیوی کو نام لے کر پکار سکتا ہے اور محترمہ کے لفظ سے بھی پکار سکتا ہے۔
- (۳) اپنی بیوی کے پستان چوسنا جائز ہے جب کہ دودھ کی حالت میں نہ ہو اور اگر دودھ آجائے تو اسے تھوک دے اور کلی کر دے۔
- (۴) عورت اپنے خاوند کے پاؤں چوم سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

”المرءة اذا اجنبت ثم حاضت ان شاءت اغتسلت وان شاءت اخرت الاغتسال لانه لا فائدة في التعجيل فانها ان كانت تخرج من الجنابة لا تخرج من الحيض وحكمهما واحد“..... (قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ۱/۴۵)

”قال الشرنبلالی فعلم من مجموع ما ذكرنا اباحة تقبيل اليد والرجل والرأس والكشح كما علم من الاحاديث المتقدمة اباحتها على الجبهة وبين العينين وعلى الشفتين اذا كان على وجه المبرة والاكرام فاما اذا كان على وجه الشهوة فلا يجوز الا في حق الحليل والحليلة“..... (حاشية الطحطاوى على الدر: ۴/۱۹۲)

”مص ١٣٢٢ زوجه لم تحرم“..... (الدر المختار: ۱/۲۱۴)

”لانه يجوز له ان يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها“..... (رد المحتار على الدر المختار: ۱/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت خاکی یا زرد رنگ کا پانی دیکھے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیض سے پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد اگر خاکی یا زرد رنگ کا پانی خارج ہو تو کیا دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت ہے؟ جب کہ حیض سے پہلے اور پاکیزگی کے دوران بھی کبھی کبھی خاکی یا زرد رنگ کا پانی خارج ہوتا ہو۔

نوٹ: اگر ایسا پہلے نہ ہوتا ہو یعنی پاکیزگی کے دوران اور حیض سے پہلے زرد یا خاک رنگ کے پانی کا اخراج بلکہ پچھلے چند مہینوں سے ایسا مسئلہ درپیش ہو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟  
 تنقیح: ماہواری کی عادت کتنے دن کی ہے نیز یہ پانی جو خارج ہوتا ہے یہ ماہواری سے کتنے دن پہلے آتا ہے اور کتنے دن تک جاری رہتا ہے؟ (از دارالافتاء)

☆ پانی کا اخراج تقریباً ایک دن پہلے مگر زیادہ دن پہلے نہیں۔

☆ ماہواری کی عادت ۶ یا ۷ دن ہے، اس میں ماہواری سے پہلے اور بعد میں جو پانی خارج ہوتا ہے وہ شامل نہیں ہے۔

☆ ماہواری کے بعد پانی کا اخراج تقریباً دو دن تک رہتا ہے ایک دو مرتبہ زیادہ دن بھی رہا جس پر دسویں دن کے بعد غسل کر لیا۔

نوٹ: یہ بھی بتادیں کہ اس صورت میں کیا کیا جائے اگر ماہواری کی عادت ۵ یا ۶ دن ہو اور ماہواری کے بعد جو پانی کا اخراج ایک دن تک ہوتا ہو لیکن ماہواری سے پہلے اور پاکی کی حالت میں بالکل نہ ہوتا ہو صرف لیکوریا (بے رنگ) کی شکایت ہو؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

ایام حیض میں خاک اور زرد رنگ کا پانی حیض ہی شمار ہوگا جب کہ دس دن کے اندر اگر اس سے پہلے غسل کر لیا تو دوبارہ غسل کرنا ہوگا اور اگر پاکی کے دوران خاک یا زرد رنگ کا پانی آتا ہے تو اگر پاکی کے پندرہ دن گزر چکے ہیں تو وہ بھی حیض ہے، خالص سفید پانی حیض نہیں ہے۔

”قوله وماسوى البياض الخالص حيض..... عن ام عطية قالت كنا لانعد

الكدره والصفرة بعد الطهر شيئا وهذا يدل على انهما في ايام الحيض حيض

لانها قيدت بما بعد الطهر“.....(البحر الرائق: ۱/۳۳۴)

”والبياض على مذهبهم جميعا ليس بحيض“.....(فتاوى التاتارخانية:

۱/۴۷۶، مطبوعه جديدر شيديه كوئٹہ)

”(ومانراه) من لون ككدره وترايبه) فى مدته) المعتادة) سوى بياض

خالص“.....(درمختار على هامش ردالمحتار: ۲۱۱، ۲۱۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## حج کے دوران اگر عورت کو حیض آجائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۳۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں حائضہ عورت کے لیے طواف وداع کا انتظار ضروری ہے یا نہیں؟

کیا حج میں عورت زعفرانی کپڑے پہن سکتی ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر عورت وہاں ٹھہر نہ سکتی ہو تو اپنے شوہر کے ساتھ واپس چلی جائے اور طواف وداع نہ کرنے کی وجہ سے اس پر دم لازم نہ آئے گا لیکن اگر پاک ہونے کا انتظار کرے اور طواف وداع کر کے واپس آئے تو یہ افضل ہے۔

”قال ابن عابدين تحت قوله (الاعلى اهل مكة) طاف للصدر وسعى وهو واجب الاعلى اهل مكة افاد وجوبه على كل حاج آفاقي مفردا ومتمتع اوقارن بشرط كونه مدر كاكملفا غير معذور فلا يجب على المكي ولا على المعتمر مطلقا وفائت الحج والمحصر والمجنون والصبي والحائض والنفساء“..... (رد المحتار: ۲/۲۰۲)

”وحيضها لا يمنع الا الطواف وهو بعد حصول ركنيته بسقط طواف الصدر (قوله يسقط طواف الصدر) اى يسقط وجوبه عنها كما قدمناه ولا دم عليها“..... (الدر مع رد المحتار: ۲/۲۰۶)

”وطواف الصدر واجب على الحاج..... ولا يجب على الحائض والنفساء ولا على فائت الحج كذا فى المحيط للسرخسى“..... (فتاوى الهندية: ۱/۲۳۴)

”وان حاضت بعد مرات البيت وطافت جاز لها ان تنفرو وليس عليها طواف الصدر“..... (فتاوى خانية على هامش الهندية: ۱/۳۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## نذر کے روزوں کے دوران اگر حیض آجائے تو قضاء کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے تین مہینے روزہ کی نذر مانی ہو تو ایام حیض کے روزوں کی قضاء کرنا حیض کے بعد ضروری ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں عورت پر ایام حیض کے روزوں کا قرض حیض کے بعد ضروری ہے اس کی وجہ سے نذر میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

”وإذا وجبت المرأة على نفسها صوم سنة بعينها قضيت أيام حيضها لأن تلك السنة قد اتخلوا عن أيام الحيض فصح الإيجاب كذا في فتاوى قاضي خان“..... (فتاوى الهندية: ۱/۲۱۰، قاضي خان على الهندية: ۱/۲۱۹)

”واما المرأة إذا نذرت صوم سنة بعينها فالجواب في حقها كالجواب في حق الرجل يلزمها أحد عشر شهرا بنذرها وتقتضي أيام حيضها لأن النذور إذا كان مضافا إلى سنة بعينها إذا كان مضافا إلى كل يوم من تلك السنة فليزِمها صوم يوم حيضها“..... (المحيط البرهاني: ۳/۳۷۳، خلاصة الفتاوى: ۱/۲۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## دوران اعتکاف اگر عورت کو حیض آجائے تو اعتکاف کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں دوران اعتکاف اگر عورت کو حیض آجائے تو عورت کیا کرے؟ اور کیا اس اعتکاف کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے دوران اگر عورت کو حیض آجائے تو حیض آتے ہی اعتکاف ختم ہو جائے گا اور بعد میں ایک دن کا اعتکاف بمع روزہ کے رکھنا ضروری ہے۔

”إذا فسد الاعتكاف الواجب وجب قضاءه فان كان اعتكاف شهر بعينه اذا فطر يوما يقضى ذلك اليوم وان كان اعتكاف شهر بعينه بغير عينه يلزمه

الاستقبال سواء افسده بصنعه من غير عذر كالخروج والجماع والاكل في النهار او بعذر كما اذا مرض فاحتاج الى الخروج او بغير صنعه كالحيض والجنون والاغماء الطويل كذافي فتح القدير “..... (فتاوى الهندية : ١/٢١٣)

” فان كان اعتكاف شهر بعينه يقضى قدر ما فسد ليس غير ولا يلزمه الاستقبال كالصوم المنذور به في شهر بعينه اذا افطر يوما يقضى ذلك اليوم..... سواء افسده بصنعه من غير عذر كالخروج والجماع والاكل الالردة اولعذر كما اذا مرض فاحتاج الى الخروج او بغير صنعه كالحيض والجنون والاغماء الطويل “..... (فتح القدير: ٢/٣١٢)

” كذافي بدائع الصنائع: ٢/٢٨٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### حفظ کرنے والی طالبات کو اگر ماہواری آجائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ کی پڑھنے والی طالبات جو قرآن پاک حفظ کرتی ہیں اگر ان کو دوران حفظ ماہواری آجائے تو کیا حکم ہے؟ وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی ہیں یا نہیں؟ اگر تعلیم جاری نہ رکھیں تو اس میں حرج آتا ہے اور اگر جاری رکھیں تو اس کا طریقہ کار کیا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

ایام حیض کے زمانہ میں مذکورہ عذر کی وجہ سے قرآن مجید کی تلاوت کی اجازت نہیں اور یاد کیا ہوا نہ بھولنے کے دو طریقے ہیں (۱) کپڑے وغیرہ سے قرآن شریف کھول کر بیٹھے اور قلم وغیرہ سے ورق پلٹے اور قرآن مجید پر دیکھ کر دل میں پڑھے اور زبان نہ ہلائے (۲) کوئی تلاوت کر رہا ہو تو اس کے پاس بیٹھ کر سنتی رہے بس سننے سے بھی یاد ہو جاتا ہے، یہ دونوں طریقے جائز ہیں، ان شاء اللہ یاد رکھنے کے لیے کافی ہوں گے۔

”ای ولودون آية من المركبات لا المفردات لانه جوز للحائض المعلمة تعلميه كلمة كلمة كما قدمناه وكالقرآن التوراة والانجيل والزبور كما قدمه

المصنف..... فلايجوز مس الجلد وموضع البياض منه وقال بعضهم يجوز  
وهذا اقرب الى القياس والمنع اقرب الى التعظيم كما في البحر“.....(فتاوى  
شامی: ۱/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### حالت حیض میں جماع کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی حالت حیض میں اپنی بیوی سے جماع کر لے تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اس کا گناہ کیا ہے؟ اور اس کا کفارہ کیا ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

ایام حیض میں جماع کرنا نص قرآنی سے حرام ہو چکا ہے، اور یہ گناہ کبیرہ ہے، اگر غلطی سے کبھی ایسا ہو جائے تو اگر حیض کی ابتداء میں صحبت کی ہو تو ایک دینار اور اگر صحبت حیض کے آخر میں کی ہو تو نصف دینار خیرات کرنا مستحب ہے، اور توبہ و استغفار کرنا واجب ہے۔

”اما حرمة وطئها عليه مجمع عليها لقوله تعالى ولا تقربوهن حتى يطهرن  
ووطئها في الفرج عالما بالحرمة عامدا مختارا كبيرة لاجاهلا ولا ناسيا  
ولا مكرها فليس عليه الا التوبة والاستغفار ويستحب ان يتصدق بدینار  
اونصف دینار“.....(البحر الرائق: ۱/۳۴۲)

”فان جامعها وهو عالم بالتحريم فليس عليه الا التوبة والاستغفار ويستحب ان  
يتصدق بدینار اونصف دینار“.....(الهندية: ۱/۳۹)

”قوله ولاياتيها زوجها ولو اتاهام مستحلا كفرو عالما بالحرمة اتى كبيرة  
ووجب التوبة ويتصدق بدینار اونصفه استحبابا“.....(فتح القدیر: ۱/۱۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## حائضہ کے لیے قرآن کو چھونے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارہ میں کہ ایام حیض میں عورت قرآن پاک کو مس کر سکتی ہے یا نہیں؟ کیا قرآن پاک کی تلاوت کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور طالبہ اور معلمہ کے لیے کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

حائضہ کے لیے قرآن کو چھونا جائز نہیں، اگر ضرورت ہو تو کسی جدا کپڑے سے پکڑے، نیز حالت حیض میں قرآن پاک کی تلاوت کی اجازت نہیں، البتہ طالبہ یا معلمہ کے لیے ایک ایک کلمہ کر کے قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی اجازت ہے۔

”قوله وقراءة القرآن ای ولودون آية من المركبات لا المفردات لانه

جوز للحائض المعلمة تعليمه كلمة كلمة“.....(ردالمحتار: ۲۱۴/۱)

”وفى السراج قال اصحابنا المتأخرون اذا كانت الحائض او النفساء معلمة

جازلها ان تلقن الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين على قول الكرخي

وعلى قول الطحاوي تعلمهم نص آية نصف آية ولا تلقنهم آية

تامة“.....(منحة الخالق على البحر الرائق: ۳۴۸/۱)

”واذا حاضت المعلمة فينبغي لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين

الكلمتين ولا يكره لها التهجي بالقرآن كذا فى المحيط ومنها حرمة مس

المصحف لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف

متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به هو الصحيح

هكذا فى الهداية“.....(فتاوى الهندية: ۳۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## دوران ماہواری بیوی سے جماع کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران ماہواری بیوی کے پاس جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی شخص دوران ماہواری اپنی بیوی سے جماع کر لے تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

حالت حیض اور حالت نفاس میں جماع حرام ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ ناف سے گھٹنے تک اس کے جسم کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست نہیں، اور فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ حلال سمجھ کر صحبت کرنا کفر ہے، اگر کسی سے یہ گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے تو بڑی عاجزی کے ساتھ اللہ کے حضور پکی توبہ کرے، اور حسب طاقت صدقہ بھی کرنا چاہیے۔

”فیجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وتحتها ولو بلا حائل وكذا بمابينهما بحائل بغير الوطء..... ولا استعمال مامسته من عجین قوله مطلقا ای بشهوة اولاهل يحل النظر ای بشهوة وهذا كالاستثناء من عموم حل ماعدا القربان واصل التردد لصاحب البحر حيث ذكر ان بعضهم عبر بالاستمتاع فيشمل النظر وبعضهم بالمباشرة فلا يشملهم ومال الى الثاني ومال اخوه في النهر الى الاول وانتصر العلامة ح للاول واقول فيه نظر فان من عبر بالمباشرة قوله وقربان ماتحت ازار) من اضافة المصدر الى مفعوله والتقدير ويمنع الحيض قربان زوجها ماتحت ازارها“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۲۱۴)

”یسئلونک عن المحیض قل هو اذى فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوهن حتی یطهرن“..... (البقرة: ۲۲۲)

”قوله ولاياتيها زوجها ولو اتاها مستحلا كفراو عالما بالحرمة اتى كبيرة ووجبت التوبة ويتصدق بدينار او بنصفه استحبابا“..... (فتح القدیر: ۱/۱۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### طہر متخلل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ۲۱ تاریخ کو حیض سے پاک ہوئی اور اگلے مہینے کی ۱۷ تاریخ کو دوبارہ خون دیکھا لیکن ایک دن جاری رہنے کے بعد خون منقطع ہو گیا اور دو دن انقطاع کے بعد دوبارہ شروع ہو گیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک دن جس میں خون جاری رہا اور دو دن جن میں خون رک گیا یہ تینوں دن حیض میں شمار ہوں گے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں یہ تین دن بھی حیض میں شمار ہوں گے اور درمیان میں جو دو دن پاکی کی حالت میں گزرے ہیں وہ طہر متخلل ہے اس کو حیض ہی سمجھا جائے گا کیونکہ وہ ۱۵ دن سے کم ہے۔

”والطهر اذا تخلل بين الدمين في مدة الحيض فهو كالدّم المتوالى“  
.....(الهداية: ۱/۶۴)

”واقل الطهر بين الحيضتين او النفاس والحيض خمسة عشر يوما ولياليها  
اجمعا ولا حدا لكثرة وان استغرق العمر“.....(الدر المختار: ۱/۵۰)

”والطهر المتخلل اى بين الدمين فى مدته اى فى مدة الحيض ومارأت  
من لون فيها اى فى المدة سوى البياض حيض فقلوه والطهر مبتداء  
ومارأت عطف عليه وحیض خبره واعلم ان الطهر الذى يكون اقل من  
خمسة عشر يوما اذا تخلل بين الدمين فان كان من اقل من ثلثة ايام  
لا يفصل بينهما بل هو كالدّم المتوالى اجمعا وان كان ثلثة ايام او اكثر  
فعند ابى يوسف وهو قول ابى حنيفة اخر لا يفصل وان كان اكثر من  
عشرة ايام فيجوز بدایة الحيض وختمه بالطهر على هذا القول فقط  
وقد ذكر ان الفتوى على هذا تيسيرا على المفتى والمستفتى“  
.....(شرح الوقاية: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مبتدئہ کو اگر ایک مہینہ خون آیا تو حیض کتنے دن شمار ہوگا؟

مسئلہ نمبر (۳۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ایسی عورت کے بارے میں جو جوان ہوئی تو اس کو ابتداء سے ہی پورا ایک مہینہ حیض آتا رہا، اب اس عورت کے کتنے دن حیض شمار کیے جائیں گے جب کہ اس کی پہلے سے حیض کی کوئی عادت نہیں ہے، اور حیض کی مدت سے جو دن اوپر ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ صورت میں جب عورت حیض کے ساتھ جوان ہوئی اور اس عورت کا خون جاری رہا یہاں تک کہ دس دن سے تجاوز کر گیا تو اب اس عورت کے پہلے دس دن حیض شمار ہوں گے اور باقی دن استحاضہ کے ہوں گے۔

”وان ابتداءت مع البلوغ مستحاضة فحيضها عشرة ايام من كل شهر والباقي

استحاضة“..... (الهداية: ۱/۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حالت حیض اور نفاس میں بیوی سے مشیت زنی کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ سے حالت حیض میں یا حالت نفاس میں مشیت زنی کرواتا ہے، کیا اس کا یہ فعل از روئے شریعت درست ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مذکورہ شخص کا اپنی اہلیہ سے مشیت زنی کروانا مکروہ تنزیہی ہے جس پر دوام کرنا باعث گناہ اور محصیت ہے، لہذا اس سے گریز کرنا چاہیئے۔

”فی الجوہرۃ الاستمناء حرام وفيہ التعزیر ولو مکن امرأۃ او امتہ من العبث

بذکرہ فانزل کرہ ولاشیء علیہ قولہ (کرہ) الظاہر انها کراہۃ تنزیہ لان ذلک

بمنزلۃ مالوانزل بتفخیذ او تبطین تامل وقدمنا عن المعراج فی مفسدات

الصوم یجوز ان یستمی بید زوجته او خادمته، قولہ (ولاشیء علیہ) ای من

حدوتعزیر وکذا من اثم علی ما قلناہ“..... (الدرمع

ردالمحتار: ۱/۱۷۱، ۳/۱۰۹، ۲/۱۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

## حائضہ کی مستعمل چیزوں کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۲): مکرمی و محترمی مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسئلہ میں الجھن کا شکار ہوں امید ہے کہ آپ جواب سے نوازیں گے۔

مسئلہ یہ ہے کہ عورت مخصوص ایام میں جب پاک ہوتی ہے تو بدن کی پاکی کے علاوہ اس چیز کو بھی پاک کرنا

پڑتا ہے جو اس کے زیر استعمال رہ چکی ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

مخصوص ایام کے بعد نہانا ضروری ہے، اس وقت عورت نجاست حکمی سے پاکی حاصل کرتی ہے، اس کے

بدن کے ساتھ مس کرنے والی ہر چیز ناپاک نہیں ہوتی البتہ جس چیز کے ساتھ نجاست لگی ہے وہ پاک کریں، قمیص، کپڑا

وغیرہ پر اگر نجاست نہیں لگی تو وہ پاک ہیں۔

”قوله یعنی مابین سرور و رکبۃ) فیجوز الاستمتاع بالسرور و مافوقها و الركبة

و ماتحتها و لو بلا حائل و کذابما بینہما بحائل بغیر الوطء و لو تلطخ

دما و لایکرہ طبنہا و لا استعمال مامستہ من عجین او ماء

اونحوہما“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## (الباب السابع فى النجاسة واحكامها)

ذبح شدہ جانور کے خون کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): ذبح شدہ جانور کا خون اگر کپڑوں کو لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ وہ پاک ہیں یا ناپاک؟ اور کیا وہ کپڑے پہن کر نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ ایسے کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

ذبح کے وقت اگر خون کپڑوں کو لگ جائے یعنی دم مسفوح تو کپڑے ناپاک ہو جائیں گے، اور اگر جانور کے سر پر یا گردن میں خون جما ہوا ہے تو اکثر وہ دم مسفوح ہوتا ہے تو وہ بھی ناپاک شمار ہوگا اور اگر گوشت بناتے وقت خون کپڑوں کو لگ جائے اور یقین ہے کہ یہ دم مسفوح نہیں تو وہ ناپاک نہیں۔

”(و دم مسفوح من سائر الحيوانات إلا دم شهيد ..... ) قال الشامي تحت قوله (

وما بقى فى لحم النخ) يوهم أن هذه الدماء طاهرة ولو كانت مسفوحة وليس

بمراد فهى خارجة بقيد المسفوح كما هو صريح كلام البحر وافاده ح وفى

البزازية وكذا الدم الباقي فى عروق المذكاة بعد الذبح وعن الإمام الثانى انه

يفسد الثوب اذا فحش ولا يفسد القدر للضرورة ..... وكذا دم مطلق اللحم

ودم القلب قال القاضى الكبد والطحال طاهران قبل الغسل حتى لو طلى به

وجه الخف وصلى به جاز النخ“ ..... (درمع الرد : ۱ / ۲۳۴، ۲۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



لیدر کی جیکٹ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۴): لیدر کی جیکٹ پہن کر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

جیکٹ وغیرہ چمڑے کو دباغت دیکر بنائے جاتے ہیں انسان اور خنزیر کے علاوہ کسی بھی جانور کے چمڑے کو جب دباغت دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے اس کو پہن کر نماز پڑھنا صحیح ہے۔

”ومن اللباس المعتاد لبس الفرو ولا بأس به من السباع كلها وغير ذلك من الميته المدبوغة والمذكاة ودباغها ذكاتها محيط ولا بأس بجلود النمر والسباع كلها اذا دبغت أن يجعل منها مصلی او منبر السرج ملتقط وبكره للرجال السراويل التي تقع على ظهر القدمين عتابیه ولا بأس بنعل مخصوف بمسامير الحديد وفي الذخيرة مافیه نجاسة تمنع جواز الصلاة اه“  
.....(ردالمحتار: ۵/۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگر مسافر کے پاس پاک کپڑے نہ ہوں تو کیا کرے؟:

مسئلہ نمبر (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر پیشاب پاخانہ نکل جائے اور آدمی سفر میں ہو اور اس کے پاس اور کپڑے بھی نہ ہوں تو اس صورت میں کیا حکم ہے آپ نے سابقہ فتویٰ میں فرمایا تھا کہ نماز انہی کپڑوں میں ہو جاتی ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر آدمی کا پیشاب وغیرہ نکل جائے تو اس کو دھولے یا کسی دوسرے آدمی سے کپڑے مانگ لے، لیکن اگر وہ آدمی کسی ایسی جگہ میں ہو جہاں کوئی ایسی چیز میسر نہ ہو تو انہی کپڑوں میں نماز ادا کر لے، شرعاً اس کی نماز ہو جائے گی۔

”واذا كان مسافرا وله ثوب آخر لا يجوز الصلاة مع الثوب النجس اذا كانت النجاسة اكثر من قدر الدرهم وان لم يكن له ثوب آخر وعجز عن غسله لعدم الماء أو معه ماء وهو يخاف العطش جاز له الصلوة فيه“.....(محیط البرہانی: ۱۶/۲)

”(ولو كان ربعه طاهرا صلى فيه حتما) اذ الربع كاللؤلؤ وهذا إذا لم يجد ما يزيل به النجاسة أو يقللها فيتحتّم لبس أقل ثوبيه نجاسة والضابط ان من ابتلى

ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الأخف اه“..... ( الدر المختار علی  
ہامش الرد : ۱/۳۰۴، ۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### زمین پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۳۶): (۱) اگر زمین ناپاک ہو جائے تو کیا صرف تین بار پانی بہا دینا کافی ہے؟ یا فرش کے سوکھنے کا انتظار کرنا چاہیے؟

(۲) بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ ناپاک کپڑے کو تین بار پاک کریں اور تیسری بار پوری طاقت سے نچوڑیں سو جب کپڑے دھو بی کے پاس جاتے ہیں وہ کپڑے اس طرح پاک نہیں کرتا وہاں ایسے لوگوں کے کپڑے بھی جاتے ہیں جو پاکی اور ناپاکی نہیں جانتے دوسروں کے بھی ساتھ مل جاتے ہیں ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

۱۔ صورت مرقومہ میں اگر فرش تین بار دھو کر خشک کر دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر اس پر اتنا پانی بہا دیا جائے جس سے نجاست کا اثر ختم ہو جائے پھر بھی پاک ہو جاتا ہے۔

”و ان كانت مستوية صب عليها الماء ثلاث مرات و جففت كل مرة بخرقه

طاهرة و كذا لو صب عليها الماء بكثرة حتى لا يظهر اثر النجاسة.“.....

( حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : ۱۶۴ )

۲۔ اگر کپڑے کو نجاست غیر مرئی لگی ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق تین دفعہ دھویا جائے گا تین دفعہ سے کم دھونے کی صورت میں کپڑا ناپاک ہوگا۔

”(و مایس بمرئی فطهارته أن يغسل حتى يغلب علی ظن الغاسل أنه قد طهر

(لان التکرار لا بد منه للاستخراج ولا یقطع بزواله فاعتبر غالب الظن کما

فی أمر القبله وانما قدره بالثلاث لان غالب الظن یحصل عنده فاقیم السبب

الظاهر مقامه تیسیرا ویتأید ذلک بحديث المستیقظ من منامه ثم لا بد من

العصر فی کل مرة فی ظاهر الروایة“..... (الهدایة ج ۱/۷۴)

” (قوله بلا عدد یفتی) کذا فی المنیة و ظاهره أنه لو غلب علی ظنه زوالهما  
بمرة أجزاءه وبه صرح الامام الکرخی فی مختصره واختاره الامام  
الاسیجابی وفی غایة البیان أن التقدير بالثلاث ظاهر الرواية وفی السراج  
اعتبار غلبة الظن مختار العراقيين والتقدير بالثلاث مختار البخاريين والظاهر  
الاول ان لم یکن موسوسا وان کان موسوسا فالثانی اه بحر قال فی النهر  
وهو توفیق حسن اه وعلیه جرى صاحب المختار فانه اعتبر غلبة الظن الا فی  
الموسوس وهو ما مشی علیه المصنف واستحسنه فی الحلیة وقال وقد مشی  
الجم الغفیر علیه فی الاستنجاء أقول وهذا مبني علی تحقیق الخلاف وهو أن  
القول بغلبة الظن غیر القول بالثلاث قال فی الحلیة وهو الحق واستشهد له  
بکلام الحاوی القدسی والمحیط أقول وهو خلاف ما فی الکافی مما یقتضی  
أنهما قول واحد وعلیه مشی فی شرح المنیة فقال فعلم بهذا أن المذهب  
اعتبار غلبة الظن وانها مقدرة بالثلاث لحصولها به فی الغالب وقطعا  
للموسوسة وانه من اقامة السبب الظاهر مقام المسبب الذی فی الاطلاع علی  
حقیقته عسر کالسفر مقام المشقة اه وهو مقتضی کلام الهدایة وغیرها  
واقصر علیه فی الامداد وهو ظاهر المتون حیث صرحوا بالثلاث والله  
اعلم..... (الرد المحتار: ۱/ ۲۴۳، ۲۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ناپاک قالین کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۳۷): اگر کوئی بچہ قالین پر پیشاب کر دے اور وہ پیشاب خشک ہو جائے تو آیا اس پر نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اور اگر اس کے اوپر مصلیٰ ڈال لیا جائے تو پھر نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر ناپاک ہے تو پھر قالین کی پاکی کا کیا طریقہ ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ جب قالین کا ایک حصہ ناپاک ہو جائے تو دوسرے پاک حصے پر نماز پڑھنا جائز ہے، اور ناپاک حصہ پر نماز پڑھنا صرف اس وقت جائز ہوگا جب اس کو پاک کیا جائے گا، البتہ اگر ناپاک حصہ پر مصلیٰ (جائے نماز) وغیرہ ڈال دیا جائے تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے نیز قالین کے ناپاک حصہ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر تین مرتبہ پانی ڈالا جائے اور پھر لٹکا دیا جائے اور لٹکانے کے بعد ہر مرتبہ اتنا انتظار کیا جائے کہ پانی کے قطروں کا ٹپکنا بند ہو جائے۔

”و لو بسط بساطا رقیقا علی الموضع النجس و صلی علیہ ان کان البساط بحال یصلح ساترا للعودة تجوز الصلاة..... و لو افترش نعلیہ و قام علیہما جازت الصلوة بمنزلة ما لو بسط الثوب الطاهر علی الارض النجسة و صلی علیہ جاز“..... (البحر الرائق : ۱/۴۶۶)

”قوله (و مكانه) فلا تمنع النجاسة فی طرف البساط و لو صغيرا فی الأصح و لو كان رقیقا و بسطه علی موضع نجس ان صلح ساترا للعودة تجوز الصلوة كما فی البحر عن الخلاصة“..... (رد المحتار : ۱/۲۹۶)

”قوله (و بثلیث الجفاف فیما لا ینعصر) ای ما لا ینعصر فطهارته غسله ثلاثا و تجفیہ فی کل مرة لان للتجفیف أثرا فی استخراج النجاسة و هو ان یتركه حتی ینقطع التقاطر ولا یشرط فیہ الییس“..... (البحر الرائق : ۱/۴۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### دوران استنجاء چھنٹیں لگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۸): کھلے میدان میں استنجاء کرتے وقت جو پانی زمین پر گرتا ہے تو اسکی چھنٹیں کپڑوں پر پڑ جائیں وہ کپڑے ناپاک ہونگے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

دوران استنجاء جو پانی زمین پر گر جائے اور اس کی چھنٹیں کپڑے پر لگ جائیں تو کپڑا ناپاک ہو جائیگا اس لیے

احتیاط بہت ضروری ہے۔

”استنجی) فأصاب الماء كمه أو ذيله ان أصابه الماء الاول أو الثاني  
أو الثالث يتنجس نجاسة غليظة و ان أصابه الماء الرابع يتنجس نجاسة الماء  
المستعمل“.....(الخانية : ۱۶/۱) و(تبيين الحقائق : ۷۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ڈھیلے سے استنجا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۹): استنجا کرتے وقت صرف اگر ڈھیلہ استعمال کر لیا جائے اور پانی استعمال نہ کیا جائے تو پاکی حاصل ہوگی یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

استنجا کی صورت میں افضل یہ ہے کہ ڈھیلوں اور پانی کو جمع کر لیا جائے خصوصاً آجکل جبکہ غذائیں بہت مختلف ہو گئی ہیں، ہاں اگر کہیں پانی نہ ملے اور ڈھیلوں پر اکتفا کیا جائے تو جائز ہے جبکہ ماوراء مخرج نجاست درہم یا اس سے کم ہو۔

”ویجوز فيه الحجر وما قام مقامه يمسحه حتى ينقيه لان المقصود هو الانقاء  
فيعتبر ما هو المقصود“.....(الهداية : ۷۴/۱)

”ثم الاستنجاء بالاحجار انما يجوز اذا اقتضت النجاسة على موضع  
الحدث فأما اذا تعدت موضعها بأن جاوزت الشرج أجمعوا على ان ما جاوز  
موضع الشرج من النجاسة اذا كانت أكثر من قدر الدرهم يفترض غسلها  
بالماء ولا يكفيها الازالة بالاحجار“.....(الهندية : ۴۸/۱)

”وفى الذخيرة اتفاق أصحابنا رحمهم الله ان من استنجى بالاحجار و أنقاه  
ان له ان يصلى من غير استعمال الماء“.....(التاتارخانية : ۲۱۹، ۲۱۸/۱،  
مطبوعه جدید رشیدیہ کوئٹہ)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**بازار سے خریدے ہوئے استعمال شدہ کپڑوں کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۳۴۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لنڈے بازار سے پرانے استعمال شدہ کپڑوں کو خریدنے کے بعد بغیر دھوئے پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا ان کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

لنڈے بازار کے کپڑوں کا استعمال کرنا اور ان میں نماز پڑھنا درست ہے لیکن بہتر ہے کہ دھولے جائیں، بشرطیکہ اس پر واضح نجاست موجود نہ ہو ورنہ دھونا ضروری اور لازم ہے، البتہ ایسے کپڑے جیسے پانچامہ جن میں نجاست کا خطرہ غالب ہے ان میں بدون دھوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

”والصلوة فی سراویلہم (الی قوله) ان علم ان سراویلہم نجسة لا تجوز الصلوة فیہا وان لم یعلم تکرہ الصلوة فیہا ولو صلی یجوز“..... (الہندیہ: ۳۴۷/۵)

”قال فی الفتح وقال بعض المشائخ تکرہ الصلوة فی ثياب الفسقة لانہم لا یتقون الخمر قال المصنف یعنی صاحب الہدایۃ الاصح انه لا یکرہ لانہم لم یکرہ من ثياب اهل الذمة الاسراویل مع استحلالہم الخمر فہذا اولی“..... (رد المحتار: ۱/۲۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**معذور کے کپڑے پاک کرنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۳۴۱): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم

ایک آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور نماز کے بعد گھر جاتا ہوں اور جب مجھے پیشاب کی حاجت ہوتی ہے تو میرے بیت الخلاء جانے تک پیشاب میری شلوار میں نکل جاتا ہے اور کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں، ہر بار اسی طرح ہوتا ہے غرضیکہ کپڑے پاک نہیں رہ سکتے، میں نماز کے بارے میں کیا کروں؟ اور پانچ وقت کپڑے بدلنا ممکن نہیں ہے مجھے بتلائیں کہ میں کیا کروں؟ یہ پیشاب کی تکلیف مجھے بدستور ہے نکل جاتا ہے اب اس جگہ میں کیا کروں مجھے جواب دیں تاکہ اس پر عمل کروں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

نماز سے پہلے اور دوران نماز کپڑوں کے ناپاک ہونے کا یقین ہو تب تو کپڑے کا دھونا واجب ہے بصورت دیگر کپڑے کا دھونا ضروری نہیں، مگر جب نجاست کپڑے پر بہت زیادہ جمع ہو جائے تو دن میں ایک یا دو مرتبہ دھولیا جائے۔

”فرع إذا اصاب ثوب المعذور نجاسة عذره هل يجب غسله قبل لا..... وفي البدائع يجب غسل الزائد عن الدرهم ان كان مفيدا بان لا يصيبه مرة بعد اخرى حتى لو لم يغسل وصلی لا يجزيه وان لم يكن مفيد الا يجب ما دام العذر قائما وهو اختيار مشايخنا..... وفي النوازل ان كان لو غسله تنجس ثانيا قبل الفراغ من الصلوة جاز ان لا يغسله والا فلا قال وهو المختار“.....  
( حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : ١٥٠ )

”(وان سال على ثوبه) فوق الدرهم ( جاز له ان لا يغسله ان كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها ) اى الصلاة ( والا ) يتنجس قبل فراغه ( فلا ) يجوز ترك غسله هو المختار للفتوى“..... ( الدر مختار على هامش رد المحتار : ٢٢٢ / ١ )

”(قوله هو المختار للفتوى) وقيل لا يجب غسله اصلا وقيل ان كان مفيدا بان لا يصيبه مرة اخرى يجب وان كان يصيبه المرة بعد الاخرى فلا واختاره السرخسى بحر قلت بل فى البدائع انه اختيار مشايخنا وهو الصحيح“.....  
( در مع الرد : ٢٢٢ / ١ )

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۴۲): ناپاک کپڑے کو تین بار پاک کرنا اور نچوڑنا ضروری ہے یا نہیں، جب کہ دھوبی ایسا نہیں کرتا تو آیا کپڑے پاک ہو جاتے ہیں؟ بینوا تو جروا

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کپڑے کو نجاست غیر مرئی لگی ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق تین دفعہ دھویا جائے گا تین دفعہ سے کم ہونے کی صورت میں کپڑا ناپاک ہوگا۔

” (والمیس بمرئی فطہارتہ أن یغسل حتی یغلب علی ظن الغاسل أنه قد طهر )  
 لان التکرار لا بد منه للاستخراج ولا یقطع بزواله فاعتبر غالب الظن کما فی  
 أمر القبله وانما قدره بالثلاث لان غالب الظن یحصل عنده فاقیم السبب  
 الظاهر مقامه تیسیرا وی تأید ذلک بحديث المستیقظ من منامه ثم لا بد من  
 العصر فی کل مرة فی ظاهر الروایة“ ..... (الهدایة ج ۱ / ۷۴)

” (قوله بلا عدد به یفتی ) کذا فی المنیة وظاهره أنه لو غلب علی ظنه زوالهما  
 بمرّة أجزأه وبه صرح الامام الکرخی فی مختصره واختاره الامام  
 الاسیجابی وفی غایة البیان أن التقدير بالثلاث ظاهر الروایة وفی السراج  
 اعتبار غلبة الظن مختار العراقیین والتقدير بالثلاث مختار البخاریین والظاهر  
 الاول ان لم یکن موسوسا وان کان موسوسا فالثانی اه بحر قال فی النهر  
 وهو توفیق حسن اه وعلیه جرى صاحب المختار فانه اعتبر غلبة الظن الا فی  
 الموسوس وهو ما مشی علیه المصنف واستحسنه فی الحلیة وقال وقد مشی  
 الجم الغفیر علیه فی الاستنجاأ أقول وهذا مبنی علی تحقیق الخلاف وهو أن  
 القول بغلبة الظن غیر القول بالثلاث قال فی الحلیة وهو الحق واستشهد له  
 بکلام الحاوی القدسی والمحیط أقول وهو خلاف ما فی الکافی مما یقتضی  
 أنهما قول واحد وعلیه مشی فی شرح المنیة فقال فعلم بهذا أن المذهب  
 اعتبار غلبة الظن وانها مقدرة بالثلاث لحصولها به فی الغالب وقطعا  
 لموسوسة وانه من اقامة السبب الظاهر مقام المسبب الذی فی الاطلاع علی  
 حقیقته عسر کالسفر مقام المشقة اه وهو مقتضی کلام الهدایة وغیرها

واقصر علیہ فی الامداد وهو ظاهر المتون حیث صرحوا بالثلاث واللہ

اعلم..... (الرد المحتار: ۱/۲۴۳، ۲۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### کپڑوں پر پر فیوم کا استعمال:

مسئلہ نمبر (۳۴۳): آج کل بازاروں میں مختلف قسم کی پر فیومز ملتے ہیں جس میں الکحل کا استعمال ہوتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان پر فیومز کا استعمال کرنا کپڑوں وغیرہ پر درست ہے کہ نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

پر فیومز وغیرہ میں استعمال ہونے والا الکحل اگر انگور، کھجور اور کشمش کے علاوہ دوسری اشیاء سے حاصل کیا گیا ہو تو ان پر فیومز کا کپڑوں پر لگانا درست ہے اور اگر انگور، کھجور اور کشمش سے ہی حاصل کیا گیا ہو تو یہ نجس ہے کپڑوں پر لگانا درست نہیں ہے، البتہ ایسے الکحل میں اگر کوئی ایسا کیمیاوی عمل کیا جائے جس سے الکحل کی حقیقت ہی باقی نہ رہے، پھر یہ الکحل ان پر فیومز وغیرہ میں ڈالا جائے تو ان پر فیومز کا کپڑوں پر لگانا درست ہے۔

”واما الأشربة التي تتخذ من الأطعمة كالحنطة والشعير والدخن والذرة والعسل والتين والسكر ونحوها فلا يجب الحد بشرها لان شرها حلال عندهما“..... (بدائع الصنائع: ۵/۴۹۷)

”وقال في الدر المختار (المحرم منها اربعة) انواع الاول (الخمر وهي النى من ماء العنب اذا غلى واشتد وقذف بالزبد)..... قال (وهي نجسة نجاسته مغلظة)..... قال (ولا يجوز بها التداوى) الثاني (الطلاء وهو العصير يطبخ حتى يذهب اقل من ثلثيه) وبصير مسكر..... ونجاسته كالخمر (وبه يفتى والثالث (السكر وهو النى من ماء الرطب) اذا اشتد وقذف بالزبد، الرابع (نقيع الزبيب وهو النى من ماء الزبيب) بشرط ان يقذف بالزبد بعد الغليان (والكل حرام اذا غلى واشتد) والا لم يحرم اتفاقا وان قذف حرم اتفاقا..... ولم يبين حكم نجاسة السكر والنقيع ومفاد كلامه انها خفيفة وهو مختار

السرخسی واختار فی الهدایة انها غلیظة“.....(الدرالمختار علی هامش الرد :  
٣١٨ تا ٣٢١/٥)

”وقال الشامی وعبارة المجتبى جعل الدهن النجس فی صابون یفتی بطهارته  
لأنه تغیر والتغیر یطهر عند محمد ویفتی به للبلوی ..... ثم اعلم ان العلة عند  
محمد هی التغیر وانقلاب الحقیقة وانه یفتی به للبلوی کما علم مما مر  
ومقتضاه عدم اختصاص ذلك بالحکم بالصابون فیدخل فیہ کل ما کان فیہ  
تغیر وانقلاب حقیقة وکان فیہ بلوی عامة“..... ( الفتاوی الشامیة :  
٢٣١/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### نجس کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۴): بندے کا تقریباً پانچ سال کا عرصہ اس حالت میں گزرا ہے کہ چھوٹا پیشاب کرنے کے بعد  
پیشاب کے قطرات آتے تھے اور ان کی مقدار قضاے حاجت کے بعد بوقفہ دو یا تین مرتبہ تھی اور ممکن ہے چوتھی مرتبہ  
بھی بسا اوقات آجاتے ہوں چوتھی مرتبہ کے بارے میں صحیح معلوم نہیں۔ پھر بندہ کا طرز یہ ہوتا تھا کہ شلوار کے اگلے  
حصہ کو اکثر نماز ادا کرنے لیے وضو کے وقت دھولیتا اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ویسے ہی انہیں کپڑوں میں وضو  
کر کے نماز پڑھ لیتا تھا اور دھونے کی مقدار دن میں ایک دو مرتبہ سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔

عرض یہ ہے کہ اس عرصہ میں بندہ نے لاعلمی کی وجہ سے ان کپڑوں میں نمازیں پڑھی ہیں ان کی قضا بندہ کے  
ذمہ لازم ہے یا کہ ادا ہو گئیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ آدمی کا پیشاب، چونکہ نجاست غلیظہ ہے اور نجاست غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن پر لگ  
جائے اور پھیلاؤ میں درہم کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے، اس کو دھوئے بغیر اگر نماز پڑھ لے تو نماز درست  
ہوگی، لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ ہے اور اگر پھیلاؤ میں درہم سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں، اس کو  
دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی۔

”(وعفی قدر الدرهم) وزناً فی المتجسدة وهو عشرون قیراطاً ومساحة فی المائعة وهو قدر مقعر الکف داخل مفاصل الاصابع كما وفقه الہندوانی وهو الصحیح فذلک (عفو) من النجاسة (المغلظة) فلا یعفی عنها اذا زادت علی الدرهم مع القدرة علی الازالة اه.....(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الانجاس، ص: ۱۵۶، ۱۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۵): ہمارے ہاسٹل میں دھوبی جب کپڑے دھوتا ہے تو ایک تالاب میں دھوتا ہے اور ایک ٹوٹی تالاب میں چل رہی ہوتی ہے اور ایک چھوٹی نالی سے پانی بہہ رہا ہوتا ہے جبکہ تالاب کا سائز بھی چھوٹا ہے، واضح رہے کہ دھوبی کافی سارے کپڑے اکٹھے دھوتا ہے جن میں پاک و ناپاک دونوں شامل ہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں ہاسٹل کے دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہیں جب تک کپڑوں پر واضح نجاست نظر نہ آئے محض شک کی بناء پر ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔  
چونکہ دھوبی جس تالاب میں کپڑے دھوتا ہے اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو رہا ہے اور دوسری طرف سے نکل رہا ہے، اس لیے یہ جاری پانی کے حکم میں ہے اس تالاب میں ناپاک و پاک دونوں قسم کے کپڑے دھونے کے بعد پاک ہوں گے۔

”من شک فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة ام لا فهو طاهر ما لم یستیقن“.....(فتاویٰ التاتار خانیہ: ۲۶۹/۱، مطبوعہ جدید رشیدیہ کوئٹہ)

”ان المعتبر فی تطہیر النجاسة المرئية زوال عینہا ولو بغسل واحد ولو فی اجانة كما مر فلا یشرط فیہا تثلیث غسل ولا عصر وان المعتبر غلبة الظن فی تطہیر غیر المرئية بلا عدد علی المفتی بہ او مع شرط التثلیث علی ما مر ولا شک ان الغسل بالماء الجاری وما فی حکمہ من الغدیر أو الصب الكثير الذی یذهب بالنجاسة اصلاً“.....(رد المحتار: ۱/۲۴۴)

”اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جرى علیہ الماء طهر مطلقاً“.....(الدرعی هامش الرد : ۱/۲۴۴، ۲۴۵)

”الماء الجاری وهو ما یدھب بتبنة کذا فی الكنز والخلاصة وهذا هو الحد الذی لیس فی درکھ حرج هکذا فی شرح الوقایة وقیل ما یعد الناس جاریا وهو الاصح کذا فی التبیین“.....(فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۶)

”ثم اشتراط العصر فیما ینعصر انما هو فیما اذا غسل الثوب فی الاجانة اما اذا غمس الثوب فی ماء جار حتی جرى علیہ الماء طهر..... واما حکم الصب فانه اذا صب الماء علی الثوب النجس ان اکثر الصب بحیث یدخل ما اصاب الثوب من الماء وخلفه غیره ثلاثا فقد طهر لان الجریان بمنزلة التکرار والعصر والمعتبر غلبة الظن هو الصحيح“.....(البحر الرائق: ۱/۴۱۲)

”واذا کان حوض صغیر یدخل فیہ الماء من جانب ویخرج من جانب یجوز الوضوء فی جمیع جوانبه وعلیه الفتویٰ من غیر تفصیل بین ان یکون اربعاً فی اربع اواقل فیجوز او اکثر فلا یجوز وفي معراج الدراية یفتی بالجواز مطلقاً واعتمده فی فتاویٰ قاضی خان“.....(البحر الرائق: ۱/۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### طہارت مسجد:

مسئلہ نمبر (۳۴۶): ہماری مسجد میں ایک بوڑھا آدمی ہے جو کہ اکثر مسجد میں تلاوت کرتا ہے اور اکثر مسجد میں پیشاب بھی کر دیتا ہے سمجھانے کے باوجود مانتا بھی نہیں ہے حتیٰ کہ اس کے گھر والے بھی اس کو مسجد آنے سے منع کرتے رہتے ہیں ان کی بھی نہیں مانتا، اس کو سب نے کہا ہے کہ تم گھر میں تلاوت کر لیا کرو اور فرض نماز مسجد میں پڑھ کر چلے جایا کرو لیکن سمجھانے کے باوجود نہیں مانتا عمر اس کی تقریباً ۹۰ سال ہے کیا زبردستی اس کو منع کر سکتے ہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اس بزرگ کو مناسب طریقے سے مسجد میں آنے سے روکا جائے اگر سمجھانے کے باوجود

نہیں مانتا تو اولاد کے علاوہ مسجد کی انتظامیہ یا امام وغیرہ سختی سے منع کر سکتے ہیں کیونکہ پیشاب پر قابو نہ رکھنے کی وجہ سے یہ بوڑھا بچوں کے حکم میں ہے، نیز مسجد کو نجاست سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

”والرابع عشر أن ينزهه عن النجاسات والصبيان والمجانين و إقامة الحدود“..... (الهندية: ۵ / ۳۲۱)

”و يحرم ادخال صبيان و مجانين حيث غلب تنجيسهم و الا فيكره و ينبغي لداخله تعاهد نعله و خفه و صلاته فيهما افضل اه“..... (الدر على هامش الرد: ۱ / ۴۸۶)

” (قوله و يحرم الخ) لما أخرجه المندري مرفوعا جنوبا مساجدكم صبيانكم و مجانينكم و بيعكم و شرائكم و رفع أصواتكم و سل سيوفكم و إقامة حدودكم اه“..... (در مع الرد: ۱ / ۴۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### استبراء کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ استبراء کے بعد استبراء کا کیا حکم ہے؟ نیز استبراء کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ دلائل کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ قطرات بول سے استبراء ضروری ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ذکر کو پکڑ کر نیچے سے حشفہ کی طرف نیچوڑا جائے اور کھانسی کر لی جائے یا چل لیا جائے یہاں تک کہ استبراء بول کا یقین ہو جائے، پھر اس کے بعد مٹی کے تین ڈھیلے استعمال کر کے پانی سے استبراء کر لے۔

”فاذا فرغ يعصر ذكره من اسفله الى الحشفة ثم يمسح بثلاثة احجار..... فاذا استيقن بانقطاع اثر البول يقعد للاستنجاء بالماء“..... (رد المحتار: ۱ / ۲۵۴)

”يجب الاستبراء بمشي او تنحج او نوم على شقه الايسر ويختلف بطباع الناس“..... (الدر المختار على هامش الرد: ۱ / ۲۵۳)

”(یلزم الرجل الاستبراء) حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبه علی حسب عادته..... الخ“..... (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۴۲، ۴۳)  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**واشنگ مشین میں پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھونا:**

مسئلہ نمبر (۳۲۸): واشنگ مشین میں کپڑے دھوئے ہوں اور کوئی کپڑا اس میں ناپاک تھا تو باقی کپڑوں کا کیا حکم ہے وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھوئے جائیں تو تین بار پانی بہا کر نچوڑ دینے سے پاک ہو جاتے ہیں اور اگر دھونے والے کو تین بار سے کم نچوڑنے پر نجاست کے نکل جانے کا غالب گمان ہو جائے تب بھی پاک ہیں، البتہ تین بار بہا کر نچوڑ دینا بہتر ہے۔

”ومالیس بمرئی فطہارتہ ان یغسل حتی یغلب علی ظن الغاسل انہ قد طہر لان التکرار لابدمنہ للاستخراج ولا یقطع بزوالہ فاعتبر غالب الظن کما فی امر القبلۃ وانما قدروا بالثلاث لان غالب الظن یحصل عندهم فاقیم السبب الظاہر مقامہ تیسیرا ویتاید ذلک بحدیث المستیقظ من منامہ ثم لابدمن العصر فی کل مرۃ فی ظاہر الروایۃ لانه هو المستخرج“..... (ہدایہ علی هامش البناۃ: ۷۴۰، ۷۳۹/۱)

”وفی غایۃ البیان ان التقدیر بالثلاث ظاہر الروایۃ وظاہرہ انہ لو غالب علی ظنہ زوالہا بمرۃ او مرتین لایکفی وظاہر ان مافی الہدایۃ اولانہ یکفی لانه اعتبر غلبۃ الظن واخرا انہ لابدمن الزیادۃ علی الواحدۃ حیث قال لان التکرار لابدمنہ للاستخراج والمفتی بہ اعتبار غلبۃ الظن من غیر تقدیر بعدد کما صرح بہ فی منیۃ المصلی“..... (البحر الرائق: ۱۲/۱)

”ثم التقدير بالثلاث عندنا ليس بلازم بل هو مفوض الى غالب رأيه واكبر ظنه

وانماورد النص بالتقدير بالثلاث بناء على غالب العادات فان الغالب انها تزول بالثلاث ولان الثلاث هو الحد الفاصل لا لبلاء العذر“.....(بدائع الصنائع: ۱/۲۴۹)

”ثوب نجس غسل في ثلاث جفان او في واحدة ثلاثا وعصر في كل مرة طهر لجريان العادة بالغسل هكذا فلولم يطهر لضاق على الناس“.....(فتاوى الهندية: ۱/۴۲)

”قال العلامة الشامي تحت (قوله مما يتشرب النجاسة الخ) حاصله كما في البدائع ان المتنجس اما ان لا يتشرب فيه اجزاء النجاسة اصلا كالاواني المتخذة من الحجر و النحاس و الخزف العتيق أو يتشرب فيه قليلا كالبدن و الخف و النعل أو يتشرب كثيرا ففي الاول طهارته بزوال عين النجاسة المرئية أو بالعدد على مامر و في الثاني كذلك لان الماء يستخرج ذلك القليل فيحكم بطهارته و اما في الثالث فان كان مما يمكن عصره كالثياب فطهارته بالغسل و العصر الى زوال المرئية وفي غيرها بتثليثهما و ان كان مما لا ينعصر كالحصير المتخذ من البردى و نحوه ان علم انه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره يطهر بازالة العين أو بالغسل ثلاثا بلا عصر و ان علم تشربه كالخزف الجديد و الجلد المدبوغ بدهن نجس و الحنطة المنتفخة بالنجس فعند محمد لا يطهر أبدا و عند أبي يوسف ينقع في الماء ثلاثا و يجفف كل مرة و الاول أقيس و الثاني أوسع اه و به يفتى“.....(ردالمحتار: ۱/۲۴۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ناپاک شے کو پاک کرنے کے بعد اس سے نکلنے والے قطروں کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۹): اگر پاؤں پر نجاست (مثلاً پیشاب کے قطرے) پڑ گئے تو آیا دھونے کے بعد جو قطرے ٹپک رہے ہیں وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں جو قطرے دھونے کے بعد ٹپک رہے ہیں وہ ماء مستعمل کے حکم میں ہیں اور ماء مستعمل کا حکم یہ ہے کہ وہ پاک تو ہوتا ہے لیکن نجاست حکمیہ کو زائل نہیں کر سکتا بلکہ نجاست حقیقیہ کو زائل کر سکتا ہے جیسے پاخانہ وغیرہ کپڑے کو لگ جائے، لہذا یہ قطرے پاک تو ہوں گے لیکن ایسے مستعمل پانی سے وضو اور غسل وغیرہ نہیں کیا جاسکتا، اور اگر یہ کپڑے وغیرہ کو لگ جائیں تو کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے۔

”اتفق اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ ان الماء المستعمل لیس بطہور حتی لا يجوز التوضوء به واختلفوا فی طہارتہ قال محمدرحمہ اللہ ہو طاهر وهورواۃ عن ابی حنیفہ وعلیہ الفتویٰ کذا فی المحيط“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۲۲)

”قوله والماء المستعمل لقربة اورفع حدث اذا استقر مکان طاهر لامطهر)..... (البحر الرائق: ۱/۱۶۴)

”اتفق اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ ان الماء المستعمل لیس بطہور حتی لا يجوز التوضوء به ولا يجوز غسل شیء من النجاسات به واختلفوا فی طہارتہ قال محمدرحمہ اللہ ہو طاهر غیر طہور وهورواۃ عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وعلیہ الفتویٰ“..... (المحیط البرہانی: ۱/۲۷۶)

”منہا الغسل يجوز تطہیر النجاسة بالماء وبکل مائع طاهر یمكن ازالته به كالخل وماء الورد ونحوہ..... ومن المائعات الماء المستعمل وهذا قول محمد وروایۃ عن ابی حنیفہ وعلیہ الفتویٰ ہکذا فی الزاہدی“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۴۱)

”اما الماء المستعمل وعند محمد وھی رواۃ عن ابی حنیفہؒ ایضا ہی طاهر غیر طہور ای غیر مطہر وبہ أخذ اکثر المشائخ و هو ظاهر الروایۃ و علیہ الفتویٰ“..... (حلی کبیری: ۱۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**خروج ریح سے استنجاء کرنا ضروری ہے یا نہیں؟:**

مسئلہ نمبر (۳۵۰): فقط ہوا کے خارج ہونے سے استنجاء کرنا ضروری ہو جاتا ہے یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

ہوا کے خارج ہونے سے استنجاء کرنا ضروری نہیں۔

”قوله فلا یسن من ریح (لأن عینہا طاهرة و انما نقضت لانبعائها عن موضع

النجاسة اه و لأن بخروج الریح لا یكون على السبیل شی فلا یسن منه بل هو

بدعة كما فی المجتبى بحر“..... (ردالمحتار: ۱/۲۴۶)

”والخامس بدعة وهو الاستنجاء من الریح كذا فی الاختیار شرح

المختار“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۵۰)

”قوله ولا یسن من ریح (لان عینہا طاهرة فانما نقضت لانبعائها عن موضع

النجاسة ولان بخروج الریح لا یكون على السبیل شی فلا یسن منه بل

هو بدعة كما فی المجتبى بحر“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۲۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**گندگی کی جگہ پر مسجد بنانے اور اس جگہ میں نماز پڑھنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۳۵۱): ایک جگہ گندگی کا سالوں سال ڈھیر پڑا ہے، اب ایک شخص اس ڈھیر کو اس جگہ سے ہٹا کر یہاں

مسجد بنانا چاہتا ہے، کیا اس ڈھیر کی جگہ پر مسجد شریعت کے لحاظ سے بنانا جائز ہے یا نہیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جب نجاست اور گندگی ہٹادی جائے اور جگہ صاف رہ جائے تو اس پر مسجد بنانے میں

ازروئے شریعت کوئی حرج نہیں ہے، حدیث میں حضور ﷺ نے مزبلہ میں نماز پڑھنے سے جو منع فرمایا ہے اس کی وجہ

علمائے کرام نے نجاست قرار دی ہے۔

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال نہی رسول اللہ ﷺ ان یصلی فی سبعة

مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطريق وفي الحمام وفي

معاطن الإبل وفوق ظهر بيت الله ، رواه الترمذی وابن ماجه.....(مشکوۃ: ۱/۷۲)

”وقال المحشى ناقلا عن المرقاة لملا على القارى المزبلة هى الموضع الذى يكون فيه الزبل وهو السرجين ومثله سائر النجاسات قوله والمجزرة بكسر الزاء وتفتح هى الموضع الذى تنحر فيه الإبل وتذبح البقر والشاء نهى عنها لأجل النجاسة فيها من الدماء والأرواث“.....(مشکوۃ: ۱/۷۲)

اس تغلیل سے معلوم ہوا جب نجاست ہٹا دی جائے تو کوئی منع نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**ناک، منہ سے نکلنے والے خون کا حکم:**

- مسئلہ نمبر (۳۵۲): ۱۔ جو خون ناک سے یا منہ سے نکلتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک ہے؟ اگر وہ خون بہنے والا ہوگا تو کیا ناپاک ہوگا اور اگر وہ خون بہنے والا نہیں ہوگا تو کیا وہ پاک ہوگا؟
- ۲۔ اگر وہ ناپاک ہے تو اس کو کس طرح پاک کیا جائے گا؟
- ۳۔ اگر جسم کے حصہ پر ناپاک لگی ہو تو اس کو کس طرح پاک کریں، کیا اس پر گیلیا ہاتھ پھیر دینے سے جسم پاک ہو جائے گا۔ اگر پاک ہو جائے تو ہاتھ ناپاک ہو جائے گا یا ہاتھ پاک ہی رہے گا؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

- (۲:۱) جو خون بہنے والا ہے وہ تو بالاتفاق ناپاک ہے اور جو خون بہنے والا نہ ہو وہ مذہب مختار کے مطابق ناپاک نہیں ہے، البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس جگہ کو دھو کر صاف کر لیا جائے۔

”فى الطحطاوى: (والدم المسفوح) للآية الشريفة أو دما مسفوحا لا الباقي

فى اللحم ..... وما لا ينقض الوضوء فى الصحيح“.....(حاشية الطحطاوى

على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح: ص: ۱۵۴، ۱۵۳)

”وفى حاشية الأشباه للغزى دم قلب الشاة ومالم يسلم من بدن الإنسان طاهر

على المذهب المختار وهو قول أبى يوسف وقال محمد نجس الخ والحاصل كما فى الحلبي أن فى نجاسة غير المسفوح اختلافاً والذى مشى عليه قاضيهان وكثيرانه طاهر وليس فيه رواية صريحة عن الأئمة الثلاثة بل قد توخذ الطهارة من عدم نقض الوضوء بالدم غير السائل وأن ما ليس يحدث ليس بنجس وأمر الاحتياط بعد ذلك غير خفى“.....(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ١٥٢)

بدن میں جس جگہ خون لگا ہو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اس طرح دھویا جائے کہ خون کا نام و نشان نہ رہے۔

”(ويطهر متنجس) سواء كان بدنا أو ثوبا أو آنية (بنجاسة) ولو غليظة (مرئية) كدم (بزوال عينها ولو) كان (بمرة) أى غسلة واحدة (على الصحيح) ولا يشترط التكرار لأن النجاسة فيه باعتبار عينها فتزول بزوالها (حاشية الطحطاوى: ١٥٩)

۳۔ جسم کے کسی حصہ پر اگر نجاست لگی ہو تو اس کو دھو کر زائل کرنا ضروری ہے، محض گیلا ہاتھ پھیرنے سے وہ جگہ پاک نہ ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

اہلّتی دیگ میں زندہ چڑیا گر جائے تو گوشت اور شور بے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک آدمی خیرات کرنا چاہتا ہے، اللہ کا نام لیکر گائے کو ذبح کیا اور دیگ میں پکانے لگا، دیگ تقریباً پک چکی تھی کہ اچانک ہوا میں دو چڑیاں لڑکراہلّتی ہوئی دیگ میں گر پڑیں، اور مر گئیں، پھر مردہ چڑیوں کو تچے سے باہر نکال دیا گیا، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا گوشت یا شور بادونوں میں ایک یا دونوں حلال ہیں یا حرام ہیں، اگر مردار ہیں، تو کیا دونوں میں سے ایک یا دونوں کسی طرح حلال ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

صورت مسئلہ میں اگر چڑیاں اہلّتی ہوئی دیگ میں گرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں، پھر نکالی گئیں

تو ایسی صورت میں نہ گوشت حلال ہو سکتا ہے نہ شوربا، کیونکہ اس میں مہیتہ کے اجزاء آگئے ہیں اور مہیتہ حرام ہے اور اگر دیگ میں گرتے ہی نکال لی گئیں اور ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوں، تو دیگ سے گوشت نکال کر شوربے کی مقدار پانی ڈال کر جوش دیا جائے، تاکہ وہ پانی جل جائے اور شوربے کی مقدار سابقہ رہ جائے اسی طرح تین دفعہ کیا جائے تو شوربا پاک اور حلال ہو جائے گا۔

”كما في الدر المختار ويطهر لبن وعسل ودبس ودهن يغلي ثلاثا وقال

الشامى : في ذيله قال في الدرر لو تنجس العسل فتطهره أن يصب فيه ماء

بقدره فيغلي حتى يعود إلى مكانه“.....(الدر مع الرد: ۱/ ۲۴۵)

در المختار ص ۱۸۵ میں ہے:

”و حکم سائر المائعات كالماء في الأصح“

چونکہ شوربا بھی مائعات میں سے ہے اس کا بھی دودھ، شہد وغیرہ جیسا حکم ہے، اگر شوربے میں اور اس قدر پانی ملا لیا جائے کہ شوربا دیگ کے منہ سے بہہ جائے تو شوربا پاک ہو سکتا ہے اسی طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے (صفحہ نمبر ۲۷۸ اور جلد نمبر ۱ میں لکھا ہے کہ اگر کتے نے شوربے کی دیگ میں منہ ڈال دیا اور کچھ شوربا پی لیا) سوال کے جواب میں مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ نے ایسا ہی جواب دیا ہے کہ مائعات کو پاک کرنے کا طریقہ جو اوپر ذکر ہو چکا کہ غلیان سے شوربا پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح جریان سے بھی پاک ہو سکتا ہے،

”كما قال الشامى على القول الاصح تطهر الأواني ايضا بمجرّد الجريان“

ہاں گوشت کے متعلق امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ تین بار پاک پانی میں جوش دیا جائے اور ہر بار گوشت کو پاک کرنے کے لیے اس کی تجفیف اور تبرید کی جائے مگر امام اعظمؒ کا قول یہ ہے کہ گوشت کو جب نجس چیز میں جوش دیا جائے تو بالکل پاک نہیں ہو سکتا اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

”قوله ولحم طبخ الخ وفي الظهيرية ولو صبت الخمر في قدر فيها لحم إن

كان قبل الغليان يطهر اللحم بالغسل ثلاثا ، وان بعده فلا وقيل يغلي ثلاثا كل

مرة بماء طاهر ويجفف في كل مرة وتجفيفه بالتبريد اه بحر قلت لكن يأتي

قريبا أن المفتى به الأول ..... وكذا الحنطة إذا طبخت في الخمر لا تطهر

ابدا.(الدر مع الرد: ۱/ ۲۴۵)

”قدر طبخ وقعت فيه نجاسة لم توكل المرققة وكذا اللحم اذا كان في حالة الغليان فان لم يكن في حالة الغليان يغسل ويوكل كذا في السراجية“..... (فتاوى الهندية: ۵/۳۳۹)

”لما جلس ابو يوسف رحمه الله تعالى للتدريس من غير اعلام ابى حنيفة فارسل اليه ابو حنيفة رجلا فسأله عن خمس مسائل..... الثالثة طير سقط في قدر على النار فيه لحم و مرق هل يوكلان ام لا؟ فقال يوكل فخطأه فقال لا يوكل فخطأه ثم قال ان كان اللحم مطبوخا قبل سقوط الطير يغسل ثلاثا ويوكل وترمي المرققة والاي رمى الكل“..... (الاشباه والنظائر: ۲/۴۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

### مٹی کے تیل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۴): میں مٹی کے تیل کی کمپنی میں کام کرتا ہوں، اکثر میرے ہاتھوں اور کپڑوں پر مٹی کا تیل لگا ہوتا ہے، کیا ایسی حالت میں، میں مسجد جا کر نماز پڑھ سکتا ہوں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

مٹی کا تیل فی نفسہ تو پاک ہے، لیکن اگر بدن یا کپڑوں پر لگا ہو تو اسے بغیر دھوئے مسجد میں نہ جائے، کیونکہ اس کی بدبو فرشتوں اور مسلمانوں کی اذیت کا سبب ہے لہذا اس کو اچھی طرح دھوئے، پھر نماز کے لیے مسجد جائے۔

”ويحرم فيه السؤال ..... وأكل نحو ثوم ويمنع منه وكذا كل مود (قوله وأكل نحو ثوم) أى كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة للحديث الصحيح فى النهى عن قربان أكل الثوم والبصل المسجد قال الإمام العيني فى شرحه على صحيح البخارى قلت علة النهى أذى الملكة وأذى المسلمين“..... (الدر مع الرد: ۱/۴۸۸، ۴۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

**رال کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۳۵۵): سوتے وقت جو منہ سے رال ٹپکتی ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اس سے کپڑا نجس ہو جاتا ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

سوتے وقت منہ سے جو رال ٹپکتی ہے وہ پاک ہے، اگر وہ کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا نجس نہیں ہوتا۔

”لعاب النائم طاهر سواء كان من الفم أو منبعثا من الجوف عند أبي حنيفة

ومحمد رحمهما الله تعالى وعليه الفتوى“..... (الهندية: ۱/۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**مذی سے کپڑے ناپاک ہوتے ہیں یا نہیں؟**

مسئلہ نمبر (۳۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کپڑوں پر اگر مذی لگ جائے تو کیا

اس سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں اور کیا اس کو دھوئے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

مذی نجاست غلیظہ میں سے ہے، اس کے نکلنے سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں، اگر مذی کپڑوں کو لگ

جائے اور وہ ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس کو دھوئے بغیر نماز نہیں پڑھ سکتے۔

”وأشار بالبول الى ان كل ما يخرج من بدن الانسان مما يوجب خروجه

الوضوء او الغسل فهو مغلظ كالغائط والبول والمني

والمذی“..... (البحر الرائق: ۱/۳۹۹)

”المعاني الناقضة للوضوء كل ما يخرج من السبيلين“..... (هداية: ۱/۲۳)

”وهی نوعان الاول المغلظة وعفی منها قدر الدرهم“..... (هندية: ۱/۴۵)

”وعفی قدر الدرهم كعرض الكف من نجس مغلظ“..... (کنز الدقائق: ۲۴)

”وقدر الدرهم ومادونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخمر وخرء

الدجاج وبول الحمار جازت الصلوة معه وان زاد لم تجز“..... (هداية: ۱/۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ذبح شدہ جانور کے خون کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذبح شدہ جانور کا خون اگر کپڑوں پر لگ جائے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ایسے کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینو اتو جروا۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

ذبح شدہ جانور کا وہ خون جو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے وہ نجس ہوتا ہے، وہ خون چونکہ جانور کی گردن اور سر پر لگا ہوا ہوتا ہے اگر وہ کپڑوں کو لگ جائے تو کپڑے ناپاک ہو جائیں گے لہذا ان کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں، اس کے علاوہ وہ خون جو جانور کے گوشت اور دل میں ہوتا ہے اور رگوں میں ہوتا ہے وہ پاک ہے لہذا اگر وہ کپڑوں کو لگ جائے تو اس سے کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے، لہذا ان کپڑوں میں نماز پڑھنا بھی درست ہے۔

”و دم مسفوح الادم شهيد مادام عليه وما بقى في لحم مهزول وعروق  
وكبد وطحال وقلب ومالم يسل“..... (الدر المختار على هامش  
رد المحتار: ۱/۵۵)

”وما يبقی من الدم فی عروق المذکاة بعد الذبح لا یفسد الثوب وان فحش  
کذا فی فتاویٰ قاضی خان و کذا الدم الذی یبقی فی اللحم لانه لیس بمسفوح  
هکذا فی محیط السرخسی ومالزق من الدم السائل باللحم فهو نجس کذا فی  
منیة المصلی“..... (فتاویٰ ہندیہ: ۱/۴۶)

”والدم المسفوح نجس بجميع اجزائه..... والدم الذی یبقی فی العروق  
واللحم بعد الذبح طاهر لانه لیس بمسفوح ولهذا حل تناوله مع  
اللحم“..... (بدائع الصنائع: ۱/۱۹۶، ۱۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## نجس قالین کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۵۸): بخد مت جناب مفتی صاحب السلام علیکم میں خیریت سے ہوں اور خداوند کریم سے آپ کی خیریت نیک چاہتا ہوں، میرے گھر میں قالین ہے جس پر چھوٹے بچوں نے پیشاب کر دیا ہے جو کہ جگہ جگہ پر ہے

یہ قالین کچھ چیزوں کے نیچے بھی دبا ہوا ہے اس کو نکال کر دھونا بہت مشکل کام ہے میں اس قالین پر نماز کیسے پڑھ سکتا ہوں؟

۱۔ اگر اس قالین پر موٹا کپڑا یا موٹی چادر بچھادی جائے اور اس پر جانماز بچھادی جائے تو نماز ادا ہو سکتی ہے؟  
 ۲۔ یا اگر اس کو دھویا جائے تو کس طریقے سے دھویا جائے کہ پاک ہو جائے، شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمادیں، میں آپ کا بہت مشکور ہوں گا۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) اس پر موٹا کپڑا یا جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے۔  
 (۲) کھلے پانی میں اس کو دھویا جائے اور ایک دفعہ اچھی طرح پانی ڈال کر اس کو کسی اونچی جگہ لٹکا دیا جائے تاکہ پانی خوب نچر جائے، اس کے بعد دوبارہ اس طرح کیا جائے، پھر تیسری بار اس طرح کیا جائے تو قالین پاک ہو جائے گا، اور اگر قالین کی ایک طرف پاک ہے اور دوسری طرف ناپاک ہے تو پاک حصہ پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

”وما لاینعصر یطهر بالغسل ثلاث مرات والتجفیف فی کل مرة لان للتجفیف اثرا فی استخراج النجاسة وحد التجفیف ان یخلیه حتی ینقطع التقاطر ولا یشرط فیہ الیس هکذا فی التبین هذا اذا تشربت النجاسة کثیرا وان لم تتشرب فیہ او تشربت قلیلا یطهر بالغسل ثلاثا هکذا فی محیط السرخسی“  
 ..... (الهندیة: ۴۲/۱)

”ولو كانت النجاسة رطبة فالقی علیها ثوبا وصلی ان کان ثوبا یمکن ان یجعل من عرضه ثوبان کالنهالی یجوز عند محمد رحمہ اللہ وان کان لا یمکن لایجوز وان كانت یابسة جازت اذا کان یصلح ساترا کذا فی الخلاصة“ ..... (الهندیة: ۶۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ٹینگی کی طہارت کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند دن قبل ہماری مسجد کے پانی سے

اچانک بد بو آنے لگی تو چیک کرنے پر معلوم ہوا کہ ٹینکی میں ایک عدد مردہ چوہا پھولا ہوا پڑا تھا ان حالات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

اگر حوض یا ٹینکی کا پانی دونوں طرف سے جاری ہے (ایک طرف سے حوض یا ٹینکی میں پانی آ رہا ہے اور دوسری طرف سے نکل رہا ہے) تو یہ جاری پانی ہونے کی وجہ سے پاک ہے جب تک پانی کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف تبدیل نہ ہو۔

اگر حوض یا ٹینکی کا پانی دونوں طرف سے جاری نہ ہو، بلکہ دونوں طرف سے یا ایک طرف سے بند ہو تو حوض یا ٹینکی کا پانی ناپاک ہو جائے گا۔

حوض یا ٹینکی کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر نجاست ذی جرم ہو تو اس کو نکال دیا جائے، پھر دونوں طرف سے پانی جاری کر دیا جائے تو دوسری طرف سے پانی نکلنے اور اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی بھی وصف متغیر باقی نہ رہنے کی صورت میں ٹینکی یا حوض کا پانی پاک ہو جائے گا، احتیاط اسی میں ہے کہ وقوع نجاست کے وقت حوض یا ٹینکی میں جتنا پانی ہے وہ سارا نکال دیا جائے۔

”فان دخل رجل يده فى الحوض وعليها نجاسة ان كان الماء ساكنا لا يدخل فيه شئ من انبوسه ولا يغترف منه انسان بالقصة يتنجس وان كان الناس يغترفون من الحوض بقصاعهم ولا يدخل من الانبوب ماء او على العكس فاكثرهم على انه يتنجس وان كان الناس يغترفون من الحوض بقصاعهم ويدخل الماء من الانبوب فاكثرهم على انه لا يتنجس هكذا فى فتاوى قاضى خان وعليه الفتوى كذا فى المحيط“..... (الهندية : ١٨/١)

”فان ادخل الماء من جانب حوض صغير كان قد تنجس ماؤه وخرج من جانب قال ابو بكر بن سعيد الاعمش لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه ثلاث مرات فيكون ذلك غسلا له كالقصة حيث تغسل اذا تنجست ثلاث مرات وقال غيره لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه مرة واحدة وقال ابو جعفر الهندوانى يطهر بمجرد الدخول من جانب والخروج من جانب وان لم يخرج مثل ما كان فى الحوض وهو اى قول ابى جعفر اختار الصدر

الشہید حسام الدین لانہ حینئذ یصیر جاریا والجاری لایتنجس  
مالہ یتغیر بالنجاسة والکلام فی غیر المتغیر“..... (کبیری: ۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



بچے کے پیشاب کو صاف کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر فرش پر بچہ پیشاب کر دے تو کیا اس پر تین مرتبہ پانی بہانا کافی ہے یا خشک کرنا بھی ضروری ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

اگر فرش پر بچہ پیشاب کر دے تو اس پر تین مرتبہ پانی بہادینا کافی ہے، ہاں اگر پانی ٹھہر جاتا ہو یا ایسی جگہ پر نجاست ہو جہاں سے پانی نکالنا مشکل ہو تو ایک مرتبہ پانی ڈال کر کسی چیز سے خشک کر لے پھر اسی طرح دوبارہ اور پھر سہ بارہ کرے۔

”الارض اذا تنجست ببول واحتاج الناس الى غسلها فان كانت رخوة يصب  
الماء عليها ثلاثا فتطهر وان كانت صلبة قالوا يصب الماء عليها وتدلک ثم  
تنشف بصوف او خرقة يفعل کذاک ثلاث مرات فتطهر“.....  
(ہندیہ: ۴۳/۱)

”وفی الفتاوی البول اذا اصاب الارض واحتيج الى الغسل يصب الماء عليه  
ثم يدلك وينشف ذلك بصوف او خرقة فاذا فعل ذلك ثلاثا طهر وان لم  
يفعل ذلك ولكن صب عليه ماء كثيرا حتى عرف انه زالت النجاسة“  
..... (محیط برہانی: ۳۸۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



استدبار قبلہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) ہمارے گھر میں جوٹو امیٹ ہے اس میں پیٹھ کعبے کی طرف ہوتی ہے، کیا کعبہ کی طرف پیٹھ بھی نہیں کر سکتے؟ اب مجبوری ہے تو کیا کریں؟
- (۲) ایک حدیث کنفرم کرنی ہے کہ کھڑے ہو کر کھانے پینے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ قے کر دو؟
- (۳) کھڑے ہو کر کھانے میں کتنا گناہ ہے اور اگر کبھی ایسا کرنا پڑ جائے تو کیا کریں؟
- (۴) مجھے ایک اور حدیث بھی کنفرم کرنی ہے کہ کسی نے بتایا کہ جب حضور ﷺ فرما رہے تھے، قیامت کے بارے میں تو جب امام مہدی کا ذکر آیا تو فرمایا کہ ان کا قد بال چہرہ عمر میری طرح ہوگی، بات بھی میری طرح کریں گے تو کسی صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ آپ تو نہیں ہوں گے تو آپ ﷺ اس سوال پر مسکرائے اور کوئی جواب نہ دیا، آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ عین نوازش ہوگی۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) صورت مسئلہ میں کعبہ شریف کی طرف منہ یا پشت کر کے قضائے حاجت کرنا مکروہ تحریمی ہے لہذا اس سے بچنا چاہیئے اور اگر قضائے حاجت کی جگہ ایسی ہی ہو کہ منہ یا پشت کعبہ کی طرف ہوتی ہو تو اس کو صحیح اور درست کرنا ضروری ہے تاکہ حدیث صحیح پر عمل ممکن ہو سکے اور جب تک صحیح نہ ہو اور کوئی دوسرا انتظام نہ ہو تو بھی حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں بشرطیکہ شدید مجبوری نہ ہو۔

”کرہ تحریم استقبال قبلۃ واستدبارھا (لاجل بول او غائط) فلوللاستنجاء  
لم یکرہ (ولوفی بنیان) لا طلاق النہی (قوله استقبال قبلۃ) ای جہتھا کما فی  
الصلوۃ فیما یظہر ونص الشافعیۃ علی انہ لو استقبالھا بصدرة وحول ذکرہ  
عنہا وبال لم یکرہ بخلاف عکسہ اہ ای فالمعتبر الاستقبال بالفرج وهو ظاهر  
قول محمد فی الجامع الصغیر یکرہ ان یستقبل القبلة بالفرج فی الخلاء وهل  
یلزمہ التحری لو اشتبہت علیہ کما فی الصلوۃ الظاہر نعم ولو ہبت ریح عن  
یمین القبلة ویسارھا وغلب علی ظنہ عود النجاسة علیہ فالظاهر انہ یتعین علیہ  
استدبار القبلة حیث امکن لان الاستقبال افحش واللہ اعلم (قوله واستدبارھا  
(هو الصحيح)..... (درمع الرد: ۱/۲۵۱)

- (۲) جی ہاں یہ حدیث موجود ہے۔
- (۳) کھڑے ہو کر کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

”وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یشرب من احد منکم قائما فمن نسی منکم فلیستقیء رواہ مسلم (قوله فلیستقیء) ای فلیتکلف للقیء فان الاستقاء والتقیوء التکلف فی القیء وهو امر ندب“..... (مرقاۃ المفاتیح: ۸/۱۶۴)

” (قوله وعن ابن عمر الخ) اخرجہ الطحاوی واحمد وابن ماجہ والترمذی وصححه حلیۃ وقصد بذکرہ بیان حکم الاکل لکن اخرج احمد ومسلم والترمذی عن انس عن النبی ﷺ انه نهی ان یشرب الرجل قائما قال قتادۃ قلت لانس فالاکل فقال ذلك اشروا خبث وفي الجامع الصغير للسيوطی نهی عن الشرب قائما والاکل قائما ولعل النهی لا مرطبی ایضا کما مر فی الشرب وفي فصل الحادی والثلاثین من فصول العلامی وکره الاکل والشرب فی الطريق والاکل نائما وماشیا ولا باس بالشرب قائما ولا یشرب ماشیا ورخص ذلك للمسافر“..... (شامی: ۱/۹۶)

(۴) احادیث مبارکہ سے مجموعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان سید اور اولاد فاطمہ میں سے ہوں گے، کھلی پیشانی والے طویل و باریک ناک والے ہوں گے، اخلاق میں آپ ﷺ کے مشابہ ہوں گے، ان کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا، البتہ سوال میں مذکور یہ مضمون (کسی صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ کیا وہ آپ تو نہیں ہوں گے تو آپ اس سوال پر مسکرائے اور کوئی جواب نہ دیا) احادیث میں نہیں مل سکا لیکن یہ بات واضح رہے کہ احادیث سے مجموعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ علیہ السلام خود مہدی بن کر نہیں آئیں گے، بلکہ حضرت مہدی علیہ الرضوان آپ علیہ السلام کی اولاد یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے پیدا ہوں گے اور قرب قیامت میں ان کا ظہور ہوگا۔

”عن عبد اللہ عن النبی ﷺ قال لو لم یبق من الدنیا الا یوم قال زائدة لطول اللہ ذلک الیوم حتی یبعث رجلا منی او من اهل بیتی یواطیء اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی زاد فی حدیث فطر یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا الخ“..... (ابوداؤد: ۲۳۸، ۲۳۹/۲)

”عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنى الانف یملا الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا ویملک سبع سنین“..... (ابوداؤد: ۲/۲۳۹)

”عن ابی اسحق قال قال علی رضی الله عنه ونظر الی ابنه الحسن یقال ان ابنی هذا سید کما سماه النبی ﷺ ویخرج من صلبه رجل یرسم باسم نبیکم ﷺ یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی الخلق ثم ذکر قصة یملا الارض عدلا الخ“..... (ابوداؤد: ۲/۲۴۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### دودھ پیتے بچے کے پیشاب کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہے؟ اور ماں کے بدن اور کپڑوں پر بچے نے پیشاب کر دیا ہو تو کیا اس حالت میں نماز ہو جائے گی؟

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

دودھ پیتے بچے کا پیشاب ناپاک ہے اور اگر بدن یا کپڑوں پر لگ جائے تو دھونا اور پاک کرنا ضروری ہے پاک کیے بغیر نماز ادا نہ ہوگی۔

”(الفصل الثانی فی الاعیان النجسة) وهی نوعان (الاول) المغلظة

..... وكذلك بول الصغير والصغيرة اكلا او لا كذا فی الاختیار شرح

المختار“..... (الهندية: ۴۵، ۴۶ / ۱)

”تطهير النجاسة من بدن المصلی وثوبه والمكان الذی یصلی علیه واجب

هكذا فی الزاھدی فی باب الانجاس“..... (فتاویٰ عالمگیری: ۵۸ / ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## برفباری والے علاقوں میں طہارت کس طرح حاصل کی جائے؟

مسئلہ نمبر (۳۶۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا علاقہ جہاں بہت زیادہ برف باری ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ مخصوص خیموں میں رہتے ہیں جہاں پر پانی اور مٹی میسر نہیں ہوتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر وہاں نماز پڑھنی ہو تو طہارت کا کیا حکم ہے؟ یاد رہے کہ وہاں پر ہر وہ چیز جس سے طہارت ممکن ہو میسر نہیں ہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال علاقائی سطح صورت مسئلہ میں عقلی طور پر تو ہو سکتی ہے لیکن وقوعی طور پر نہیں ہو سکتی، ایسی صورت حال میں خیموں کے اندر جگہ کھود کر مٹی یا پتھر نکال کر اس پر تیمم کر کے طہارت حاصل کریں اور نمازیں پڑھیں اگر بالفرض یہ صورت پیش آجائے کہ نہ تو وضو کرنا میسر ہو اور نہ ہی تیمم کرنا میسر ہو تو وہاں کے لوگ فاقد الطہورین کے حکم میں ہیں جس کا حکم یہ ہے کہ نماز کے وقت کا احترام کرتے ہوئے نماز جیسی کیفیت بنا کر محض تشبہ بالمصلین کریں نماز کی نیت نہ کریں بعد میں جب وضو یا تیمم کا موقع ملے تو طہارت حاصل کر کے قضاء نماز پڑھیں۔

”والمحصور فاقد الماء والتراب الطهورين بان حبس في مكان نجس ولا يمكنه اخراج تراب مطهر وكذا العاجز عنهما لمرض يؤخرها عنده وقال لا يتشبه بالمصلين وجوبا فيركع ويسجدان وجد مكانا يابسا والا يومىء قائما ثم يعيد كالصوم به يفتى واليه صح رجوعه اى الامام كمالى الفيض (قوله وقال لا يتشبه بالمصلين) اى احترام الوقت قال ولا يقرء كمالى ابى السعود سواء كان حدثه اصغرا واكبرا قلنا وظاهره انه لا ينوى ايضا لانه تشبه لاصلوة حقيقة تامل“..... (الدرمع الرد: ۱/۱۸۵)

”الوجه الثانى ان يكون محبوسا في مكان نجس لا يجد ماء ولا ترابا نظيفا فانه على وجهين ان امكنه نقر الارض او الحائط بشيء واستخرج التراب الطاهر فعل ذلك ويصلى بالتيمم وان لم يمكنه ذلك فعلى قول ابى حنيفة رحمه الله تعالى لا يصلى بل ينتظر حتى يجد الماء والتراب الطاهر وقال ابو يوسف

رحمہ اللہ تعالیٰ یصلیٰ بالایماء تشبیہا بالمصلین ویعید وقول محمد رحمہ  
 اللہ تعالیٰ مضطرب ذکر فی الزیادات وفی کتاب الصلوۃ فی روایۃ ابی حفص  
 رحمہ اللہ تعالیٰ قوله مع قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ و ذکر فی کتاب  
 الصلوۃ لابی سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ قوله مع قول ابی یوسف قال بعض  
 المشائخ علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انما یصلیٰ بالایماء اذالم یکن  
 الموضع یابسا اما اذا کان یابسا یصلیٰ برکوع وسجود“.....(المحیط  
 البرہانی: ۱/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



ذی جرم چیز جسم پر لگ جانے سے وضو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جسم کے کسی حصہ پر ایسی چیز لگی ہوئی ہو جو پانی کو وہاں تک نہ پہنچنے دے تو کیا وضو ہو جائے گا یا اس چیز کو دھونا ضروری ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ صورت میں اگر اعضاء وضو پر کوئی ذی جرم چیز لگ جائے جو پانی کے پہنچنے سے مانع ہو تو اگر چیز ایسی ہے کہ جس کے لگنے سے بچاؤ آسانی سے ممکن نہ ہو تو اس کے ہٹائے بغیر وضو ہو جائے گا اور اگر اس چیز سے بچاؤ آسانی سے ممکن ہو تو اس کے ہٹائے بغیر وضو نہ ہوگا۔

”وفی فوائد القاضی الامام رکن الاسلام علی السعدی رحمہ اللہ تعالیٰ  
 اذا کان علی بعض اعضاء وضوہ خرق ذباب او برغوث فتوضأ ولم یصل الماء  
 الی تحتہ جاز لان التحرر عنہ غیر ممکن ولو کان جلد سمک او خبز ممضوغ  
 قد جف وتوضا ولم یصل الماء الی ماتحتہ لم یجز لان التحرر عنہ ممکن“  
 .....(المحیط البرہانی: ۱/۱۶۸)

”فی فتاویٰ ماوراء النہر ان بقی من موضع الوضوء قدر راس ابرۃ اولزق باصل  
 ظفرہ طین یابس اور طب لم یجز وان تلطخ یدہ بخمیر او حناء  
 جاز“.....(فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۴)

”وکذا الخباز اذا كان وافرا لظفار كذا في الزاهدی ناقلا عن الجامع الاصغر والخضاب اذا تجسد ویس یمنع تمام الوضوء والغسل كذا في السراج الوهاج ناقلا عن الوجیز“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۴)

” (قوله بخلاف نحو عجین) ای کعلک وشمع وقشر سمک وخبز ممضوغ متلبد جوہرۃ لکن فی النہر ولوفی اظفارہ طین او عجین فالفتویٰ علی انہ مغتفر قرویا کان او مدنیہاہ نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیہ فی العجین واستظهر المنع لان فیہ لزوجة وصلابة تمنع نفوذ الماء (قوله به یفتی) صرح بہ فی الخلاصۃ وقال لان الماء شیء لطیف یصل تحته غالباً ویرد علیہ ما قدمناہ آنفاً ومفاده عدم الجواز اذا علم انہ لم یصل الماء تحته قال فی الحلیۃ وھو اثبت“..... (الرد المحتار: ۱/۱۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**پیشاب کرنے کے بعد استبراء کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۳۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیشاب کرنے کے بعد استبراء کا کیا حکم ہے؟ واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں پیشاب کرنے کے بعد قُطروں سے استبراء واجب ہے جس طریقے پر ہو طبیعت کے موافق، یعنی چلنے کے ساتھ یا کھانسنے کے ساتھ وغیرہ یہاں تک کہ اس کا دل مطمئن ہو جائے۔

”والاستبراء واجب حتی یتنقر قلبہ علی انقطاع العود کذا فی الظہیریۃ قال بعضهم یتنجدی بعد ما یخطو خطوات وقال بعضهم یرکض برجلہ علی الارض ویتنحیح ویلف رجلہ الیمنی علی الیسری وینزل من الصعود الی الهبوط والصحیح ان طباع الناس مختلفۃ فمتی وقع فی قلبہ انہ تم استفراغ مافی السبیل یتنجدی ہکذا فی شرح المنیۃ المصلی لابن امیر الحاج والمضمرات“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۴۹)

”فروع، يجب الاستبراء بمشي أو تنحج أو نوم على شقه اليسر ويختلف بطباع الناس (قوله يجب الاستبراء) هو طلب البراءة من الخارج بشئ مما ذكره الشارح حتى يستيقن بزوال الاثر واما الاستنقاء فهو طلب النقاوة وهوان يدلك المقعدة بالاحجار او بالاصابع حالة الاستنقاء بالماء واما الاستنقاء فهو استعمال الاحجار او الماء هذا هو الاصح في تفسير هذه الثلاثة كما في الغزنوية (الى ان قال قوله او تنحج) لان العروق ممتدة من الحلق الى الذكر وبالتنحج تتحرك وتقذف ما في مجرى البول اه ضياء“ ..... (درمع الرد: ۲۵۳/۱)

”يلزم الرجل الاستبراء عبر باللازم لانه اقوى من الواجب لفوات الصحة بفوته لا بفوت الواجب والمراد طلب براءة المخرج عن اثر الرشح حتى يزول اثر البول بزوال البسل الذي يظهر على الحجر بوضعه على المخرج“ ..... (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۴۲، ۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### استنجاء کے بعد ہاتھ دھونے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب آدمی استنجاء کرتا ہے تو استنجاء کے بعد ہاتھوں کو پاک کرنے کے لیے دھونا ضروری ہے یا ہاتھ بھی استنجاء سے پاک ہو جاتے ہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ دھونا ضروری نہیں ہے، استنجاء کرنے سے ہی ہاتھ پاک ہو جاتے ہیں البتہ دھولینا

مسنون ہے۔

”وتطهر اليد مع الطهارة موضع الاستنقاء كذا في السراجية ويغسل يده بعد الاستنقاء كما يكون يغسلها قبله ليكون انقى وانظف وقد روى ان النبي ﷺ غسل يده بعد الاستنقاء وذلك يده على الحائط كذا في التجنيس“ ..... (فتاوى الهندية: ۴۹/۱)

”قوله ومع طهارة المغسول تطهر اليده) قال ابن عابدين هذا مختار الفقيه ابى جعفر وقيل يجب غسلها لانها تنجس بالاستنجاء وقيل يسن وهذا هو الصحيح كما مر فى سنن الوضوء نوح“.....(فتاوى شامى: ۳/۲۵۱)  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### خروج ریح کی صورت میں استنجاء کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی فقط ہوا خارج ہوئی ہو تو کیا اس کے لیے استنجاء کرنا ضروری ہو جاتا ہے یا نہیں؟

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

محض ہوا کے خارج ہونے سے استنجاء کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔

”والخامس بدعة وهو الاستنجاء من الريح كذا فى الاختيار شرح المختار“.....(فتاوى الهندية: ۵۰/۱)

”وقد علم من تعريفه ان الاستنجاء لايسن الا من حدث خارج من احد السبيلين غير الريح لان بخروج الريح لا يكون على السبيل شئ فلايسن منه بل هو بدعة كما فى المجتبى“.....(البحر الرائق: ۱۶/۱)

”قوله فلايسن من الريح) لان عينها طاهرة وانما نقصت لانبعائها عن موضع النجاسة ولان بخروج الريح لا يكون على السبيل شئ فلايسن منه بل هو بدعة كما فى المجتبى“.....(رد المحتار: ۲۶/۱)

”والاستنجاء منها بدعة كما فى البحر“.....(حاشية الطحطاوى على الدر: ۱۶۴/۱)

”ولا استنجاء فى الريح لانها ليست بعين مرئية“.....(بدائع الصنائع:

(۱/۱۰۴)

”ولایسن الاستنجاء فی حدث الريح والنوم“.....(قاضی خان علی

الہندیہ: ۳۲ / ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھونے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۳۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم اپنے کپڑے دھونے کے لیے دھوبی کو دیا کرتے ہیں وہ دھوبی ایک چھوٹے تالاب میں پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھوتا ہے اور اس تالاب کی حالت یہ ہے کہ اس میں ایک طرف سے پانی آرہا ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکل رہا ہوتا ہے، تو کیا یہ کپڑے پاک ہوں گے یا ناپاک؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہیں کیونکہ وہ جس تالاب میں کپڑے دھوتا ہے وہ ماء جاری کے حکم میں ہے اور ماء جاری کی صورت میں نچوڑنا شرط نہیں البتہ نچوڑنا بہتر ہے۔

”الماء الجاری وهو ما ینصب بتبنة کذا فی الكنز والخلاصة وهذا هو الحد

الذی لیس فی درکہ حرج ہکذا فی شرح الوقایة وقیل ما یبعد الناس جاریا

وهو الاصح کذا فی التبین“.....(فتاویٰ الہندیہ: ۱۶ / ۱)

”ثم اشتراط العصر فیما ینعصر انما هو فیما اذا غسل الثوب فی الاجانة اما اذا

غمس الثوب فی ماء جار حتی جرى علیه الماء طهر (الی ان قال) واما حکم

الصب فانه اذا صب الماء علی الثوب النجس ان اکثر الصب بحيث ینخرج

ما اصاب الثوب من الماء وخلفه غیر ثلاثا فقد طهر لان الجریان بمنزلة

التکرار والعصر والمعتبر غلبة الظن هو الصحيح“

.....(البحر الرائق: ۲۱۲ / ۱)

”واذا کان حوض صغیر یدخل فیہ الماء من جانب و ینخرج من جانب

یحوز الوضوء فی جمیع جوانبه وعلیه الفتویٰ من غیر تفصیل بین ان ینکون

اربعا فی اربع اواقل فیجوز او اکثر فلا یجوز وفی معراج الدراية یفتی بالجواز مطلقا واعتمده فی فتاوی قاضی خان“.....(البحر الرائق: ۱/۱۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کو پیشاب کے بعد قطرے آتے ہوں تو کیا کرنا چاہیے، اگر ٹیٹھیا مٹی کا ڈھیلا استعمال کرنے کے بعد نماز کے دوران بھی اس کے قطرے نکلتے ہوں، تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر اس شخص کو اتنا وقت نہیں ملتا کہ جس میں یہ وضو کر کے فرض نماز ادا کر سکے تو یہ شخص معذور ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو سلسل بول والے کا ہے اور اگر اس شخص کو فرض نماز ادا کرنے کا وقت مل جاتا ہے تو یہ شخص غیر معذور ہے اور پیشاب کا قطرہ نکلتے ہی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

”المستحاضة ومن به سلس البول او استطلاق البطن او انفلات الريح اور عاف دائم او جرح لا يرقأ يتوضؤون لوقت كل صلوة ويصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاءوا من الفرائض والنوافل هكذا في البحر الرائق“.....(فتاویٰ الهندية: ۱/۴۱)

”ومن به عذر كسلس بول او استطلاق بطن وانفلات الريح ور عاف دائم وجرح لا يرقأ ولا يمكن حبسه بحشو من غير مشقة ولا بجلوس ولا بالايماء في الصلوة فبهذا يتوضؤون لوقت كل فرض“.....(حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح: ۱۴۹)

”وتوضؤون مستحاضة ومن به سلس بول او استطلاق بطن او انفلات ریح اور عاف دائم او جرح لا يرقأ لوقت كل فرض (الى ان قال) ومن به سلس البول وهو من لا يقدر على امساكه والرعاف الدم الخارج من الانف والجرح

الذی لا یرقأ ای الذی لا یسکن دمه من رقأ الدم سکن وانما کان وضوءها  
لوقت کل فرض لالکل صلاة لقوله علیه الصلوة والسلام المستحاضة تتوضأ  
لوقت کل صلوة رواه سبط ابن الجوزی عن ابی حنیفة.....  
(البحر الرائق: ۱/۳۷۳)

” (وصاحب عذر من به سلس البول) لا یمكنه امساكه (ثم قال بعد اسطر) ان  
استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة (بان لا یجد فی جمیع وقتها زمناً  
یتوضأ ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث)..... (در المختار علی هامش الرد:  
(۱/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**واشنگ مشین میں ناپاک اور پاک کپڑے اکٹھے دھونے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۳۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- ۱۔ واشنگ مشین میں کپڑے دھوئے اور کوئی کپڑا ان میں ناپاک تھا تو باقی کپڑوں کا کیا حکم ہے وہ پاک ہیں یا ناپاک؟
- ۲۔ اگر پاؤں پر نجاست (مثلاً پیشاب کے قطرے) پڑ گئے تو آیا دھونے کے بعد جو قطرے ٹپک رہے ہیں وہ پاک ہیں یا ناپاک؟
- ۳۔ اگر کوئی ایسی شئی جسے دھونے کے بعد نچوڑنا ممکن نہ ہو مثلاً بڑا قالین تو اگر اسے ایک مرتبہ صابن لگا کر دھولیا جائے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) واشنگ مشین میں ناپاک کپڑا ڈالنے سے سارے کپڑے ناپاک ہو گئے ہیں، اگر ان کپڑوں کو دھلائی مشین سے باہر یا اس کے خشک کرنے والے حصہ میں اس قدر پانی کے ساتھ دھویا گیا کہ نجاست کے زائل ہونے کا غالب گمان ہو گیا ہو تو سب کپڑے پاک ہوں گے۔

”ان غسل ثلاثاً فعصر فی کل مرة ثم تقاطرت منه قطرة فاصابت شیئاً ان

عصرہ فی المرة الثالثة وبالغ فيه بحيث لو عصره لا يسهل منه الماء فالثوب واليد وماتقاطر طاهر والا فالكل نجس هكذا في المحيط“.....(فتاویٰ الہندیہ: ۴۲/۱)

”الثوب النجس اذا غسل ثلاثا وعصره في كل مرة ثم تقاطر منه قطرة فاصاب شيئا قال ينظر ان عصر في المرة الثالثة عصرا بالغ فيه حتى صار بحال لو عصر لم يسلم منه الماء فالثوب طاهر واليد طاهرة وماتقاطر طاهر واذا لم يبلغ في العصر في المرة الثالثة وكان الثوب بحال لو عصر سال الماء فاليد نجسة والثوب نجس وماتقاطر نجس“.....(فتاویٰ التاتارخانیہ: ۴۵۱، ۴۵۲/۱، جدید مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۲) پاؤں دھونے کے بعد جو قطرے پاؤں سے ٹپکتے ہیں وہ پاک ہیں۔

”اذا اصاب النجاسة البدن يطهر بالغسل ثلاث مرات متواليات اه“.....(فتاویٰ التاتارخانیہ: ۴۵۳/۱، جدید)

”قوله بتشليث جفاف اي جفاف كل غسلة من الغسلات الثلاث وهذا شرط في غير البدن ونحوه“.....(رد المحتار على الدر المختار: ۲۴۳/۱)

(۳) اگر ایک مرتبہ ہی اتنی مقدار میں پانی بہایا کہ جس سے غالب گمان ہو گیا کہ ناپاکی ختم ہو چکی ہے تو قالین پاک ہو جائے گا ورنہ ایسے قالین کو تین مرتبہ ایسے طریقے پر دھونا ضروری ہے کہ ہر دفعہ میں قطرے ٹپکنا بند ہو جائیں تو دوسری مرتبہ دھویا جائے۔

”ان كان غالب ظنه انها تزول بمادون الثلث يحكم بطهارته“.....(فتاویٰ التاتارخانیہ: ۴۵۰/۱، جدید)

”وذكر عن الفقيه احمد بن ابراهيم رحمه الله ان الحصير اذا كان من بردى يغسل ثلاثا ويجفف في كل مرة ويطهر عند ابي يوسف خلافا لمحمداه“.....(فتاویٰ التاتارخانیہ: ۴۵۵/۱، جدید مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

”وما لا ینعصر یتطہر بالغسل ثلاث مرّات والتجفیف فی کل مرّة لان للتجفیف اثر ا فی استخراج النجاسة اہ“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۲۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### اگر پاک اور ناپاک صفوں کا علم نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

مسئلہ نمبر (۳۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی ایک دو یا تین صفوں پر بچوں نے پیشاب کر دیا ہے اور معلوم نہیں کہ وہ کونسی صف ہے جس پر پیشاب کیا تھا کیونکہ جب پیشاب کیا تھا اس وقت وہ صفیں نکال کر رکھ دیں تھیں، جب وہ خشک ہو گئیں تو ان کو مسجد کے اندر بچھا دیا گیا کوتاہی کی وجہ سے اور مسجد کی صفیں کبھی اندر بچھا دیتے ہیں اور کبھی باہر صحن میں جس کی وجہ سے پیشاب والی صفیں اور دوسری صفیں خلط ملط ہو گئیں، اب ان پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیا ان سب صفوں کو دھویا جائے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں صفوں کی طہارت کے لیے ضروری ہے کہ ان ناپاک صفوں کو پانی سے دھویا جائے، صرف خشک ہونے سے پاک نہیں ہوتیں اگر پاک اور ناپاک صفوف میں کسی علامت کے باعث امتیاز ممکن ہے تو امتیاز کے ساتھ ناپاک صفوں کو دھویا جائے اور اگر ایسا کرنا معتذر ہے تو تحری کر کے ناپاک صفوں کو علیحدہ کر لیا جائے اور دھو کر پاک کر دیا جائے بشرطیکہ پاک صفیں غالب ہوں البتہ اگر ناپاک صفیں غالب ہوں یا برابر ہوں تو تحری کی ضرورت نہیں بلکہ ساری صفوف کو دھونا ضروری ہے۔

”اذا كان مع الرجل ثوبان او ثياب والبعض نجس والبعض طاهر فان امکن

التمييز بالعلامة يميز وان تعذر التمييز بالعلامة ان كانت الحالة حالة

الاضطرار بان لا يجد ثوبا طاهرا بيقين واحتاج الى الصلاة وليس معه ما يغسل

به احد الثوبين او احد الثياب يتحرى وان كانت الحالة حالة الاختيار فان

كانت الغلبة للطاهر يتحرى وان كانت الغلبة للنجس او كانا على السواء

لا يتحرى كذا في الذخيرة“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۳۸۳/۵)

”(و) تطہر (ارض) بخلاف نحو بساط (بیسہا)“..... (رد المحتار: ۲۲۷/۱)

”قوله بخلاف نحو بساط ای وحصیر و ثوب و بدن ممالیس ارضا ولا متصلا

بها اتصال قرار“..... (ردالمحتار: ۱/۲۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ناپاک چھری کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر دھات یعنی لوہے وغیرہ کی چھری یا چاقو وغیرہ سور کے گوشت کے ساتھ استعمال کی وجہ سے نجس (ناپاک) ہو جائے تو کیا دیگر طریقوں کے علاوہ اسے آگ میں بھی گرم کر کے پاک کیا جاسکتا ہے تاکہ اسے دوبارہ استعمال میں لایا جاسکے، شرعی نقطہ نظر سے وضاحت فرمائیں۔

### الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں لوہے یا دھات وغیرہ کی چھری یا چاقو وغیرہ اگر نجس ہو جائیں تو خوب پونچھ ڈالنے یا رگڑ دینے یا مانج ڈالنے سے یا تین بار پانی سے دھو دینے سے پاک ہو جاتے ہیں اور اگر آگ میں ڈال دیے جائیں اور نجاست کا اثر ختم ہو جائے تو بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

”ویطهر (صقيل) لامسام له (کمرأة) وظفر وعظم وزجاج وآنية مدهونة

اوخر اطاقی و صفائح فضة غیر منقوشة بمسح يزول به اثرها“..... (شرح

التنوير على هامش الرد: ۱/۲۲۷)

”وان كان ممالا ينعصر كالحصير المتخذ من البردى ونحوه ان علم انه لم

يتشرب فيه بل اصاب ظاهره يطهر بازالة العين او بالغسل ثلاثا

بلا عصر“..... (ردالمحتار: ۱/۲۲۷)

”اذ اطلخ السكين ونحوه بالدم او تطلخ رأس الشاة مثله ثم ادخل ذلك

المتلخ النار فاحترق الدم و زال اثره طهر الرأس والسكين ونحوهما بالنار

لحصول المقصود وكذا اذا اصاب السكين دم فمسح بالتراب يطهر“.....

(غنية المستملی فی شرح منية المصلی المعروف حلبی کبری: ۱۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## لیٹرین کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو کہ آگے غسل خانہ یا لیٹرین ہو تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

جس جگہ پر نماز پڑھنی ہو اس جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے، صورت مسئلہ میں اگر یہ جگہ پاک ہو تو محض غسل خانہ یا لیٹرین کے آگے ہونے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ اگر بدبو آ رہی ہو تو اس جگہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

”تطهير النجاسة من بدن المصلي وثوبه والمكان الذي يصلي عليه واجب

هكذا في الزاھدی فی باب الانجاس“..... (الھندیہ: ۵۸/۱)

”(وتكره الصلاة في تسع مواطن) في قوارع الطريق ومواطن الابل والمزبلة

والمجزرة والمخرج والمغتسل“..... (الھندیہ: ۶۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## فرش اگر ناپاک ہو جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر فرش وغیرہ ناپاک ہو جائے تو کیا صرف تین مرتبہ پانی بہانا کافی ہے یا خشک ہونے کا انتظار کریں وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

فقہاء کرام نے ناپاک فرش کو پاک کرنے کا حکم وہی ارشاد فرمایا ہے جو زمین کو پاک کرنے کا ہے، اس میں تفصیل یوں ہے کہ اگر فرش پکا ہے تو اس کی پاکی کا حکم اس کا خشک ہونا ہے، البتہ اگر فرش کو جلدی پاک کرنا ہو تو اس پر تین مرتبہ پانی بہائے اور ہر مرتبہ اس کو پاک کپڑے سے خشک کرے یا اتنی کثرت سے پانی بہائے کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے، اور اگر اینٹیں ادھر ادھر بکھری ہوئی ہوں اور ان کو آسانی سے اٹھایا جاسکتا ہو تو ان کو اٹھا کر دھویا جائے گا۔

”الآجرۃ اذا كانت مفروشة فحكمها حكم الارض تطهر بالجفاف وان كانت

موضوعة تنقل وتحول لابل من الغسل هكذا في المحيط“..... (فتاویٰ

الھندیہ: ۴۴/۱)

” (و) حکم (اجر) ونحوہ کلین (مفروش وخص) بالخاء وتحجيرة سطح  
 وشجر وكلاء قائمین فی ارض كذلک) ای كارض فيطهر بجفاف وكذا  
 كل ما كان ثابتا فيها لاخذه حكمها باتصاله بها“..... (الدر المختار علی هامش  
 الرد: ۱/۲۲۸)

”ولو ارید تطهيرها عاجلا یصب علیها الماء ثلاث مرات وتجفف فی كل مرة  
 بخرقه طاهرة وكذا لو صب علیها الماء بكثرة حتى لا یظهر اثر النجاسة شرح  
 المنية وفتح“..... (ردالمحتار: ۱/۲۲۷)

”وفی الطحطاوی..... وان كانت مستوية صب علیها الماء ثلاث مرات  
 وجفت كل مرة بخرقه طاهرة وكذا لو صب علیها الماء بكثرة حتى لا یظهر  
 اثر النجاسة“..... (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص، ۱۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



جو کپڑا کتے نے منہ میں ڈالا ہو اس کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے گھر میں ایک کتا رکھا ہوا ہے،  
 وہ کبھی کبھی کھیتے ہوئے چادر یا قمیص یا کوئی کپڑا منہ میں ڈال لیتا ہے اس کپڑا کا کیا حکم ہے؟ کہ وہ پاک ہے یا ناپاک  
 ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

**الجواب باسم الملك الوهاب**

اگر کتا کپڑا منہ میں ڈالے اور کپڑے میں لعاب کی تری ظاہر ہو جائے تو کپڑا پلید ہو جائے گا ورنہ ناپاک نہیں

ہوگا۔

”الكلب اذا اخذ عضوا انسان او ثوبه لا ینجس مالم یظهر فیہ اثر البلیل راضیا

كان او غضبان“..... (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## ٹینکی میں اگر چڑیا یا جوتا گر جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں ایک زمینی ٹینکی ہے اور زمین کے برابر اگر اس میں چڑیا یا جوتا گر جائے تو کیا وہ ناپاک ہوگا؟ اگر ناپاک ہوگا تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

اگر چڑیا زندہ نکال لی جائے یا جوتے پر نجاست نہ لگی ہوئی ہو تو اس کے گرنے سے ٹینکی ناپاک نہ ہوگی، اور اگر چڑیا مردہ نکالی گئی یا جوتے پر نجاست لگی ہوئی ہو تو ٹینکی ناپاک ہو جائے گی، اگر وہ دس بائی دس سے کم ہے تو ٹینکی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں ایک جانب سے پانی داخل کیا اور دوسری جانب سے بہہ پڑا تو اس ٹینکی پر طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔

”قوله نزع جميع ما فيها هذا اذا ماتت والحاصل ان المخرج حي ان كان نجس العين اوفى بدنه نجاسة معلومة نزع كلها وانما قلنا معلومة لانهم قالوا في البقرونحوه يخرج لايجب نزع شيء وان كان الظاهر اشتغال بولها على افحاذها لكن يحتمل طهارتها بان سقطت عقيب دخولها ماء كثيرا هذا مع الاصل وهو الطهارة تظافرا على عدم النزع، والله سبحانه اعلم.....“ (فتح القدير: ۱/۹۲)

”قوله او بماء دائم فيه نجس ان لم يكن عشرا في عشر (اي لا يتوضا بماء ساكن وقعت فيه نجاسة مطلقا سواء تغير احدا و صافه او لا ولم يبلغ الماء عشرة اذرع في عشر اعلم ان العلماء اجمعوا على ان الماء اذا تغير احدا و صافه بالنجاسة لا تجوز الطهارة به قليلا كان الماء او كثيرا جاريا كان او غير جار هكذا نقل الاجماع في كتبنا“..... (البحر الرائق: ۱/۱۳۷، ۱/۱۳۶)

”حوض صغير تنجس ماءه فدخل الماء الطاهر فيه من جانب وسال ماء الحوض من جانب آخر كان الفقيه ابو جعفر رحمه الله يقول كما سال ماء الحوض من جانب الآخر يحكم بطهارة الحوض وهو اختيار الصدر الشهيد رحمه الله كذا في المحيط“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## قضائے حاجت کرتے وقت رخ کس طرف ہونا چاہیے؟

مسئلہ نمبر (۳۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی لیٹریں کا رخ کس طرف ہونا چاہیے، ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ شمالاً و جنوباً نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس طرف قطب ہے، کیا اس قطب کا تذکرہ کہیں حدیث میں آیا ہے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی ممانعت حدیث میں آئی ہے لہذا منہ اور پیٹھ دونوں جب قبلہ کی طرف کرنے کی ممانعت ہے تو ہمارے بلاد میں باقی دو ہی سمتیں رہ جاتی ہیں شمالاً و جنوباً تو لا محالہ ہمارا رخ انہی میں سے کسی ایک کی طرف ہوگا، اور پانچویں سمت کوئی ہے نہیں لہذا یہ کہنا غلط ہوگا۔

”عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اتی احدکم الغائط

فلا یستقبل القبلة ولا یولھا ظھرہ شرقاً او غرباً“..... (صحیح البخاری : ۱/۲۶)

”و کرہ استقبال القبلة بالفرج فی الخلاء واستدبارھا وان غفل وقعد مستقبل

القبلة یتحب لہ ان ینحرف بقدر الامکان کذا فی التبیین ولا یختلف هذا عندنا

فی البیان والصحاء کذا فی شرح الوقایة“..... (فتاویٰ الہندیة : ۱/۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## جس شخص کا پیشاب نہ رکتا ہو کیا وہ معذور کے حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور نماز کے بعد گھر جاتا ہوں اور جب مجھے پیشاب کی حاجت ہوتی ہے تو واش روم تک جانے سے پہلے پیشاب میری شلواریں ہی نکل جاتا ہے اور کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں، غرضیکہ کپڑے پاک نہیں رہ سکتے، اب نماز کے بارے میں کیا کروں؟ پانچ وقت کپڑے بدلنا بھی ممکن نہیں ہے۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں یہ شخص معذور نہیں ہے، لہذا ناپاک کپڑے پہن کر نماز ادا کرے گا، ایک پانچواں یہ ہے کہ نماز کے لیے پہن لیا کرے، پھر اتار دے، معذور شرعی اس کو کہتے ہیں جس کا ایک فرض نماز کا وقت کامل

گزر جائے اس عذر کی حالت میں کہ اس وقت میں اس کو اس قدر مہلت نہ مل سکے کہ وضو کر کے بلا اس عذر کے نماز پوری پڑھ سکے، لہذا مذکورہ تدبیر اختیار کرے۔

”وصاحب عذرو من به سلس بول لایمکنہ امساکہ ثم قال ان استوعب عذره تمام وقت صلوٰۃ المفروضۃ بان یجدفی جمیع وقتها زمناً یتوضاً ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث“..... (رد المحتار: ۱/۲۲۳)

”ومن به سلس بول وهو من لا یقدر علی امساکہ والرافع الدم الخارج من الانف..... وانما کان وضوئها لوقت کل فرض لاکل صلوٰۃ..... (البحر الرائق: ۱/۳۷۳)

”وهذا اذا لم یمرض علیہم وقت فرض الاو ذلک الحدث یوجد فیہ“..... (کنز الدقائق متن البحر الرائق: ۱/۳۷۵)

”واما تعریفہ فهو مرض خاص یترب علیہ نزول البول او انفلات الريح او الاستحاضۃ او الاسهال الدائم او نحو ذلک من الامراض المعروفۃ فمن اصیب بمرض من هذه الامراض فانه یكون معذورا ولكن لا یثبت عذره فی ابتداء المرض الا اذا استمر نزول حدثه متتابعاً وقت صلوٰۃ مفروضہ“..... (کتاب الفقہ: ۱/۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے کافی سالوں سے چھوٹا پیشاب کرنے کے بعد دو یا تین مرتبہ قطرے آتے ہیں، اور کبھی کبھی چار مرتبہ بھی آجاتے ہیں تو میں یوں کرتا ہوں کہ نماز کے وقت اپنی شلواری کو دو یا تین دفعہ دھو لیتا ہوں اور کبھی انہی کپڑوں میں بغیر دھوئے بھی نماز پڑھ لیتا ہوں، اب لاعلمی میں جو نمازیں کپڑوں کو بغیر دھوئے پڑھی گئی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ نیز اس کا حل کیا ہے؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں پیشاب لگے ہوئے کپڑوں کو اگر تین بار سے کم دھویا جائے تو مفتی بہ قول کے مطابق یہ کپڑے ناپاک ہیں جن میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے، اور نہ دھونے کی صورت میں اگر پیشاب

کا پھیلاؤ درہم (روپے) کے برابر یا کم ہو تو انہی کپڑوں میں پڑھی گئی نمازیں درست ہیں اور اگر پھیلاؤ درہم سے زیادہ ہو تو انہی کپڑوں میں پڑھی گئی نمازوں کی قضاء واجب ہے، ہاں درہم کے برابر یا کم ناپاک کپڑوں میں پڑھی گئی نمازیں مکروہ ہیں، بشرطیکہ دھونے کی وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

”ویطهر محل غیرہا ای غیر مریۃ بغلبۃ ظن غاسل لو مکلفا والافمستعل طہارۃ محلہا بلا عدد بہ یفتی (قوله بلا عدد بہ یفتی) کذا فی المنیۃ وظاہرہ انہ لو غلب علی ظنہ زوالہما بمرۃ اجزأہ وبہ صرح الامام الکرخی فی مختصرہ واختارہ الامام الاسبیجانی وفی غایۃ البیان ان التقدير بالثلاث ظاہر الروایۃ وفی السراج اعتبار غلبۃ الظن مختار العراقیین والتقدير بالثلاث مختار البخاریین والظاهر الاول ان لم یکن موسوسا وان کان موسوسا فالثانی اہ بحر قال فی النہر وهو توفیق حسن اہ وعلیہ جرى صاحب المختار فانه اعتبر غلبۃ الظن الا فی الموسوس وهو ماشی علیہ المصنف واستحسنہ فی الحلیۃ وقال قدمشی الجم الغفیر علیہ فی الاستنجاۃ اقول وهذا منی علی تحقق الخلاف وهو ان القول بغلبۃ الظن غیر القول بالثلاث قال فی الحلیۃ وهو الحق واستشهد لہ بکلام الحاوی والمحیط اقول وهو خلاف ما فی الکافی مما یقتضی انہما قول واحد وعلیہ مشی فی شرح المنیۃ فقال فعلم بهذا ان المذهب اعتبار غلبۃ الظن وانہا مقدرة بالثلاث لحصولہا بہ فی الغالب وقطعا للوسوسة وانہ من اقامة السبب الظاہر مقام السبب الذی فی الاطلاع علی حقیقۃ عسر کالسفر مقام المشقة اہ وهو مقتضی کلام الہدایۃ وغیرہا اقتصر علیہ فی الامداد وهو ظاہر المتون حیث صرحوا بالثلاث“

.....(الدرمع رد المحتار: ۲۴۳، ۲۴۲/۱)

”وما لیس بمری فی طہارۃ ان یغسل حتی یغلب علی ظن الغاسل انہ قد طہر لان التکرار لا بدمنہ للاستخراج ولا یقطع بزوالہ فاعتبر غالب الظن کما فی امر القبلة وانما قدروا الثلث لان غالب الظن یحصل عنده فاقیم السبب الظاہر مقامہ تیسیرا“.....(الہدایۃ: ۱/۷۴)

”النجاسة ان كانت غليظة وفي اكثر من قدر الدرهم فغسلها فريضة والصلاة بها باطلة وان كانت مقدار درهم فغسلها واجب والصلاة معها جائزة وان كانت اقل من قدر الدرهم فغسلها سنة وان كانت خفيفة فانها لا تمنع جواز الصلوة حتى تفحش كذا في المصمرات“..... (فتاوى الهندية: ۵۸ / ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کے احکام:

مسئلہ نمبر (۳۸۰): محترم و مکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم

سوال نمبر (۱) (الف) مسئلہ یہ ہے کہ میرا پیشاب صحیح طریقے سے خشک نہیں ہوتا، پیشاب کرنے کے بعد ٹشو پیپر سے صاف کرنے کے باوجود بھی بعض اوقات صحیح طرح سے خشک نہیں ہو پاتا اور قطرہ نکلنے کا امکان رہتا ہے اور نکل بھی آتا ہے، پیشاب کو خشک کرنے کے لیے کافی وقت چاہیے ہوتا ہے، پیشاب کرنے کے بعد ٹشو پیپر سے صاف کر کے کچھ دیر چہل قدمی وغیرہ کر کے جب مکمل خشک ہو جاتا ہے تو استنجاء کر کے کپڑے تبدیل کرنے پڑتے ہیں، اس کے باوجود بھی بعض اوقات قطرے خارج ہو جاتے ہیں، مگر اکثر اوقات وقت یا سہولت نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا یعنی چہل قدمی کر کے خشک کرنا اور کپڑے تبدیل کرنا مشکل ہوتا ہے ایسی صورت میں نماز پڑھنے کے لیے اور کپڑوں کو صاف رکھنے کے لیے کیا کیا جاسکتا ہے؟

(ب) اکثر اوقات ایسے ہی چلتے پھرتے ہوئے یا زیادہ تر بیٹھے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ پیشاب کا قطرہ نکلنے کے قریب ہے اور بعض اوقات نکل بھی آتا ہے، بندہ اس صورت حال پر توجہ تو نہیں دیتا لیکن (۱) اگر یقین ہو کہ قطرہ نکل آیا ہے تو بندہ اس سے کس طرح پاکی حاصل کر سکتا ہے؟

(۲) بندہ کو کوئی خاص محسوس تو نہ ہو لیکن شک سا ہو اور بندہ اگر احتیاط کے طور پر پاکی حاصل کرنا چاہے تو کیا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے؟

(ج) پیشاب کرنے کے بعد اگر پیشاب مکمل طور پر خشک نہیں ہوا اور غسل شروع کر دیا یا غسل کے دوران قطرے خارج ہوئے یا غسل کے فوراً بعد پیشاب خشک کرنا پڑا تو کیا اس سے غسل پر کچھ اثر پڑتا ہے۔

سوال نمبر (۲) اگر عضو مخصوص میں حرکت پیدا ہو کسی کو دیکھنے سے یا کوئی ایسی ویسی بات کرنے سے یا سننے، بچوں کو پیار کرنے سے، کسی بات کے ذہن میں آنے سے پیشاب کے بعد استنجاء کرتے ہوئے یا ویسے ہی، تو کیا ان صورتوں میں غسل کرنا یا استنجاء کرنا ضروری ہے، یہ حرکت شہوت کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے اور بغیر شہوت کے بھی، ایک

تو یہ ہے کہ ہم اس میں فرق کس طرح کریں گے، دوسرا کس صورت میں غسل یا استنجاء ضروری ہے اور کس صورت میں نہیں ہے۔

سوال نمبر (۳) (الف) اکثر اوقات بندہ کو وضو کرتے ہوئے شک سا ہوتا ہے کہ شاید ہلکی سی ہوا خارج ہوگئی ہے اس طرح بار بار ہوتا ہے اور بار بار اعضاء دھو کر وضو کرنا پڑتا ہے، اس طرح وضو کرنے کے بعد نماز کے دوران بھی ہلکی سی ہوا کے اخراج کا شک ہوتا ہے، نماز تو پڑھ لیتا ہوں لیکن وہم سا ہوتا ہے کہ وضو ٹوٹا تو نہیں تھا۔

(ب) مندرجہ بالا صورت حال میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بغیر وضو کے قرآن پاک پڑھا تو جاسکتا ہے لیکن چونکہ اسے دیکھ کر پڑھنا ہوتا ہے اس لیے کس طرح اٹھایا جاسکتا ہے؟

کیا مندرجہ بالا صورت میں یا وضو میں زیادہ شک کی صورت میں قرآن پاک کی منزل پڑھی جاسکتی ہے؟

سوال نمبر (۴) روزہ میں غسل کرتے وقت غرارہ نہیں کیا جاتا اور ناک میں پانی بھی احتیاط سے ڈالا جاتا ہے، بندہ کو یہ معلوم تو تھا لیکن چونکہ غسل فرض تھا اس لیے بندہ نے غسل کرتے وقت غرارہ کیا اور ناک میں بھی اچھی طرح پانی پہنچایا جس سے غالب گمان ہے کہ پانی حلق میں گیا ہوگا، ایسا صرف اطمینان اور تسلی کی وجہ سے کیا تا کہ غسل صحیح ہو جائے، ایسی صورت میں کیا روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر ہاں تو اس کی قضاء ہے یا کفارہ؟ اگر ایک دفعہ سے زائد ایسا ہوا ہو تو کیا کیا جائے؟

## الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) (الف، ب) چہل قدمی وغیرہ کرنا شرعاً کوئی ضروری نہیں ہے البتہ چہل قدمی سے عام طور پر مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور اصل میں مقصود یہ ہے کہ قطرہ ٹپکنے سے اطمینان حاصل ہو جائے، جب تک اطمینان حاصل نہ ہو وضو شروع کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر آپ کو قطرہ بہت دیر تک آتا ہو تو پھر آپ کو چاہیے کہ وقت سے بہت پہلے پیشاب کر لیا کریں، تاکہ نماز کے وقت پریشانی نہ ہو، اس کے باوجود اگر مکمل اطمینان کے بعد بھی پیشاب کے قطرے کے نکل آنے کا یقین ہو تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا، اور کپڑے کے جس حصہ پر نجاست لگی ہے وہ اگر ایک درہم یا اس سے زائد ہو تو اس کا دھونا بھی واجب ہے، البتہ مکمل اطمینان کے بعد محض شک کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

(ج) اس سے غسل پراثر نہیں پڑتا۔

(۲) اگر شہوت کے ساتھ منی خارج ہو جائے تو اس سے غسل فرض ہو جاتا ہے اور اگر منی تو خارج نہیں ہوئی بلکہ مذی خارج ہوئی ہے یا پیشاب کے قطرے نکلے ہیں تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے غسل کرنا ضروری نہیں ہوتا ہے، اور اگر صرف شہوت پیدا ہوئی ہے لیکن پیشاب کی نالی سے کوئی چیز خارج نہیں ہوئی تو اس صورت میں کچھ بھی لازم نہیں ہوتا۔

(۳) اگر ہوا کے نکلنے کا صرف شک ہو یقین نہ ہو تو اس صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۴) روزہ کی حالت میں فرض غسل کے لیے بھی غرارہ کرنا فرض نہیں ہوتا، لیکن اگر کسی نے کر لیا اور حلق سے پانی نیچے اتر گیا تو اس روزے کی قضاء لازم ہوگی بشرطیکہ ایسا کرتے وقت اس کو روزہ یاد ہو اور جتنے روزے اس طرح ٹوٹے ہوں ان سب کی قضاء لازم ہوگی۔

(۱) ”والاستبراء واجب حتی يستقر قلبه على انقطاع العود كذا في الظهيرية

قال بعضهم يستنجي بعدما يخطو خطوات“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۴۹)

”فاذا اصاب الثوب اكثر من قدر الدرهم يمنع جواز الصلوة كذا في

المحيط“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۴۶)

(۲) ”الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل وهي ثلاثة منها الجنابة وهي

تثبت بسببين احدهما خروج المنى على وجه الدفق والشهوة من غير ايلاج

باللمس او النظر او الاحتمام او الاستمناء كذا في محيط السرخسي من الرجل

والمرأة في النوم واليقظة كذا في الهداية“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۴)

”المذى ينقض الوضوء وكذا الودي والمنى اذا خرج من غير شهوة بان حمل

شيئا فسبقه المنى او سقط من مكان مرتفع يوجب الوضوء كذا في

المحيط“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۰)

(۳) ”ومن شك في الحدث فهو على وضوءه“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳)

”وان تمضمض واستنشق فدخل الماء جوفه ان كان ذاakra بصومه

فسد صومه وعليه القضاء وان لم يكن ذاakra لا يفسد صومه كذا في الخلاصة

وعليه الاعتماد“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پیشاب کے بعد اگر قطرہ آنے کا شبہ ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟

مسئلہ نمبر (۳۸۱): محترمی و کرمی مفتی حمید اللہ جان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کو پیشاب کا عارضہ ہے، خطیب مولانا اجمل

خان اپنی خطابت میں فرماتے ہیں کہ نماز کسی حالت میں نہ چھوڑو چاہے کسی کو پیشاب کے قطرے آنے کی شکایت ہو تو نماز ضرور پڑھنی چاہیے، میرے معالج بھی یہی کہتے ہیں کہ نماز پڑھ سکتے ہیں، اب آپ فرمائیں شریعت اس سلسلہ میں کیا کہتی ہے؟

پیشاب کے بعد کافی دیر تک ٹشو پیپر سے استنجاء کرتا ہوں پھر بھی شبہ قطرے آنے کا رہتا ہے، کیا اس حالت میں نماز ہو جائے گی؟

کیا ایک بار وضو سے تہجد، فجر اور اشراق کی نمازیں ادا ہو سکتی ہیں؟ صلاۃ التیسح ظہر ملا کر پڑھی جاسکتی ہے فجر کے بعد معمولات میں منزل، درود و سلام مولف شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ مناجات مقبول کتابچہ قرآن حکیم کی دعائیں، کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں ہاتھ لگانا درست نہیں، قرآن پاک پڑھنے کو بہت دل کرتا ہے، مہربانی فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

میں فالج کا بھی مریض رہا ہوں، کرسی پر بیٹھ کر نمازیں ادا کرتا ہوں ایسی حالت میں مسجد جانا درست ہے کہ نہیں؟ مسجد جاتا ہوں وہاں بھی کرسی کا انتظام ہے، بندہ کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں شرعاً معذور وہ شخص ہے جس کو ایک مرتبہ پورے وقت میں یہ عذر رہے اور پھر ہر نماز کے وقت میں کم از کم ایک مرتبہ یہ عذر پیش آئے یعنی یہ عذر پایا جائے اگر طہارت حاصل کرنے کے بعد فرض کی مقدار وقت مل جاتا ہے تو وہ شخص معذور نہیں۔

جو شخص پیشاب کے بعد قطرات آنے کی وجہ سے معذور شرعی بن چکا ہے، اس کا وضو ایک دفعہ کر لینے سے وقت کے اندر قطرات کی وجہ سے وضو نہ ٹوٹے گا (البتہ اور کوئی چیز وضو ٹوٹنے والی صادر ہوئی تو وضو ٹوٹ جائے گا) وضو کر کے نماز پڑھ لے، نماز ہرگز قضاء نہ کرے، اگر دوران وضو یا نماز قطرات ٹپکتے رہیں نماز ہو جائے گی، جب تک ایک وقت کسی نماز کا باقی ہے تو اس کا وضو ہے گا خروج وقت سے وضو ٹوٹ جائے گا، دوسرا وقت نماز آنے پر پھر تازہ وضو کر کے نماز پڑھے، اگر کپڑا تنی دیر بھی پاک نہیں رہتا کہ فرض ادا ہو سکے تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی، اگر لنگوٹ باندھ لیا کریں تو بہتر ہے، اس وقت نماز کے اندر اس وضو سے فرض واجب نفل تلاوت قرآن جملہ وظائف جو چاہیں پڑھ سکتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ تہجد کے لیے الگ وضو کریں اور نماز فجر کے لیے الگ، طلوع آفتاب کے بعد وضو کر کے نماز اشراق صبح کے معمولات وظائف تلاوت قرآن نماز چاشت قضاء نمازیں صلوۃ التیسح اور ظہر کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

”وصاحب عذرو من به سلس بول لایمکنہ امساکہ الخ ان استوعب عذره

تمام وقت صلوٰۃ مفروضہ بان لایجد فی جمیع وقتہا زمناً یتوضاً ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث ولو حکماً لان الانقطاع الیسیر ملحق بالدم وهذا شرط العذر فی حق الابتداء وفي حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرة الخ وحکمہ الوضوء لا غسل ثوبہ ونحوہ لكل فرض الخ ثم یصلی بہ فیہ فرضاً ونفلاً فدخل الواجب بالاولی فاذا خرج الوقت بطل اہ وافاد انه لو توضاً بعد الطلوع ولو لعیاد وضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظهر وان سال علی ثوبہ فوق الدرہم جازلہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منها ای الصلوٰۃ والایتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ هو المختار للتقوی..... (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۲۴، ۲۲۳/۱)

”ومن به سلس بول او استطلاق البطن او انفلات الريح اور عاف دائم او جرح لا یرقاً یتوضئون لوقت کل صلوٰۃ ویصلون بذالک الوضوء فی الوقت ماشاءوا من الفرائض والنوافل هكذا فی البحر الرائق ویبطل الوضوء عند خروج الوقت المفروضۃ بالحدث السابق هكذا فی الهدایۃ وهو الصحیح هكذا فی المحيط فی نواقض الوضوء حتی لو توضاً للعذر لصلاة العید لہ ان یصلی الظهر بہ عندابی حنیفۃ ومحمد وهو الصحیح لانہا بمنزلة صلاة الضحی اہ“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**نجس قالین پر گیلے پاؤں رکھنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۳۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے گھر میں قالین پر لوگ گندے جوتے لے کر آتے ہیں، میں نے اپنے گیلے پیر قالین پر رکھ دیے تو میرے گیلے پیروں کے نشان قالین پر لگ گئے اور نظر آنے لگے اب اس صورت میں میں کیا کروں، دوبارہ وضو کروں یا دونوں پاؤں کو دھو لوں، برائے کرم اس مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

جس قالین پر نجاست گری ہو اور اس بات کا یقین ہو کہ قالین ناپاک ہے تو اگر اس قالین کے ناپاک حصہ پر چلے اور قالین اس کے پاؤں کی تری کی وجہ سے گیلیا ہو جائے اور تری کا اثر قالین پر ظاہر ہو لیکن اس تری کا اثر واپس پاؤں پر ظاہر نہ ہو تو اس حالت میں نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر قالین پر پڑی ہوئی رطوبت کا اثر واپس پاؤں پر ظاہر ہو تو اس حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں صرف پاؤں کا دھونا ضروری ہوگا دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں ہے، اور اگر قالین کی نجاست یقینی نہ ہو تو محض شک کی بناء پر ناپاک کی حکم نہیں لگے گا، اور اس قالین پر گیلیا پاؤں آنے سے قالین ناپاک نہیں ہوگا۔

”کما فی الاصول، ان ماثبت بالیقین لایزول بالشک“..... (اصول کرخی

۵:، الاشباہ والنظائر: ۱۲)

”وکذا ان مشی علی ارض نجسة بعد ما غسل رجله فابتلت الارض من بلل رجله واسود وجه الارض ای بالنسبة الی لونه الاول لکن لم يظهر اثر البلل المتصل بالارض فی رجله لم تنتجس رجله و جازت صلوته بدون اعادة غسلها لعدم ظهور عين النجاسة فی جميع ذلك والطاهر یقین لایصیر نجسا الا بیقین مثله واما ان صارت الارض طینا رطبا من بلل رجله فاصاب ذلك الطین رجله فحینئذ تنتجس رجله ولا تجوز صلوته مالم یغسلها ان کان قدرا مانعا وقس علیها ما قبلها من المسائل بان صار من بلل الثوب طین وتلوث به واصاب الجسد بلل الفراش او الرجل بلل اللبد بعد ان صار یحییث لو عصر لسال حیث یحکم بالتنجس فی ذلك كله“..... (حلی کبیری: ۱۵۳)

”ولومس کلبا او خنزیرا او وطی نجاسة لا وضوء علیه لانعدام الحدث حقيقة وحكما الا انه اذا التزق بیده شی من النجاسة یجب غسل ذلك الموضع والافلا“..... (بدائع الصنائع: ۱/۱۳۹)

”المتوضی من اتصف بالوضوء واحترز بالحی عن المیت فانه لو خرجت منه نجاسة لم یعد وضوءه بل یغسل موضعها فقط“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۹۹)

”ولو بسط المصلى على شئ نجس رطب او جلس على ارض نجسة رطبة  
ولف الثوب اليا بس الطاهر فى ثوب نجس رطب فاثرت الرطوبة النجسة فى  
ثوبه او فى مصله ينظر ان كان بحال لو عصر الثوب او المصلى يتقاطر منه شئ  
يتنجس والا فلا..... قال شمس الائمة الحلوانى رحمة الله تعالى لو كان بحال  
لو وضع الانسان يده عليه تبطل يده يصير نجس والا فلا ولهذا الذى قاله  
شمس الائمة قريب فى المعنى من القول الاول“..... (منية المصلى: ١٤٨)  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ذبح شدہ بھینس کے دودھ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے بھینس ذبح کی اور اس  
ذبح شدہ بھینس کا دودھ نکالا تو اب اس دودھ کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

اس دودھ کو استعمال کر سکتے ہیں۔

”ولبنها طاهر كالمدكاة خلافا لهما لتجسهما بنجاسة المحل قلنا  
نجاسة لا تؤثر في حال الحياة اذا اللبن الخارج من بين فرث ودم طاهر  
فكذا بعد الموت“..... (فتاوى شامى: ١/١٥١)  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ناپاک زمین کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر زمین ناپاک ہو جائے تو اس کو پاک  
کرنے کے لیے کیا صرف تین بار پانی بہا دینا کافی ہے یا زمین کے خشک ہونے کا انتظار کرنا چاہیے؟

### **الجواب باسم الملك الوهاب**

زمین کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر فرش ہے تو اس پر اتنا زیادہ پانی بہا دیا جائے کہ نجاست اس فرش

سے جدا ہو جائے اور اس کی بو اور رنگ باقی نہ رہے اور اس کو یہاں تک چھوڑے کہ خشک ہو جائے تو یہ پاک ہو جائے گا اور اگر جلدی پاک کرنا ہے تو ہر مرتبہ پاک کپڑے سے خشک کرے اور تین دفعہ ایسا کیا جائے اور اگر زمین ہے تو دیکھیں گے کہ سخت ہے یا نرم اگر زمین نرم ہے تو تین دفعہ پانی بہا دینے سے پاک ہوگی اور اگر سخت ہے تو اس پر پانی بہائے اور کسی چیز کے ذریعے رگڑے پھر پاک کپڑے وغیرہ سے صاف کی جائے اور تین مرتبہ ایسا کرنے سے پاک ہو جائے گی، اور ایک طریقہ یہ ہے کہ زمین خشک ہو جائے اور اس کا اثر باقی نہ رہے تو زمین پاک ہو جائے گی جیسا کہ شامی کی عبارت سے واضح ہے۔

”طهور الارض اذا بیست وساق بسنده عن ابن عمر قال کنت ابیت فی المسجد ولم یکونوا یرشون شیئاً من ذلک اہ ولوا ید تطہیرھا عاجلاً یصب علیھا الماء ثلاث مرات وتجنف فی کل مرة بخرقہ طاهرة“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۲۲۷)

”الارض اذا تنجست ببول واحتاج الناس الی غسلھا فان کانت رخوة یصب الماء علیھا ثلاثاً متطہروان کانت صلبة قالوا یصب الماء علیھا وتدلک ثم تنشف بصفوف او خرقة یفعل کذلک ثلث مرات فتطہروان صب علیھا ماء کثیر حتی تفرقت النجاسة ولم یبق ریحھا ولا لونھا وترکت حتی جفت تطہر“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



**بہشتی زیور کے ایک مسئلہ کی وضاحت:**

مسئلہ نمبر (۳۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہشتی زیور میں ایک مسئلہ لکھا ہے کہ ناپاک کپڑے کو تین بار پاک کریں اور تیسری بار پوری طاقت سے نچوڑیں، سو جب وہ کپڑے دھوبی کے پاس جاتے ہیں وہ اتنے کپڑے اس طرح پاک نہیں کرتا وہاں ایسے لوگوں کے کپڑے بھی جاتے ہیں جو پاک کی اور ناپاک کی نہیں جانتے، دوسروں کے ساتھ بھی مل جاتے ہیں، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

**الجواب باسم الملك الوهاب**

صورت مسئلہ میں کپڑا تین دفعہ دھونے سے اور ایک دفعہ نچوڑنے سے پاک ہوگا، اور یہی ارفق للناس ہے اور یہی مفتی بقول ہے، باقی تین دفعہ اچھی طرح دھونا وہ صرف احتیاط پر مبنی ہے۔

”وفی غیر الاصول یکتفی بالعصر مرة وهوارفق کذا فی الکافی وفی النوازل  
وعلیه الفتویٰ کذا فی التتارخانیة“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۲۲)

”وفی غیر روایة الاصول یکتفی بالعصر مرة وانه اوسع وارفق بالناس وفی  
النوازل وعليه الفتویٰ“..... (فتاویٰ التتارخانیة: ۲۳۰، ۱/۲۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### احتلام کے بعد کتنے کپڑے کو دھونا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی بندہ کو احتلام ہو جائے  
تو آیا صرف اسی ناپاک جگہ کو دھونا ضروری ہے یا سارے کپڑوں کو دھونا ضروری ہے، اور کپڑا دھوتے وقت کلمہ شریف  
پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

### الجواب باسم الملك الوهاب

جتنا حصہ کپڑے کا ناپاک ہوا ہے اس کو دھونا ضروری ہے سارے کو دھونا ضروری نہیں اور نہ ہی کپڑے  
دھوتے وقت کلمہ پڑھنا ضروری ہے۔

”وکذا یطهر محل نجاسة مرئية بقلعها“..... (حاشیة الطحطاوی علی  
الدر: ۱/۱۶۲)

”عن سلمان بن یسار قال حدثنی الشریذ قال کنت انا وعمر بن الخطاب  
جالسین بیننا جدول فرأی عمر فی ثوبه جنابة فقال خرط علینا هذا الاحتلام  
منذا کلنا هذا الدثم ثم غسل مارأی فی ثوبه واغتسل واعاد الصلوة“  
..... (کنز العمال: ۹/۲۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



### ایک سال کے بچے کے پیشاب کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام قرآن وحدیث کی روشنی میں بیچ اس مسئلہ کے کہ جب بچے کا  
پیشاب کپڑوں پر پڑ جائے تو کیا کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں؟ جب کہ بچے کی عمر ایک سال ہو۔

## الجواب باسم الملك الوهاب

چھوٹے بچے کا پیشاب بھی نجاست غلیظہ ہے لہذا اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑے کا اتنا حصہ ناپاک ہو جائے گا اور اگر اس ناپاک جگہ کی مقدار ایک درہم سے زائد ہو تو نماز پڑھنے کے لیے اس کا دھونا ضروری ہوگا۔

”فالغليظة كالخمر والدم المسفوح ولحم الميتة واهابها وبول مالا يؤكل

لحمه كالادمي ولور ضيعا قال الطحطاوى قوله ولور ضيعا لم يطعم سواء كان

ذكرا وانثى“.....(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۱۵۳، ۱۵۴)

”اذا انتضح من البول شئ يرى اثره لا بد من غسله ولولم يغسله وصلى

كذلك وكان اذا جمع كان اكثر من قدر الدرهم اعاد الصلوة“

.....(المحيط البرهاني: ۱/۳۷۱)

”فالغليظة اذا كانت قدر الدرهم او اقل فهي قليلة لا تمنع جواز الصلوة وان

كانت اكثر من قدر الدرهم منعت جواز الصلوة“.....(المحيط البرهاني :

۱/۳۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



تمت المجلد الثانی بحمد اللہ تعالیٰ وعونه